سلسلۂ مطبوعات جامعۂ عثمانیہ

تاریخ دستورِ انگلستان

ایف۔ سی مانٹیگو صاحب کی کتاب "دی ایلیمنٹس آف انگلش کانسٹیٹیوشنل ہسٹری" کا اردو ترجمہ

معہ مقدمہ و تشریحات مترجم

انٹرمیڈیٹ کے لئے

مترجمۂ

مولوی سیّد علی رضا صاحب بی۔ اے۔ بیرسٹر ایٹ لا

رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ

جامعۂ عثمانیہ

۱۳۳۸ھ ۔ ۱۳۲۹ف ۔ ۱۹۱۹ء

یہ کتاب میکملن کمپنی کی اجازت سے
جن کو حقوق کاپی رائٹ حاصل ہیں
طبع کی گئی ہے؛

دنیا میں ہر قوم کی زندگی میں ایک ایسا زمانہ آتا ہے جب کہ
اُس کے قوائے ذہنی میں انحطاط کے آثار نمودار ہونے لگتے ہیں ،
ایجاد و اختراع اور غور و فکر کا مادّہ تقریباً مفقود ہو جاتا ہے، تخیل
کی پرواز اور نظر کی جولانی تنگ اور محدود ہو جاتی ہے، علم کا
دار و مدار چند رسمی باتوں اور تقلید پر رہ جاتا ہے ۔ اُس وقت قوم
یا تو بیکار اور مردہ ہو جاتی ہے یا سنبھلنے کے لئے یہ لازم ہوتا ہے
کہ وہ دوسری ترقی یافتہ اقوام کا اثر قبول کرے ۔ تاریخ عالم کے
ہر دَور میں اس کی شہادتیں موجود ہیں ۔ خود ہمارے دیکھتے دیکھتے
جاپان پر یہی گذری اور یہی حالت اب ہندوستان کی ہے ۔
جس طرح کوئی شخص دوسرے بنی نوع انسان سے قطع تعلق
کر کے تنہا اور الگ تھلگ نہیں رہ سکتا اور اگر رہے تو پنپ

نہیں سکتا اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی قوم دیگر
اقوام عالم سے بے نیاز ہو کر پھولے پھلے اور ترقی پائے۔
جس طرح ہوا کے جھونکے اور ادنیٰ پرندوں اور کیڑے
مکوڑوں کے اثر سے وہ مقامات تک ہرے بھرے رہتے ہیں
جہاں انسان کی دسترس نہیں اسی طرح انسانوں اور قوموں کے اثر
بھی ایک دوسرے تک اڑ کر پہنچتے ہیں۔ جس طرح یونان کا اثر روم
اور دیگر اقوام یورپ پر پڑا جس طرح عرب نے عجم کو
اور عجم نے عرب کو اپنا فیض پہنچایا، جس طرح اسلام نے
یورپ میں تاریکی اور جہالت کو مٹا کر علم کی روشنی پہنچائی
اسی طرح آج ہم بھی بہت سی باتوں میں مغرب کے محتاج ہیں۔
یہ قانون عالم ہے جو یوں ہی جاری رہا اور جاری رہیگا۔

"دئے سے دیا یوں ہی جلتا رہا ہے"

جب کسی قوم کی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے اور وہ
آگے قدم بڑھانے کی سعی کرتی ہے تو ادبیات کے میدان میں
پہلی منزل ترجمہ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جب قوم میں جدت
اور اپج نہیں رہی تو ظاہر ہے کہ اس کی تصانیف معمولی،
ادھوری، کم مایہ اور ادنیٰ ہونگی۔ اُس وقت قوم کی بڑی خدمت
یہی ہے کہ ترجمہ کے ذریعہ سے دنیا کی اعلیٰ درجہ کی تصانیف اپنی
زبان میں لائی جائیں۔ یہی ترجمے خیالات میں تغیر اور معلومات
میں اضافہ کریں گے، جمود کو توڑیں گے اور قوم میں ایک
نئی حرکت پیدا کریں گے اور پھر آخر یہی ترجمے تصنیف و تالیف

کے جدید اسلوب اور ڈھنگ سمجھائیں گے۔ ایسے وقت میں ترجمہ تصنیف سے زیاد قابل قدر، زیادہ مفید اور زیادہ فیض رساں ہوتا ہے۔

اسی اصول کی بنا پر جب عثمانیہ یونیورسٹی کی تجویز پیش ہوئی تو ہز اکزالٹڈ ہائینس رستم دوراں ارسطوئے زماں سپہ سالار آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب میر عثمان علیخان بہادر فتح جنگ جی۔سی۔اس۔آئی۔جی۔سی۔بی۔ای۔والی حیدرآباد دکن خلداللہ ملکہ و سلطنتہ نے جن کی علمی قدر دانی اور علمی سرپرستی اس زمانہ میں احیائے علوم کے حق میں آب حیات کا کام کر رہی ہے، بہ تقاضائے مصلحت و دور بینی سب سے اول سررشتۂ تالیف و ترجمہ کے قیام کی منظوری عطا فرمائی، جو نہ صرف یونیورسٹی کے لئے نصاب تعلیم کی کتابیں تیار کریگا بلکہ ملک میں نشر و اشاعتِ علوم و فنون کا کام بھی انجام دیگا۔ اگرچہ اس سے قبل بھی یہ کام ہندوستان کے مختلف مقامات میں تھوڑا تھوڑا انجام پایا مثلاً فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں زیر نگرانی ڈاکٹر گلکرسٹ، دہلی سوسائٹی میں، انجمن پنجاب میں زیر نگرانی ڈاکٹر لائٹنر و کرنل ہالرائڈ، علی گڑھ سائنٹفک انسٹیوٹ میں جس کی بنا سر سیّد احمد خاں مرحوم نے ڈالی۔ مگر یہ کوششیں سب وقتی اور عارضی تھیں۔ نہ انکے پاس کافی سرمایہ اور سامان تھا نہ انہیں یہ موقع حاصل تھا

اور نہ انہیں اعلیٰحضرت و اقدس جیسے علم پرور فرمانروا کی سرپرستی کا شرف حاصل تھا۔ یہ پہلا وقت ہے کہ اردو زبان کو علوم و فنون سے مالا مال کرنے کے لئے باقاعدہ اور مستقل کوشش کی گئی ہے۔ اور یہ پہلا وقت ہے کہ اردو زبان کو یہ رتبہ ملا ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ قرار پائی ہے۔ احیائے علوم کے لئے جو کام آگسٹس نے روما میں خلافت عباسیہ میں ہارون الرشید و مامون الرشید نے ہسپانیہ میں عبدالرحمٰن ثالث نے، بکرماجیت و اکبر نے ہندوستان میں الفرڈ نے انگلستان میں، پیٹر اعظم و کیتھرائن نے روس میں اور مُت شی ہٹو نے جاپان میں کیا، وہی فرمانروائے دولت آصفیہ نے اس ملک کے لئے کیا۔ اعلیٰحضرت واقدس کا یہ کارنامہ ہندوستان کی علمی تاریخ میں ہمیشہ فخر و مباہات کے ساتھ ذکر کیا جائیگا۔

منجملہ اُن اسباب کے جو قومی ترقی کا موجب ہوتے ہیں ایک بڑا سبب زبان کی تکمیل ہے۔ جس قدر جو قوم زیادہ ترقی یافتہ ہے اُسی قدر اُس کی زبان وسیع اور اس میں نازک خیالات اور علمی مطالب کے ادا کرنے کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے، اور جس قدر جس قوم کی زبان محدود ہوتی ہے اُسی قدر تہذیب و شایستگی بلکہ انسانیت میں اس کا درجہ کم ہوتا ہے۔ چنانچہ وحشی اقوام میں الفاظ کا ذخیرہ بہت ہی کم پایا گیا ہے۔ علمائے فلسفہ و علم اللسان نے یہ ثابت کیا ہے کہ زبان، خیال اور

خیال، زبان ہے اور ایک مدت کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں
کہ انسانی دماغ کے صحیح تاریخی ارتقا کا علم، زبان کی تاریخ
کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتا ہے ۔ الفاظ ہمیں سوچنے میں
ویسی ہی مدد دیتے ہیں جیسی آنکھیں دیکھنے میں ۔ اس لئے
زبان کی ترقی درحقیقت عقل کی ترقی ہے ۔

علمِ ادب اسی قدر وسیع ہے جس قدر حیاتِ انسانی۔ اور
اس کا اثر زندگی کے ہر شعبہ پر پڑتا ہے ۔ وہ نہ صرف انسان
کی ذہنی، معاشرتی، سیاسی ترقی میں مدد دیتا، اور نظر میں وسعت،
دماغ میں روشنی، دلوں میں حرکت اور خیالات میں تغیر پیدا کرتا
ہے بلکہ قوموں کے بنانے میں ایک قوی آلہ ہے ۔ قومیت کے
لئے ہم خیالی شرط ہے اور ہم خیالی کے لئے ہم زبانی لازم
گویا یک زبانی قومیت کا شیرازہ ہے جو اسے منتشر ہونے سے
بچائے رکھتا ہے ۔ ایک زمانہ تھا جب کہ مسلمان اقطاع عالم میں
پھیلے ہوئے تھے لیکن اُن کے علمِ ادب اور زبان نے انہیں
ہر جگہ ایک کر رکھا تھا ۔ اس زمانے میں انگریز ایک دنیا پر
چھائے ہوئے ہیں لیکن باوجود بُعدِ مسافت و اختلافِ حالات
یک زبانی کی بدولت قومیت کے ایک سلسلے میں منسلک
ہیں، زبان میں جادو کا سا اثر ہے اور صرف افراد ہی پر
نہیں بلکہ اقوام پر بھی اُس کا وہی تسلط ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ تعلیم کا صحیح اور فطرتی ذریعہ اپنی ہی زبان
ہو سکتی ہے ۔ اس امر کو اعلیٰحضرت واقدس نے

پہچانا اور جامعۂ عثمانیہ کی بنیاد ڈالی۔ جامعۂ عثمانیہ ہندوستان میں پہلی یونیورسٹی ہے جس میں ابتدا سے انتہا تک ذریعۂ تعلیم ایک دیسی زبان ہوگا۔ اور یہ زبان اردو ہوگی۔ ایک ایسے ملک میں جہاں "بھانت بھانت کی بولیاں" بولی جاتی ہیں، جہاں ہر صوبہ ایک نیا عالم ہے، صرف اردو ہی ایک عام اور مشترک زبان ہو سکتی ہے۔ یہ اہل ہند کے میل جول سے پیدا ہوئی اور اب بھی یہی اس فرض کو انجام دیگی۔ یہ اس کے خمیر اور وضع و ترکیب میں ہے۔ اس لئے یہی تعلیم اور تبادلہ خیالات کا واسطہ بن سکتی اور قومی زبان کا دعوٰے کر سکتی ہے۔

جب تعلیم کا ذریعہ اردو قرار دیا گیا تو یہ کھلا اعتراض تھا کہ اردو میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کتابوں کا ذخیرہ کہاں ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا تھا کہ اردو میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ اس میں علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم ہو سکے۔ یہ صحیح ہے کہ اردو میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کافی ذخیرہ نہیں۔ اور اردو ہی پر کیا منحصر ہے، ہندوستان کی کسی زبان میں بھی نہیں۔ یہ طلب و رسد کا عام مسئلہ ہے۔ جب مانگ ہی نہ تھی تو رسد کہاں سے آتی۔ جب ضرورت ہی نہ تھی تو کتابیں کیونکر مہیا ہوتیں۔ ہماری اعلیٰ تعلیم غیر زبان میں ہوتی تھی، تو علوم و فنون کا ذخیرہ ہماری زبان میں کہاں سے آتا۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ اب ضرورت محسوس ہوئی ہے تو کتابیں بھی

مہیا ہو جائیں گی ۔ اسی کمی کو پورا کرنے اور اسی ضرورت کو
رفع کرنے کے لئے سررشتۂ تالیف و ترجمہ قائم کیا گیا۔ یہ
صحیح نہیں ہے کہ اردو زبان میں اس کی صلاحیت نہیں ۔
اس کے لئے کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں ۔ سررشتۂ
تالیف و ترجمہ کا وجود اس کا شافی جواب ہے ۔ یہ سررشتہ
یہی کام کر رہا ہے ۔ کتابیں تالیف و ترجمہ ہو رہی ہیں
اور چند روز میں عثمانیہ یونیورسٹی کالج کے طالب علموں
کے ہاتھوں میں ہونگی اور رفتہ رفتہ عام شائقینِ علم تک
پہنچ جائیں گی ۔

لیکن اس میں سب سے کٹھن اور سنگلاخ مرحلہ وضع
اصطلاحات کا تھا ۔ اس میں بہت کچھ اختلاف اور بحث
کی گنجائش ہے ۔ اس بارے میں ایک مدت کے تجربہ اور
کامل غور و فکر اور مشورہ کے بعد میری یہ رائے قرار پائی
ہے کہ تنہا نہ تو ماہرِ علم صحیح طور سے اصطلاحات وضع کر سکتا
ہے اور نہ ماہرِ لسان ۔ ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے۔ اور
ایک کی کمی دوسرا پورا کرتا ہے ۔ اس لئے اس اہم کام کو صحیح طور
سے انجام دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دونوں یک جا جمع کئے
جائیں تاکہ وہ ایک دوسرے کے مشورہ اور مدد سے ایسی اصطلاحیں
بنائیں جو نہ اہل علم کو ناگوار ہوں نہ اہل زبان کو ۔ چنانچہ اسی
اصول پر ہم نے وضع اصطلاحات کے لئے ایک ایسی مجلس بنائی
جس میں دونوں جماعتوں کے اصحاب شریک ہیں ۔ علاوہ اِنکے

ہم نے اُن اہلِ علم سے بھی مشورہ کیا جو اس کی خاص اہلیت رکھتے ہیں اور بُعدِ مسافت کی وجہ سے ہماری مجلس میں شریک نہیں ہو سکتے ۔ اس میں شک نہیں کہ بعض الفاظ غیر مانوس معلوم ہوں گے اور اہلِ زبان انہیں دیکھ کر ناک بھوں چڑھائیں گے ۔ لیکن اس سے گزیر نہیں ۔ ہمیں بعض ایسے علوم سے واسطہ ہے جن کی ہوا تک ہماری زبان کو نہیں لگی۔ ایسی صورت میں سوائے اس کے چارہ نہیں کہ جب ہماری زبان کے موجودہ الفاظ خاص خاص مفہوم کے ادا کرنے سے قاصر ہوں تو ہم جدید الفاظ وضع کریں ۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم نے محض ٹالنے کے لئے زبردستی الفاظ گھڑ کر رکھ دئے ہیں، بلکہ جس نہج پر اب تک الفاظ بنتے چلے آئے ہیں اور جن اصولِ ترکیب و اشتقاق پر اب تک ہماری زبان کاربند رہی ہے، اس کی پوری پابندی ہم نے کی ہے ۔ ہم نے اُس وقت تک کسی لفظ کے بنانے کی جرأت نہیں کی جب تک اُسی قسم کی متعدد مثالیں ہمارے پیشِ نظر نہ رہی ہوں ۔ ہماری رائے میں جدید الفاظ کے وضع کرنے کی اس سے بہتر اور صحیح کوئی صورت نہیں۔ اب اگر کوئی لفظ غیر مانوس یا اجنبی معلوم ہو تو اس میں ہمارا قصور نہیں ۔ جو زبان زیادہ تر شعر و شاعری اور قصص تک محدود ہو، وہاں ایسا ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں ۔ جس ملک سے ایجاد و اختراع کا مادّہ سلب ہو گیا ہو جہاں لوگ نئی چیزوں کے بنانے اور دیکھنے کے عادی نہ ہوں، وہاں جدید الفاظ کا

غیر مانوس اور اجنبی معلوم ہونا موجب حیرت نہیں ۔ الفاظ کی حالت بھی انسانوں کی سی ہے ۔ اجنبی شخص بھی رفتہ رفتہ مانوس ہو جاتے ہیں ۔ اول اول الفاظ کا بھی یہی حال ہے ۔ استعمال آہستہ آہستہ غیر مانوس کو مانوس کر دیتا ہے اور صحت و غیر صحت کا فیصلہ زمانہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے ۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ لفظ تجویز کرتے وقت ہر پہلو پر کامل غور کرلیں، آئندہ چل کر اگر وہ استعمال اور زمانہ کی کسوٹی پر پورا اترا تو خود ٹکسالی ہو جائیگا اور اپنی جگہ آپ پیدا کرلیگا ۔ علاوہ اس کے جو الفاظ پیش کئے گئے ہیں وہ الہامی نہیں کہ جن میں ردّ و بدل نہ ہو سکے، بلکہ **فرہنگِ اصطلاحاتِ عثمانیہ** جو زیر ترتیب ہے پہلے اس کا مسودہ اہل علم کی خدمت میں پیش کیا جائے گا اور جہاں تک ممکن ہوگا اس کی اصلاح میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جائے گا ۔

لیکن ہماری مشکلات صرف **اصطلاحات علمیہ** تک ہی محدود نہیں ہیں ۔ ہمیں ایک ایسی زبان سے ترجمہ کرنا پڑتا ہے جو ہمارے لئے بالکل اجنبی ہے، اس میں اور ہماری زبان میں کسی قسم کا کوئی رشتہ یا تعلق نہیں ۔ اس کا طرز بیان، ادائے مطلب کے اسلوب، محاورات وغیرہ بالکل جدا ہیں ۔ جو الفاظ اور جملے انگریزی زبان میں بالکل معمولی اور روز مرہ کے استعمال میں آتے ہیں، اُن کا ترجمہ جب ہم اپنی زبان میں کرنے بیٹھتے ہیں تو سخت دشواری پیش آتی ہے ۔ ان تمام دشواریوں پر

غالب آنے کے لئے مترجم کو کیسا کچھ خونِ جگر کھانا نہیں پڑتا۔ ترجمہ کا کام، جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے، کچھ آسان کام نہیں ہے ۔ بہت خاک چھاننی پڑتی ہے تب کہیں گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے ✦

اس سررشتہ کا کام صرف یہی نہ ہوگا (اگرچہ یہ اس کا فرضِ اولین ہے) کہ وہ نصاب تعلیم کی کتابیں تیار کرے، بلکہ اس کے علاوہ وہ ہر علم پر متعدّد اور کثرت سے کتابیں تالیف و ترجمہ کرائے گا، تاکہ لوگوں میں علم کا شوق بڑھے، ملک میں روشنی پھیلے، خیالات و قلوب پر اثر پیدا ہو، جہالت کا استیصال ہو۔ جہالت کے معنی اب لاعلمی ہی کے نہیں بلکہ اس میں افلاس، کم ہمتی، تنگ دلی، کوتہ نظری، بے غیرتی، بد اخلاقی سب کچھ آجاتا ہے ۔ جہالت کا مقابلہ کرکے اسے پس پا کرنا سب سے بڑا کام ہے ۔ انسانی دماغ کی ترقی علم کی ترقی ہے۔ انسانی ترقی کی تاریخ علم کی اشاعت و ترقی کی تاریخ ہے ۔ ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک انسان نے جو کچھ کیا ہے، اگر اس پر ایک وسیع نظر ڈالی جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ جوں جوں علم میں اضافہ ہوتا گیا، پچھلی غلطیوں کی صحت ہوتی گئی، تاریکی گھٹتی گئی، روشنی بڑھتی گئی، انسان میدانِ ترقی میں قدم آگے بڑھاتا گیا ۔ اسی مقدس فرض کے ادا کرنے کے لئے یہ سررشتہ قائم کیا گیا ہے اور وہ اپنی بساط کے موافق اس کے انجام دینے میں کوتاہی نہ کرے گا ۔

لیکن غلطی، تحقیق و جستجو کی گھات میں لگی رہتی ہے ۔ ادب کا

کامل ذوق سلیم ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا ۔ بڑے بڑے نقاد اور مبصر فاش غلطیاں کر جاتے ہیں ۔ لیکن اس سے ان کے کام پر حرف نہیں آتا ۔ غلطی ترقی کے مانع نہیں ہے، بلکہ وہ صحت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ پچھلوں کی بھول چوک آنے والے مسافر کو رستہ بھٹکنے سے بچا دیتی ہے ۔ ایک جاپانی ماہر تعلیم (بیرن کی کوچی) نے اپنے ملک کا تعلیمی حال لکھتے ہوئے اس صحیح کیفیت کا ذکر کیا ہے جو ہونہار اور ترقی کرنے والے افراد اور اقوام پر گزرتی ہے ۔

"ہم نے بہت سے تجربے کئے اور بہت سی ناکامیاں اور غلطیاں ہوئیں، لیکن ہم نے ان سے نئے سبق سیکھے اور فائدہ اٹھایا ۔ رفتہ رفتہ ہمیں اپنے ملک کی تعلیمی ضروریات اور امکانات کا صحیح اور بہتر علم ہوتا گیا اور ایسے تعلیمی طریقے معلوم ہوتے گئے جو ہمارے اہل وطن کے لئے زیادہ موزوں تھے ۔ ابھی بہت سے ایسے مسائل ہیں جو ہمیں حل کرنے ہیں، بہت سی ایسی اصلاحیں ہیں جو ہمیں عمل میں لانی ہیں، ہم نے اب تک کوشش کی اور ابھی کوشش کر رہے ہیں اور مختلف طریقوں کی برائیاں اور بھلائیاں دریافت کرنے کے درپے ہیں، تاکہ اپنے ملک کے فائدے کے لئے اچھی باتوں کو اختیار کریں اور رواج دیں اور برائیوں سے بچیں۔"

اس لئے جو حضرات ہمارے کام پر تنقیدی نظر ڈالیں انہیں وقت کی تنگی، کام کا ہجوم اور اس کی اہمیت اور ہماری مشکلات پیش نظر رکھنی چاہئیں ۔ یہ پہلی سعی ہے اور پہلی سعی میں کچھ نہ کچھ خامیاں

ضرور رہ جاتی ہیں، لیکن آگے چل کر یہی خامیاں ہماری رہنما بنیں گی اور پختگی اور اصلاح تک پہنچائیں گی۔ یہ نقش اول ہے نقش ثانی اس سے بہتر ہوگا۔ ضرورت کا احساس علم کا شوق، حقیقت کی لگن، صحت کی ٹوہ، جد و جہد کی رسائی خود بخود ترقی کے مدارج طے کرلے گی۔

جاپانی بڑے فخر سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تیس چالیس سال کے عرصے میں وہ کچھ کر دکھایا جس کے انجام دینے میں یورپ کو اتنی ہی صدیاں صرف کرنی پڑیں۔ کیا کوئی دن ایسا آئے گا کہ ہم بھی یہ کہنے کے قابل ہوں گے؟ ہم نے پہلی شرط پوری کر دی ہے یعنی بیجا قیود سے آزاد ہو کر اپنی زبان کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ لوگ ابھی ہمارے کام کو تذبذب کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اور ہماری زبان کی قابلیت کی طرف مشتبہ نظریں ڈال رہے ہیں۔ لیکن وہ دن آنے والا ہے کہ اس ذرّے کا بھی ستارہ چمکے گا، یہ زبان علم و حکمت سے مالا مال ہو گی اور اعلیٰحضرت واقدس کی نظر کیمیا اثر کی بدولت یہ دنیا کی مہذب و شایستہ زبانوں کی ہمسری کا دعوے کرے گی۔ اگرچہ اُس وقت ہماری سعی اور محنت حقیر معلوم ہوگی، مگر یہی شام غربت صبح وطن کی آمد کی خبر دے رہی ہے، یہی شب بیداریاں روزِ روشن کا جلوہ دکھائیں گی، اور یہی مشقت اُس قصر رفیع الشان کی بنیاد ہو گی جو آئندہ تعمیر ہونے والا ہے۔ اس وقت ہمارا کام صبر و استقلال سے میدان صاف کرنا،

داغ بیل ڈالتا اور نیو کھودتا ہے، اور فرہاد وار شیرینِ حکمت کی خاطر سنگلاخ پہاڑوں کو کھود کھود کر جوئے علم لانے کی سعی کرتا ہے۔ اور گو ہم نہ ہوں گے مگر ایک زمانہ آئیگا جب کہ اس میں علم و حکمت کے دریا بہیں گے اور ادبیات کی افتادہ زمین سرسبز و شاداب نظر آئے گی۔

آخر میں میں سررشتہ کے مترجمین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اپنے فرض کو بڑی مستعدی اور شوق سے انجام دیا۔ نیز میں ارکانِ مجلسِ وضعِ اصطلاحات کا شکرگزار ہوں کہ اِن کے مفید مشورے اور تحقیق کی مدد سے یہ مشکل کام بخوبی انجام پا رہا ہے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ یہ سررشتہ جناب مسٹر محمد اکبر حیدری بی۔ اے معتمد عدالت و تعلیمات و کوتوالی و امور عامہ سرکار عالی کا ممنون ہے جنھیں ابتدا سے قیام و انتظام جامعۂ عثمانیہ میں خاص انہماک رہا ہے۔ اور اگر ان کی توجہ اور امداد ہمارے شریک حال نہ ہوتی تو یہ عظیم الشان کام صورت پذیر نہ ہوتا۔ میں سید راس مسعود صاحب بی۔ اے (آکسن) آئی۔ اِی۔ ایس۔ ناظمِ تعلیمات سرکار عالی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی توجہ اور عنایت ہمارے حال پر مبذول رہی اور ضرورت کے وقت ہمیشہ بلا تکلف خوشی کے ساتھ ہمیں مدد دی۔

عبد الحق

ناظمِ سررشتۂ تالیف و ترجمہ (عثمانیہ یونیورسٹی)

مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے۔۔۔۔۔۔۔ ناظم۔

قاضی محمد حسین صاحب۔ ایم۔ اے۔ رینگلر۔۔۔۔ مترجم ریاضیات

چودھری برکت علی صاحب بی۔ یس۔ سی۔۔۔۔۔ مترجم سائنس

مولوی سید ہاشمی صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مترجم تاریخ۔

مولوی محمد الیاس صاحب برنی ایم۔ اے۔۔۔۔ مترجم معاشیات

قاضی تلمذ حسین صاحب یم۔ اے۔۔۔۔۔۔۔ مترجم سیاسیات

مولوی ظفر علی خاں صاحب بی۔ اے۔۔۔۔۔ مترجم تاریخ۔

مولوی عبدالماجد صاحب بی۔ اے۔۔۔۔۔۔ مترجم فلسفہ و منطق

مولوی عبدالحلیم صاحب شرر۔۔۔۔۔۔۔ مولف تاریخ اسلام

مولوی سید علی رضا صاحب بی۔ اے۔۔۔۔۔ مترجم قانون۔

مولوی عبداللہ العمادی صاحب۔۔۔۔۔۔۔ مترجم کتب عربی

علاوہ ان مذکورۂ بالا مترجمین کے مولوی حاجی صفی الدین صاحب ترجمہ شدہ کتابوں کو مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھنے کے لئے اور نواب حیدر یار جنگ (مولوی علی حیدر صاحب طبا طبائی) ترجموں پر نظر ثانی کرنے کے لئے مقرر فرمائے گئے ہیں +

مولوی مرزا مہدی خاں صاحب کوکب وظیفہ یاب سرکار عالی (سابق ناظم مردم شماری)

مولوی حمید الدین صاحب بی۔اے صدر دار العلوم

نواب حیدر یار جنگ (مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی)

مولوی وحید الدین صاحب سلیم

مولوی عبد الحق بی۔اے ناظم سررشتۂ تالیف و ترجمہ

علاوہ ان مستقل ارکان کے، مترجمین سررشتۂ تالیف و ترجمہ نیز دوسرے اصحاب سے بلحاظ اُنکے فن کے مشورہ کیا گیا۔ مثلاً

خان فضل محمد خانصاحب ایم۔اے رنگلر (پرنسپل سٹی ہائی اسکول حیدرآباد)

مولوی عبد الواسع صاحب (پروفیسر دار العلوم حیدرآباد)

پروفیسر عبد الرحمٰن صاحب بی۔ایس۔سی (نظام کالج)

مرزا محمد ہادی صاحب۔بی۔اے (پروفیسر کرسچن کالج لکھنؤ)

مولوی سلیمان صاحب ندوی

سید راس مسعود صاحب بی۔اے (ناظم تعلیمات حیدرآباد) وغیرہ

حامداً و مصلیاً

دیباچۂ مترجم

عموماً ترجمہ کو سلیس اور عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی
، تاکہ پڑھنے والے کی طبیعت نہ اکتائے اور اس قسم کی
ئوں کے دقیق مضامین پر عبور کرنے میں آسانی ہو۔
، وداں اصحاب اور ایسے حضرات کی سہولت اور دلچسپی
، لئے جو پہلے سے انگریزی تاریخ سے واقف نہوں انگلستان
، مذہبی فرقوں اور عقائد اور وہاں کی زمینداری اور
، کے قانونی اصطلاحوں کی نسبت جن کا اصل کتاب میں
، ہے حسب ضرورت صفحوں کے اخیر میں شرح کردی گئی ہے
ر بطور ضمیمہ چند نوٹ بھی شامل کئے گئے ہیں۔

جو انگریزی الفاظ اور اصطلاحات اردو میں مروج
، خواہ مخواہ ان کا ترجمہ کرکے پڑھنے والوں کو پریشان
ا مناسب نہیں اس لئے پارلیمنٹ اور کیبنٹ جیسے معروف

الفاظ بلا تکلف ترجمہ میں استعمال کئے گئے ہیں ۔ ایک اور امر کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے ہمارے ملک میں کیبنٹ کے لئے لوگ کبھی کبھی "مجلس وزرا" برتا کرتے ہیں حالانکہ انگلستان کے کل وزرا کیبنٹ کے ارکان نہیں ہوتے بلکہ ان کی ایک محدود تعداد سے مجلس مذکور بنتی ہے لہذا وزارت کو کیبنٹ کا مرادف خیال کرنا مناسب نہیں ۔

خاکسار ۔

سید علی رضا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

منجانب مترجم

فرق مابین دستور و آئین

مبتدیان تاریخ دستوری اور اردو خوان ناظرین کی سہولت و دلچسپی کے خیال سے کانسٹی ٹیوشن اور اس کے قانون کی تشریح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ رومن سلطنت میں کانسٹی ٹیوشیو اس مجموعہ قوانین یا فرامین کو کہتے تھے جو شہنشاہ کی جانب سے وضع اور نافذ کیا جاتا تھا۔ انگریزی قانون کی ابتدائی تاریخ میں بھی اس لفظ سے یہی مفہوم لیا گیا ہے چنانچہ کانسٹی ٹیوشنز آف کلارنڈن سے فرامین یا منشورات مترشدہ بہ مقام کلارنڈن مراد ہے۔ لیکن لفظ کانسٹی ٹیوشن کا جدید استعمال ان قواعد کے لئے مخصوص کیا گیا ہے جن کا تعلق کسی جماعت کی ترتیب و ترکیب سیاسی سے ہوتا ہے لہذا مفہوم اول کے لحاظ سے کانسٹی ٹیوشن کے معنی آئین اور مفہوم ثانی کی بنا پر دستور ہوتے ہیں۔ چونکہ یورپ

میں لفظ کانسٹی ٹیوشن صدیوں سے استعمال ہو رہا تھا اہل یورپ نے مفہوم ثانی کے لئے بھی اسی اصطلاح کو جاری رکھا ہے لیکن اہل مشرق کے نزدیک لفظ آئین کو بلحاظ قدامت مفہوم ثانی کے واسطے قایم رکھنے کی کوئی مجبوری نہیں ہے اس لئے ہمنے کانسٹی ٹیوشن کے مفہوم جدید کے لئے لفظ دستور تجویز کیا ہے ۔

تعریف دستور برطانیہ

انگلستان کا دستور غیر مکتوبی، انفرادی اور ترمیم پذیر ہے اور دوسرے ملکوں کے دساتیر مکتوبی، مرکب (متفقہ) اور غیر ترمیم پذیر ہیں۔ ان تعریفوں کے سمجھنے کے لئے بعض امور کی ذیل میں صراحت کی جاتی ہے ۔

قانون صریح

ہر ایک خود مختار سیاسی جماعت میں اعلیٰ حکومت کسی شخص واحد یا ایک سے زیادہ اشخاص یا جماعتوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے جس کو فرماں روا کہتے ہیں ۔ فرماں روا نہ صرف قانون کو وضع کرتا ہے بلکہ اس کے دو اور کام ہیں ۔ ایک کارِ قضا اور دوسرا تعمیلِ قوانین یا احکام مگر وضع قوانین فرماں روا کے واسطے مخصوص ہے اور کارِ قضا و تعمیل قوانین نیابت کے ذریعہ سے انجام پاتے ہیں ۔ اس قسم کی جماعت میں جس حکم یا امر کو کہ فرماں روا اپنے رعایا پر نافذ کرتا ہے وہ بقول آسٹن پازٹیو لا (قانون صریح) ہے اور جس کی خلاف ورزی کی پاداش میں فرماں روا کی جانب سے سزا دی جاتی ہے یا نجیال پروفیسر

ڈائسی قانون وہ قاعدہ ہے جس کی تعمیل عدالت کراتی ہے
بہرحال اس مسلّمہ تعریفِ قانون کی بنا پر قانونِ دستور
اُن سب قواعد پر مبنی ہے جن کا تعلق امور ذیل سے
ہوتا ہے ۔ وراثتِ تخت و تاج، اگر جمہوری حکومت ہو تو
طریقۂ انتخاب میر مجلس، عاملانہ گروہ کے اختیارات، شاہی
حقوق و اختیارات یا چیف مجسٹریٹ (اعلیٰ حاکم) کے حقوق
و اختیارات، ترکیب مجلس انتظامی، مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ)
کے اعلیٰ و ادنیٰ حصے جہاں کہیں مجلس مذکور دو حصوں
میں منقسم ہو، تنجین اور انتخاب شدہ اشخاص کے شرایطِ
اہلیت، حق رائے، وزرا، قضاۃ، اور دوسرے انتظامی
اور فوجی افسروں کے اختیارات و فرایض، شہریوں،
عسکریوں اور ملاحوں کے حقوق و فرایض، رعایا کی آزادیٔ
تقریر و اظہار خیالات، مقامی حکومتوں اور کارپوریشنز
(شخصیات) کے حقوق و فرایض اور طرز عمل وغیرہ ۔

قانون دستور کے اجزا ترکیبی

اگر ہم قانون کی مسلمہ تعریف پر غور کریں تو
قانون دستوری دو قسم کے قواعد پر مبنی ہے ایک ایسے قواعد
جن پر قانون صریح کا اطلاق ہوتا ہے اور جن کی عدالتیں
تعمیل کراتی ہیں ۔ دوسرے اس قسم کے قواعد جن کی خلاف
ورزی ناجایز یا خلافِ قانون نہیں سمجھی جاتی البتہ اس فعل
کو غیر دستوری کہہ سکتے ہیں اور اسی بنا پر عدالت دست
اندازی نہیں کرسکتی ۔ پہلے قسم کے قواعد کو قوانین دستور

قانون دستور

رواج یا عملی آئین دستور

تمثیلات قانون دستور

اور دوسرے قسم کے قواعد کو رسم و رواج یا عمل درآمد دستور کہتے ہیں۔ یہہ مقولہ کہ " بادشاہ انگلستان سے ارتکاب جرم نہیں ہو سکتا ،، پہلے قسم کے مجموعۂ قواعد کی تمثیل ہے۔ عدالتوں کی تعبیر یا تاویل کی بنا پر اس مقولہ کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ایسا قانونی طریقہ یعنے ضابطہ موجود نہیں ہے جس کی رو سے انگلستان کے بادشاہ کو کسی فعل کے واسطے جو اس سے سرزد ہو ذمہ وار بنا سکیں پروفیسر ڈائسی نے اس تعبیر قانونی پر زور دیتے ہوے ایک انتہائی مثال دی ہے وہ لکھتے ہیں کہ " اگر بادشاہ وزیر اعظم کے سر میں گولی مار دے تو بھی انگلستان کی عدالتیں اس پر کچھ کارروائی نہیں کرسکتیں "۔ دوسرا مطلب اس مقولہ کا یہ ہے کہ کوئی شخص جو کسی خلاف قانون فعل کا مرتکب ہو اپنے بچاؤ کے لئے بادشاہ یا کسی اور افسر بالا کے حکم کو اس فعل کی تائید میں پیش نہیں کرسکتا۔ جو اصول کہ ان دونوں مثالوں میں مرعی رکھا گیا ہے قانونِ دستور ہے لیکن قانون مکتوبی (یعنے قانون موضوعہ) نہیں ہے۔ دوسری تمثیل ، " تاج (بادشاہ برطانیہ) کسی شخص کو قانون کے اثر سے مستثنیٰ نہیں کرسکتا " یہ شاہی اختیارِ استثنا " قانونِ حقوق ،، کی رو سے سلب کرلیا گیا۔ یہ قاعدہ قانون دستور اور قانونِ مکتوبی (موضوعہ) بھی ہے۔ تیسری مثال ، " بادشاہ کے ہر ایک فعل کا کوئی دوسرا شخص ذمہ دار ہوتا ہے ،، اس سے مراد

ذمہ داریٔ وزرا ہے ۔ یہ ذمہ داری اور ملکوں میں تو دستاویز دستوری میں درج ہوتی ہے مگر انگلستان میں یہ قاعدہ مختلف اصولِ قانونی کا نتیجہ ہے یعنے پہلا تو یہ مقولہ کہ ,, شاہ انگلستان سے کوئی جرم سرزد نہیں ہو سکتا ،، اور دوسرا ,, عدالتیں ایسے کسی شاہی فعل کو تسلیم نہیں کرتیں جو ایک مقررہ ضابطہ کی پابندی کے ساتھ نہ کیا جائے اور جس کے لئے عموماً ایک مخصوص مہر کا کسی مخصوص وزیر کے ذریعہ سے ثبت ہونا لازم ہے ،، اگر بادشاہ کے اس حکم پر اس قسم کی مہر نہ ہو تو کم سے کم اس وزیر کے دستخط یا کوئی اور علامت جو قایم مقام دستخط ہو ضرور ہونی چاہئے ۔ تیسرا اصول کہ وہ وزیر جو ایک مخصوص مہر ثبت کرتا ہے یا اپنے دستخط بادشاہ کے دستخط کے مقابل کرتا ہے اس فعل کا ذمہ دار ہے جسکی وہ تصدیق کرتا ہے ۔ یہ قاعدہ بھی ایک قانونِ دستور ہے لیکن قانون مکتوبی نہیں ہے ۔ اسی طرح ذاتی آزادی اور پبلک جلسے منعقد کرنے کا ہر ایک شخص کو حق حاصل ہے اور اسی قسم کے اکثر حقوق قانون دستور کے جزو ہیں ۔ اگرچہ ان میں کے متعدد حقوق کا ماخذ ایک عام قانونی اصول ہے ۔ وہ یہ کہ کسی شخص کو بجز ارتکاب جرم سزا نہیں دی جاسکتی اور وہ بھی اس وقت کہ جب ملکی عدالتوں میں اس کی تحقیقات ہو جائے ۔

تمثیلات رواج دستور

مندرجہ ذیل تمثیلات کا رواج یا عمل درآمد دستور سے تعلق ہے " ہر دو بیت پارلیمنٹ کے منظور کردہ مسودۂ قانون کو بادشاہ شرفِ منظوری سے محروم نہیں رکھ سکتا"۔ بیت الامرا کسی مسودہ قانون مالیہ کی تحریک کرسکتا اور نہ پیش کرسکتا ہے"۔ یا یہ کہ " جب بیت الامرا کی حیثیت عدالت مرافعہ کی ہوجائے تو اس میں صرف وہی امرا شریک ہوسکتے ہیں جو "امرائے قانونی" ہیں"۔ " جب وزرا پر بیت العوام کا اعتماد باقی نہیں رہتا تو وہ اپنی خدمتوں سے مستعفی ہوجاتے ہیں"۔ " بیت العوام کے ہر ایک مسودہ قانون کے لئے ضرور ہے کہ منظور ہونے سے پہلے تین مرتبہ پڑھکر سنایا جائے"۔

فرق مابین دستور مکتوبی و غیرمکتوبی

ان مثالوں سے اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ انگلستان کا دستور غیر مکتوبی، ترمیم پذیر اور انفرادی ہے۔ اِس کے خلاف امریکہ اور جرمنی اور سوٹ زرلینڈ اور دوسرے ملکوں کے دساتیر مکتوبی، انفرادی، غیر ترمیم پذیر اور متفقہ ہیں۔ قانون مکتوبی سے مراد قانون موضوعہ ہے یعنے وہ قانون جس کو فرماں روا وضع کرے اور جسکی تعمیل کرانے اور ترمیم کرنے کا وہی مقتدر ہو۔ انگلستان کے دستور کا بہت ہی قلیل حصہ ایسا ہے جس کو فرمانروا نے وضع کیا ہے چنانچہ قانون وراثت تاج اور مسودۂ قانون حقوق اور منشور اعظم (میگنا کارٹا) اور قانون لزومِ تحقیقات

محبوس (ہیبیَس کارپس ایکٹ) پر قانون موضوعہ یعنے قانوں صریح کا اطلاق ہوسکتا ہے باقی حصّہ قانون دستوری کا ایسا ہے جس کو صحیح معنوں میں قانون صریح نہیں کہ سکتے۔ ایک اور خصوصیت دستور انگلستان کو حاصل ہے ۔ اس کے اکثر قواعد کا ماخذ عدالتوں کے فیصلے ، تعبیراتِ قانونی اور رسم و رواج ہیں ۔ جس طرح بادشاہ اور پارلیمنٹ عام قانون کو وضع کرتے اور اُس کی ترمیم و تنسیخ کرتے ہیں ۔ اسیطرح یہ فرماں روا یا اعلیٰ حکومت دستور کی نسبت جس قسم کا تصرف چاہئے کرسکتی ہے ۔ اس کے برخلاف اُن ملکوں میں جہاں دستور مکتوبی (یعنے موضوعہ) ہے اس آسانی سے ان کی مجالس وضع قوانین اپنے دستور کی ترمیم و تنسیخ نہیں کرسکتی بجز اس طریقہ کے جو دستور میں مقرر کیا گیا ہو ۔ مثلاً ممالک متحدہ امریکہ کے دستور میں اسوقت تک تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا جب تک کہ تین چوتھائی متحدہ ریاستوں کی اس کی نسبت متفق نہ ہو جائے ۔ دوسرا نکتہ قابل غور یہ ہے کہ اس قسم کی دستوری سلطنت میں فرمانروا یعنے اعلیٰ حکومت اپنے دستور کی ماتحت ہوتی ہے اسلئے اس میں تغیر و تبدل نہیں کرسکتی لیکن انگلستان میں دستور اعلیٰ حکومت کا ماتحت ہے ۔ جس طرح سے انگلستان میں کامن لا (رسم و رواج یا قانون غیر موضوعہ) غیر مکتوبی ہے اسی طرح سے قانون دستوری بھی غیر مکتوبی ہے ۔ اس لئے

اِس دستور کا دار و مدار مثلِ قانون غیر موضوعہ کے نظائرُ اور تعبیرات قانونی پر ہے۔ بعض قواعد دستوری کا نشوونما عدالتوں کے ذریعہ سے اور بعض کا پارلیمنٹ کے طرزِ عمل پر ہوا ہے۔ دونوں بیوت پارلیمنٹ نے مثلِ عدالت نظائرُ کو دستور کا منبع بنایا ہے اور وقتِ ضرورت ان میں ترمیم بھی کی ہے۔ جب کبھی کوئی دستوری مہم پیش آتی ہے تو بیت العوام کی جانب سے ایک کمیٹی مقرر ہوتی ہے کہ اسکے گذشتہ نظائرُ کی تلاش کر کے کوئی مفید مطلب نظیر پیدا کرے۔ یہی حالت عدالتِ کنگس بنچ کی ہے۔ وقتِ ضرورت اس کے فیصلوں کی محافظ خانہ میں جستجو کرائی جاتی ہے اور جس طرح (انگلستان کے) قانون سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک حالت پر قایم ہے لیکن حقیقت میں اس میں اِن ذریعوں سے متواتر تغیرات ہوتے رہتے ہیں اسی طرح اِس کا غیر مکتوبی دستور بھی یومًا فیومًا بدلتا رہتا ہے۔ انگلستان کے غیر مکتوبی اور ترمیم پذیر دستور اور دوسرے ملکوں کے مکتوبی و غیر ترمیم پذیر دساتیر میں ایک اور فرق بیں یہ ہے کہ مثلِ قانون غیر موضوعہ کے دستوری قانون بھی بدلتا رہتا ہے یعنے اصل مفہوم میں تو فرق ہو جاتا ہے لیکن اصطلاحات اسی حالت پر قایم رکھی جاتی ہیں اِس تغیر کا باعث بھی عدالتیں (اور پارلیمنٹ) ہیں۔ انگلستان کی قانونی اصطلاحات کو چھان مارئیے ایک لفظ بھی ایسا

نہیں ملتا جس سے "تاج" کا حقیقی مفہوم اور حیثیت معلوم ہو سکے بر ایں ہم "تاج" سے مختلف مفہوم لئے جاتے ہیں کبھی اس سے مراد بادشاہ اور کبھی کینٹ ہوتی ہے

دستور انگلستان کے غیر کتوبی ہونے کا سبب

انگلستان کی چھوٹی چھوٹی اور متفرق ریاستیں دستور قایم ہونے کے بہت زمانہ پہلے متفق ہوکر ایک حکومت بن گئی تھیں لیکن امریکہ اور جرمنی اور سوئٹزرلینڈ وغیرہ میں چھوٹی ریاستوں کو دستور نے متفق کیا اسواسطے ان ملکوں میں دستور ہی ہر ایک سلطنت متحدہ کے اجزائے اندرونی یعنے اس کی کل ریاستوں کے لئے اتحاد کا باعث سمجھا جاتا ہے اور ہرایک ذیلی چھوٹی ریاست کا ایک علحدہ دستور ہوتا ہے اور اس سلطنت کے عام دستور کے سبب سے اُس بڑی متحدہ سلطنت کا شیرازہ مستحکم رہتا ہے۔ ان متحدہ حکومتوں میں اور

دستور کتوبی کے نقصان

ایک امر قابل غور ہے یعنے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی آزاد اور خود مختاری مفقود ہوجاتی ہے اور دوسرا نقص یہ ہے کہ سلطنت کے عام دستور اور مقامی دستور میں ترمیم و تبدل و تغیر آسانی سے نہیں ہوسکتا، اس لئے دستور کتوبی اور متفقہ میں ترقی جلد نہیں ہوسکتی اور اس کا اثر اہل ملک پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ۱۷۸۷ء سے ابتک امریکہ کے دستور نے بمقابلہ دستور انگلستان بہت ہی کم ترقی کی ہے۔ اسی اثنا میں انگلستان کا غیر کتوبی

اور ترمیم پذیر دستور اپنے معاصرین سے سبقت لے گیا اس ضمن میں اس کی بعض ترقیاں یادگار زمانہ ہیں اور بعض کارنامے زریں حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اس کی بدولت شخصی حکومت بتدریج جمہوری ہوگئی اور بیت الامرا کی قوت کو اسقدر تنزل ہوا کہ اب اس کی حیثیت ایک نگراں کار مجلس سے زیادہ نہیں ہے۔ اس پر بھی بعض وقت بیت الامرا وضع قوانین کے کام میں عارضی رکاوٹ پیدا کرسکتا ہے یعنے اگر وہ کسی مسودۂ قانون مجریۂ بیت العوام کو منظور نہ کرے تو پارلیمنٹ کو برخاست کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور بذریعۂ انتخاب عام جدید بیت العوام مقرر ہوتا ہے اور اس طرح سے پبلک کی مرضی دریافت کی جاتی ہے۔ اگر قوم کا منشا اسی قانون کو جاری کرانے کا ہوتا ہے جس کو پہلے بیت الامرا نے نامنظور کیا تھا تو دوبارہ اسی کا مسودہ اس نئے بیت العوام کی طرف سے بیت الامرا میں پیش ہوکر منظور ہو جاتا ہے۔ بیت الامرا کو مجبور کرنے کے اور طریقے بھی ہیں۔ بہرحال بیت العوام کو جو قوم یعنے عوام کی نیابت کرتا ہے وضع قوانین میں بیت الامرا پر اقتدار حاصل ہے۔ کیبنٹ جو بیت العوام کی تائید کی محتاج رہتی ہے بتدریج سلطنت کی مجلسِ انتظامی ہوگئی ہے۔

دستوریت اور دستور کے متعلق فی زمانناجس قدر

اقوام قدیم اور نو وارد اقوام جدید جن کی طرز معاشرت سادہ ہو مسائل دستور کی سوجھ بوجھ نہیں رکھ سکتیں

خیالات ہیں ان سب کا حال ہی میں خصوصاً یورپ میں آغاز ہوا ہے۔ ان خیالات کی موجد ایسی قدیم اور جدید قومیں جن کی طرز معاشرت سادہ ہوتی ہے ہرگز نہیں ہوسکتیں۔ حکمائے یونان کی کتب سیاسی مختلف قسم کے نظم حکومت کے مباحث سے بھری پڑی ہیں لیکن دستور اور دستوریت کے متعلق ان میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کا سبب اس کے سوائے کچھ اور نہیں ہوسکتا کہ یونان میں چھوٹی چھوٹی خود مختار سیاسی جماعتیں تھیں جن کی تنظیم مختلف قسم کی جمہوریت پر ہوتی تھی۔ اگرچہ یونانی اور لاطینی علوم کی تحصیل نے متقدمین یورپ پر اپنا رنگ جمایا تھا اور اس لئے وہ لوگ اس بات کے عادی ہوگئے تھے کہ اہلِ یونان کے تخیلات کا شخصی، عمائدی اور جمہوری حکومتوں اور یورپ کے مسائل ملکی پر اطلاق کریں لیکن ایسا کرنے سے یونان کی چھوٹی چھوٹی اور یورپ کی بڑی بڑی اور متمدن قوموں کے مسائل سیاسی میں کوئی مفید مشابہت نہیں پیدا ہوسکتی۔ ان چھوٹی اور سادہ قوموں میں جن میں ہر ایک آزاد شہری (باشندہ) کو امور حکومت میں بذات خود شریک ہونے کا موقع نہیں تھا کیونکر مسئلہ نیابت کا جو یورپی دساتیر کی روح رواں ہے وجود ہوسکتا تھا۔ رومیوں کے سیاسیات اور اُن کے ادب سیاسی میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس کا

مقابلہ جدید حکومتوں کے دساتیر سے کیا جائے۔ ان کے ہاں بھی ابتدا سے مطلق العنان حکومت رہی ہے اگرچہ فرماں روا کوئی مختصر گروہ یا شخص واحد کیوں نہ رہا ہو۔

یونانیوں کی تقسیم کا دول جدید حکومتوں پر اطلاق کرنا درست نہیں ہے

اگر ہم اس زمانہ کی بڑی ریاستوں کو شخصی، عمائدی اور جمہوری حکومتوں میں تقسیم کریں اور بالفرض اس تقسیم کو صحیح بھی مان لیا جائے تو فائدہ کیا۔ بھلا ان قسموں میں سے حکومت انگلستان کس زمرہ میں آسکتی ہے! اس سوال کے جواب سے قدیم طرز کی کتابیں گریز کر جاتی ہیں اور انگریزی دستور کو ان تینوں قسموں کا مخلوط بتلاتی ہیں۔ معیار متذکرہ بالا کے لحاظ سے جرمنی کی حکومت شخصی اور فرانس اور ریاستہائے متحدۂ امریکہ کی حکومتیں جمہوری ہو سکتی ہیں لیکن اگر تم تھوڑی دیر کے لئے غور کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ بہ نسبت فرانس اور امریکہ کے جرمنی اور امریکہ کی حکومتوں میں زیادہ مشابہت ہے۔ ایسا ہی انگلستان کی حکومتِ شخصی (شاہی) اور فرانس کی جمہوری حکومت میں بہ نسبت انگلستان اور روس کے زیادہ مشابہت اور تعیم ہے۔ اسی طرح سے جرمن شہنشاہی اور سوس جمہوری حکومتوں میں بہ نسبت فرانس کے ٹروسی جمہوری حکومتوں اور سوٹ زرلینڈ کے زیادہ یگانگت و مشابہت ہے۔ ان مثالوں پر غور کرنے کے بعد تم پر بخوبی ثابت ہو گیا ہوگا کہ تقسیم کا قدیم طریقہ صحیح اور مفید نہیں ہے۔ لہٰذا کسی دوسرے

طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے۔ اگر ہم زمانہ موجودہ کی چند مقتدر سلطنتوں کو مثلاً فرانس۔ روس۔ ہسپانیہ۔ ایطالیہ جرمنی۔ آسٹریا ہنگری۔ سوئٹزرلینڈ اور ریاستہائے متحدۂ امریکہ کو پیش نظر رکھیں تو تقسیم کا ایک عام فہم اور صحیح طریقہ ملتا ہے اور ان ریاستوں کی دو قسمیں ہوسکتی ہیں۔ پہلی چار ریاستیں بسیط (انفرادی) اور دوسری چار مرکب (متفقہ) کہلا سکتی ہیں۔

جدید تقسیم دساتیر پہلا طریقہ

اس لحاظ سے حکومتوں کے دو صنف ہیں۔ انفرادی اور متفقہ۔ پہلے زمرہ میں فرانس، ہسپانیہ، ایطالیہ، روس، ہالینڈ (ولندیز)، بلجیم، پرتگال، یونان، سویڈن، ناروے، اور ڈنمارک۔ اور دوسرے زمرہ میں جرمنی، آسٹریا ہنگری، سوئٹزرلینڈ اور آسٹریلیا کی کامن ویلتھ یعنے جمہوری حکومت داخل ہیں۔ اب دیکھنا چاہئے کہ برطانیہ عظمیٰ کس زمرہ میں شامل ہوسکتی ہے۔ بادی النظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان کو متفقہ ریاستوں کے زمرہ میں شامل کرنا چاہئے اسواسطے کہ برطانیہ اور اس کی شہنشاہی پارلیمنٹ کے ساتھ اس کی جملہ ماتحت ریاستوں کے تعلقات محکومانہ ہیں اور اسی پارلیمنٹ کے قانون موضوعہ کی رو سے کنیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، جنوبی افریقہ اور "نوآبادی ہائے تاج" کی مجالس وضع قوانین کا وجود ہوا ہے۔ لیکن حقیقتِ حال اِس کے برعکس ہے۔

اگرچہ ابھی وقت نہیں آیا لیکن برطانوی مدبرین کا خیال ہے کہ انگلستان کی حکومت کو متفقہ بنایا جائے۔ سابق میں انگلستان بلکہ برطانیہ عظمیٰ کی حکومت اجتماعی تھی۔ ۱۶۰۳ء سے ۱۷۰۷ء تک انگلستان اور اسکاٹ لینڈ ۱۷۱۴ء سے ۱۸۳۷ء تک برطانیہ عظمیٰ اور ہانوور میں اتحاد شخصی یعنے اجتماع تھا لیکن یہ اُس اتحاد سے کم درجہ کا تھا جیسا کہ آسٹریا اور ہنگری میں اب ہے۔ ۱۷۸۲ء اور ۱۸۰۰ء کے درمیان برطانیہ عظمیٰ اور آیرستان کی دو علیحدہ پارلیمنٹیں تھیں جن کا اتحاد یا اتفاق برائے نام تھا اور ان کو ملانیوالی کڑی مشترکہ شاہی تھی۔ مگر ۱۸۰۱ء سے انگریزی سلطنت کے کسی حصہ میں کوئی دوسری خود مختار مجلس وضع قوانین باقی نہیں رہی۔

قانونی فرمانروائی

یہی بات قانونی فرماں روائی کے لئے معیار ہے کل سلطنت برطانیہ کی قانونی فرماں روائی شہنشاہی پارلیمنٹ کے ید قدرت میں ہے اور یہی وہ امتیاز اور معیار ہے جس سے ہر ایک حکومت کی نوعیت معلوم ہوسکتی ہے۔ اس شہنشاہی پارلیمنٹ کے تین اجزا ہیں بادشاہ، امرا اور عوام اور جس کا اجلاس محلۂ ویسٹ منسٹر شہر لندن میں ہوتا ہے۔ اس لئے انگلستان یعنے سلطنت برطانیہ (کا دستور) اصطلاحاً انفرادی ہے۔ اجتماعی حکومت کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ شخصی اتحاد ہے جیسا کہ

انگلستان اور اسکاٹ لینڈ میں ۱۶۰۳ء سے ۱۷۰۰ء تک جاری رہا یا سویڈن اور ناروے میں ۱۸۱۴ء سے ۱۹۰۵ء تک تھا اور دوسرا ایسا اتفاق (Staatenbund) جیساکہ ملک جرمنی میں ۱۸۱۵ء سے ۱۸۶۶ء تک رہا اور تیسرا وہ گہرا اور پختہ اتفاق (Federation or Bundestaat) جیساکہ موجودہ سلطنت جرمنی اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں پایا جاتا ہے۔

تقسیم وساتیر کا ایک دوسرا طریقہ بھی ہے اور اس کا تعلق ہر ایک دستور کے مختصات سے ہوتا ہے اس لحاظ سے پھر ان کی دو قسمیں ہیں مستقل یا غیر ترمیم پذیر (Rigid) اور غیر مستقل یا ترمیم پذیر (Flexible)

دستور مستقل وہ ہے جس میں تبدل و تغیر معمولی قانون سازی کے طریقہ سے نہیں بلکہ ایک خاص طریقہ اور شکل مقررہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ دستور ترمیم پذیر وہ ہے جس میں ترمیم قانون سازی کے معمولی طریقہ پر اور اسی مجلس وضع قوانین کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس قسم کے دستور کی ترمیم و تبدیل انتظامی گروہ کا فعل اختیاری ہے - یہ ایسی حکومت ہے کہ جس میں دستوری قانون اور معمولی قانون میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا - اسی فرق کو یوں بھی بیان کرسکتے ہیں کہ واضعانِ قوانین کی حیثیت اختیاری اور

دور طریقہ

فرق دستور

ترمیم پذیر دستور غیر ترمیم پذیر

طریقہ پر منحصر

فرائض سے دساتیر میں امتیاز ہوتا ہے۔ دستور قائم میں
مجلس وضع قوانین کا صرف ایک کام ہوتا ہے یعنے قانون
کا بنانا، مگر اُن شرائط کی پابندی کے ساتھ جن کو دستور
عائد کرتا ہے۔ دستور ترمیم پذیر میں اس کا کام صرف
قانون سازی نہیں بلکہ دستور سازی بھی ہوتا ہے یعنے یہ
مجلس اس قسم کی حکومت میں نہ صرف قوانین بناتی اور
ان کی ترمیم اور ان میں تغیر و تبدل کرتی بلکہ خود دستور
کو بناتی اور اس میں ترمیم کرتی ہے۔

فرق بین دستور امریکہ اور دستور انگلستان

اس امتیاز کی بنا پر انگلستان اور امریکہ کے دساتیر
بالکل ایک دوسرے کے مغائر ہیں۔ انگلستان کے قانونِ
دستوری یا قانون اساسی اور معمولی قانون میں کچھ بھی
فرق نہیں ہے۔ مگر کرامویل اور اس کے ساتھی دستور
بنانے والوں نے کامن ویلتھ (جمہوری حکومت) کے
زمانہ میں اس طرح کا فرق پیدا کرنے کی کوشش کی تھی
لیکن حکومت زیر حمایت کی پارلیمنٹوں نے جان پر کھیل کر
مقابلہ کیا اور اپنے استحقاق کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا
یعنے ان کی حیثیت صرف واضعانِ قانون کی نہیں بلکہ
دستور ساز کی رہی۔ اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ عَوْدِ
شاہی (ریسٹوریشن) کے بعد سے انگریزی پارلیمنٹ کے
اختیارِ دستور سازی پر دوبارہ کبھی اعتراض نہیں ہونے پایا

بعض دساتیر کی حالت متوسط

دستوری ترمیمات کے کل پرزوں کا لحاظ

بعض دساتیر کی حالت متوسط

کرتے ہوئے انگلستان اور امریکہ کے مقابل میں بعض حکومتوں کی متوسط حالت ہے۔ مثلاً اگر فرانس کے دستور میں کچھ ترمیم کرنی ہو تو مثل امریکہ کے یہ کام اسقدر دشوار نہیں۔
ایسا ہی سویڈن میں ایک عام انتخاب کے ذریعہ سے دستور میں تغیر و تبدل ہوسکتا ہے۔ ترمیم کی تحریک وہاں کی موجودہ پارلیمنٹ رگسڈیگ (Rigsdag) میں پیش ہوتی ہے اس کے بعد وہ پارلیمنٹ برخاست ہو جاتی اور عام انتخاب کے ذریعہ سے جدید پارلیمنٹ کا انعقاد ہوکر وہی مسئلہ پیش ہوتا ہے۔ اس کو ایک قسم کی ثالثی کہنا چاہئے اسواسطے کہ انتخاب کرنے والوں کے مختلف حلقوں سے ملک کی مرضی دریافت کی جاتی ہے جس کا تصفیہ ملک جدید انتخاب کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ ناروے میں بھی یہی قاعدہ ہے۔

دستور آسٹریلیا

آسٹریلیا کی حکومتِ جمہوری میں بھی دستور کی ترمیم کا طریقہ بہت وقت طلب ہے۔ ایکٹ بابت آسٹریلین کامن ویلتھ مجریہ ۶۳ اور ۶۴ سنہ جلوس وکٹوریہ باب دوازدہم کی روسے ہر ایک تحریک متعلقِ ترمیم کو (۱) متفقہ مجلس وضع قوانین کے دونوں بیوت سے بغلبۂ آرا منظوری حاصل کرنی چاہئے یا کسی ایک بیت میں ایسی تحریک تین مہینوں میں کم سے کم دو مرتبہ پیش ہوکر منظور ہونی چاہئے۔ (۲) بذریعہ ثالثی (Referendum) کل شریک ریاستوں کے غلبہ آرا کے ساتھ عوام کی منظوری

حاصل کرنی چاہئے اور (۳) ریاست جمہوری کے کُل
ووٹ دینے والوں کی آرا کا غلبہ ہونا بھی لازم ہے۔
ان قواعد و شرائط کے بعد بھی ان ذیلی ریاستوں میں
سے جن سے آسٹریلیا کی حکومت جمہوری بنی ہے کسی
ایک ریاست کی منظوری کے بغیر کسی قسم کا تغیر و تبدل
اُس ذیلی ریاست کی نیابت میں نہیں ہوسکتا۔

اگرچہ عملی طور پر دساتیر کا یہ فرق کہ وہ ترمیم پذیر
ہیں یا مستقل زیادہ مفید نہیں معلوم ہوتا؛ تاہم اس امتیاز
سے دساتیر کی تقسیم اور نوعیت ایک اہم اور علمی بنیاد
پر قایم ہوتی ہے اور یہ طریقہ نہایت مفید و عالمانہ ہے۔

ظاہر ہے کہ دستور مکتوبی غیر ترمیم پذیر اور مستقل
ہوتا ہے یعنے اس کی ترمیم ایک خاص طریقۂ مقررہ کے
ذریعہ سے عمل میں آتی ہے لیکن یہ قاعدہ بھی مستثنیات
سے خالی نہیں۔ بعض مستقل اور مکتوبی دساتیر ایسے بھی
ہیں کہ جن کی ترمیم معمولی طریقہ سے اسی مجلس وضع قوانین
کے ذریعہ سے کی جاتی ہے جو ملک کا عام قانون بناتی ہے،
چنانچہ دستور ایطالیہ موسومہ اسٹاٹیوٹو (Statuto)
میں ترمیم کی نسبت کوئی خاص طریقہ یا ذریعہ نامزد نہیں
کیا گیا ہے۔ ایسا ہی فرانسیسی چارٹر (منشور) بابت ۱۸۳۰ء
کی حالت تھی۔ اس کا سبب صرف یہی ہوسکتا ہے کہ
یہ دساتیر انگلستان کے دستور کے نمونہ پر بنائے گئے ہیں۔

تور
یطالیہ

جو فرق کہ مکتوبی اور غیر مکتوبی دستور میں ہے وہی فرق مستقل اور ترمیم پذیر دستورات میں پایا جاتا ہے۔ لہٰذا پہلی قسم کے اصطلاحات کو دوسری صنف کے اصطلاحات کے مترادف سمجھنا چاہئے۔

تقسیم دساتیر کا ایک تیسرا طریقہ مجلس انتظامی اور تیسرا طریقہ مجلس وضع قوانین کے تعلق سے قایم ہوتا ہے۔ ارکین انتظامی کو واضعان، قانون پر یا تو تفوق یا اُن کے ساتھ مساوات یا اُن کی ماتحتی حاصل ہوتی ہے تمام خود مختار شخصی حکومتوں میں مجلس انتظامی ہی ملک میں اعلیٰ حکومت سمجھی جاتی ہے لیکن زمانہ موجودہ کی ترقی یافتہ جدید ریاستوں کے لحاظ سے مناسب ہے کہ پہلے قسم کے تعلق کو نظر انداز کیا جائے صرف آخری دو قسم کے تعلقات پر غور کرنا چاہئے۔ اس لئے ان تعلقات کی بنا پر حکومتوں کی دو قسمیں ہوسکتی ہیں۔ پریسی ڈینشل (جس میں صدر یا میر مجلس ہو) اور پارلیمنٹری (جس میں پارلیمنٹ یعنے مجلس شوریٰ ہو) مثلاً ریاستہائے متحدہ امریکہ اور جرمنی میں ارکین انتظامی اور واضعان قوانین کے اختیارات مساوی درجہ کے ہیں۔ اس کے برخلاف فرانس اور برطانیہ عظمیٰ اور برطانوی مقبوضات جن کو خود اختیاری حکومت حاصل ہے اور بہت سی دوسری ریاستوں میں جنہوں نے انگریزی دستور کی تقلید کی ہے اصولاً ارکان

انتظامی کو مجلس وضع قوانین کے ماتحت رکھا گیا ہے۔
لیکن اس وقت انگلستان میں عمل اس اصول کے خلاف ہے۔
ہم کو سردست اصول دساتیر سے بحث کرنی منظور
ہے لہذا آئندہ کسی جگہ پر دستور برطانیہ کے مختصات کے
ضمن میں مجلس انتظامی کے طرز عمل کی صراحت کر دی
جائے گی۔ سلطنت جرمنی میں بھی یہ انقلابی دور شروع
ہوگیا ہے اور اس کی وہی حالت ہے جیسی کہ سترہویں
صدی میں انگلستان کی کیفیت تھی جبکہ ارکان انتظامی پر
تسلط حاصل کرنے کے لئے بادشاہ اور پارلیمنٹ آپس میں
لڑ رہے تھے اور ہرایک فریق چاہتا تھا کہ خود تنہا
اُس پر قابو پا جائے۔

جرمنی کے دستوری ابتدا

اسی مسئلہ کا دوسرا نام ذمہ داری وزرا ہے
اور انہیں اصول کے قائم کرنے کے لئے سرجان اِلیٹ
نے قید خانہ میں جان شیریں گنوادی اور جان ہمپڈن تلوار
کے گھاٹ اُتارا گیا۔ چارلس اول اپنے خیال پر اڑا رہا
اس کا دعویٰ تھا کہ بادشاہ انگلستان اپنے حقوق و
اختیارات شاہی کی بنا پر اپنی رعایا میں سے جس کسی
شخص سے چاہے ملکی یا ذاتی امور میں علانیہ یا مخفی
طور پر مشورہ لے سکتا ہے اور اس کو جس کسی خدمت
پر چاہے مامور کرسکتا ہے اگرچہ ہرایک آزاد آدمی کو
دوسروں سے مشورہ کرنے کا حق حاصل ہے لیکن

ذمہ داری کی تاریخ

پارلیمنٹ کے انکار سے بادشاہ کا اس قسم کا حق سلب ہو جاتا ہے اور اس کی شخصی آزادی باقی نہیں رہتی۔ یہی ایک بات سترہویں صدی کے جھگڑوں میں معرض بحث میں تھی اور اسی امر پر جرمنی میں بھی پارلیمنٹ اور قیصر میں مناقشہ ہوتا ہے۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ نے مان ٹیسکیو کے خیالات سے متاثر ہوکر فرانس کی تقلید کی اور اس لئے "تقسیم اختیارات،، کے مسئلہ پر وہاں عمل ہوتا ہے۔ مجلس انتظامی مجلس وضع قوانین اور محکمہ جات عدالت ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور مساوی الاختیار ہیں۔ لیکن دوسری حکومتوں میں جو برطانوی دستور کے نمونے پر بنی ہیں مسئلہ ذمہ داری وزرا کا خاص طور پر لحاظ کیا جاتا ہے چنانچہ کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ وغیرہ اور دوسرے ممالک جہاں خود اختیاری حکومت ہے اور جو برطانوی مقبوضات میں شامل ہیں عام طور پر "ذمہ دار حکومتیں،، کہلاتی ہیں۔ وجہ تسمیہ ظاہر ہے کہ ان ریاستوں میں مجلس انتظامی مجلس وضع قوانین کی جوابدہ اور اس کی ماتحت ہوتی ہے۔

تقسیم وسا[ئل] مبنی بر اصو[ل] علمی۔

چونکہ قدیم طرز کی تقسیم یعنے حکومتوں کا شخصی، اعمائدی اور جمہوری ہونا ترقی یافتہ جدید ریاستوں کے لحاظ سے غیر مفید اور غیر صحیح ثابت ہوتا ہے اس لئے علمی اصول

پر دساتیر کی حسب ذیل تقسیم کی جاتی ہے۔
(۱) بسیط (انفرادی) - یا - اجتماعی (متفقہ)
(۲) مستقل (غیر ترمیم پذیر) - یا ترمیم پذیر -
(۳) ساطانی (صدر مجلسی) یا - پارلیمنٹی -

تعریف دساتیر حالیہ بلحاظ تقسیم علمی

تقسیم دساتیر کے ان تین طریقوں کو ضروری و اہم ماننے کے بعد بھی تقسیم متداخل کا ایک سلسلہ پایا جاتا ہے۔ مثلاً انگریزی دستور ترمیم پذیر اور پارلیمنٹی ہے - ریاستہاے متحدہ امریکہ کا دستور متفقہ مستقل (غیر ترمیم پذیر) اور پریسی ڈین شل (صدر مجلسی) ہے۔ فرانس کی حکومت انفرادی غیر ترمیم پذیر اور پارلیمنٹی - جرمنی متفقہ غیر ترمیم پذیر اور متعلق بہ حکومت شخصی (یا پریسی ڈین شل)۔ دستور آسٹریا ہنگری اجتماعی (اتحاد شخصی) ترمیم پذیر اور پارلیمنٹی - کینڈا اور آسٹریلیا کے دساتیر متفقہ غیر ترمیم پذیر اور پارلیمنٹی ہیں۔

مخصوصات دستور برطانیہ - (۱) تبدیلی دائمی

ممالک غیر کے اہل الراے کو انگریزی دستور کی سب سے زیادہ حیران کرنے والی خصوصیت اسکی دائمی اور غیر محسوس تبدیلی ہے۔ اسی بنا پر ایک نامور فرانسیسی قانون دان کے قلم سے یہ مشہور اور حیرت انگیز فقرہ نکل گیا کہ "انگلستان میں دستور کا وجود ہی نہیں" ٹاک ول کے ذہن نشین اُس وقت کا فرانسیسی مکتوبی اور غیر ترمیم پذیر دستور تھا اگر اس کو انگریزی دستور کی بدلنے والی حالت سے تعجب اور حیرت ہوئی ہو تو اس کا یہ اعتراض قابل معافی ہے

فرانسیسی دستور کو بنے ہوئے اسّی برس گزر چکے تھے اور وہ
وقت واحد میں بشکل دستاویز یا کتابچہ نافذ بھی ہوچکا تھا
اس میں حکومت کے حقوق اور رعایا کی آزادیوں کی ضمانت
اور کفالت مسلسل ابواب میں باقاعدہ طور پر صراحت سے
مرقوم تھی اور اِس عرصۂ دراز میں اس میں کسی قسم کا تغیر بھی
نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ممکن ہے کہ فرانسیسی مذکور سے انگریزی
دستور پر اس قسم کا اعتراض ہوگیا۔ پروفیسر میریٹ کا قول
ہے کہ انگریزی دستور میں تغیر اس سرعت سے ہوتا ہے کہ
اگر کوئی کتاب جو اُسکی موجودہ حالت پر لکھی جائے تو
اُسکے طبع ہونے کے زمانہ میں ہی کتاب مذکور کے بعض
مسائل اور دستور کے طرزِ عمل میں فرق ہونے لگتا ہے
اگرچہ اس تغیر کا باعث قانونِ صریح نہیں ہے لیکن یہ
تبدیلی اراکین انتظامی کے طرزِ عمل اور عدالتوں کے فیصلوں
کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس قسم کی روزانہ بیسیوں نظیریں ملتی ہیں
جو رسوم یا عادات دستوری کے نام سے موسوم ہیں اس سے
پہلے کسی مقام پر ان کی بخوبی صراحت ہوچکی ہے۔

(۲) سرعت تغیر

یہ بھی عجیب بات ہے کہ اس دستور میں بلا شور و شغب
اور غیر محسوس طور پر اس طرح تبدیلی ہوتی رہتی ہے کہ
جبتک ایک اچھا خاصا زمانہ نہ گزر جائے اور دستور کی
عملی طریقہ پر جانچ نہ کی جائے تغیر کا پتہ نہیں ملتا۔ اصولاً
تو وہی قواعد اور حالات جو سابق میں مروج تھے اب بھی

(۳) باختلاف اصول و عمل

باقی رہتے ہیں لیکن طرز عمل کچھ اور ہو جاتا ہے مثلاً بیج ہاٹ جیسے صاحب الرائے اور فقیہ کی مشہور کتاب دی انگلش کانسٹی ٹیوشن کی سیر کیجئے تو آپ پر اصول اور عمل کے فرق کا انکشاف ہو جائے گا۔ کتاب مذکورہ ۱۸۶۳ء میں بزمانہ وزارت لارڈ پالمرسٹن لکھی گئی ہے۔ اس میں ارکان انتظامی کا مجلس وضع قوانین کے ماتحت ہونے پر زور دیا گیا ہے اور ان دونوں گروہ کے باہمی تعلقات بتلائے گئے ہیں۔ اس کے برعکس امریکہ کے فاضل میر مجلس لوول صاحب اپنی مستند کتاب میں جو کتاب اول الذکر کے چالیس سال بعد تصنیف ہوئی ہے مجلس وضع قوانین کو خصوصاً قانون بنانے میں مجلس انتظامی کا ماتحت بتاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ وزرا کے مقرر کئے ہوئے پروگرام (فہرست کار) پر مجلس وضع قوانین (پارلیمنٹ) کو کاربند ہونا پڑتا ہے اس کا فرض ہے کہ پورے پروگرام کو منظور یا مسترد کرے جس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ قانون سازی اور انتظام دونوں امور کی تحریک مجلس انتظامی کی جانب سے ہوتی ہے اور اسی کو ان امور میں کامل اختیار حاصل ہے حقیقت میں ان دنوں وزرا کا طرز عمل اسی قسم کا ہے اور بیت العوام کو بجز نکتہ چینی کرنے اور اظہار ناراضی و ملامت کے کچھ اور اختیار نہیں ہے۔ دستوری کل کے تناسب قوت میں یہ تغیر اس طرح بتدریج اور غیر محسوس طور پر

۴۔ تغیر کا عام طور پر محسوس نہ ہونا۔

واقع ہوا ہے کہ توجہ دلانے کے بغیر علانیہ نظر نہیں آتا
اس کا باعث بھی کوئی قانون صحیح یا باضابطہ تحریک نہیں
ہے بلکہ وہ دستوری رواج ہیں جن کے سبب سے دستور
میں مخفی طور پر دائمی تبدل جاری رہتا ہے۔

اس مضمون کے ابتدا میں ہی انگریزی دستور کے مشہور
اور اہم خصائص کا دستور غیر مکتوبی کے ضمن میں بصراحت
ذکر آچکا ہے اب خاتمہ میں ایک ایسی خصوصیت دکھلائی
جاتی ہے جسکی ستائش غیر بھی کرتے ہیں۔ پروفیسر ڈائسی
نے انگریزوں کے میلانِ قانونی کو حکومتِ قانون (رول آف لا)
کے زیرِ عنوان نہایت شرح و بسط سے اپنی کتاب
لا اینڈ کسٹم آف دی کانسٹی ٹیوشن میں بیان کیا ہے جس قابلیت
اور خوبی سے انہوں نے قانون کے فضیلت کی تصویر کھینچی ہے
انہی کا حصہ ہے۔

(۵) میلانِ قانونی یا حکومتِ قانون

نارمن فتح کے زمانے سے انگلستان کے قوانین سیاسی
میں دو باتیں خاص طور پر پائی جاتی ہیں جن سے اُس کے دستور
کی شہرت اور ناموری قائم ہے (۱) تمام ملک میں ایک
سرے سے دوسرے سرے تک حکومتِ مرکزی کا تسلط۔
ابتدا میں یہ مرکزی حکومت بادشاہ کے ہاتھ میں تھی لیکن
قوم کی بیدار مغزی اور آزاد طبیعت نے اس کو بادشاہ
سے سلب کر کے پارلیمنٹ کے حوالہ کر دیا۔ اس سے پروفیسر
ڈائسی کی مراد غالباً پارلیمنٹ کی قانونی فرماں روائی سے ہے

جس کا ایک جزو یا رکن بادشاہ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

حکومت یا صدارت قانون

دوسری حالت جو پہلی حالت کے بہت مشابہ ہے اس ملک میں "قانون کی حکومت یا صدارت" ہے۔ انگریزی عادات و اطوار کے پرکھنے والے اجنبی اشخاص کو مثلاً والٹیر، ڈی لوم، ٹاک ول یا نیسٹ (Gniest) ہیں اس کی بڑی قدر ہے اور یہ لوگ قانون کی فضیلت اور تفوق سے بہ نسبت انگریزوں کے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ٹاک ول نے سوئٹ زرلینڈ کو جو حکومت جمہوری ہے بجائے امریکہ کے ۱۸۳۶ء کے برطانیہ عظمٰی سے مقابلہ کرکے دونوں ملکوں کے قوانین سیاسی کے حسن و قبح کو دکھلایا ہے اور ان کے مخصوص اختلافات دستوری اس نے حسب ذیل بیان کئے ہیں۔

مقابلہ دستور برطانیہ با دستور سوئٹ زرلینڈ

(۱) سوئٹ زرلینڈ کے تقریباً ہر ایک کینٹن[۱۵] (چھوٹی ریاست) میں مطبعوں کو حال ہی میں آزادی ملی ہے۔

(۲) ان تمام ریاستوں میں شخصی آزادی کی نسبت کسی قسم کا اطمینان یا ضمانت نہیں دی گئی ہے۔ حکومت کو اختیار ہے

---

[۱۵] کینٹن کے لفظی معنی حصہ ملک یا ضلع کے ہیں۔ سوئٹ زرلینڈ میں سولہ کینٹن ہیں جن میں کا ہر ایک کینٹن ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ یہ سولہ ریاستیں آپس میں ملکر حکومت جمہوری منفقہ بنی ہیں۔

کہ جس کسی شخص کو چاہے بغیر کسی ضابطے کی پابندی کے انتظاماً گرفتار کرکے مقید کردے۔

(۳) عموماً عدالتوں کو کامل آزادی حاصل نہیں ہے۔

(۴) ان سب ریاستوں میں تحقیقات بذریعہ جوری مفقود ہے

(۵) بعض ریاستوں میں تیس برس پہلے عوام کو کسی قسم کے بھی حقوق سیاسی نہیں ملے تھے چنانچہ ارگاو، تھارگاو، ٹیسن، واڈ، زورخ اور برن کے کینٹنوں کے بعض حصوں میں عوام کی یہی حالت تھی۔ اسی طرح سے وہ سُیولس لوگوں کی رسموں اور عادتوں پر بھی معترض ہے۔

(۱) اکثر ریاستوں میں لوگوں کو حکومت خود اختیاری سے بالکل لگاؤ نہیں ہے اور نہ ان کو اس کی عادت ہی ہوئی ہے اُن کو اپنی سیاسی دشواریوں کا احساس ہے اور وہ ملکی معاملات میں ضرور دلچسپی لیتے ہیں لیکن سیاسی حقوق کے طلب کرنے میں ان میں وہ حرارت اور جوش جیسا کہ انگریزوں میں ہے نہیں پایا جاتا اور جن کے حاصل نہ ہونے سے انگریزی قوم پر خواب و خور حرام ہوجاتا ہے اور جن کے حصول میں وہ اپنی عمریں گنوادیتے ہیں۔

(۲) چونکہ سُیولس لوگوں کو آزادیٔ مطابع حال ہی میں ملی ہے وہ اس کے صحیح استعمال سے واقف نہیں ہیں۔ اسلئے ان کے اخبار بہ نسبت انگریزی اخبار کے بہت زیادہ باغیانہ یا انقلابی اور بہت کم ملک کے حق میں مفید ہوتے ہیں

فوائد انجمن سے سوئس کی عدم واقفیت

(۳) انجمنوں کی نسبت اہل سوئٹزرلینڈ کے بھی فرانسیسیوں کے سے خیالات ہیں۔ یہ لوگ ان اداروں کو انقلاب کا نہ کہ ترقی اور رفع شکایات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ نہ تو ان کو انجمنوں کا ترتیب دینا ہی آتا ہے اور نہ انہیں اس بات کا احساس ہے کہ شرکت انجمن کے کیا حقوق ہیں اور اُن سے کیونکر فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔

(۴) سوئیس لوگوں کو انصاف سے اُس قدر رغبت نہیں ہے جس قدر کہ اُس سے انگریزوں کو عشق ہے جو انکی قومی خصلت ہوگئی ہے۔ سوئیس عدالتیں ملک کے سیاسی انتظامات میں مخل نہیں ہوسکتیں اور نہ رائے عامہ پر انکا کچھ اثر پڑسکتا ہے۔

(۵) اس ضمن میں سوئیس کی ایک ایسی حالت دکھائی جاتی ہے جس سے اُن کے کل خصائل کا انکشاف ہوتا ہے۔ اُن لوگوں کے ہاں نہ تو انصاف کی اُس درجہ قدر و منزلت ہے اور نہ اُن کو قانون سے وہ عشق و محبت ہے اور نہ وہ جبر و تشدد سے اُس قدر نفرت کرتے ہیں جیسا کہ ایک آزاد قوم کو ہونا چاہیئے۔ انہی باتوں کو پھر وہ بالاختصار دہراتا ہے۔

اہل امریکہ اور اہل برطانیہ کی آزادی طبع

اگر کوئی ناواقف شخص ریاستہائے متحدہ امریکہ کی سیر کرے تو وہاں کے باشندوں کی طرز معاشرت اور حالات سے اس کو اس بات کا پتہ چل جائے گا کہ ان لوگوں میں

حریت کی روح پھونکی گئی ہے اور اس سے انہیں طبعی ذوق ہے اسی سبب سے وہ اس نتیجہ کو بھی اخذ کرے گا کہ انکی حکومت یقیناً جمہوری ہے۔ایسا ہی اگر یہ مسافر انگلستان چلا جائے تو انہی صفات کے مشاہدہ سے انگریزوں کو بھی وہ ایک آزاد حکومت کے ماتحت سمجھے گا۔لیکن اگر سوئیس ریاستیں آشوب اور فتنہ کی شکار ہوجائیں تو انقلاب کو ہوکر تھوڑی مدت بھی نہ گذرے گی کہ اُن لوگوں کے دلوں سے حریت کے ضائع ہونے کا رنج مٹ جائے گا اور وہ تلافی مافات کی پھر کوشش تک نہ کریں گی۔انگریزوں اور اہل امریکہ کے عادات و اطوار میں بہ نسبت اُن کے قوانین کے زیادہ آزادی ہے۔اس کے برخلاف اہل سوئٹزرلینڈ کے قوانین میں بہ نسبت اُن کے اخلاق و عادات کے زیادہ حریت ہے۔

انگریزی دستور کی ایک خصوصیت ملک میں "قانون کی صدارت یا حکومت" ہے۔ اس مقولہ میں تین اصول مضمر ہیں :-

(۱) ملکی قانون کی خلاف ورزی سرزد ہونے اور عام طریقہ کی عدالتی تحقیقات کے بغیر کسی شخص کو نہ تو جسمانی سزا دی جاسکتی ہے اور نہ مالی نقصان پہنچایا جاسکتا ہے طریقۂ تحقیقات بھی اعلیٰ اور ادنیٰ کے لئے مساوی ہے۔ اس مفہوم کے لحاظ سے "حکومت قانون" کی ضد اُن

قانون میں اعلیٰ اور ادنیٰ کی مساوات

ریاستوں کی طرز حکومت ہے جہاں اشخاص مقتدر کو وسیع اور مطلق العنان اختیارات دیئے جاتے ہیں جن کا استعمال اُنکے اختیار تمیزی پر منحصر ہوتا ہے۔

لوگوں کو اس مقولہ سے تعجب ہوگا کہ آجکل کے روشن زمانہ میں یورپ کے دوسرے ممالک میں قانون کی اسقدر پابندی نہیں کی جاتی جس طرح کہ انگلستان میں اس کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ یہاں کا ہرایک ادارہ اور باشندہ قانون کے ماتحت ہے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کے لئے ایک ہی قسم کا قانون ہے۔ نقصان کی تلافی کا چارۂ کار اور نالش دائر کرنے کے طریقے اور گرفتاری کے احکام ایک ہی قسم کے ہیں۔ امیر و غریب حاکم و محکوم کے لئے ایک ہی قانون اور ایک ہی ضابطہ ہے۔ جن حضرات نے سیاسیاتِ یورپ کا مطالعہ کیا ہے اُن سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ یورپ کے اکثر ملکوں میں بخلاف انگلستان اختیارات تمیزی کے پردہ میں حکام مقتدر اپنے ماتحت افراد ملک پر کس قدر ظلم و زیادتی کرتے ہیں اور کس طرح سے ناجائز گرفتاریاں بلا توسط ضابطہ عمل میں آتی ہیں۔ جمہوری حکومتوں میں وہ وہ مظالم اور آفتیں ڈھائی جاتی ہیں جن کی نظیر انگلستان کی شخصی حکومت یعنی شاہی میں نہیں ملتی۔

ولایت قانون

(۲) برطانیہ میں ہرایک شخص ایک ہی قانون کے ماتحت ہے۔ قوی اور ضعیف حاکم و محکوم سب کے لئے ایک ہی

قسم کی دادرسی ہے۔ اور ایک ہی قسم کی عدالتوں سے ہر شخص داد خواہ ہوتا ہے۔

برطانوی دستور کا ماخذ

(۳) انگریزوں کے حقوق کا سرچشمہ برطانوی قانون دستور نہیں ہے۔ بلکہ یہ دستور خود اُن رعایا کے حقوق کا نتیجہ ہے جن کی تعریف عدالتوں نے کی اور اُن کا نفاذ بھی کرادیا۔ ممالک غیر میں انہی قواعد کو مجموعۂ دستور کی شکل میں قلمبند کیا جاتا ہے۔ پہلے مسئلہ کی بنا پر ہر ایک باشندہ کی ذاتی آزادی قائم ہوتی ہے اور کسی شخص کو اثبات جرم کے بغیر سزا نہیں دی جاسکتی۔ اس مقام پر دو باتیں قابل غور ہیں۔(۱) ملزم سے قانون کی صریح خلاف ورزی کا ہونا لازم ہے (۲) اس خلاف ورزی کا معمولی ضابطہ کی رو سے معمولی عدالتوں میں ثابت کیا جانا ضرور ہے۔ بظاہر اِن اقوال کی اہمیت پوری طور پر محسوس نہیں ہوتی لیکن اگر ہم فرانس کی حالت پر جو اٹھارھویں صدی میں تھی، غور کریں اور والٹیر وغیرہ کی سرگذشت دیکھیں تو ان اصول کی قدر ہوگی۔ ۱۷۱۷ء میں والٹیر کو ایک نظم کے لکھنے کے الزام پر بیسٹیل میں قید کیا گیا اُس نے نہ تو اس نظم کو لکھا تھا اور نہ وہ اُس کے مصنف ہی سے واقف تھا اور نہ اس کے خیالات سے متفق تھا۔ لطف یہ کہ فرانس کے نائب السلطنت نے اس حرکت ناشائستہ کو مضحکہ اور دل لگی سمجھا اور جبکہ اس ہجو مُسمّی "میں نے دیکھا ہے" کے فرضی مصنف کو محبس لیجا رہے تھے تو نائب مذکور

والٹیر کی مصیبت

نے طنزاً کہا کہ تمنے محبس نہیں دیکھا تھا اب سیر کر آؤ۔ ۱۷۲۵ء میں والٹیر دو بارہ اسی آفت میں مبتلا ہوا۔ اس وقت فرانس میں وہ اعلیٰ درجہ کا ادیب مانا جاتا تھا ڈیوک مذکور کے اشارہ پر اُسکے نوکروں نے والٹیر کو جبکہ وہ اس امیر کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا کشاں کشاں لے گئے اور خوب لاٹھیاں رسید کیں۔ بیچارے والٹیر کی اُن لوگوں نے ایک نہ سُنی اور جبکہ اس نے داد خواہی کی غرض سے عدالت کے دروازہ کو کھٹکھٹایا تو دوسری مرتبہ شکایت کی پاداش میں اُسی بیسٹیل میں محبوس ہوا۔ جس کسی کو اس صدی کی انگلستان کی صدارت قانونی دیکھنے کا شوق ہو اُسکو چاہیئے کہ حیات ویدیرات مصنفہ مارلے کی سیر کرے۔ شخصی آزادی تو درکنار فرانس میں تو تحریر و تقریر کی آزادی بھی بالکل مفقود تھی چنانچہ فرانسیسی سیکلوپیڈیا کی اشاعت کے لئے فرانس کے مشاہیر ادب کو پچیس سال تک حکومت سے دست و گریباں ہونا پڑا ہے۔ جب ۱۴ر جولائی ۱۷۸۹ء میں قلعہ بیسٹیل کو انقلاب پسندوں نے فتح کر کے منہدم کردیا ہے تو اس کی تقریب میں نہ صرف فرانس بلکہ دوسرے سب ملکوں میں جنکو حریت کے ساتھ ہمدردی تھی خوشی منائی گئی۔

انگریزوں کو کیسی طرح شخصی آزادی حاصل ہوئی

ایک حد تک یہی کیفیت سترھویں صدی میں انگلستان کی تھی۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس صدی کی جنگ حریت خصوصاً پارلیمنٹ کی آزادی کے لئے ہوئی تھی،

لیکن اس کا دوسرا مقصد بھی تھا یعنی رعایا کی شخصی آزادی۔ خاندان اسٹوورٹ کے بادشاہوں کے طرزِ عمل سے دونوں خلقت و نرساں تھے۔ بہت سے لوگوں کو بے جرم و خطا اور معمولی عدالتوں کی تحقیقات کے بغیر جان اور مال کا نقصان برداشت کرنا پڑا مختلف غیر معمولی عدالتوں نے لوگوں کو ان حقوق سے محروم کیا جنکی منشور اعظم (میگنا کارٹا) اور اُسکے بعد کے قوانین موضوعہ کے ذریعے سے کفالت کی گئی تھی۔

عدالتیں جن کی بنا حقوقِ شاہی پر ہوئی اُن کے ظلم و جور بتلگی اتھیں

عدالتِ اسٹار چیمبر (ایوان انجم)، عدالت ہائے کمیشن (فرامین عظمت نشان)، کونسلِ سرحدی ملک ویلز، کونسلِ شمالی، عدالت قصر ڈبلین اور دوسری عدالتوں نے جو اختیارات و حقوق شاہی کی بنا پر قائم ہوئی تھیں رعایائے شاہی پر نہایت بے رحمی سے مظالم کئے۔ عدالت ہائی کمیشن کی سختی اور ظلم تو پاپائے روم کے "محکمہ احتساب" کے شدائد کے مساوی ہوگیا تھا جس کو مذہبی بدعتوں کی تحقیقات کے لئے مقرر کیا جاتا تھا اور جس کو ان کوئی زیشن کہتے تھے۔

انگلستان میں صرف یہی نہیں ہے کہ کسی شخص کو قانون پر تفوق ہو بلکہ ہر ایک شخص ملک کے معمولی قانون کے ماتحت اور معمولی عدالتوں کے زیرِ اختیار ہے اس اصول پر:۔

(۱) اعلیٰ سے لیکر ادنیٰ عہدہ دار تک کی ذمہ داری مبنی ہے۔ اور

(۲)۔ اگر انہی عہدہ داروں سے کسی رعیت کو خواہ وہ کتنا ہی

نے طنزاً کہا کہ تمنے مجلس نہیں دیکھا تھا اب سیر کر آؤ۔
۱۷۲۵ء میں والٹیر دوبارہ اسی آفت میں مبتلا ہوا۔اس وقت
فرانس میں وہ اعلیٰ درجہ کا ادیب مانا جاتا تھا ڈیوک مذکور
کے اشارہ پر اُسکے نوکروں نے والٹیر کو جبکہ وہ اس امیر
کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا کشاں کشاں لے گئے اور خوب لاٹھیاں
رسید کیں۔بیچارے والٹیر کی اُن لوگوں نے ایک نہ سُنی
اور جبکہ اس نے داد خواہی کی غرض سے عدالت کے دروازہ
کو کھٹ کھٹایا تو دوسری مرتبہ شکایت کی پاداش میں اُسی
بیسٹیل میں محبوس ہوا۔جس کسی کو اس صدی کی انگلستان
کی صدارت قانونی دیکھنے کا شوق ہو اُسکو چاہئے کہ حیات ودیریات
مصنفہ مارلے کی سیر کرے۔شخصی آزادی تو درکنار فرانس
میں تو تحریر و تقریر کی آزادی بھی بالکل مفقود تھی چنانچہ
فرانسیسی سیکلو پیڈیا کی اشاعت کے لئے فرانس کے مشاہیر
ادب کو پچیس سال تک حکومت سے دست و گریباں ہونا پڑا
ہے۔جب ۱۴ر جولائی ۱۷۸۹ء میں قلعہ بیسٹیل کو انقلاب
پسندوں نے فتح کرکے منہدم کردیا ہے تو اس کی تقریب
میں نہ صرف فرانس بلکہ دوسرے سب ملکوں میں جنکو
حریت کے ساتھ ہمدردی تھی خوشی منائی گئی۔

انگریزونکو کیسی طرح شخصی آزادی حاصل ہوئی

ایک حد تک یہی کیفیت سترھویں صدی میں انگلستان
کی تھی۔لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس صدی کی جنگ
حریت خصوصاً پارلیمنٹ کی آزادی کے لئے ہوئی تھی،

لیکن اس کا دوسرا مقصد بھی تھا یعنی رعایا کی شخصی آزادی۔ خاندان اسٹوورٹ کے بادشاہوں کے طرز عمل سے دونوں تلف و نزساں تھے۔ بہت سے لوگوں کو بے جرم و خطا اور معمولی عدالتوں کی تحقیقات کے بغیر جان اور مال کا نقصان برداشت کرنا پڑا مختلف غیر معمولی عدالتوں نے لوگوں کو ان حقوق سے محروم کیا جنکی منشور اعظم (میگنا کارٹا) اور اُسکے بعد کے قوانین موضوعہ کے ذریعے سے کفالت کی گئی تھی۔

عدالتیں جن کی بنا حقوق شاہی پر ہوئی اُنہ ظلم وجور بنگی و تقین

عدالت اسٹار چیمبر (ایوان انجم)، عدالت ہائے کمیشن (فرمان) عظمت نشان، کونسل سرحدی ملک ویلز، کونسل شمالی، عدالت قصر ڈبلین اور دوسری عدالتوں نے جو اختیارات وحقوق شاہی کی بنا پر قائم ہوئی تھیں رعایائے شاہی پر نہایت بے رحمی سے مظالم کئے۔ عدالت ہائی کمیشن کی سختی اور ظلم تو پاپائے روم کے "محکمہ احتساب" کے شدائد کے مساوی ہوگیا تھا جس کو مذہبی بدعتوں کی تحقیقات کے لئے مقرر کیا جاتا تھا اور جس کو ان کوئی زیشن کہتے تھے۔

انگلستان میں صرف یہی نہیں ہے کہ کسی شخص کو قانون پر تفوق ہو بلکہ ہر ایک شخص ملک کے معمولی قانون کے ماتحت اور معمولی عدالتوں کے زیر اختیار ہے اس اصول پر :-

(۱) اعلیٰ سے لیکر ادنیٰ عہدہ دار تک کی ذمہ داری مبنی ہے۔ اور (۲) اگر انہی عہدہ داروں سے کسی رعیت کو خواہ وہ کتنا ہی

حقیر اور بے نام و نشان کیوں نہ ہو کوئی نقصان یا ضرر پہنچے تو اُس کو ان کے مقابل نالش دائر کرکے اس ضرر اور نقصان کی تلافی کا حق حاصل ہے۔ اور

(۳) ضرر رسیدہ کی چارہ جوئی معمولی عدالتوں سے ہوتی ہے۔ اِس نہایت مفید اور اہم حق کے حصول کا صرف ایک ہی سبب ہے۔ انگلستان میں لوگوں کے کان نہ تو "قانون انتظامی" اور نہ "عدالتہائے انتظامی" سے آشنا ہیں۔ اس کے خلاف فرانس میں کل طریقہ انتظام کا دار و مدار قانون انتظامی پر ہے جس کا نفاذ مخصوص عدالتیں کرتی ہیں۔ اس فرق کے سمجھنے کے لئے ایک صاف سیدھی تمثیل کی ضرورت ہے۔

قانون انتظامی اور انتظامی عدالتہائے

تمثیل

فرض کیجئے کہ آپ لنڈن میں ہیں اور محلہ وکٹوریہ سے اسٹیشن پیڈنگٹن کو بگی میں جارہے ہیں جب آپ پارک لین پر پہنچتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حکام پولیس یا کمشنر محکمہ تعمیرات کے حکم سے وہ راستہ بند کردیا گیا ہے جس کے سبب سے آپکو کسی چکر کے راستہ سے پیڈنگٹن جانا ہوتا ہے اور آپ دیر سے پہنچتے ہیں اس لئے ریل گاڑی چھوٹ جاتی ہے اور جس کام کے لئے آپ جانا چاہتے تھے وہ رہجاتا ہے اس طرح سے آپکا مالی نقصان ہوتا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ پولیس یا محکمہ تعمیرات نے اپنے اختیارات کا بیجا استعمال کیا ہے تو آپ کو حق حاصل ہے کہ اُنکے خلاف ہرجہ کی نالش کریں۔ آپ کسی ایک معمولی عدالت سے رجوع کرسکتے ہیں۔

اور آپ کے دعوے کی سماعت اور اُس کا فیصلہ عام قانون کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اگر اسی قسم کا واقعہ آپ کو پیرس میں پیش آئے تو آپ کو کسی عدالت انتظامی سے رجوع کرنا ہوگا اور چونکہ اس مقدمہ کے فریقین ایک معمولی رعیت اور دوسرا ایک عہدہ دار سرکاری ہیں تو اُس کا تصفیہ اُن مخصوص قواعد پر مبنی ہوگا جن کو قانون انتظامی کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طریق سے سرکاری عہدہ داران انتظامی کس قدر مقتدر ہوجاتے ہیں اور اُس کے ساتھ ہی رعیت کی شخصی آزادی کو اس طرز حکومت سے کس قدر صدمہ پہنچتا ہے۔

اس مسئلہ کے واسطے زیادہ تفصیل اور بحث کی ضرورت ہے۔ لیکن مضمون کے طول کے خیال سے اسی مثال اور اس کے ایک دو اہم نتائج کے اظہار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ نیز یہ کہ ان امور کو بطور مقدمہ بیان کرنا مقصود ہے۔ پروفیسر ڈایسی کے تجویز کردہ تیسرے اصول "حکومت قانون" کے متعلق ابتدائے مضمون میں حسب ضرورت صراحت اور تفہیم کردی گئی ہے۔

دستور انگلستان کا بے حقیقت یعنی کالعدم ہونا۔

انگلستان کے دستور کی ایک اہم خاصیت اس کا "بے حقیقت" یعنی کالعدم ہونا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "انگریزی دستور میں کوئی بات فی الحقیقت ایسی نہیں ہے جیسی کہ دکھائی دیتی ہے اور جو بات جس طرح دکھائی دیتی ہے اُسکی حقیقت اس کے برعکس ہے" بیج ہاٹ اسی مقولہ

کی بنا پر لکھتا ہے کہ "انگریزی حکومت درپردہ جمہوری ہے"
پروفیسر سیریٹ کا خیال ہے کہ بیج ہاٹ کی تصنیف اس زمانہ
کی ہے جبکہ انگلستان میں شاہی عارضی طور پر پردۂ خفا میں
تھی۔ غالباً بیج ہاٹ کو ملکہ وکٹوریہ کے مہام سلطنت سے
چند روزہ کنارہ کش ہونے کے سبب سے ایسا خیال گذرا
ملکہ موصوفہ اندنوں اپنے شوہر کی وفات سے رنج والم میں
مبتلا اور سوگ وار تھیں لیکن ایسے اشخاص جنہوں نے ملکہ کی
سلطنت دیکھی ہے بخوبی واقف ہیں کہ وہ بہ نفس نفیس امور
ملکی میں کیسی دلچسپی ظاہر کرتی اور اُن کی انجام دہی میں کس قدر
منہمک رہتی تھیں اگرچہ انگلستان میں منصب شاہی نہایت
جلیل القدر اور بجز چند شرائط کے جن کی پابندی بادشاہ کے
واسطے لازمی ہے بالکل موروثی ہے اور دارالامرا کے اکثر ارکین بھی موروثی
ہیں تاہم دستور انگلستان کی اس خاصیت یعنی "بے حقیقت ہونیکے سبب سے اصول
اور عمل میں فرق ہوتا ہے۔ اصولاً دارالامرا بھی وضع قوانین
میں دارالعوام کا ہم پلہ ہے۔ لیکن عملاً دارالعوام تنہا اس کا
مرد میداں ہے۔ قانون بنانے کی ابتدا جیسا کہ آغاز مضمون
میں دکھلایا گیا اسی ایوان (یعنی مجلس) سے ہوتی ہے۔ یہ حق
تقدیم اسی مجلس کا حصہ ہے۔ لیکن اس حالت میں بھی
باطناً تغیر ہوگیا ہے۔ کیبنٹ جو ملک کی مجلس انتظامی ہے
اور جو بہ ظاہر دارالعوام کی تائید کی محتاج رہتی ہے اصل میں
وضع قوانین کی ابتدا کرتی ہے اُس کے مقرر کردہ پروگرام کے

مطابق ارکان عوام کو مسودہ تیار کرنا پڑتا ہے اور اس کے ایما و مقصد کا ہر آن وضع قوانین میں لحاظ کیا جاتا ہے اسی کی ہدایت پر ملک کی عام مصلحت قرار پاتی ہے۔ ایسا ہی "تاج" (بادشاہ) کے متعلق وہ القاب و اصطلاحات برتے جاتے ہیں جو قدیم ہونے کے سبب سے اپنے صحیح اور بدلے ہوئے مفہوم پر دلالت نہیں کرسکتے اور جن کا استعمال اُس زمانہ کے لحاظ سے درست تھا جس زمانہ میں بادشاہ ہی ملک کا اصلی حاکم تھا۔

قضاۃ اور وزرائے سلطنت کو ملازمان و خدام شاہی کہا جاتا ہے اور بظاہر وزرا کا انتخاب بادشاہ کرتا ہے۔ اسی طرح وزیر اعظم کے مقرر کرنے کا بادشاہ ہی مجاز ہے اصولاً اس کو یہ سب اختیارات حاصل ہیں لیکن عمل اسکے خلاف ہوتا ہے۔ وزرا کو اصل میں وزیر اعظم منتخب کرتا ہے اور بادشاہ کو لازم ہے کہ ایسے شخص کو وزیر اعظم کی خدمت پر مقرر کرے جسکے فرقہ کی دارالعوام میں کثرت ہو اور جو اُس فرقہ کا سردار مانا جاتا ہو۔ دوسرے تمام تقررات سیاسی میں وزیر اعظم ہی کو اختیار کامل حاصل ہے۔

انہی "غیر حقیقی" حالتوں کے مشاہدہ سے یعنی اصول اور عمل کے بین اختلافات کے باعث انگریزی ادارت اور قوانین اساسی کے صحیح مفہوم کے سمجھنے میں اور ملک والوں کو دشواری ہوتی ہے اور وہ لوگ انگریزی دستور کو اُس کے "بے حقیقت"

ہونے، اُس کی دائمی تبدیل اور اُس کے اصول و عمل میں وسیع اختلافات کے سبب سے دھوکے کی ٹٹی یا سراب خیال کرتے ہیں۔

دستورِ انگلستان کے اثرات

دستوری حکومت کی طرف لوگوں کا رجحان فی زمانتا انگلستان کی بدولت ہوا ہے اور انگریزی سیاسیات سے ہی لفظ دستور اور اُس کے متعلق خیالات اور الفاظ کو دوسروں نے لیا ہے۔ انگلستان نے دنیا کے سامنے ایسے اداراتِ سیاسی کی شان دار نظیریں پیش کی ہیں جن کا باقاعدہ نشوونما صدیوں سے ہو رہا تھا اور اُن کی ترقی کا سلسلہ کبھی ٹوٹنے نہیں پایا۔ ابتدا ہی میں حکومتِ خود اختیاری کے قائم ہوجانے اور اُس کے اصول کی تدریجی ترقی اور عدم خانہ جنگی اور کثرت تغیرات کے بعد بھی ملک میں اکثر و بیشتر قدیم تنظیمات کے باقی رہنے سے انگلستان کے دستور نے دوسرے ملکوں کے اربابِ حل و عقد کے خیالات پر بہت اثر کیا ہے۔ اس خیال کا اظہار اس مقولہ سے ہوتا ہے کہ "انگلستان ام المجالس شوریٰ ہے"۔ یہ بات نہایت آسانی سے ثابت ہوسکتی ہے کہ دنیا کے موجودہ قوموں کے دساتیر کے مخصوص حالت کی بنا اُن خیالات اور ضرورتوں پر رکھی گئی ہے جو انگریزی سیاسی تاریخ کا نتیجہ ہیں۔

فرق مابین تصانیف قدیم و جدید

یوں تو انگلستان میں سیاسی تاریخ اور قانون اساسی کے متعلق صدیوں سے کتابیں لکھی جارہی تھیں لیکن دستور

کے متعلق باقاعدہ علمی طریقہ کی تصنیفات کا سلسلہ حال ہی سے
شروع ہوا ہے اس کے قبل لائق مقننین اور فاضل مورخین
دستور کی مدح سرائی میں مبالغہ کرتے تھے اور علمی طور پر بحث
کر کے دستور انگلستان کو سمجھانے کے بجائے اس پر ایسی نکتہ چینی
کرتے تھے کہ ناظرین کتب کے قلوب پر صرف اس کی خوبیوں
اور جامعیت کا اثر ہو۔ اس سے اُن کو کوئی مطلب نہیں
تھا کہ اس گنجلک اور غیر مکتوبی دستور کو صاف کر کے
حقیقی شان میں دنیا کے سامنے اس کو اس طرح پیش کریں
کہ مطالعہ کرنے والا دنیا کے دوسرے دساتیر سے اس دستور
کا مقابلہ کر کے اس کے حُسن و قبح کا خود اندازہ کر لے۔
بلیک اسٹن جیسے مشہور مقنن کی کتاب کمنٹریز میں جس کو
انگریزی قوانین کا مجموعہ سمجھنا چاہیئے قانون دستور کے متعلق
ایک لفظ بھی پایا نہیں جاتا اور اُن امور کو جن کا تعلق اس
قانون سے ہے اُس نے "حقوق اشخاص" کی سرخی میں لکھا
ہے کتاب مذکور میں اگرچہ پارلیمنٹ اور بادشاہ اور اسکے
حقوق و اختیارات کی نسبت اور مالک و آقا زوج و زوجہ
کے متعلق قوانین جمع کئے گئے ہیں لیکن اس کی تدوین و ترتیب
ایسے طریقہ پر نہیں رکھی گئی ہے جس سے مطالعہ کرنیوالے
کو قانونِ دستور کا صحیح اندازہ ہوسکے۔ بلیک اسٹن اور
اس کے معاصرین کی تحریر کا ایک اصلی نقص یہ ہے کہ
عبارت اور اُن کے خیال یعنی تصور میں خلط ملط ہوجاتا ہے

وہ اپنے مفہوم کی صحیح الفاظ میں تصویر نہیں کھینچتے بلکہ اُن کا تصور تو کچھ اور ہوتا ہے اور اس کے اظہار کے لئے وہ لوگ اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو مفہوم پر صحیح دلالت نہیں کرتے اس طرح سے بلیک اسٹن نے جیسی کہ اُس کی اور اُس کے ہمعصر قانون داں اصحاب کی عادت تھی مضمونِ قانونِ دستوری کو غت ربود کر دیا ہے یعنی قدیم اور ناقابلِ اطلاق اصطلاحات کا جدید ادارات کے لئے استعمال کیا ہے خصوصاً جدید دستوری بادشاہ کے اختیارات کے لئے اُن الفاظ سے مفہوم ادا کیا جاتا ہے جو ولیم فاتح کے اختیارات کے اظہار کے لئے استعمال ہوتے تھے۔ چنانچہ برک اور ہیلم کی تصنیفات پر جو دستور انگلستان کے متعلق ہیں پروفیسر ڈائسی اسی قسم کا اعتراض کرتے ہیں۔ جارج سوم کا خیال تھا کہ انگریزی دستور سے بہتر اور مکمل کوئی دوسرا دستور عقل انسانی تجویز نہیں کرسکتی۔ اُس زمانہ (یعنی ۱۷۹۰ء اور ۱۸۳۲ء) میں انگریزی دستور کو فرانس اور دوسرے ملکوں کے دساتیر سے اچھا سمجھنے کے اسباب بھی تھے فرانسیسی انقلاب اور آشوب فرانس کے نتایج سے مدبرین انگلستان نہایت متاثر ہوگئے تھے۔ اُن ملکوں میں مدبرین وقت نے نہایت محنت اور لیاقت سے دساتیر تیار کئے تھے لیکن دستور بذات خود حکومت کو کامیاب و اچھا نہیں بناسکتا، اہل ملک کے

اتفاق و ایثار و اخلاق اور حب وطن سے دستور کو کامیابی
ہوتی ہے۔ دستور نے انگریزوں کو جمہوری حکومت نہیں
عطا کی بلکہ انہوں نے اپنی سلیم الطبعی اور استقلال و تحمل
اور ایثار و اولالعزمی کے صفات سے حکومت کو جمہوری
بنالیا مختصر یہ کہ جس نہج سے اب انگلستان میں دستور اور
تاریخ دستوری کے متعلق تصنیفات ہورہی ہیں اس طرز کی
ایجاد کا سہرا ایسے اساتذہ کے سر ہے جیسے پروفیسر ڈائسی
اور این سن اور میٹ لینڈ وغیرہم ہو گذرے ہیں۔

تاریخ دستور انگلستان

انگلستان کی تاریخ دستوری سے مراد وہ کارنامہ ہے جسمیں
اُس ملک کے مختلف ادارات سیاسی کی تدریجی ترقیوں اور
قانون دستوری کے نشوونما کے حالات قلمبند کئے جائیں۔

تاریخ دستوری کے مطالعہ کے فائدے

اندنوں تاریخ دستوری کے مطالعہ کی عموماً سب کو اور
خصوصاً ان قوموں کو ضرورت ہے جن کے یہاں مقامی
اور خود اختیاری حکومتیں قائم ہوگئی ہیں ہر خاص و عام کو
اُن امور سے واقف ہونا چاہیے کہ انگلستان جس کے دستور
کی تمام دنیا نے کسی نہ کسی پیرایہ میں تقلید کی ہے اور جو
دوسرے ملکوں کے دساتیر کے لئے معیار خیال کیا جاتا ہے
کس طرح بتدریج ترقی کرتا ہوا موجودہ حالت پر پہنچا ہے
اہل ہند کے لئے تو یہ ضرورت اور بھی زیادہ ہوجاتی ہے
اس واسطے کہ ہمارا تعلق بھی سلطنت برطانیہ سے ہے نیز
ہند کو حکومت خود اختیاری بطور امتحان دی جارہی ہے

مارلے منٹو اسکیم کے بعد اب مزید اصلاحات مانٹیگو چیمسفورڈ اسکیم کے ذریعہ سے حکومت ہند میں عمل میں لائی جارہی ہیں شخصیات بلدی کے ذریعہ سے پریزیڈنسی شہروں اور بعض صوبوں کے شہروں میں نیابت اور انتخاب کا طریقہ کئی سال سے جاری ہوچکا ہے اور ہندوستان کی بعض یونیورسٹیوں میں حکومت ہند کے "نظام" کے متعلق کتابیں نصاب میں داخل کی گئی ہیں لہذا ہر ایک پہلو سے اہل ہند کے لئے ضرور ہے کہ دستوری حکومت کے متعلق وہ اپنے معلومات وسیع کریں اور دستور انگلستان سے واقف ہوکر آنے والی نعمتوں سے مستفید ہونے کی قابلیت پیدا کریں۔

فہرست عنوانات

باب اول

مبادیات تاریخ دستور انگلستان سنہ ۴۵-۸۲۹ء

باب دوم

سیکسن انگریزوں کا دستور سلطنت

باب سوم

ابتدائے صدارت ویسکس سے نارمن فتح تک کے حالات
۸۲۹ء سے ۱۰۶۶ء تک

باب چہارم

نارمن سلاطین ۱۰۶۶ء سے ۱۱۵۴ء تک

نارمن فتح کیونکر نظام جاگیری کی مزاحم ہوئی - مرکزی حکومت قومی مرکزی حکومت کی ضرورت - قومی مرکزی حکومت قائم کرنے میں نارمن سلاطین کوکیونکر کامیابی ہوئی - بادشاہ - کونسل عظمیٰ حکومت شاہی - اعلیٰ عہدہ داران ریاست - صدر اعظم - چانسلر خزانہ دار - فرائض حکومت شاہی - اول نارمن مالیہ - ڈوفرڈے بک (۱) شاہی اراضی - (۲) جاگیری محاصل - (۳) ڈین گیلٹ - (۴) فیرم یعنی زراجارہ ضلع - (۵) فوجداری مقدمات کی آمدنی - دوم - نارمن دادرسی - شاہی عدالت - شاہی کشنروں کے دورے - نارمن نظام فوجی - ادارات مقامی - موضع - تعلقہ ضلع - فرائض شرف - (۱) مالیہ - (۲) داد رسی - (۳) جنگ - شہر - حکومت کلیسا کے باہمی تعلقات - مدارج قومی....

از صفحہ ۳۹ تا صفحہ ۶۸ -

باب پنجم

ہنری دوم اور اُسکے لڑکے سنہ ۱۱۵۴ء سے سنہ ۱۲۱۶ء تک

تمہید - ہنری دوم کی تخت نشینی - (۱) ہنری دوم کی حکمت عملی امرا کی نسبت - اس کوٹیج (زرسپر) کی ترقی و توسیع - (۲) ہنری دوم کی حکمت عملی کلیسا کی نسبت - پادریوں کی تحقیقات جرائم کا جھگڑا آئین کلارنڈن بابتہ سنہ ۱۱۶۴ء (۳) ہنری دوم کی حکمت عملی عوام کی نسبت - (۴) ہنری دوم کی حکمت عملی فینانس کی نسبت - (۵) ہنری دوم کی حکمت عملی دادرسی کی نسبت - (۱) کیوریا ریجس کا استحکام

باب ششم
ہنری سوم اور ایڈورڈ اول
۱۲۱۶ء سے ۱۳۰۷ء تک

ایڈورڈ اول کی حکمت عملی عوام کی نسبت۔ (۴) ایڈورڈ اول کی حکمت عملی فینانس کی نسبت۔ (۵) ایڈورڈ اول کی حکمت عملی داورسی کی نسبت۔ (۶) ایڈورڈ اول کی حکمت عملی فوج کی نسبت آزمائشی پارلیمنٹیں۔ پارلیمنٹ کا سانچہ جو ۱۲۹۵ء میں تیار ہوا منشوروں کی تصدیق ...... از صفحہ ۱۰۱ تا صفحہ ۱۲۶۔

باب ہفتم

آخری سلاطین پلینٹجنیٹ ۱۳۰۷ء سے ۱۴۸۵ء تک

تمہید۔ قرون وسطیٰ کی انگریزی پارلیمنٹ کے خصوصیات طبقات ملک۔

قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ طبقات رعایا کی پارلیمنٹ ہوتی تھی۔ قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ مقامی فرقوں کی پارلیمنٹ تھی۔ قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ کی تعریف۔ انگلستان کے تینوں طبقوں کی ترتیب و ساخت۔ (۱) طبقہ اساقفہ۔ (۲) طبقہ امرائے ملکی۔ (۳) طبقہ عوام۔ وہ جماعتیں جو طبقہ عوام میں شامل نہیں ہوئیں۔ تقسیم نائبین۔ اراکین پارلیمنٹ کے انتخاب کے کون مجاز تھے (منتخبین کے شرائط اہلیت)۔ رکن پارلیمنٹ کون بن سکتا تھا (رکن پارلیمنٹ کے شرائط اہلیت) آزادی انتخاب۔ حق نیابت کی قدر کم تھی رکنیت پارلیمنٹ کی قدر کم ہوتی تھی۔ مدت پارلیمنٹ۔ پارلیمنٹ کی قوت کا نشوونما۔ (۱) اجرائی محصولات پر پارلیمنٹ کی نگرانی

(۲) پارلیمنٹ کی شرکت قانون بنانے میں۔ (۳) پارلیمنٹ میں وزرا کی ذمہ داری۔ اِس عہد میں تاج برطانیہ کی حالت وحیثیت۔ اس دور میں کنیسہ کی حالت۔ اس عہد کے امرا کی حالت۔ اس عہد میں عوام کی حالت۔ کسانوں کا بلوہ اور غلامان زرعی کا نیست و نابود ہونا۔ حالات میں روز افزوں منافات۔ از صفحہ ۱۲۷ تا صفحہ ۱۶۲۔

باب ہشتم

خاندان ٹیوڈر ۱۴۸۵ء سے ۱۶۰۳ء تک

تمہید۔ ٹیوڈر بادشاہوں کے تعلقات پارلیمنٹ کے ساتھ پارلیمنٹ کا اختیار محصول لگانے پر عہد ٹیوڈر میں۔ ضبطی (جائداد)۔ اس عہد میں قانون بنانے پر پارلیمنٹ کا اختیار عہد ٹیوڈر میں وزرا کی ذمہ داری پارلیمنٹ میں۔ دور ٹیوڈر میں حکومت عاملانہ۔ پریوی کونسل کی عدالتی حیثیت۔ پریوی کونسل کس لئے آسانی سے محکمہ عدالت بنگئی۔ حکومت مقامی۔ کونٹی (ضلع)۔ پیرش۔ حکومت کنیسہ۔ مذہب میں شاہی صدارت منوانیکے لئے ہنری کی تدبیریں۔ ایڈورڈ ششم کے عہد میں اصلاح مزید اور اُس کا عکس عہد میری میں۔ اصلاح مذہب کی تکمیل کے لئے ایلیزبیتھ کا بعض تدبیروں کو اختیار کرنا۔ قانون صدارت مجریہ ۱۵۵۹ء۔ ایکٹ آف یونیفارمٹی (قانون یکرنگی یا عمومیت شریعت) مجریہ ۱۵۵۹ء۔ فرقہ پیورٹین کا نشوونما

اور عدالتِ ہائی کمیشن۔ دورِ ٹیوڈر کا اختتام۔ امرا۔ اہل کنیسہ عوام...... از صفحہ ۱۶۳ تا صفحہ ۲۰۳۔

باب نہم

جیمس اول چارلس اول اور جمہور کی حکومت ۱۶۰۳ء سے ۱۶۶۰ء تک کے حالات

تمہید۔ جیمس اول کے اخلاق اور سلطنت جیمس اول کے عہد میں دستوری ترقی۔ (۱) محصول (۲) وضع قوانین (۳) وزرا کی ذمہ داری۔ دادرسی۔ کلیسا۔ چارلس اول کے خصائل اور اُس کی سلطنت کا ابتدائی زمانہ۔ چارلس اول کی مطلق العنان حکومت ۱۶۲۹ء سے ۱۶۴۰ء تک۔ محصول کا عائد کیا جانا۔ شپ منی (جنگی جہازوں کے تیار کرنے کے لئے محصول)۔ توفیر آمدنی کی اور تدبیریں۔ توسیع جنگلات۔ اجاروں کی بیع بھاری جرمانے۔ دادرسی۔ کلیسا۔ اہل اسکاٹ لینڈ کی بغاوت اور شارٹ پارلیمنٹ۔ لانگ پارلیمنٹ۔ (۱) اصلاح کی نسبت باہمی اتفاق کی مدت۔ (۲) مدت اختلاف باہمی جس کا اختتام خانہ جنگی پر ہوا۔ سیاسی اختلافات۔ مذہبی اختلافات (۳) لانگ پارلیمنٹ کی بادشاہ سے لڑائی۔ فوج اور رمپ (تیجھٹ فضلہ)۔ آلیور کرامویل کی حکومت۔ لٹل پارلیمنٹ (چھوٹی پارلیمنٹ)۔ دی انسٹرومنٹ آف گورنمنٹ (دستاویز

حکومت)۔ سلطنت زیر حمایت کی مجالس شوری (پارلمنٹیں)
عود شاہی۔ ...... از صفحہ ۲۰۴ تا صفحہ ۲۴۷ -

باب دہم

چارلس دوم۔ جیمس دوم۔ انقلاب اور ولیم سوم
سنہ ۱۶۶۰ء سے سنہ ۱۷۰۲ء تک کے حالات

تمہید۔ دی کن ونشن پارلیمنٹ۔ فوجی عطیات ارضی کی منسوخی۔ ہائی چرچ والوں کا دوبارہ تسلط۔ (۱) دی ایکٹ آف یونیفارمٹی (مذہبی یکسانی کا قانون) مجریہ سنہ ۱۶۶۲ء۔ دی کارپوریشن ایکٹ (قانون شخصیہ) مجریہ سنہ ۱۶۶۱ء۔ (۳) دی کان وینٹیکل ایکٹ (نمازیوں کی تعداد کا قانون) مجریہ سنہ ۱۶۶۴ء۔ (۴) دی فائف مائیل ایکٹ مجریہ سنہ ۱۶۶۵ء۔ طرفداران شاہی کا دوبارہ تسلط۔ شاہی وفاداری کے خیالات کا زوال۔ سازشی مخفی جماعت (کیبل) اور اعلان مراعات۔ قانون آزمائش بابت سنہ ۱۶۷۳ء ڈینبی کے خلاف مواخذہ۔ پوپ کی سازش اور پارلیمنٹ کی شرکت کا آزمائشی قانون مجریہ سنہ ۱۶۷۸ء۔ وگ اور ٹوری مسودہ قانون اخراج۔ دی ہیبیس کارپس ایکٹ (قانون لزوم تحقیقات محبوس) بابتہ سنہ ۱۶۷۹ء۔ مسودہ قانون اخراج کا دوبارہ پیش ہونا اور اُس کے خلاف ملک کی بےچینی۔ ضبطی اسناد۔ جیمس دوم کی تخت نشینی۔ مروجہ مذہب انگلستان پر بادشاہ کا

حملہ کرنا۔ اعلان مراعات ۱۶۸۷ء کا انقلاب۔ اعلان حقوق اور مسودہ قانون حقوق۔ مسودہ قانون حقوق کی اہمیت۔ تخفیص رقوم و قانون غدر (۱) تخفیص رقوم۔ (۲) قانون غدر۔ قانون رواداری مذاہب مجریہ ۱۶۸۹ء آزادی مطابع۔ قانون سہ سالہ۔ اصلاح ضابطہ تحقیقات بغاوت خلاف سرکار۔ قانون تخت و تاج مجریہ ۱۷۰۱ء۔ (۱) فرماں روا کو مذہب مروجہ انگلستان کا پیرو ہونا چاہیئے۔ (۲) پریوی کونسل کو دوبارہ جاری کرنے کی کوشش۔ (۳) شاہی ملازموں اور وظیفہ خواروں کا دارالعوام سے اخراج (۴) ججوں کی آزادی۔ ولیم سوم کا ذاتی اثر۔۔۔ از صفحہ ۲۴۴ تا صفحہ ۲۸۰۔

باب یازدہم

این۔ جارج اول اور جارج دوم ۱۷۰۲ء سے ۱۷۶۰ء تک کے حالات

تمہید۔ این کی سلطنت۔ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹوں کا متحد ہونا۔ (۱) اتحاد کی نسبت ناکام کوششیں۔ (۲) قانون اتحاد بابت ۱۷۰۷ء۔ ہائی چرچ والوں کا دوبارہ تسلط۔ خاندان ہانوور کی تخت نشینی وگ گروہ کا عروج۔ وگ فرقہ کی قانون سازی۔ قانون ہفت سالہ مسودہ قانون امارت۔ کیبنٹ کا استحکام۔ فرقہ بندی کی حکومت کیبنٹ کی دو ہیئتیں۔ کیبنٹ کی ابتدائی شکل۔ ابتدائی حالت میں کیبنٹ کا نامقبول ہونا۔ کیبنٹ کونسلوں کی روز افزوں ترقی۔ اخیر زمانہ کی کیبنٹ کی شکل۔ وزیر اعظم۔ (۱) عاملانہ حکومت پر وزیر اعظم کی نگرانی۔ (۲) وزیر اعظم کا کیبنٹ

باب دوازدہم

جارج سوم ۱۷۶۰ء۔۱۸۲۰ء

باب سیزدہم

جارج چہارم۔ ولیم چہارم اور وکٹوریہ
سنہ ۱۸۲۰ء سے سنہ ۱۹۰۱ء تک

تمہید۔(۱) ترقی مساوات مذہبی۔ سنہ ۱۸۲۸ء میں آزمائش
عشائے ربانی کا اُٹھا دیا جانا۔ قانون رفع عدم قابلیت کیتھلک
مجریہ سنہ ۱۸۲۹ء۔ کویکر موریوین اور سپرٹیسٹ فرقوں کا
پارلیمنٹ میں شریک کرلیا جانا۔ شرکت یہودیہ پارلیمنٹ۔ نان کن
فرسٹ کا مخصوص تعلیم گاہوں میں شریک کیا جانا، سنہ ۱۸۷۱ء۔
جبری کلیسائی محصول کی نسوخی بابت سنہ ۱۸۶۸ء۔ آئرستان کے
مذہب (پروٹسٹنٹ) کے سرکاری انتظامات اور اوقاف کی
موقوفی، سنہ ۱۸۶۹ء۔ کیتھلک اور نان کن فرسٹ کا عقد نکاح
اور تجہیز و تکفین۔ ادخال شہادت بہ عدالت۔ (۲) اصلاح پارلیمنٹ
(۱) تقسیم نائبین۔ (۲) حق رائے کے شرائط اہلیت۔ اہل ضلع
کا حق رائے۔ شہروں کا حق رائے۔ نیابت کی بیقاعدگی اور ناموزونی
کے نتائج۔ اصلاح پارلیمنٹ کے اسباب۔ قانون اصلاح مجریہ سنہ ۱۸۳۲ء
قانون اصلاح مجریہ سنہ ۱۸۳۲ء کے انتظامی مطالب۔ نتائج قانون
اصلاح مجریہ سنہ ۱۸۳۲ء (۱) تاج اور مالکان جائداد غیر منقولہ کے
اثرات میں کمی۔ (۲) بیت العوام اور بیت الامرا کے مابین اختلاف
آرا۔ (۳) اصلاح شدہ پارلیمنٹ کا اعتدال۔ قانون اصلاح مجریہ سنہ ۱۸۶۷ء

کے اسباب۔ قانون نیابت عوام بابت ۱۸۶۷ء۔ قانون نیابت عوام مجریہ ۱۸۸۴ء۔ قانون جدید تقسیم نائبین بابت ۱۸۸۵ء۔ انتخابات کے وقت رشوت ستانی میں کمی۔ انتخابات پر اثر ناجائز قانون قرعہ اندازی بابتہ ۱۸۷۱ء۔ ارکان پارلیمنٹ کی مذموم عادتیں بیت العوام اور رائے عامہ۔ فرقوں کی تنظیم۔ مخصوص سیاسی مقاصد کے واسطے فرقہ کا تنظیم پانا۔ (۳) کیبنٹ کی حکومت میں مزید استحکام اور محکمہ جات عاملانہ میں تغیرات۔ کیبنٹ اور وضع قوانین کیبنٹ کا اندرونی اور باہمی اتفاق و اتحاد۔ محکمہ جات عاملانہ۔ وزرائے سلطنت۔ وزیر بحریہ۔ میر مجلس تجارت۔ میر مجلس حکومت مقامی۔ میر مجلس تعلیمات۔ دوسرے محکمہ جات عاملانہ۔ کیبنٹ پر محکمہ جات کی تعداد میں اضافہ ہونیکا اثر۔ (۴) اصلاح حکومت مقامی۔ پیرش۔ بلاد شخصی۔ اضلاع۔ ہنڈرڈ۔ قانون مفلسین مجریہ ۱۸۳۴ء۔ قانون شخصیات بلدی مجریہ ۱۸۳۵ء۔ قوانین صحت عامہ از ۱۸۴۸ء تا ۱۸۷۵ء۔ قانون حکومت مقامی مجریہ ۱۸۸۸ء۔ قانون حکومت مقامی مجریہ ۱۸۹۴ء۔ خاتمہ۔.... از صفحہ ۱۶۳ تا صفحہ ۳۰۴ -

غلط نامہ تاریخ دستور انگلستان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱	۴	وارد ہوے	وارد ہوے۔
"	"	برٹن	بریٹن
"	۱۰	برٹن	بریٹن
۲	۱۲	برٹن	بریٹن
"	"	(اُن کے عوص	(اُن کے عوض)
" فٹ نوٹ	۲	اُن میں کسی	اُن میں کس
" " "	"	استیصاں ہوا	استیصال ہوا
" " "	۴	طریقہ زمینداری	طریقہ زمینداری۔
" " "	۵	بحث کرنی ہی	بحث کرنی بھی
۳	۱۶	مشتمل ہوتا	مشتمل ہوتا تھا
"	۱۸	دیا کرتے	دیتے تھے
"	۲۰	(Serls)	(Serfs)
"	"	کہلاتے ہے	کہلاتے تھے۔
۴	۳	ترجیح دیجاتی	ترجیح دی جاتی تھی۔
"	۶	تقرر کیا جاتا	تقرر کیا جاتا تھا۔
"	۷	کام آتیں	کام آتی تھیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۱۰	ہوا کرتے تھے	ہوتے تھے۔
"	۱۶	کر لیا جاتا۔	کر لیا جاتا تھا۔
۵	۲	ہوتا +	ہوتا تھا +
"	۱۱	زمین تھی	زمین تھی اور
"	۱۳	عطا ہوتیں	عطا ہوتی تھیں
"	۱۹	عطا ہوتی	عطا ہوتی تھی
"	۲۱	علیحدہ کر دیا جاتا	علیحدہ کر دیا جاتا تھا
۷	۲۱	لڑتی رہتیں	لڑتی رہتی تھیں
۸	۵	(Piots)	(Picts)
۸	۱۴	تھیوڈر ٹارسیسی	تھیوڈور ٹارسیسی
"	۱۵	صدر اسفف	صدر اسقف
۹	۱۱	محفوظ رہتے	محفوظ رہتے تھے۔
"	۱۲	جاگیریں ملا کرتیں	جاگیریں ملتی تھیں
"	۱۹	انگل ارسیکسنی	انگل اور سیکسن
۱۰	۱۴	برٹن	بریٹن
"	۱۷	تابع ہوتیں	تابع ہوتی تھیں
۱۱	۲	تار تھمبریا	تار تھمبریا
"	۷	یادگار ہوا کرتے	یادگار ہوتے تھے۔
"	۱۰	(The Daues)	(The Danes)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳	۱۱	ہوجاتا	ہوتا تھا
″	۱۲	چھوڑ دیا جاتا	چھوڑ دیا جاتا تھا
۱۳	۱۷	اختیاری ہوتی	اختیاری ہوتی تھی
۱۴	۴	آباد کرتا۔	آباد کرتا تھا۔
″	۱۲	نافذ ہوتا	نافذ ہوتا تھا۔
″	۱۶	عام جلسہ کرتے	عام جلسہ کرتے تھے
″	۱۷	فیصلہ ہوتا	فیصلہ ہوتا تھا
″	۱۹	نیابت کرتے	نیابت کرتے تھے
″	۲۱	اُن میں مکمل	اُن میں اس قسم کا مکمل
۱۵	۷	بسا ہوتا	بسا ہوتا تھا۔
″	۱۸	بعصوں	بعضوں
۱۶	۸	یعنے ناظر موضع	یعنے ناظر موضع)۔
۱۶	۹	(i. e. Port-reeve = Lat. Porta Port = Jorefa and Jorefa)	×
۱۶	۱۱	(Port Meadow ot Oxford)	(Port Meadow at Oxford)
″	۱۵	کہلاتا۔	کہلاتا تھا۔
″	۱۶	چلٹن	چلٹرن
″	″	Chittera	Chiltern
″	۱۷	مڈل ایکز	مڈل سیکس
۱۷	۱۶ و ۱۷	(Warder Wapentake)	(Ward or Wapentake)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸	۸	یا ینڈ	یا ھنڈ
"	۹	رڈزہ	رڈز
۲۰	۴	Witah	Witan
۲۲	۲	واضع قانون ہوتا	واضع قانون ہوتا تھا
"	۸	وسیع علاقہ،	وسیع علاقہ
"	۱۲	ہوتے	ہوتے تھے
"	۱۶ و ۱۷	وصول ہوتا	وصول ہوتا تھا
"	۱۷	لیجاتی	لیجاتی تھی
"	۱۹	صرف ہوتا	صرف ہوتا تھا
۲۳	۱	مقرر ہوتا تھا	کا شمول ہوتا تھا
"	۴	ندیم ہوتے	ندیم ہوتے تھے
"	۵	انجام دیا کرتیں	انجام دیتی تھیں
"	۱۲	اِنّی	اِنی
"	۲۰	واقف ہوتا	واقف ہوتا تھا
۲۴	۱	مقابلہ کرتی	مقابلہ کرتی تھی
"	۲	اوصاف پر ہوتا	اوصاف پر ہوتا تھا
"	۴	گر جاتا	گر جاتا تھا
۲۵	۵	ضرور ہوا کرتے	ضرور ہوتے تھے
"	۷	شریک ہوتے	شریک ہوتے تھے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵	۹	شمار ہوتا۔	شمار ہوتا تھا۔
۲۶	۳	طے کرتا۔	طے کرتا تھا۔
۲۶	۵	جلسہ عام ہوتا۔	جلسہ عام ہوتا تھا۔
۲۷	۱۳	جن کو ان	جن کو اِن
۲۸	۳ و ۴	ماتحت ہوتے۔	ماتحت ہوتے تھے۔
"	۷	سمجھے جاتے ہونگے	سمجھے جاتے تھے۔
۲۸	۸	کاشتکاروں کا	کاشتکاروں کے
"	"	شمار ہوتا تھا	کا درجہ تھا
۲۹	۶	کی ہوتی	کی ہوتی تھی
"	"	اور وہ	اور ابتدائی زمانہ میں وہ
"	"	قابل منسوخی ہوتا تھا	قابل منسوخی بھی سمجھا جاتا تھا
۳۲	۱۲	دیا کرتے	دیتے تھے۔
۳۳	۶	امرا	(امرا)
"	۷	تھے۔ ندیمان نبرد آزما	تھیں (ندیمان نبرد آزما)
"	۱۱	ہیٹار	ہیٹار کی
"	۱۸	کام آتے	کام آتے تھے
"	۲۱	بادشاہ	چونکہ بادشاہ
۳۴	۱	عطا کیا کرتا	عطا کرتا تھا
"	۲	دولتمند اور قوی	دولتمند اور مقتدر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴	۱۰	(نواب) کہلاتا۔	(نواب) کہلاتا تھا۔
//	۱۷	اختیارات عطا ہوتے	اختیارات عطا ہوتے تھے
//	۱۸	تعین ہو جاتا	تعین ہو جاتا تھا
۳۵	۳	انگریزوں لی	انگریزوں کی
۳۷	۶	تابع بنجاتا +	تابع بنجاتا تھا +
۴۰	۸	نشوونما	نشوونما
//	۲۱	برابر آتے	برابر آتے تھے
۴۱	۱	جھگڑے چکاتے	جھگڑے چکاتے تھے
//	۶	بھاری کر دیتے۔	بھاری کر دیتے تھے۔
//	۱۰	دی جاتی۔	دی جاتی تھی۔
//	۱۹	موقع ملا کرتا +	موقع ملتا تھا +
//	۲۱	سے اس	سے منوالیا کہ اُس
۴۲	۲	ترجیح نہ دیں	ترجیح نہ دیں۔
//	۳	حلف کرے	حلف کرے۔
//	۷	عطا ہوتی۔	عطا ہوتی تھی۔
//	۸	حلف کرتے	حلف کرتے تھے
//	۹	جاگیریں دیتا	جاگیریں دیتا تھا
//	۱۰	قسم کھاتے	قسم کھاتے تھے
//	۱۱	حلف کرتے۔	حلف کرتے تھے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۲	۱۹	پیدا نہ ہونے پائیں۔	پیدا نہ ہونی پائیں۔
۴۵	۸	شریک ہوتے۔	شریک ہوتے تھے۔
"	۱۴	اُنھیں	اُنھی
"	۱۸	باقاعدہ طور پر	عموماً
۴۶	۹	ظاہر کرتا	ظاہر کرتا تھا
"	۱۸	تشریفانی	تشریفاتی
"	۱۹	انجام دیتے	انجام دیتے تھے
۴۶	۲۰	لیکن انہی	لیکن انھیں
۴۸	۱	ایڈورڈ نایئب	ایڈورڈ تایئب
۴۹	۱۳	ہوا کرتا۔	ہوتا تھا۔
"	۱۴	داخل کیا کرتے تھے	داخل کرتے تھے۔
"	"	س کے	اس کے
"	۱۹	اول آف چانسری کہتے۔	رول آف چانسری کہتے تھے۔
"	۲۰	تفویض رہتا۔	تفویض رہتا تھا۔
۵۰	۲	نارمن سلاطین کی مالی حالت	نارمن مالیہ۔
"	۱۲	ڈومن دے بک	ڈومز ڈے بک
"	۲۱	بیانات کے ذریعہ	بیانات کے ذریعہ سے
۵۱	۱۳	اس کے ورثہ	اس کے ورثا
۵۲	۱	جیسی ضرورت ہو۔	جیسی ضرورت ہو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۲	۱۴	لیکن	اور
〃	۱۷	ن کو	اِن کو
〃	۲۱	جو (ایڈز) یعنے	جو ایڈز یعنے
۵۳	۸	ضبط کر لیتا۔	ضبط کرتا تھا اور
〃	۱۸	لیا جاتا	لیا جاتا تھا
۵۴	۲	عائد کیا گیا تھا	عائد کیا گیا تھا لیکن اس سے
۵۴	۳	فرم۔(ضلع)	فرم ضلع
〃	۵	ادا کرتا۔	ادا کرتا تھا۔
〃	۱۸	انتظام دادرسی	دادرسی
〃	۲۰	انتظام دادرسی	دادرسی
۵۵	۵	عائد کئے جاتے	عائد کئے جاتے تھے
〃	۷	خواہش ہوتی	خواہش ہوتی تھی
〃	۱۰	۱۱۔ نارمنی انتظام دادرسی۔	۲۔ نارمن دادرسی۔
〃	۱۰	انتظام دادرسی	دادرسی
〃	۱۱	جاری رہا	جاری رہی
〃	〃	پہلے تھا	پہلے تھی
〃	۱۷	سند یافتہ	مخصصیہ والی
〃	۱۸	عدالتیں ہوتیں	عدالتیں ہوتی تھیں
۵۶	۱	جاتا تھا	تھا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۶	۲	انتظام دادرسی	دادرسی
"	۳	انتظام دادرسی	دادرسی
"	۳	مغائر تھا	مغائر تھی
"	۸	قانون رسم ورواج	قانون رسمی
۵۷	۱۶	سوتے تھے	ہوتے تھے
"	۱۸	مختلف	منتخب
"	۱۹	حاضر کیا کریں	جالان کریں
۵۸	۳	کے سبب	کے سبب تھے
"	۹	۱۱۱۔ نارمنوں کا فوجی نظام	۳۔ نارمن نظام فوجی ۔
۵۹	۱۷	) جاگیر یا (Manor) پرگنہ) مینر ہو گیا ۔	مینر (Manor) جاگیر یا پرگنہ) ہو گیا ۔
"	۱۸	امیر ہوتا	امیر ہوتا تھا
"	۱۹	آزاد ہوتے	آزاد ہوتے تھے ۔
"	۲۰	سمجھا جاتا	سمجھا جاتا تھا ۔
۶۰	۲	تغیر کو بہت	تغیر کو غالباً بہت
"	۱۱	شیرف	فرائض شیرف
۶۲	۱۷	کے ذریعہ	کے ذریعہ سے
۶۵	۱۲	لیا کرتا ۔	لیا کرتا تھا ۔
"	۱۵	وصول کرتا ۔	وصول کرتا تھا ۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۶	۱	عہدہ دار ہوتا	عہدہ دار ہوتا تھا۔
۶۶	۳	نامزد کرتا۔	نامزد کرتا تھا۔
"	۶	حلف کرتا۔	حلف کرتا تھا
"	۷	اختیاری ہوتا۔	اختیاری ہو گیا تھا۔
۶۷	۶	مطمئن رہتا	مطمئن رہتا تھا۔
"	۱۳	نجات ملجاتی	نجات ملجاتی تھی۔
"	۱۵ و ۱۶	منتقل ہوا کرتا۔	منتقل ہوتا تھا۔
"	۱۶	وصول کرتے	وصول کرنے
"	۱۹	حقارت سے دیکھتے۔	حقارت سے دیکھتے تھے۔
۶۸	۱۳	امراد بے رہے	امرا دبے رہے،
۷۲	۲	نخوشی	بخوشی
"	۷	وصول ہوتی	وصول ہوتی تھی
"	۱۴	رکھنا چاہتا	رکھنا چاہتا تھا
"	۲۱	منعقد ہوتی	منعقد ہوتی تھی
۷۴	۳	وصول کرتا۔	وصول کرتا تھا۔
"	۴	کہ اس اراضی	کہ اراضی
۷۵	۲	سے ہوتا	سے ہوتا تھا
"	۵	پادری کرتے	پادری کرتے تھے
۷۶	۷	ظاہر ہوتا	ظاہر ہوتا تھا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۶	۱۱	اکثر یادری ہوتے۔	اکثر پادری ہوتے تھے۔
فٹ نوٹ ۸۱	۲	Romujus	Romulus
۸۲	۱	ماہر ہوتے	ماہر ہوتے تھے
"	۳	سماعت کرتا۔	سماعت کرتا تھا۔
"	۱۵	سفر کرتے	سفر کرتے تھے
۸۳	۱۳	لوگ کیا کرتے	لوگ کرتے تھے
"	۱۸	Compurgation شہادت)	Compurgation) تائید حلف)
"	۲۰	حلف کرتے۔	حلف کرتے تھے
"	"	بارہ ہوتی	بارہ ہوتی تھی۔
۸۳	۲۱	کمپرگیڑور (Compurgators	کمپرگیٹرون (Compurgators موئیدین حلف)
۸۴	۱	ایتھاڈ دوم	ایتھلریڈ دوم
"	۱۴	کئے جاتے	کئے جاتے تھے
"	"	دیا جاتا	دیا جاتا تھا
"	۱۶	حلفی بیانات	دریافت حلفی
"	۱۸ و ۱۹	تصفیہ پاتے۔	تصفیہ پاتے تھے۔
"	۱۹	ذریعہ سے	ذریعہ سے جس کا سال اجرا تحقیق طلب ہے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۵	۱	واقع ہوتی	واقع ہوتی تھی
"	۳	حلفی بیان	اپنے حلفی بیان
"	۱۵	دینا ہوتا	دینا ہوتا تھا
۸۵	۱۶	کی جاتی۔	کی جاتی تھی۔
"	۱۸	مل جاتی۔	مل جاتی تھی۔
"	۲۰	کیا جاتا۔	کیا جاتا تھا۔
۸۶	۷	قرار دیتی۔	قرار دیتی تھی۔
۸۷	۱	مطابق ہوتی۔	مطابق ہوتی تھی۔
"	۲	برآمد ہوسکتی	برآمد ہوسکتی تھی۔
۸۸	۳	کرتا رہتا تھا	کرتا تھا۔
"	۲۰	(مفتش مرگ ناگہانی)	(مفتش اسباب ہلاکت)
۸۹	۸	حسب اتفاق	حُسنِ اتفاق کہ
۹۵	۱۳	کامن پلینز	کامن پلینز یعنے
۹۶	۲	منتخب کرکے اِن سے حلف لیں	کا انتخاب ہو کر اُن کو حلف دیا جائے
۹۹	۷	شامل ہوتی	شامل ہوتی تھی
۱۰۱	۲	ہماری	انگریزی
"	۳	نشوونما	نشونما
۱۰۳	۵	سمجھا جاتا	سمجھا جاتا تھا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۶	۱	کیا کرتا تھا۔	کرتا تھا۔
۱۰۸	۵	جتھا	جتھے
″	۱۴	ونڈسر	وِنڈزر
۱۱۰	۱۲	کیا کہ جو	کیا جو
۱۱۱	۲۱	منہمک رہتا	منہمک رہتا تھا
۱۱۲	۱۹	کے ہاتھوں	کے ہاتھوں ہوی
۱۱۳	۳	داغ	دماغ
۱۱۴	۲۰	سنہ ۱۲۰۵ع	سنہ ۱۲۸۵ع
۱۱۵	۸	سلہ	سلہ
″	۱۵	واقع ہوتی۔	واقع ہوتی تھی۔
″	۱۵و۱۶	کارپوریشنز (Corporations) شخصیات	×
″	۱۷	کارپوریشنز	کارپوریشنز
″	۱۸	عطا کرتے	عطا کرتے تھے
۱۱۶	۲	اون میں	انھیں
۱۱۷	۶	مجرم ہونے	مجرم ہوتے
۱۱۸	۱۱	کے نسبت	کی نسبت
″	۱۴	کیا کرتے تھے۔	کرتے تھے۔
″	۱۵	سماعت کرتی	سماعت کرتی تھی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۸	۱۵و۱۶	محاصل سے ہوتا۔	محاصل سے ہوتا تھا۔
؍؍	۱۸	صدر ہوتا۔	صدر ہوتا تھا۔
۱۱۹	۱۲	شامل ہوتے	شامل ہوتے تھے
۱۱۹	۲۱	مصروف رہتا	مصروف رہتا تھا
۱۲۰	۳	کے ذریعہ	کے ذریعہ سے
؍؍	۵	نائٹ کی جائداد غیر منقولہ کی ترقی"	" فوجی زینداریوں کی ترقی"
؍؍	۶	آزاد مالکانِ اراضی پر	آزاد مالکان اراضی یعنے زمینداروں پر
؍؍	؍؍	سواروں	زرہ پوش سواروں
۱۲۲	۳	منظور ہوتا	منظور ہوتا تھا
؍؍	۴	ڈھال لیتا	ڈھال لیتا تھا
؍؍	۱۸	اُن کو	اُس کو
۱۲۷	۶	نشوونما	نشونما
؍؍	۷	کا زوال	کا زوال،
؍؍	۹	قوت کی	اور قوت کی
؍؍	؍؍	پر کاستکاروں	پھر کاشتکاروں
۱۲۸	۲	ہمارے سلاطین	انگریزی سلاطین
؍؍	؍؍	شاہی استحقاق	شاہی اختیارات و حقوق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۸	۵	اپنی حکومت	اپنے آبائی حقِ حکومت
//	۷	فلک	ٹمک
۱۲۸ فٹ نوٹ	۱	؎ وارزآف روزس	؎ وارزآف روزیس
//	//	(The wars of roses)	(The wars of roses)
		سرخ وسفید پھولوں کی لڑائیاں	سرخ وسفید پھولوں کی لڑائیوں)
۱۳۱	۱۰	مشتمل ہوتی	مشتمل ہوتی تھی
//	۱۶	ہوا کرتے ۔	ہوتے تھے ۔
۱۳۲	۱۲	شرکت کرتے	شرکت کرتے تھے
//	۱۵	(تشخصی)	(شخصیہ والی)
//	۱۵ و ۱۶	ہوا کرے ۔	ہوتی تھی ۔
۱۳۳	۲	کمونے	کمیُون
//	۱۴	سیکسنی انگریزوں	سیکسن انگریزوں
۱۳۴	۲	ضلعے زیرحکومت	ضلع زیرِحکومت
//	۲۱	ہوا کرتے تھے ۔	ہوتے تھے ۔
۱۳۵	۲۱	حاصل نہ ہوتا	حاصل نہ ہوتا تھا
۱۳۶	۵	جائداد غیرمنقولہ	×
//	۲۱	طلب کرتا	طلب کرتا تھا
//	//	مستحق ہوتے	مستحق ہوتے تھے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۷	۳	اضافہ کرتے	اضافہ کرتے تھے
″	۵	تنظیم ہوتی۔	تنظیم ہوتی تھی۔
″	۱۱	ہوا کرتے۔	ہوتے تھے۔
″	۱۴	روانہ کرتے۔	روانہ کرتے تھے۔
″	۱۹	رکھتے	رکھتے تھے۔
۱۳۸	۷	کاشتکاران وابستہ اراضی	ولین یعنے غیر آزاد کسانوں کے
″	″	غیر آزاد	×
″	۸	کسانوں کی	اُن کی
″	۱۰	آدمی وہ	آدمی خواہ وہ
″	۱۴	ہم اسوقت نہیں بتا سکتے وغیرہ	یہاں سے جدید پیراگراف شروع ہوتا ہے۔
″	۱۷	کی مخصوص ترتیب و ترکیب	کے مخصوص دستور حکومت
″	۲۰	منتخب ہوتے۔	منتخب ہوتے تھے
۱۳۹	۳	ریاست سمجھتے	ریاست سمجھتے تھے
″	۸ و ۹	ایکسو ″	ایکسو بیس
″	۲۰	تھے منتخبین	تھے (منتخبین
۱۴۰	۲	کیا کرتے۔	کرتے تھے۔
۱۴۱	۱	ڈی	دی
″	۶	شہروں	شہروں[۱]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۱	۱۰	کی جاتی	کی جاتی تھی
〃	۱۲	اثر ڈالتے	اثر ڈالتے تھے
〃	۱۳	تشدد ہوتا	تشدد ہوتا تھا
۱۴۱ فٹ نوٹ	۱	بروز	بَرُوْ،
〃	۲	میں تاریخ و تشریح	میں ازروئے تاریخ تشریح
〃	۳	نشوونما	نشونما
〃	۸	تعین و ترتیب محصول	اجرائے محصولات
〃	۱۰	محصول کی نسبت	اجرائے محصولات کی نسبت
۱۴۵	۱۷	اور عدالتی	اور عوام کی
〃	۱۸	مالی یا	یا مالی
〃	۲۰	(ٹیلیج ایک خاص قسم کا محصول)	ٹیلج یعنے زمیندارہ
۱۴۶	۶	ٹینیج	ٹینیج (
〃	۷	من پختہ پر	من پختہ ہوتے ہیں
〃	۸	یعنے	جو
〃	۹	مقررہ رقم	مقررہ رقم لیجاتی تھی)
〃	〃	کہتے تھے)	کہتے تھے
۱۴۶	۱۳	مال پر	مالیات پر
۱۴۷	۱۵	مقرر دار العوام	صدر دار العوام
〃	۲۱	اس زمانہ کے	اِس زمانہ کے
۱۴۹	۱۰	صورت میں	صورت میں۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۹	۱۱	چاہتا تھا یہ	چاہتا تھا اور یہ
"	۱۲	عرضی دیا کرتے	عرضی دیتے تھے
۱۵۱	۱۴ و ۱۵	قرار پائے گئے	قرار پائے۔
۱۵۴	۱۸	نہیں ہوسکتا۔	نہیں ہوسکتا تھا۔
۱۵۵	۵	اول اہل کنیسہ	اول یہ کہ اہل کنیسہ
"	۷	کم ہوتی تھی۔	کم نہ ہوتی تھی۔
"	۱۴	جو ملکوں کی	جو غیر ملکوں کی
۱۵۶	۶	لنکن	لِنکَن
"	۱۹	کے ہیں)	کے ہیں)۔
۱۵۷	۱۵	اپنے ذاتی اغراض کے پورا کرنے	آپس کی جنگ
"	"	جنگ	فوج
"	۱۷	تھے اکثر کثیر العیال اشخاص کی پرورش	ہونے سے ہر ایک امیر کے زیر پرورش و اثر اُن کی ایک جماعت رہتی تھی
"	۱۸	کرتے	اور
۱۵۹	۱	کوئی	اب وقت آگیا تھا کہ کسی قسم کی
"	۲	حکومت	حکومت کیوں نہو
"	"	اُس وقت	اور

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۹	۳	حاکم کی	حاکم کی خواہ وہ کیسا ہی مطلق العنان و تندخو کیوں نہو
"	۴	خواہ	بشرطیکہ
"	"	وہ	وہ ہر ایک قسم کی
"	"	اور بغاوت	×
"	۵	صرف	×
"	"	اپنے ارادہ	اپنے مستقل ارادہ
"	"	خواہ وہ کیسا ہی مطلق العناں	×
"	۶	و تندخو کیوں نہو	×
"	"	خاندان لینکیسٹر	چونکہ خاندان لینکیسٹر
"	۷	اور	اِس لئے
"	۱۴	آزاد ہوسکتا تھا۔	آزاد ہوسکتا تھا
۱۶۰	۱	ررسمی	و رسمی
۱۶۱	۷	ہوا کرتی	ہوتی تھی
"	۸ و ۹	ثابت ہوتا۔	ثابت ہوتا تھا۔
"	۱۵	اون کے مالکوں	اُوْن کے مالِکوں
"	۱۹	فرق عظیم آنے لگا	فرق عظیم نظر آنے لگا
۱۶۳	۱۲	انتخاب کرتی	انتخاب کرتی تھی
۱۶۵	۸ و ۹	پروٹیسٹنٹ۔ فرقہ کی	پروٹیسٹنٹ فرقہ کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۵	۱۷	پیورٹن	پیورٹین
۱۶۶	۱۰	اصرار کرتے	اصرار کرتے تھے
"	"	خاطر ہوتی۔	خاطر ہوتی تھی۔
"	۱۹	سوجانے	ہو جانے
۱۶۷	۴	لڑائیاں)	لڑائیوں)
"	۱۶	اپیٹ	ایبٹ
۱۶۸	۱۷	دعویٰ نیابت	دعوئ نیابت
۱۶۹	۱۹	کیئے جاتے	کیئے جاتے تھے
"	۲۰	کیا جاتا۔	کیا جاتا تھا۔
۱۷۱	۹	اگر بادشاہ	کہ اگر بادشاہ
"	۳	خوش کردیتی۔	خوش کردیتی تھی۔
۱۷۲	۵	(اس قدر فی ٹن	(اس قدر محصول فی ٹن
"	۹	رضامندی بغیر	رضامندی کے بغیر
"	۱۶	بلحاظ تجارت ملک غیر کے	بلحاظِ تجارتِ ملکِ غیر
۱۷۳	۱۳	حکومت کرتے	حکومت کرتے تھے
۱۷۴	۱۰	رسوم ماکولات	رسوم، ماکولات
"	۱۴	کھیلتے والے	کھیلنے والے
۱۷۶	۱	صدر اسقف کنٹری	صدر اسقفِ کنٹربری
"	"	اسقف لندن	اسقفِ لندن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۶	۱۰	لیٹمر	لیٹیمر
"	۱۲و۱۳	مستغیث بنا پڑ۔	مستغیث بنا پڑا،
"	۱۶	کسی معزول	کسی معتوب
۱۷۷	۲	دیتا تھا	دیتا تھا کہ
"	۱۴	بند کردی گئیں	موقوف کردی گئیں
۱۷۸	۴	اغوا کیا	اغوانہ کیا
۱۷۹	۱۵	کیا کرتی تھیں	کرتی تھیں
۱۸۰	۱۶	ہوا کرتے تھے	ہوتے تھے
۱۸۵	۲۰	اسٹار چیمبر	اسٹار چیمبر،
۱۸۶	۶	کرتی تھیں کہ جو	کرتی تھیں جو
"	۱۹	فوجی جاگیرات کی عدالتیں	جاگیری عدالتیں
۱۸۸	۱	(اعزازی ناظم فوجداری	(اعزازی ناظم فوجداری)
"	۱۰	یہ نظمائے	یہ نظما
۱۸۹	۱	صرف تھی	صرف کرتی تھی
"	۳	میں یہ لامحالہ	میں لامحالہ
"	۴	صاحب خانہ پر	صاحب خانہ سے
"	۵	چیچ ایٹ	چرچ ریٹ
"	۹	پادری اور	متولی پادری اور
۱۹۰	۱۸	آبادی شہر کی	آبادئ شہر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۱	۳	نہ رہی اس	نہ رہی اور اُس
"	۱۳	بلدیات سند یافتہ	شخصیات بلدی
۱۹۲	۹	سزا دی جاتی	سزا دی جاتی تھی
۱۹۳	۱۷	ہونے کے خواہش	ہونے کی خواہش
"	۱۸	بادشاہ کی	بادشاہ کے
"	"	ہونے کے	ہونے کی
۱۹۴	۸	اعتدال یسند	اعتدال پسند
"	۱۷	بجز وصول کی	بجبر وصول کی
"	۱۸	بحیثیت نایب	بحیثیتِ نائب
۱۹۵	۲۰	(استحالہ	(استحالہ)
۱۹۶	۲	(صلوۃ نصاری)	(صلوٰۃ نصاریٰ)
"	۸	زیادہ قرق	زیادہ فرق
۱۹۷	۶	تیلاتے تھے۔	تبلاتے تھے،
"	۸	لیڈی جین گرے	لیڈی جین گرے
۱۹۸	۱۸	صلوۃ	صلوٰۃ
۱۹۹	۴	فرقہ پیورٹن	فرقہ بیوریٹن
"	۸	اور جرمنی	اور جرمنی کے
"	۱۲	مذموم تھے	مذموم تھے۔
۲۰۰	۴	وٹ گفٹ	وِٹ گِفٹ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۰	۲۰	تجویز ہوتی ۔	تجویز ہوتی تھی ۔
۲۰۱ فٹ نوٹ	۴	حلف کی قسمیں ہیں	حلف کی قسمیں ہیں ۔
۲۰۲	۸	شریک ہوا کرتے تھے	شریک ہوتے تھے
"	۱۲	ان سے عام کا	اُن سے علوم کا
"	۱۷	خدمت میں	خدمتیں
۲۰۳	۱۶	تقلید کیا کرتا تھا	تقلید کرتا تھا
۲۰۴	۸	قوم کی	اگرچہ قوم کی
۲۰۸	۱۰	غیر محذود	غیر محدود
"	"	بن گئے تھے ۔	بن گئے تھے
۲۰۷	۱۷	بنا دیا تھا	بنا دیا تھا ۔
۲۰۸	۸	مصر سمجھتا ہے	مصر ہے جسکو یہ غیر منتظم سمجھتا ہے
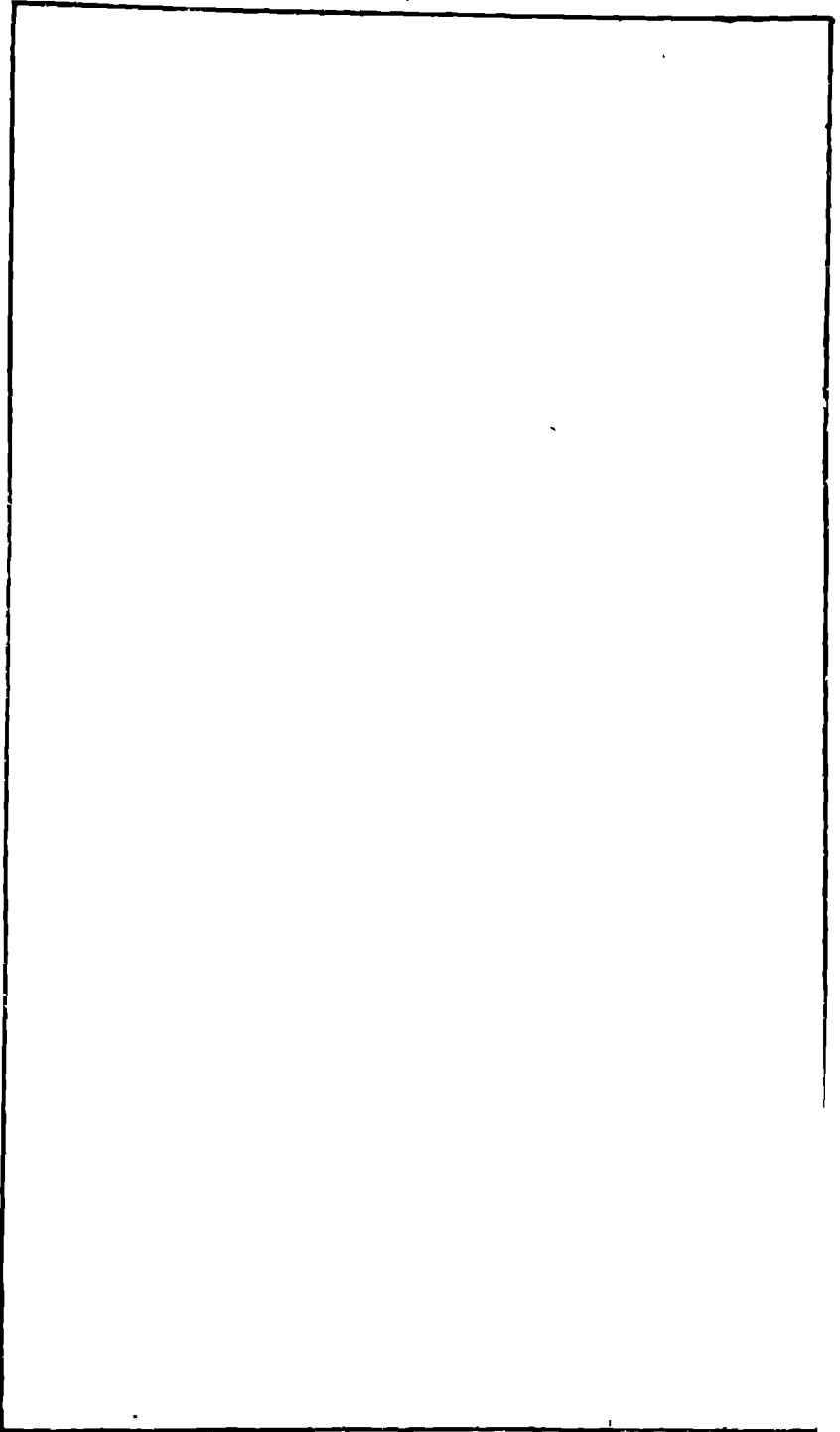
تاریخ دستوری

باب اوّل

مبادیات تاریخ دستور انگلستان ۔ سنہ ۴۵۰ - ۸۲۹ء

تمہید ۔ انگل ۔ جوٹ اور سیکسن قوموں کی سکونت برطانیہ سے تاریخ دستور انگلستان کی ابتدا ہوتی ہے ۔ سنہ ۴۵۰ء اور سنہ ۶۰۰ء میں یہ قبیلے جن کا وطن مالوف جرمنی تھا سمندر کو عبور کرکے اِس جزیرہ میں وارد ہوئے ان کے پہلے انگلستان میں برٹن (Britons) آباد تھے اور ملک تین سو سال سے زیادہ رومۃ الکبریٰ کے زیر نگیں رہ چکا تھا جس کے سبب سے اگر کل باشندوں پر نہیں تو بعض پر ضرور رومی تمدن و تہذیب کا اثر ہوا ہوگا ۔ ازبسکہ رومی سلاطین کے لئے برطانوی مقبوضات کی نگہداشت نہایت دشوار ہوگئی تھی اس لئے انھوں نے سنہ ۴۱۰ء کے پہلے ہی سے ملک سے اپنا قبضہ اٹھالیا تھا اور برٹن کو بے کوشش

و زحمت آزادی مل گئی لیکن مدّتوں غیر قوم کے محکوم رہنے سے وہ اس قابل نہیں رہے تھے کہ رومی تخلیہ کے بعد ملک میں اپنی حکومت قائم کرتے یا جرمنوں کی دست بُرد سے اس کو بچا سکتے +

اہلِ برطانیہ اور یہ جرمن قبیلے (جوٹ انگل اور سکسن) ملک گیری کے لئے ڈیڑھ سو سال تک جنگ آزمائی کرتے رہے بالآخر جزیرہ برطانیہ کا سب سے زیادہ زرخیز اور وسیع حصہ جرمنوں کے ہاتھ آگیا۔ ان طویل اور خونریز لڑائیوں میں اکثر برٹن تلوار کے گھاٹ اُتارے گئے اور بہت سے مغربی اضلاع کی طرف فرار ہوگئے اور جن سے ترکِ وطن نہ ہوسکا غلام بنالئے گئے۔ ملک کے جن حصوں پر حملہ آوروں کا قبضہ ہوگیا وہاں سے برٹن کے ادارات سیاسی مٹکر (اُن کے عوض سیکسن ادارات قائم ہوگئے۔ فتحیاب قوم کے ادارات سیاسی کی نوعیت وہیئت دوسرے جرمن قبیلوں کے ادارات کے مماثل و مشابہ تھی۔ اس لئے اگر کسی شخص کو انگریزی دستور کے اساس و بنیاد کے مطالعہ کا شوق ہو تو اس کو چاہیئے کہ جرمنوں کے قوانین و رواجہائے قدیمہ کی کتابوں کی سیر کرے۔ اس زمانہ میں بھی ایسی کتابیں نایاب نہیں ہیں[1] +

---

[1] امور ذیل کی نسبت رایوں کا اختلاف ہے:۔

(۱) جن اضلاع پر جرمن حملہ آور قابض ہوگئے تھے ان میں کس حد تک برٹن کا استیصال ہوا۔

(۲) فتح کامل کے بعد آزاد اور غلام باشندوں کی تعداد میں کیا نسبت تھی۔

(۳) سیکسن انگریزوں کا طریقہ زمینداری فی زماننا ان قدیم مسائل کی حقیقت دریافت کرنا ناممکن ہے اور اس مقام پر انکے متعلق بحث کرنی بھی منظور نہیں۔ اس کتاب میں جو کچھ انکی نسبت بیان کیا گیا ہے وہ اکثر مورخین کا مقبولہ و مسلمہ ہے۔

جرمنوں کے ادارات قدیمہ۔اس زمانہ میں جس کی ہم تاریخ لکھ رہے ہیں اہل جرمنی اسقدر جاہل و وحشی تھے کہ کسی جرمن نے حالات قومی کی کوئی کتاب تک تصنیف نہیں کی بلکہ ان کے تاریخی حالات کا پتہ دو فاضل رومی مصنفوں کی تالیفات سے چلتا ہے ان میں کا پہلا تو مشہور جنرل و مدبر **جولیس سیزر** ہے جس کی کتاب **کمنٹریز** (تفسیر) **یا میمائرز** (تذکرہ) میں ان کے تفصیلی حالات و واقعات موجود ہیں۔ دوسرا مصنف **کارنیلیس ٹیسی ٹس** ہے جس کی کتاب "جرما نیا" (تاریخ جرمنی) میں صرف ملک جرمنی اور اس کے باشندوں کا حال مرقوم ہے۔ان مورخین کا بیان ہے کہ اہل جرمنی بے تہذیب بدخلق خونخوار اور جاہل تھے اور ان کی غذا عموماً دودھ اور گوشت تھی۔زراعت میں سستی کرتے تھے۔ ان کے ہاں زمین ان کی کاشت کی ضرورتوں سے زیادہ تھی اور قبیلوں کے سردار وقتاً فوقتاً نئے نئے قطعات زمین جمہور کو دیا کرتے تھے لیکن ان کا عزیز مشغلہ جنگ تھا؛

جرمنوں کے مدارج قومی۔ ہر ایک جرمن قبیلہ احرار اور مملوک پر مشتمل ہوتا۔ مملوک کی دو قسمیں تھیں پہلے قسم کے غلاموں کے ہاں ذاتی مکان اور اہل و عیال ہوتے اور وہ اپنے مالکوں کی زمین پر زراعت کرکے پیداوار کا ایک حصہ اُن کو دیا کرتے۔غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس قسم کے غلام تھے جو انگلستان میں **سرف** (Serls) کہلاتے تھے دوسری قسم اُن غیر آزاد لوگوں کی تھی جن پر حقیقی معنوں میں غلام کا اطلاق ہوسکتا ہے

طبقۂ احرار کی بھی دو قسمیں تھیں جن میں بعض امرا اور اکثر عوام ہوا کرتے۔ امرا کو بڑی بڑی زمینیں (جاگیریں) ملا کرتیں اور سرداری قبیلہ کے انتخاب کے وقت اُنہی کو ترجیح دی جاتی ہر ایک آزاد آدمی کو کچھ نہ کچھ اقتدار سیاسی حاصل رہتا اور جب اُس کی قابلیت ثابت ہوتی تو اُس کا کسی بڑے عہدہ پر تقرر کیا جاتا۔ سرداروں کے زیر اثر و پرورش وابستگان دولت کی وفا شعار جماعتیں ہوتیں جو جنگ میں ان کے کام آتیں؛

جرمن قبیلوں کی تنظیم سیاسی۔ بعض جرمن قبیلوں میں بادشاہ ہوتے اور بعضوں کے ہاں جیسا کہ سیکسن انگریزوں کی ترکِ وطن سے پہلے حالت تھی بادشاہ نہیں ہوا کرتے تھے جن قبیلوں کے ہاں بادشاہی رائج تھی وہ عموماً خاندان امرا سے کسی کو اپنا بادشاہ بنالیتے اور جن قبیلوں میں اس کا رواج نہ تھا اُن کی اکثر منتخب سرداروں کے زیر حکومت بسر ہوتی اور ایسے سردار کی حکومت کا دائرہ صرف اُس کے ضلع یا حصۂ ضلع تک ہی محدود رہتا اور اس قسم کے قبیلہ میں لڑائی کے وقت ایک رہبر کا انتخاب کرلیا جاتا۔ ازبسکہ ان قبیلوں میں بادشاہ اور سردار محتاج انتخاب ہوتے اِس لئے ان کی حکومت خود مختار نہ ہوتی بلکہ ان کے اختیارات مجلس قبیلہ کے اختیارات کے تابع ہوتے تھے۔ ہرایک آزاد شخص کو اس مجلس میں شریک ہونے کا حق ہوتا اور اہل قبیلہ کے تمام ضروری مسائل اور اہم معاملات اس میں فیصل ہوتے یہی مجلس بادشاہوں اور سرداروں کا انتخاب کرتی اسی میں سنگین

جرائم کی تحقیقات ہوتی اور یہیں مسائل جنگ و صلح کا تصفیہ ہوتا۔

اثرات فتح برطانیہ۔ ہم اب تک جن ادارات کو بیان کرتے رہے ہیں اُن پر سیکسن انگریزوں کی فتح برطانیہ کے اہم اثرات ہوئے ہیں۔

(۱) **تقسیم زمین**۔ برٹن کی ضبط شدہ زمینات کی نسبت مورخین میں اختلاف ہے۔ تاہم فتح مذکور کے کچھ زمانہ بعد کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جائداد زمینی (غیر منقولہ) کی دو قسمیں تھیں **فوک لینڈ** (Folkland) (زمین جمہوری) اور **بک لینڈ** (Bockland) (زمین سندی اکثر مورخین کا خیال ہے کہ زمین جمہوری قوم (حکومت) کے علاقہ کی زمین تھی اُس کی ضد وہ زمینیں تھیں جو لوگوں کو مشترکاً یا منفرداً حکومت کی جانب سے بذریعۂ سند (کتابچہ) عطا ہوتیں اس لئے وہ زمینات سندی کہلاتیں۔ رفتہ رفتہ اُن زمینوں کو بھی زمینات سندی کہنے لگے جو اصل میں جمہور یعنے قوم و حکومت کی ملک تھیں بہرحال اب طے ہوگیا ہے کہ زمین جمہوری حکومت کی زمین نہ تھی بلکہ وہ زمینیں تھیں جن کو رعایا رسم و رواج کی بنا پر حاصل کرلیتی اور ان کی ضد وہ اراضی تھی جو سند تحریری یا کتاب کے ذریعۂ لوگوں کو عطا ہوتی۔ ہر ایک ریاست میں بادشاہ کی جیب خاص اور خدام دولت کے صلہ حسن خدمت کے اخراجات کے لئے ایک وسیع قطعہ زمین علحدہ کردیا جاتا۔

(۲) **تعلقات مابین جمہور۔** جرمنوں کے مختلف فرقوں کے تعلقات باہمی پر فتح برطانیہ کا ضرور کچھ نہ کچھ اثر ہوا ہے۔ سیکسن انگریز ترک وطن اور سکونت نو کے بعد انگلستان میں جو بہ نسبت جرمنی کے زیادہ زرخیز اور بہتر ملک تھا اپنے ہموطنوں سے زیادہ مالدار ہوگئے اور ایسا ہی ان کے ملک و املاک میں بھی باہمی بہت تفاوت تھا۔ اکثر برٹن فتحمند قوم کے غلام بن جانے سے غیرآزاد باشندوں کی تعداد میں اضافہ ہوا لیکن اُن جرمنوں کے قومی مدارج میں جو برطانیہ میں آباد ہوگئے تھے کوئی تغیر نہیں ہونے پایا اور اس بارے میں اُن کی وہی حالت رہی جو ان کے اصل وطن جرمنی میں تھی۔

(۳) **آغاز شاہی۔** سیکسن انگریزوں کے وطن قدیم میں شاہی کا رواج نہ تھا سکونت انگلستان کے بعد ان قوموں کو سالہا سال جنگ کرنی پڑی ازبسکہ قوم کے اتحاد و یکدلی کے بغیر جنگ کامیابی کے ساتھ جاری نہیں رہ سکتی اور کوئی ناشائستہ و جاہل قوم اتحاد و یکدلی بلا صدارت بادشاہ حاصل نہیں کرسکتی اس لئے یہاں آنے کے بعد ان لوگوں نے اطاعت شاہی اختیار کرلی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے بعض ایسے قبیلے جن کو زمانۂ امن میں بادشاہ کی ضرورت نہیں ہوتی تھی وہ بھی اب بادشاہ کا تقرر بذریعۂ انتخاب کرنے لگے۔ ان کے طولانی اور خوں ریز جدال قتال کے سبب سے ان کو اس قسم کے جنگی سردار مقرر کرنے کی صدیوں تک ضرورت رہی۔ اس طرح سے ابتداءہی

میں سرداری مبدل بہ شاہی ہوگئی۔

انگریزوں کا تبدیل مذہب کرنا۔ آگسٹائن ولی (St. Augustine) کے ورود **کینٹ** (Kent) سے جو ۵۹۶ء میں واقع ہوا انگریزوں نے مسیحی مذہب اختیار کرنا شروع کیا۔ ملک کے تبدیل مذہب کرنے میں تقریباً ایک صدی گزر گئی۔ دین مسیحی کا تاریخ دستوری پر بہت بڑا اثر ہوا ہے۔

(۱) **شائستہ دنیا کے ساتھ تعلقات۔** سیکسن انگریزوں کا جرمنوں کے سب سے زیادہ جاہل و ناشائستہ قبیلوں میں شمار تھا۔ ازبسکہ برٹن خود شائستہ و ذی علم نہ تھے ظاہر ہے کہ اس نئے ملک میں ان لوگوں نے قوم مغلوب سے کیا خاک تہذیب و شائستگی سیکھی ہوگی اور اگر یہ اپنے شرک پر اڑے رہتے تو مدتوں ان کی وحشت و جہالت دفع نہ ہوتی۔ اسی لئے ان کے عیسائی ہو جانے سے ان کا شمار مہذب و شائستہ قوموں میں ہونے لگا ان میں اور دوسری عیسائی قوموں میں ربط پیدا ہوگیا۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ان کے قوانین اور ادارات (براعظم) یورپ کے قوانین و ادارات سے متاثر ہوئے۔

(۲) **اتحاد قومی میں ترقی۔** مذہب کے بدل جانے سے اہل انگلستان کی یک جہتی میں دو طرح کی بیّن ترقی ہوئی (۱) ایک ہی مذہب کے پیرو ہوجانے سے ان میں سابقہ منافرت باقی نہ رہی۔ گو تقسیم ملک اور حکومت کے لحاظ سے انگریزوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں ایک دوسرے سے علیحدہ تھیں اور آئے دن آپس میں لڑتی رہتیں لیکن

ہر ایک ریاست کے باشندوں کے نزاعات باہمی میں ان کے عیسائی ہونے کے سبب سے خواہ وہ برائے نام ہی عیسائی کیوں نہ ہوئے ہوں اختلاف ضرور کم ہوگیا ہوگا۔ (۲) گو انگریزوں سے پہلے برٹن نے دین مسیحی اختیار کرلیا تھا لیکن انھوں نے سیکسن انگریزوں کو عیسائی بنانے کی کوشش نہیں کی حتّیٰ کہ قوم پکٹ (Piots) کو جو شمالی انگلستان میں آباد تھی آیرستان کے پادریوں (کے وفد) نے عیسائی بنایا اور انگریزوں نے بھی انھی سے دین مسیحی کو سیکھا۔ مگر جب آیرستان کے پادریوں نے رومی پادریوں کے مقابلہ میں اشاعت دین میں ہمت ہار کر اپنا کام بند کردیا تو رومی پادریوں کے بجائے انگریز پادریوں نے اشاعت مذہب کا کام اختیار کرلیا۔ اس طرح سے انگریزوں کی ایک علیٰحدہ قوم بن گئی اور اُن میں اور اُن کی ہمسایہ قوموں میں فرق نظر آنے لگا +

آیرستان کے پادریوں کو رومی پادریوں سے شکست پاکر زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ تھیوڈر ٹارسیسی (Theodore of Tarsus) کے ہاتھوں جو کنٹربری کا صدر اسقف تھا حکومت کلیسا کی ترتیب وتنظیم عمل میں آئی تھیوڈر اسی شہر سے آیا تھا جو ولی پولوس (St. Paul) کا مولد ہے ۶۶۸ء میں صدر اسقفی پر تقرر ہوتے ہی اوس نے بغرض انتظام انگلستان کی تقسیم مختلف حلقوں میں کردی اور انھیں اساقفہ کے ماتحت کردیا اور حکم دے دیا کہ معاملات کلیسائی کو اساقفہ بذریعۂ بحث و مشورہ انجام دیا کریں جن کی تکمیل کے لئے

اُن کو لازم تھا کہ سال میں ایک مرتبہ ایک جگہ جمع ہوں۔ اس طرح ابتدا سے کل ملک پر ایک ہی حکومت کلیسا قایم ہوگئی مگر پورے انگلستان کو ایک ہی حکومت سیاسی کے تابع بنانے میں صدیاں گزر گئیں۔ چونکہ مختلف ریاستوں کے باشندے امور کلیسا کے انتظام میں شریک ہوتے تھے اِس لئے انگریز مل کر کام کرنے کے پہلے سے ہی عادی ہوگئے۔

(۴) پادریوں کا اثر و اقتدار۔ انگریزوں کے زمانہ شرک میں ان کے مذہبی پیشواؤں کے کچھ بھی اختیارات سیاسی نہ تھے لیکن ان کے عیسائی ہونے کے بعد پادریوں نے تھوڑی ہی مدت میں اقتدار سیاسی حاصل کرلیا۔ ان کے مقدس پیشہ کے سبب سے وہ لوٹ مار سے محفوظ رہتے اور بادشاہوں اور امرا سے انھیں جاگیریں ملا کرتیں اور عوام ان کی خاطر تواضع کرتے۔ اس لئے وہ بہت جلد دولتمند ہوگئے۔ علم و فضل اور لاطینی زباں دانی کے باعث یہ لوگ اپنے زمانہ کے علوم کے خزانہ دار متصور ہوتے تھے قانون کے علم و عمل سے یہ واقف اور انگریز جاہل تھے تبدیل مذہب کے زمانہ سے اُس وقت تک جو "عہد اصلاح" (The Reformation) کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے امور سلطنت کو پادری ہی انجام دیا کرتے تھے

انگل سکینی ریاستوں کا الحاق باہمی۔ ایک اور تغیر جس کا بہت گہرا اثر انگریزی قبیلوں کے ادارات پر ہوا یہ تھا کہ ان کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں آپس میں مل کر ایک سلطنت ہوگئیں

(۱) ابتداءً ملک میں اکثر چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں اس کا سبب یہ تھا کہ انگلستان کو کسی ایک بڑے لشکر نے نہیں بلکہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے فتح کیا تھا مدتوں ان چھوٹی جماعتوں اور برٹن میں جنگ ہوتی رہی اور دوسرے فریق کے مغلوب ہونے کے بعد سالہا سال یہ آپس میں لڑتی رہیں۔

(۲) **حکام برطانیہ**۔ ان طویل لڑائیوں میں یکے بعد دیگرے ان میں کی ایک ایک ریاست دوسروں سے زیادہ قوی ہوتی گئی اور ان ریاستوں کے بادشاہوں میں جو سب سے زیادہ مقتدر ہوتا بریٹ والڈا (Bretwalda) حاکم برطانیہ) کھلاتا۔ اس قسم کے سات حاکموں کا تاریخ میں پتہ ملتا ہے ان میں کے چار تو کینٹ۔ مشرقی انگلیہ۔ نارتھمبریا اور مرسیا کے بادشاہ تھے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ایک بھی حاکم برطانیہ سارے انگلستان اور اہل انگلستان کا بادشاہ بنا ہوگا اس لئے کہ دوسری ریاستیں بھی اپنے اپنے بادشاہوں کے زیر حکومت جاری رہیں اور ان کے قوانین و رسوم میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہونے پایا مگر زمانۂ جنگ میں یہ ریاستیں سب سے زیادہ مقتدر بادشاہ کے حکم کے تابع ہوتیں اور یہی اُن کی محکومیت تھی۔ اس پر بھی ان میں کی بڑی ریاستیں اس عارضی صدارت کو زیادہ دنوں قائم نہ رکھ سکیں

(۳) **ریاست ویسیکز کی صدارت**۔ اس کشمکش میں بالآخر سلاطین ویسیکز (Wessex) ہی کل انگلستان کو محکوم بنانے

میں کامیاب ہوئے جب ۸۰۲ء میں اگبرٹ (Egbert)
یہاں کا بادشاہ ہوا تو اہل مرسیا اور نارتھمبریا نے اس کی
اطاعت قبول کی اور جس حیثیت کی صدارت سابق کے
"حکام برطانیہ" کو ملا کرتی تھی اس کو بھی ملی ۔ اس کے
عہد میں بھی قدیم چھوٹی ریاستیں شاہان کم مرتبہ کے زیر
حکومت رہیں۔ اس قسم کے سلاطین قدیم شاہی خاندانوں
کی یادگار ہوا کرتے۔ باوصف ان سب اسباب اِتحاد و
یک جہتی کے انگلستان کی مختلف قومیں اس وقت تک
نہ تو ایک ہوئیں اور نہ ملک ایک ہی بادشاہ کے زیرنگیں آیا
جب تک کہ قوم ڈین (The Daues) نے مرسیا اور
نارتھمبریا کو اپنی یورشوں سے تباہ و مغلوب نہ کردیا اور
ان علاقوں کو شاہ الفریڈ کے جانشینوں نے لڑکر اُن سے
دوبارہ حاصل نہ کرلیا۔ اس احسان کے انگریز آج تک ممنون ہیں

باب دوم

سیکسن انگریزوں کا دستور سلطنت

تمہید۔ اگر کسی اجنبی سے دستور انگلستان کے بیان کی ضرورت ہو تو حکومت قومی' بادشاہ' بیوت پارلیمنٹ' وزرا اور قضاۃ کے ذکر سے ہم کو ابتدا کرنی چاہیئے اس کے بعد ہمارا فرض ہوگا کہ ہم ملک کی حکومت مقامی یعنے اضلاع اور پیرش[1] اور بلدیات والے شہروں کی حکومتوں کو بیان کریں۔ لیکن **الفریڈ** اور **ایتھلسٹن** کے زمانہ کے دستور کو بیان کرنے کے لئے اس قاعدہ کو پلٹ دینا بہتر ہے یعنے پہلے اداراتِ مقامی کا ذکر کریں اور آخر میں حکومت قومی کا۔ مقامی ادارات سے ابتدا کرنے کی خاص وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ادارے مملکت انگلستان سے بھی پہلے کے ہیں۔ شروع ہی سے پورا ملک جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا ہے کسی ایک خاص حکومت کے زیر اثر نہیں تھا بلکہ برطانیہ کے مختلف حصوں کو خودمختار سرداروں نے فرداً فرداً فتح کیا تھا۔ اِس لئے ملک کے مختلف

---

[1] پیرش کے متعلق ضمیمہ میں شرح کردی گئی ہے ۱۲

حصوں میں مختلف قسم کے ادارات سیاسی تھے۔

دوسرا یہ سبب بھی ہے کہ اُس زمانہ میں جس کی ہم تاریخ لکھ رہے ہیں ادارات مقامی دوسرے اداروں سے زیادہ ضروری سمجھے جاتے تھے۔گو وہ سب جرمن قبیلے جو انگلستان میں بس گئے تھے حکومت خود اختیاری کے شایق تھے اور اِن میں کا ہر ایک آزاد آدمی امور ملکی میں شریک ہونے کو مقتضائے فطرت انسانی خیال کرتا تھا لیکن اس کو امور ملکی کی بہ نسبت اپنے ضلع کے معاملات کی زیادہ پروا ہوتی تھی جن امور کا تعلق اُس کی روزانہ زندگی سے ہوتا اُن کا تصفیہ اُس کے ضلع کی مجلس میں اس کے ہمجنسوں اور ہم پایہ لوگوں کے مشورہ و اعانت سے ہو جاتا اس لئے قومی کاروبار بادشاہ اور اس کے مشیرانِ خاص کے لئے چھوڑ دیا جاتا اور اسی سبب سے اہل دولت کے سوا دوسروں کے لئے اِس بڑی سلطنت کے امور میں شریک ہونے کا موقع نیابتی پارلیمنٹوں کے قایم ہونے سے پہلے ناممکن تھا۔

ادارات مقامی موضع۔سیکسن انگریزوں کی سلطنت کا سب سے چھوٹا حصۂ ملک جس کی حکومت خود اختیاری ہوتی **ٹون شپ** (Township) موضع کہلاتا تھا۔موضع اندنوں بھی باقی رہگیا ہے لیکن حسب ضرورت کبھی تو وہ موضع اور کبھی **پیرش** کہلاتا ہے فتح برطانیہ کے دوران میں ان موضعوں کی بتدریج اور مختلف طریقوں سے بنا ہوئی ہے۔کبھی ایک قطعۂ زمین پر ایک ہی

خاندان کے لوگ اپنی خوشی سے سکونت اختیار کرتے اور کبھی کوئی سردار اپنے تابعین کو اس طرح کا قطعۂ زمین عطا کرتا اور کبھی کوئی بڑا امیر اپنے محکوم لوگوں اور غلاموں سے اس قسم کے موضعے اپنے علاقہ میں آباد کرتا۔ بہرحال موضع کی کسی نہج سے بنا ہوئی ہو، دستورحکومت کے لئے اس کا وجود تین طرح سے مفید تھا۔

(۱) **زرعی برادری**۔ اس مضمون پر لایق اہل قلم نے بہت خامہ فرسائی کی ہے لیکن ابھی تک بہت سی باتیں تحقیق طلب ہیں۔ ہاں اس قدر دریافت ہوا ہے کہ ہر ایک موضع میں زمین کا کچھ حصہ جانوروں کی چراگاہ کے لئے اور کچھ حصہ مشترک کاشت کے واسطے مختص کردیا جاتا اور اُن کے متعلق ہر ایک موضع کا خاص قانون نافذ ہوتا۔ انگلستان کے اکثر حصوں میں جو وسیع سبزہ زار پائے جاتے ہیں وہ انہی مشترکہ چراگاہوں کی یادگار ہیں۔

(۲) **سب سے چھوٹا رقبۂ حکومت**۔ موضع کے باشندے مہینہ میں ایک مرتبہ اپنے موضع کی مجلس کا عام جلسہ کرتے اور اس میں خاص مقامی قانون بنایا جاتا اور معمولی نزاعوں کا فیصلہ ہوتا نتظم اور دوسرے عہدہ داران موضع اور ان لوگوں کا جو ان موضعوں کے تعلقہ اور ضلع کی مجلسوں میں نیابت کرتے اسی میں انتخاب ہوتا۔ لیکن اکثر موضعے بالکل معمولی قریئے تھے اس لئے ہم یقین سے نہیں بتاسکتے کہ ان میں مکمل نظم و

نسق بھی تھا یا نہیں۔

(۳) **حکومت کلیسا کا ایک حصہ**۔ حکومتِ کلیسا کے لحاظ سے انگلستان کی تقسیم بتدریج مختلف **پیرشوں** میں ہوئی اور انگریزوں کی تبدیل مذہب کے صدیوں بعد تک ان علاقوں کے مکمل حدود قایم ہونے نہیں پائے تھے۔ لیکن جنوب انگلستان میں جب کبھی **پیرش** بنایا جاتا تو اس کا رقبہ اسی قدر ہوتا جس قدر زمین پر موضع بسا ہوتا۔ بہر حال یہ مقولہ بھی مستثنیات سے خالی نہیں مگر شمالی انگلستان کی یہ کیفیت نہ تھی۔

شہر۔ ازبسکہ موضع بالکل زرعی ہوتا تھا اس لئے اس زمانہ کے لحاظ سے اُس کو شہر نہ سمجھنا چاہیئے۔ اُس زمانہ میں انگلستان کی آبادی کم تھی اور انگریز شہروں میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے اس لئے انھوں نے رومی بناکردہ شہروں کی سکونت ترک کرکے موضعے بسائے اور شہر کچھ تو ترکِ سکونت کے سبب سے اور کچھ معرکہ آرائیوں کی وجہ سے کھنڈر ہوگئے تھے مگر جب ملک میں امن قائم ہوا تو اہلِ ملک کو شہر بنانے کا فطرتًا خیال پیدا ہوا۔ بعض رومی شہروں میں کچھ لوگ رہ گئے تھے اور بعضوں میں جو بالکل خالی ہوگئے تھے ازسرنو سکونت اختیار کی گئی۔ ان کے سوا دوسرے نئے شہر نئے مقامات پر بنائے گئے لیکن اکثر اُن شہروں کی حیثیت اس زمانہ کے انگریزی قریوں سے زیادہ نہ تھی۔

اور نہ آجکل کے لحاظ سے اُن میں کا ایک شہر بھی بڑا اور شاندار تھا۔ اندنوں شہروں اور بلاد کے ساکنین اُس زمانہ کے تمام باشندگانِ انگلستان سے تعداد اور اختیارات میں کہیں زیادہ ہیں مگر سیکسن، انگریزوں کے زمانہ میں شہریوں کی قوت (سیاسی) گھٹی ہوئی تھی۔ شہر اور موضع کا ایک ہی انتظام تھا۔ سیکسن انگریزوں کے شہروں میں ایک عہدہ دار موسوم بہ جے ریفا ہوتا تھا جس کو پورٹ جے ریفا بھی کہتے تھے (مشتق از لغت لاطینی پورٹا بمعنی در یعنے نگھبان در بمعنی دربان۔ یعنے ناظر موضع۔

(i e. Port-reeve = Lat Porta Port = Jerefa& Jerefa)

ہر ایک شہر میں چراگاہ عام ہوتی تھی بعض شہروں میں اس طرز کی قدیم چراگاہیں ابھی تک موجود ہیں مثلاً آکسفورڈ کا پورٹ میڈو (Port Meadow ot Oxtord)

حصۂ ضلع تعلقہ۔ انتظامی اغراض سے انگلستان کی مختلف حصوں میں تقسیم کی گئی تھی۔ ملک کا ایک معقول حصہ جس میں متعدد مواضع واقع ہوں ہنڈریڈ (Hundred) تعلقہ یا حصۂ ضلع) کھلاتا۔ ہنڈریڈ کا نام ابھی تک باقی ہے چنانچہ ضلع بکنگھم میں چلٹن ہنڈریڈز (The Chittera Hundreds in Buckinghamshire) اور ضلع مڈل ایکزیں آئل ورتھ کا ہنڈریڈ (The Hundred of Isleworth in Middlese) موجود ہیں۔

قانون داں لوگوں کا خیال ہے کہ ہنڈریڈ کا نام اس لئے باقی رھگیا ہے کہ اگر بلوے میں کسی شخص کے مکان یا جائداد

منقولہ کو ضرر پہونچے تو فریق متضرر ہنڈریڈ کے مقابل ہرجہ کی نالش پیش کرسکتا ہے اور تعلقہ کی حیثیت ایک شخصیہ (یعنے کمپنی یا بلدیہ) کی سی ہو جاتی ہے۔ قدیم سے یہ عمل درآمد چلا آرہا ہے ورنہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ سوائے اس ایک کے دوسرے معاملات میں ہنڈریڈ کا نام تک سننے میں نہیں آتا۔ فی زمانا شاذونادر ہی انگریز اس بات سے واقف ہوں گے کہ وہ کس ہنڈریڈ میں رہتے ہیں۔ لیکن سیکسن انگریزوں کے وقت میں ہنڈریڈ کو اچھی خاصی حکومت خود اختیاری حاصل تھی۔ اب سراغ نہیں ملتا کہ ان تعلقات کا ابتدا میں کیوں کر وجود ہوا البتہ ان کا نام سب سے پہلے توانین شاہ ایڈگر (۹۵۷-۹۷۵ء) میں پایا جاتا ہے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ عہد ایڈگر کے صدیوں پہلے یہ تعلقے جن کا طول و عرض یکساں نہ تھا ملک میں موجود تھے۔ عجب نہیں کہ ہنڈریڈ اس حصہ ملک کو کہتے ہوں جس پر ابتدا میں ایک سو جرمن نبرد آزما قابض ہوئے ہوں گے۔ انگلستان کے بعض حصوں میں اس قسم کی ذیلی تقسیم ارضی کو وارڈ یا ویپن ٹیک (Wardor Wapentake) بھی کہتے تھے۔

مجلس تعلقہ کا مہینے میں ایک مرتبہ انعقاد ہوتا تھا۔ اس کے اراکین حسب ذیل اشخاص ہوتے تھے۔ ذیقدر مالکان زمین یا ان کے معتمدین ہر ایک موضع کے نائبین میں سے اُس موضع کا پادری اور منتظم اور چار لایق وسنجیدہ اہلِ موضع

جو اس غرض کے لئے منتخب ہوتے تھے۔ اس میں دیوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت و تحقیقات ہوتی تھی۔ گو سب حاضرین (ارکان) عدالتی کام کے اہل سمجھے جاتے تھے تاہم اگر سب سے یہ کام لیا جاتا تو قضاۃ کی کثرت سے کام خراب ہوتا اس لئے ان میں سے صرف بارہ آدمیوں کو منتخب کرکے محکمۂ عدالت بنایا جاتا تھا۔

ہر ایک تعلقہ ایک حاکم کے ماتحت ہوتا جس کا تقرر بذریعہ انتخاب عمل میں آتا اور یہ **ہنڈریڈمین** یا **ہنڈ ریڈز۔ ایلڈر** (Houndredman or Hundreds-Ealdor) **تعلقدار** کہلاتا تھا۔

ضلع۔ ضلع کی بنیاد مختلف وقتوں میں مختلف طریقوں سے ہوتی ہے۔ ان میں بعض ابتدا میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں جو بعد میں محکوم ہوگئیں۔ چنانچہ **کینٹ سسیکز سرے مڈل ایکز** اور **ایسیکز** اس طرح کی خودمختار ریاستیں تھیں۔ اور بعض ان میں کی قدیم زمانہ کی بڑی ریاستوں کے حصے تھے مثلاً **نارفک** اور **سفک** جو ریاست **ایسٹ انگلیا** کے شمالی اور جنوبی حصے تھے اور اس لئے انگلستان حالیہ کے شمالی اور متوسط اضلاع اور قدیم زمانہ کے **مرسیا** اور **نارتھمبریا** کے ضلعوں میں بہت فرق پایا جاتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جب دسویں صدی میں قوم ڈین کو شکست ہوکر حکومت وقت کا **مرسیا** پر قبضہ ہوا تو اس نے

اُس کی ضلع بندی عمل میں آئی مگر یارک صرف ایسا ضلع ہے
جس کا موجودہ رقبہ اور حیثیت وہی ہے جو فتح نارمن کے
پہلے سے چلی آرہی ہے۔ لنکاشائر (ضلع) بارھویں صدی کے
پہلے نہیں بنا تھا۔ ہر ایک ضلع میں متعدد تعلقے (ہنڈریڈ) ہوتے تھے
مثل تعلقہ کے ضلع کی بھی مجلس نام ہوتی تھی۔ جس کا سال میں
دو مرتبہ اجلاس ہوتا تھا۔ اس میں تمام ذی وجاہت مالکان زمین
اور عہدہ دارانِ شاہی اور نائبینِ مواضع شریک ہوتے تھے مجلسِ
مذکور کو دیوانی اور فوجداری دونوں قسم کے مقدمے سماعت
کرنے کا اختیار ہوتا تھا۔ مگر عدالتی کام بارہ معزز اور واقف کار
ارکان کے تفویض کیا جاتا تھا۔ ضلع کے افسر اعلیٰ کا لقب
ایلڈرمین (Ealdorman or Alderman) صاحب ضلع ہوتا تھا۔
جس کا انتخاب مجلسِ ضلع سے نہیں بلکہ مجلس قومی سے ہوتا تھا۔
بالآخر یہ عہدہ موروثی ہوگیا تھا۔ عموماً ایلڈرمین اُن شاہی
خاندانوں سے ہوتے تھے جبکہ ملک میں اِن اضلاع کے نام سے
چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں موجود تھیں۔ صاحب ضلع اور
ضلع کا پادری دونوں مجلس ضلع میں اجلاس کرتے تھے۔ پہلا شخص
قانون ملکی اور دوسرا قانون مذہبی کی تعمیل کراتا تھا لیکن مجلس
مذکورہ کا میر مجلس شائر ریف یا شیرف (Shire-reeve or Sheriff)
نائب شاہ ہوتا تھا جس کو بادشاہ زمینات شاہی کی
نگہداشت اور ملک کو قانون کا پابند بنانے کی غرض سے
مقرر کرتا تھا۔ اس زمانہ میں مستقل فوج کا رواج نہ تھا بلکہ جنگ

کے وقت ہر ایک ضلع کا **ایلڈرمین** وہاں کے جنگ آزما (اہلِ سیف) باشندوں کی عارضی فوج تیار کر کے خود اِن کا افسر ہوتا تھا۔

حکومت قومی۔ انگلستان کے ایک ہوجانے کے بعد اس کی حکومت قومی کی عنان بادشاہ اور **وائٹن** (The Witan) (مجلس عقلا) کے ہاتھوں میں رہی۔

بادشاہ کا کس طرح تقرر ہوتا تھا۔ اس کتاب کے باب اول میں بیان کیا گیا ہے کہ جرمنوں میں بادشاہ کا انتخاب ہوا کرتا لیکن اس کام کے لئے امرا کے خاندانوں کو ترجیح دیجاتی تھی لیکن انگریزوں کے دور میں بھی مدتوں اس طریقہ پر عمل ہوتا رہا مگر آخر میں شاہی موروثی ہوگئی اور بادشاہ عموماً ایک ہی خاندان سے منتخب ہونے لگا۔ پھر بھی شاہی کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کیا جاتا جو بلحاظ عمر و دیگر صفات اُس خاندان میں سب سے اچھا ہوتا تھا۔ اس طرح **الفریڈ** کو اس کے عمزاد بھائیوں پر جو **شاہ ایتھلریڈ** کے بیٹے تھے ترجیح دی گئی۔ جرمن بادشاہونکا انتخاب اُن کے آزاد باشندوں کی مجلس عام کی جانب سے ہوا کرتا تھا گو انگلستان میں یہ طریقہ اصولاً صحیح مانا گیا تھا لیکن عمل اس کے خلاف ہوتا تھا اس لئے کہ یہاں بھی بادشاہ کو مجلس عقلا انتخاب کرتی تھی لیکن اس مجلس میں ملک کے کل آزاد باشندوں کے بجائے صرف وہی لوگ حاضر ہوتے جو اُس میں شریک ہونے کے قابل اور

رضامند ہوتے تھے۔

ترویج دین مسیحی کے پہلے یعنے زمانۂ شرک میں انگلستان کے شاہی خاندانوں کا۔ادعا تھا کہ وہ دیوتاؤں کی نسل سے ہیں اور اس بنا پر وہ اورنگ حکومت کے مدعی ہوتے تھے۔ چنانچہ **سرڈک** (Cerdic) کا دعویٰ تھا کہ وہ **وُوڈن** (Woden) کی جو جرمنوں کا سب سے اعلیٰ دیوتا تھا نویں پشت میں ہے یہی **سرڈک** **شاہ الفریڈ** کا دادا تھا اور جرمن نژاد ہونے کی حیثیت سے وہ **شاہ جارج پنجم** کا بھی جد و مورث اعلیٰ ہوتا ہے۔گو تبدیل مذہب کے بعد لوگ ان فسانوں کے معتقد نہیں رہے پھر بھی "رسم تقدیس" (یعنے رسم تدہین) انتخاب کی رسم میں بڑھائی گئی جس کے سبب سے بادشاہ (مسیح بمعنی ممسوح یا مدہون یعنے) برگزیدۂ الٰہ سمجھا گیا اور اُس کی حکومت کو مذہب بھی تسلیم کرنے لگا۔

اختیارات شاہی۔جس قدر ریاست بڑی ہوتی اسی قدر مجلس قومی کے ارکان کی کثرت ہوتی جس کے باعث مجلس مذکور کے ذریعہ حکومت کرنی دشوار ہوتی تھی۔ایسا ہی جس قدر مملکت وسیع ہوتی اسی قدر امرا اور اہل دول سے بادشاہ افضل و اعلیٰ سمجھا جاتا تھا اس لئے ضرور ہوا کہ انگلستان کا بادشاہ جرمنوں کے چھوٹے چھوٹے سلاطین سے زیادہ مقتدر ہو۔ اب ہم سیکسن انگریزوں کے بادشاہوں کے اختیارات مختصراً بیان کرتے ہیں۔

زمانۂ جنگ میں بادشاہ رہبر قوم اور زمانۂ امن میں وہ سب سے بڑا قاضی اور واضع قانون ہوتا لیکن ہر ایک امر میں اس کو مجلس عقلا کی رضامندی حاصل کرنی ہوتی تھی گو اس زمانہ میں لوگ محصول بلا واسطہ سے واقف نہ تھے لیکن جب کبھی اس قسم کے محصول لگانے کی ضرورت ہوتی تو بادشاہ اور اُس کی مجلس عقلا کی جانب سے ضرورت اور شرح محصول کا تصفیہ ہوتا تھا۔ داخل شاہی کا ایک جزو زمین کی مالگزاری ہوتی۔ خاندان شاہی کی خانگی جائداد کے سوا ایک وسیع علاقۂ خاص بادشاہ (وقت) کے لئے مقرر کیا جاتا جو منصب شاہی کے ساتھ منتقل ہوتا رہتا اور **ڈمیین** (Demesne) کہلاتا تھا۔ اس دوسری جائداد پر بادشاہ کو پورے اختیارات ہوتے چنانچہ وہ لوگوں کو اُن کی خدمتوں کے صلہ میں اور کلیساؤں کے قیام و پرداخت کے لئے اس میں سے جاگیریں عطا اور وقف کرتا تھا بعض اسناد سے ظاہر ہوتا ہے کہ عطا کے وقت مجلس عقلا کی بھی رضامندی لیجاتی تھی ۔ خاص علاقۂ شاہی کی تحصیل میں صرف زر مالگزاری نہیں وصول ہوتا بلکہ جنس بھی لیجاتی اور یہ اناج بادشاہ کے وسیع متعلقین اور محلات شاہی کے ساکنین کی پرورش میں صرف ہوتا۔ رسوم عدالت اور جرمانوں کی رقموں، حاصل معادن اور نمک سازی کے کارخانوں کی تحصیل اور طوفان زدہ اور لاوارث جہازوں اور اُن کے مال اور

دفینوں پر محاصل شاہی مقرر ہوتا تھا۔ بہ نسبت نارمن سلاطین کے سیکسن انگریزوں کے بادشاہ کا محاصل کم تھا۔ اس بادشاہ کے خدم و حشم میں جیسا کہ قدیم جرمن سلاطین کا دستور تھا آزاد مصاحب و ندیم ہوتے۔ جنگ اور صلح میں یہ مصاحبین اس کے کام آتے اور وہ اپنے خاص علاقہ (کی آمدنی) سے ان کی پرورش کرتا تھا۔

سیکسن انگریزوں کے بادشاہ کے اختیارات کا محدود ہونا۔

اس عنوانی فقرہ سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ سیکسن انگریزوں کے بادشاہ کو اگر خود مختارانہ نہیں تو محدود اختیارات ضرور حاصل تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کو نہایت ہی پست درجہ کے اختیارات دئے گئے تھے۔ اس کا مداخل بھی نہایت قلیل اور اس کی فوج بھی مستقل نہ تھی اور نہ اس کے ہاں زیادہ تعداد میں عہدہ دار و حکام تھے کہ حکمرانی میں اُس کو حسب دلخواہ مدد ملتی۔ نظم و نسق کے اکثر معمولی کاموں کو متعدد مقامی حکومتیں انجام دیا کرتیں۔ وضع قوانین کا کام بھی بہت ہی تھوڑا تھا **ایتھلبرٹ** اور **اِنی** (Ethelbert and Ini) اور سلاطین مابعد کے قوانین کو اس زمانہ کے قانون سے کچھ نسبت ہی نہیں۔ اُس زمانہ میں رسوم قدیمہ میں کم و بیشی کرکے اُن کو قانون کا جامہ پہنایا جاتا تھا۔ از بسکہ ہر ایک آزاد شخص فن جنگ سے واقف ہوتا اس لئے اگر بادشاہ ظالم ہوتا تو قوم نہایت مستعدی اور قوت کے ساتھ

اس کا مقابلہ کرتی لہذا ہر ایک بادشاہ کے اختیارات کا دارومدار اُسکے اوصاف پر ہوتا یعنے اگر وہ عاقل و جری ہوتا تو قوم اس کی عزت و اطاعت کرتی اور اگر وہ بیوقوف و بزدل ہوتا تو قوم کی نظروں سے گر جاتا +

مجلس عقلا۔ تمام اہم امور ملکی میں سیکسن انگریزوں کے بادشاہ کو وٹناجیمو (مجلس عقلا The Witenagemot) سے مشورہ لینا ضرور تھا۔ اس بات کو کسی قانون نے نہیں بلکہ رسم نے طے کیا تھا۔ اور اسی مجلس عقلا کی بدولت بادشاہ کے اختیارات مستقل طور پر محدود ہوسکتے تھے۔

مجلس عقلا کی ابتدا۔ گو قدیم جرمنوں کے ہاں اہم معاملات کا تصفیہ مجلس احرار میں ہوا کرتا تھا جس میں کل آزاد آدمی شریک ہوتے تھے لیکن ظاہر ہے کہ امور تصفیہ طلب کے متعلق پورے ارکان بحث نہیں کرسکتے تھے بلکہ ان میں کے مخصوص اور قابل ارکان اپنی رایوں کا اظہار کرتے۔ اور جب سیکسن انگریزوں نے انگلستان میں سکونت اختیار کی اور جوں جوں ان کے مقبوضات میں ترقی ہوکر اُن کی ریاست وسیع ہوتی گئی اسی طرح قومی مجلسوں میں شریک ہونے والوں کی تعداد گھٹتی گئی۔ اس لئے اس طرح کی مجلس قومی کے ہر ایک جلسہ میں بادشاہ اور عمائدین تو موجود رہتے لیکن عوام سے وہی لوگ شریک ہوسکتے جو مقام انعقاد مجلس کے قریب رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ دوسری قسم کے ارکان بہت ہی تھوڑے ہوتے ہوں گے اور اظہار رائے

کے وقت ان کا بہت ہی کم اثر ہوتا ہوگا اس طرح مجلس قومی کے بجائے بتدریج ایک مجلس عمائدین بن گئی۔

رقیب مجلس عقلا۔اس کے ارکان کی تعداد ہمیشہ قلیل رہی ہے اس کی صدارت تو بادشاہ کرتا مگر اُس کے ہمراہ ملکہ اور شہزادے ضرور ہوا کرتے۔ان کے سوائے اس میں بادشاہ کے مخصوص احباب اور ندیمانِ جنگ آزما وزرائے دولت اور قصرِ شاہی کے اعلیٰ ملازمین ہمیشہ شریک ہوتے۔نیز ہر ایک ضلع کے صدر افسر (ایلڈرمین) اور اسقف کا بھی اس کے ارکین میں شمار ہوتا۔ شاہ ایڈگر کی مجلس عقلا کے ۹۶۶ء میں حسب ذیل ارکان تھے۔ بادشاہ کی ماں دو صدر اسقف سات اُسقف پانچ ایلڈرمیں اور پندرہ ملازمانِ شاہی۔چونکہ اس میں قوم کی نیابت نہیں ہوتی تھی اس لئے یہ مجلس نیابتی نہ تھی۔ فتح نارمن کے بعد اور سلاطین نارمنی کے دور میں اس کا لقب "مجلس اعظم" ہوگیا اور یہی مجلس بالآخر بیت الامرا بن گئی۔ اس پر بھی مجلس مذکورہ کے قدیم کاغذات میں جو ہاتھ آئے ہیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ کبھی کبھی پوری قوم کی رضامندی لی جاتی تھی۔ قوم کی رضامندی و خواہش کا اظہار غالباً انہی آزاد لوگوں نے بحیثیت نمائندوں کے کیا ہوگا جو نزدیک رہنے کے سبب سے بلا زحمت اس میں شریک ہوسکتے ہوں گے۔

اختیارات مجلس عقلا۔کل اہم امور ملکی میں جن کو بادشاہ

انجام دیتا تھا یہ مجلس اس کی شریک ہوتی تھی۔ چنانچہ اس کے مشورہ
اور رضامندی سے وہ قانون بناتا نہیں عطا کرتا عدل گستری کرتا
عام حکمت عملی کے امور مثلاً جنگ و صلح کو طے کرتا۔ اسی مجلس
میں بادشاہ کا انتخاب و عزل ہوا کرتا۔ لیکن ایسی حالت میں
قوم کا جلسہ عام ہوتا۔ اس پر بھی اس بات کی تحقیق کرنا دشوار ہے
کہ زمانۂ امن میں بادشاہ کو یہ مجلس کس حد تک محکوم رکھتی تھی۔
خاتمہ۔ سیکسن انگریزوں کا دستور ایسا تھا جیسا کہ بیان ہوا
گو وہ سادہ تھا نہ ظالمانہ و پیچیدہ تاہم اس میں ایک بڑا نقص
تھا یعنے قومی حکومت کمزور تھی اور یہ کمزوری **ڈین** کے
حملوں سے آشکار ہوئی اور اس کے سبب سے نارمنوں کو
انگلستان پر فتح نصیب ہوئی۔ جس طرح یہ نقص قابل نفرین ہے
اسی طرح اس کی ایک خوبی قابل ستائش ہے۔ یعنے مقامی
ادارات کی مستعدی اور ترقی۔ یہ ادارے نارمن فتح کے بعد
بھی باقی رہے اور ان کی بدولت انگریزوں کی قوم سے ولولۂ
حریت کم نہیں ہونے پایا یہاں تک کہ انگریزی **پارلیمنٹ** کی
بنیاد پڑی +

باب سوم

ابتداء صدارت وئیسکر سے فتح نارمن تک کے حالات ۸۲۹ء سے ۱۰۶۶ تک

تمہید۔ سابق میں جس دستور کو ہم بیان کر چکے ہیں وہ انگلستان کی نارمن فتح تک جاری رہا۔ لیکن اس فتح کے بہت عرصہ پہلے سے ملکی اور تمدنی حالات آہستہ آہستہ بدل رہے تھے۔ اس تدریجی تغیر کو **فیوڈلزم** (نظام جاگیری) کی ابتدا کہنا چاہیئے۔

نظام جاگیری سے کیا مراد ہے۔ یہ وہ نظام حکومت تھا جس کے ذریعہ سے ہر ایک شخص کے سیاسی حقوق اور فرائض کا تعین عطائے اراضی کی بنا پر کیا جاتا تھا۔ ایسی سلطنت میں ہر شخص کا فرض تھا کہ وہ عطا کے معاوضہ میں اپنے معطی سے وفاداری کرے اور اُس کی خدمت بجا لائے اور معطی کا فرض ہوتا تھا کہ اپنے معطی لہٗ کی حفاظت و حمایت کرے۔ بادشاہ سلطنت کی تمام زمین کا تنہا مالک سمجھا جاتا تھا۔ وہ لوگ جن کو خود بادشاہ سے جاگیریں عطا ہوتیں اعلیٰ طبقہ میں اور دوسرے جن کو ان جاگیرداروں سے زمینیں ملتیں ادنیٰ طبقات رعایا میں

شمار ہوتے تھے ہر ایک زمیندار۔ اور رئیس اپنے طبقہ ماتحت کے مقدمات فیصل کرتا ان پر محصول لگاتا اور ان پر حکومت کرتا تھا۔ صرف اعلیٰ طبقہ کے لوگ بلا واسطہ شاہی گورنمنٹ کے ماتحت ہوتے۔ اس جماعت کا ہر ایک شخص بذاتِ خود ایک چھوٹا حاکم ہوتا تھا۔ اور اُس کے علاقہ میں قلعے، فوج، عدالتیں، اور خزانہ ہوتا تھا اور وہ لوگ جن کو بادشاہ سے بلا واسطہ جاگیریں ملتیں چھوٹے درجہ کے رئیس سمجھے جاتے ہوں گے۔ اس کے بعد کاشتکاروں کا طبقہ شمار ہوتا تھا جن اختیارات کا مرکز اسوقت قومی حکومت ہے وہ متعدد حکام میں جو مختلف المدارج تھے نظام جاگیری کے وقت بٹے ہوئے تھے بادشاہ اس لئے کمزور تھا کہ رؤسا قوی تھے اور سب سے ادنیٰ طبقہ کے لوگ اس واسطے ظلم و تعدی سہتے تھے کہ ملک میں کوئی ایسی بے لاگ اور منصف حکومت موجود نہ تھی کہ اِن متکبروں اور جابروں کی زیادتی کو روک سکے۔ لیکن اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو سیاسی آزادی بخوبی حاصل تھی جس کی وہ بہت قدر کرتے تھے۔ اگرچہ جاگیری نظام اچھی حکومت کا سدِّ راہ تھا لیکن اُس کے سبب سے جابرانہ حکومت کا بھی سدِّ باب ہوتا رہا۔

جاگیری نظام کب اور کہاں پیدا ہوا۔ یہ نظام حکومت نہ تو سلطنت روما اور نہ خود جرمنوں کے ملک میں پیدا ہوا۔ اُسکی ابتدا مغربی یورپ مین اُس وقت ہوئی جبکہ جرمن قبیلوں نے روما کے صوبہ جات کو فتح کیا۔ دو طریقوں کی خاص وجہ سے

اس طرز حکومت کا قیام ہوا (۱) **بینی فسوں کا طریقہ** (۲) طریقۂ کمنڈیشن۔

۱۔ **بینی فسوں کا عطا ہونا**۔ یہاں بینی فسوں سے پادریوں کی معاش مراد نہیں ہے بلکہ بادشاہ یا امرا **بے نی فس** کے نام سے ادنیٰ درجہ کے لوگوں کو زمینیں عطا کرتے تھے۔ اس کی حیثیت انعام بلا شرط کی ہوتی اور وہ قابل منسوخی ہوتا تھا۔ انعام دار اس باعث سے معطی کا ماتحت و تابع ہو جاتا تھا۔ دوسروں کو اپنا محکوم بنانے کے لئے لوگوں میں اس عطا کا رواج ہوا۔

۲۔ **کمن ڈیشن** (رسم جوار) یہ وہ رسم تھی کہ جس کے باعث ایک شخص اپنے کو دوسرے کے حوالہ کر دیتا اور دوسرا شخص اوس کی حفاظت و حمایت کا وعدہ کرتا تھا یہ طریقہ رومی سلطنت کے زوال کے بعد بدنظمی کی وجہ سے جاری ہوا۔ یہ خرابیاں اور بدنظمیاں کئی صدیوں تک رہیں ان میں کبھی کسی قومی حاکم کے پیدا ہونے سے وقفہ بھی ہو جاتا تھا۔ حسب قاعدہ ایسے زمانہ میں زبردست جو چاہتا کر سکتا اور کمزور خسارہ میں رہتا تھا کمزور لوگ آمادہ ہوگئے تھے کہ اپنی آزادی کو چھوڑ بیٹھیں جو ان کے لئے خوشی کا سبب نہیں ہو سکتی تھی کسی قسم کا بھی تسلط اگرچہ وہ ظالمانہ ہی کیوں نہ ہو اُنکے نزدیک حکومت کے نہ ہونے سے بہتر تھا۔ رسم جوار اس طرح ادا کی جاتی تھی کہ اپنے کو حوالہ کرنے والا آدمی گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر دونوں ہاتھوں کو اُسی رئیس کے

ہاتھوں میں دیدیتا جس کی پناہ و حمایت اُس کو منظور ہوتی تھی
اور وفاداری کا حلف کرتا تھا۔ رئیسِ حامی اُس کے عوض وعدہ
کرتا کہ سب دشمنوں سے اُس کی حفاظت کرے گا۔ خصوصاً
اہنی طریقوں سے مغربی یورپ میں کثرت سے اِس قسم
کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں آباد ہوگئیں کہ ہر ایک جماعت کا
مرکزِ حکومت ایک جاگیردار رئیس ہوتا جو کسی دوسرے
بڑے رئیس کا فرماں بردار ہوتا اس طرح سے یہ چھوٹی
جماعتیں دوسری بڑی جماعتوں سے وابستہ ہوتیں اور یہ
بڑی جماعتیں دوسری بڑی ریاستوں کے ساتھ وابستہ
رہتی تھیں۔ لیکن سلسلہ جس قدر دراز ہوتا اُسی قدر تعلق
کمزور ہوتا تھا۔ اس پر بھی سلاطین برائے نام تھے اور بدنظمی
عام طور سے پھیلی ہوئی تھی نظام جاگیری کسی قانون یا
کسی شخص کی حکمت عملی کی بنا پر پیدا نہیں ہوا بتدریج
مختلف مقامات پر اس کی نشونما ہوتی گئی۔ لیکن نویں
صدی کے خاتمہ پر جاگیری نظام تمام مغربی یورپ میں
پھیل گیا +

سکیسن انگریزوں کا جاگیری نظام کی طرف میلان۔

انگلستان میں مکمل حالت میں جاگیری نظام دوسرے ملکوں
کی بہ نسبت بہت دیر میں جاری ہوا۔ اس کا ایک سبب
یہ بھی ہے کہ جرمنوں کے ہاتھوں انگلستان کے قدیم
باشندوں کی تعداد بہت کم رہگئی تھی لیکن دوسرے ممالک

مفتوحہ میں ایسا نہیں ہوا۔ گال میں قوم فرانک اور ہسپانیہ میں قوم گاتھ کی حکومت اسرا تھی لیکن انگلستان میں سیکسن انگریز کثرت سے باشندوں میں شامل تھے اس لئے جرمنوں کی آزادی اور مساوات کے قدیم خیالات کا اثر انگلستان پر زیادہ ہوا۔ دوسرا سبب یہ بھی تھا کہ انگریزوں اور اُنکی ہمسایہ قوموں میں سمندر حائل ہونے سے اہل انگلستان اُن کے رسوم کی تقلید کم کرسکے۔ بہ سبب اِس کے کہ جاگیری نظام انگلستان میں دیر کرکے آیا تو عام خیال ہوا کہ نارمن فتح کے ساتھ پہلے مرتبہ ملک میں اس کا رواج ہوا لیکن یہ غلط ہے۔ نارمن فتح کے پہلے بھی نظام جاگیری نے بہت ترقی کی تھی نارمنوں نے صرف اُس کی تکمیل کی۔

اس زمانہ میں جو تغیرات انگلستان میں واقع ہوئے وہ بہت تدریجی تھے۔ ان واقعات کے متعلق تاریخی مواد بہت کم ہے۔ لیکن جماعتوں کے مدارج کے نتیجوں پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ تغیرات مذکورہ نے جاگیری نظام کو قایم کیا +

بادشاہ۔ اس دور میں بادشاہوں کو پہلے تو قوت و غلبہ حاصل رہا اور بعد میں زائل ہوگیا +

سیکسن انگریزوں کا بادشاہ اپنی رعایا کا کپتان ہوتا تھا ڈین کی طویل لڑائیوں کے سبب لوگ اپنے سلاطین کے ساتھ زیادہ دنوں تک وابستہ رہے۔ **الفریڈ** اور اُس کے

ورثاء بڑے سپاہی اور مدبر تھے ان سے عہدۂ شاہی کی رونق تھی
الفریڈ کی وفات کے بہت برسوں بعد تک سلطنت میں
ترقی ہوتی رہی اور ایڈگر (۹۵۷ سے ۹۷۵ تک) تمام
برطانیہ کا اعلیٰ حاکم مانا گیا اس سے شاہی کی عظمت دو بالا
ہوگئی۔ اب وہ مجلس عقلا کے مشورہ کے بغیر خود مختارانہ
طور پر خصوصاً زمینیں عطا کرنے لگا۔
لیکن ایڈگر کے بعد کمزور اور بُرے بادشاہوں کا سلسلہ
شروع ہوا۔ ڈین نے پھر حملے شروع کردئے اور اس مرتبہ
ملک کو بہت نقصان پہونچایا۔ بادشاہ کا لوگوں کو جاگیریں
دینے میں آزاد رہنا اُس کے ضعف کا باعث ہوا اسواسطے
کہ سلاطین کا معمول تھا کہ جاگیروں کے ساتھ ان کی رعایا پر بھی
معطی لہٗ کو اختیارات عدالت دیا کرتے۔ اس طرح بادشاہوں نے
مالکان اراضی کی ایک جماعت پیدا کردی جو اپنے علاقوں کی
آبادی پر حکومت کرتی اور حقیقت میں یہ جاگیردار رؤسا تھے
جب کینوٹ نے انگلستان کو فتح کیا تو ملک کو چار بڑی
پائیگاہوں میں تقسیم کیا جو ویسکز۔ مرسیا۔ نارتھمبریا اور
مشرقی انگلیا کی پرانی سلطنتوں کے مماثل تھی۔ کینوٹ
کی وفات کے بعد اس کے مقرر کئے ہوئے ارل (ارلڈم
علاقہ رکھنے والے امیر کا لقب) بادشاہ کی بہ نسبت زیادہ
قوی ہوگئے۔ چنانچہ ایڈورڈ کانفسر (تائب) کا عہد حکومت
ایسے حاسد اور حریف نوابوں کے جھگڑوں کی مصیبتوں اور

آفتوں سے مملو ہے **گاڈون** کے بیٹے **ہیرلڈ** نے جو (صوبہ) **ایسکز** کا ارل تھا **ایڈورڈ** کے مرنے کے بعد تخت و تاج کے لئے اپنے کو منتخب کرایا۔ اس کو مقام **ہیس ٹینگز** پر شکست ہوئی اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ سب ملک نے خاندان **گاڈون** کو پسند نہیں کیا تھا۔

امرا۔ سیکسن انگریزوں کی سلطنت میں مرور زمانہ کے ساتھ امرا سے تھے۔ ندیمان نبرد آزما اور ارل (نواب) قوی ہوتے گئے۔ امارت کے تین سرچشمے تھے۔ امارتِ نسبی ملازمت شاہی دولتمندی

۱۔ امارتِ نسبی۔ ابتدا سے جرمن قبیلوں میں ایسے خاندان بھی تھے جن کی رگوں میں امیرانہ خون تھا جبکہ چھوٹی چھوٹی حکومتیں **برطانیہ** میں بنیں اور **ہپٹار** (حکومت مسبوعہ یا سات بادشاہوں کی حکومت) میں شامل ہوگئیں اور پھر جب یہ ساتوں ریاستیں متفق ہوکر ایک ہی سلطنت ہوگئیں تو محروم و بیدخل شاہی خاندانوں کے اراکین نے امرائے نسبی کی تعداد کو بڑھا دیا۔

۲۔ امارت اہل خدمت۔ ہم کو معلوم ہے کہ سیکسن انگریزوں کے بادشاہ کے خدم و حشم میں شرفا ہوا کرتے جو بارگاہِ شاہی کی خدمت بجا لاتے اور جنگ میں کام آتے۔ ان وابستوں کو گیستھ یا تھیں (ندیمان نبردِ آزما) کہتے تھے جس قدر عہدۂ شاہی کا جاہ و جلال بڑھتا گیا اُسی قدر ان وابستگانِ دولت کے رتبہ میں اضافہ ہوتا گیا۔ بادشاہ عموماً اُن کے

حسن خدمات کے صلہ میں جاگیریں عطا کیا کرتا اس لئے وہ دولتمند اور قوی ہوگئے +

۴- **امارت اہل دولت**۔ ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ بادشاہ ان لوگوں کو جاگیریں دیتا جو اُس کی خدمت بجا لاکر امیر بنجاتے لیکن دوسرے لوگ بھی جو مالک زمین ہوا کرتے امیر ہوسکتے تھے کی **آرل** د **کرل**) یا کم درجہ کا آزاد مرد جس کو پانچ **ہائیڈ** (سکسن انگریزوں کے قدیم زمانہ کا زمین کا پیمانہ ایک ہائیڈ کے ساٹھ یا ستر یا اسی ایکر ہوتے تھے) زمین ملتی وہ **تھین** ہوتا اور وہ **کرل** جس کو چالیس **ہائیڈ** زمین دیجاتی **ارل** (نواب) کھلاتا۔ کامیاب تاجر بھی **تھین** ہوتے ہوں گے لیکن اس کے لئے مالک زمین بننے کی غالباً ان کو کوشش کرنی ہوتی ہوگی۔ ایسی صورتوں میں شاہی ملازمت صرف ظاہری طور پر امارت حاصل کرنے کے لئے اختیار کی جاتی ہوگی +

بالآخر طبقۂ امرا جس میں ابتداً صرف اعلیٰ نسل کے لوگ ہوتے تھے اب مالکان اراضی پر منحصر ہونے لگا۔ نسبی امارت کے بجائے جاگیری امارت قایم ہوگئی ازبسکہ زمین کے ساتھ بادشاہ کی جانب سے عدالتی اختیارات عطا ہوتے اور عدالتوں کے حدود ارضی کا تعین ہو جاتا اس لئے وہ امرا جن کو اختیارات عدالت حاصل تھے نظام جاگیری کے امرا کے مماثل ہوگئے تھے جبکہ شاہ **کینوٹ** نے چار بڑے نوابوں کو مقرر کرکے **انگلستان** کو ان کے زیر اقتدار چار حصوں میں منقسم کیا

اور انھیں شاہی اختیارات دئے تو یہ تغیر زیادہ با اثر ہوگیا +

سیکسن انگریزوں کی امارت بالکل جاگیری نہ تھی۔ سیکسن انگریزوں کی سلطنت کے اخیر زمانہ میں بھی امرا بالکل جاگیرداروں کی حیثیت نہیں رکھتے تھے اس وقت تک بھی ہر ایک امیر بادشاہ کا اسامی نہیں خیال کیا جاتا اور نہ بادشاہ پوری زمین کا مالک متصور ہوتا تھا۔ سب کاشتکاروں کو یکساں طور پر بڑے امرا کی اسامیاں نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اکثر امرا کو ان کی رعایا پر اختیارات عدالت حاصل تھے۔ لیکن رعایا کی قدیم عدالتیں خصوصاً عدالت ضلع آزاد رہی۔ حکمراں طبقہ میں امرا ہی شمار نہیں ہوتے تھے احرار۔ آزاد باشندوں کی بڑی مقدار س۸۰۰ء میں زیادہ ذلیل و خوار ہوگئی تھی۔ جبکہ جرمن قبیلے **انگلستان** میں آباد ہوئے تو ہر ایک آزاد آدمی کو سیاسی حقوق حاصل تھے۔ قومی مجلس میں اس کو شریک ہونے کا حق حاصل اور معاملات ملکی کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرسکتا تھا۔ ایسا ہی سپاہی ہونے کے سبب وہ مستحق تھا اور اُس کا فرض تھا کہ میدان میں کام آئے۔ حاصل کلام یہ کہ بلا لحاظ مالک زمین ہونے کے وہ ذاتی طور پر بالکل آزاد تھا۔ ان سب امور میں نارمن فتح کے پہلے ہی سے عظیم تغیر واقع ہو رہا تھا +

سیاسی حقوق۔ ہم دکھا چکے ہیں کہ سیکسن انگریزوں کی متفقہ سلطنت میں مجلس قومی ظاہر میں باقی رہگئی تھی ۔ صرف مجلسِ عقلا ایک ایسا گروہ تھا جو بادشاہ کی قوت کو محدود

کرسکتا تھا۔ اس طرح آزاد آدمیوں کا کثیر حصہ سیاسی اختیارات کو کھو بیٹھا تھا۔ لیکن تعلقہ اور ضلع کی مجلسوں میں شریک ہونے کا حق اُن کو باقی رہگیا تھا اور ان میں ابھی تک دلچسپی و خوبی سے کام ہوتا تھا۔ یہ لوگ ابھی تک مقامی نہ کہ قومی حکومت میں شریک ہوسکتے تھے +

فوجی خدمت۔ ہر ایک آزاد آدمی کا قانونی فرض تھا کہ فوج میں کام کرے۔ **فیرڈ** یا **ملی شیا** (فوج ردیف) کبھی موقوف نہیں کی گئی تھی۔ لیکن جب تہذیب کو ترقی ہوئی تو سپاہی کا سازو سامان زیادہ گراں ہوگیا اور لوگ اس خدمت کے کرنے کے لئے کم رضامند ہونے لگے۔ زیادہ چھوٹی اور باقاعدہ فوج کو عام بڑے لشکر پر ترجیح دی جانے لگی۔ فوجی خدمت کا بار زمین پر بہت پڑنے لگا۔ کثیر مقدار کی زمینیں سپاہیوں کے اخراجات و پرورش اور اُن کے اسلحہ وغیرہ کے لئے دی جاتی تھیں۔ باشندوں کا زیادہ حصہ اب جنگجو نہ رہا تھا۔ اسی تغیر نے **ڈینز** اور نارمنوں کو **انگلستان** کے فتح کرنے کا موقع دیا +

ذاتی آزادی۔ مرور زمانہ کے ساتھ آزاد آدمیوں کا بڑا حصہ محکوم و تابع ہوتا گیا۔ اس بدعنوانی و پریشانی سے جو نویں صدی میں ڈینز کے حملوں سے پیدا ہوگئی تھی "رسم جوار" **انگلستان** میں عام ہوگئی تھی۔ اس طرح بہت سے آزاد آدمیوں نے آپ کو امرا کے سپرد و حوالہ کردیا کہ اُن کو بہتر وسیلہ ملے جب ڈینز کے بادشاہ مغلوب ہوگئے تو اُن قوانین سے جن کو

سیکسن انگریزوں کے سلاطین نے امن و صلح دوبارہ قایم کرنے کی غرض سے وضع کیا تھا مفلس باشندوں کی آزادی کو بہت نقصان پہونچا۔ شاہ **اتھلسٹن** کے ایک فرمان نے طے کردیا تھا کہ ایسے محتاج آدمی کو چاہئے کہ جس کے یہاں کسی قسم کی زمین نہو کسی امیر کو اپنا ضامن و کفیل بنائے۔ اس طرح زمین نہ رکھنے والا آزاد آدمی کسی دوسرے مالک زمین کا تابع بنجاتا +

کلیسا۔ سیکسن انگریزوں کے بعد اہل کلیسا یعنے پادری بہت مالدار ہو جانے کے سبب سے کاروبار میں سُست ہوگئے اُن کا اثر حکومت پر بہت قوی تھا لیکن **ڈنسٹن** کے بعد اہل کنیسہ سے کوئی آدمی اس قابل نہیں پیدا ہوا جو زمانہ کی دشواریوں کا آسانی سے مقابلہ کرسکتا۔ **انگلستان** ہمیشہ سے ایک حد تک **رومتہ الکبریٰ** (مقام حکومت پوپ) سے آزاد رہا ہے اور یہی سبب تھا کہ پوپ نے **ولیم** نارمنی کے حملۂ **انگلستان** کو منظور کرلیا +

عام نتایج۔ اس مدت کے ختم پر انگریزی قوم بمقابل اپنے ابتدائی ادارات کے زیادہ بڑھ گئی تھی اور ایسے نئے ادارات موزوں و مناسب قائم نہیں ہوئے تھے کہ جن سے ضرورت پوری ہوسکتی۔ آزاد آدمیوں کی مجلس کے ذریعہ حکومت کرنا ایک چھوٹے جرمن قبیلہ کی ضرورتوں کے واسطے مفید و مناسب تھا۔ لیکن ایک بڑی قوم کے لئے بہت پہلے سے اِس کو ناکافی خیال کیا جاتا تھا۔ تاہم

نیابت کا کوئی طریقہ اس کے عوض نہیں ایجاد کیا گیا۔ جاگیری نظام کی ترقی سے عوام کا نقصان ضرور تھا پھر بھی اس میں زحمتِ جنگ و جدال نہیں تھی اور یہی اس طرز معاشرت کی خوبی تھی۔ نہ بادشاہ میں حکومت کے کام کو انجام دینے کی پوری قابلیت تھی اور نہ کلیسا ہی اس کے لئے مستعد تھا۔ ہر ایک ادارۂ ملکی میں ایک نئی تحریک کی ضرورت تھی۔ یہ تحریک، نارمن فتح سے پیدا ہوگئی ؛

نارمن سلاطین ۱۰۶۶ع سے ۱۱۵۴ع تک

تمہید۔ ہم اس کے پہلے جاگیری نظام کو بیان کرچکے ہیں۔ اور اس کا بھی ذکر ہوچکا ہے کہ جاگیری نظام **انگلستان** میں نارمن فتح کے پہلے بہت ترقی کرچکا تھا۔ نارمنوں کی فتح کا نظام جاگیری پر دوہرا اثر ہوا۔ یہ اوس کی موئد بھی تھی اور مزاحم بھی۔

نارمن فتح کیونکر نظام جاگیری کی موئد ہوئی۔ ہیسٹنگز کی لڑائی کے وقت نصف **انگلستان** میں نظام جاگیری جاری ہوچکا تھا۔ ولیم فاتح اُس ملک سے آیا تھا جس میں تقریباً یہ نظام قایم ہوچکا تھا۔ اس لئے اُس نے اور اُس کے ہموطن نارمنوں نے جاگیری اصول ملک و قبضہ کی فوراً **انگلستان** میں بنیاد ڈال دی۔ یعنے یہ اصول کہ ہر ایک آدمی اپنی زمین کا قبضہ بادشاہ یا کسی دوسرے امیر سے حاصل کرتا ہے رواج پاگیا۔ فتح کے بعد زمین کا بہت بڑا حصہ اُس کے انگریز مالکوں سے ضبط کرلیا گیا۔ ولیم نے اُسے اپنے تابعین کو

عطا کیا کہ وہ اُس کے جاگیردار بنے رہیں اور اس کے معاوضہ میں ملک کو فوجی مدد دیا کریں۔ علاوہ بریں نارمن کے وکلار (قانون پیشہ لوگوں) کا اس سبب سے کہ وہ ایسے ملک سے آئے تھے جہاں جاگیری نظام کا بہ نسبت **انگلستان** کے زیادہ اثر تھا یہ میلان ہوگیا تھا کہ زمین کو خواہ اُس کا مالک و قابض انگریز ہو یا نارمن جاگیری ملک و قبضہ تصور کرنے لگے تھے۔ اس لئے فتح کا پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ **انگلستان** میں جاگیری نظام کا نشوونما جلد ہونے لگا اور انگریزی قوم بہ نسبت سابق کے زیادہ اس نظام کو اختیار کرنے لگی۔

نارمن فتح کیونکر نظام جاگیری کی مزاحم ہوئی۔ ولیم کو اس کا تجربہ تھا کہ قوی جاگیردار و امرا ہمیشہ باغی ہوا کرتے ہیں جیسا کہ **ڈیوک آف نارمنڈی** نے (یورپ کے اکثر ممالک میں بادشاہ کے بعد کا خطاب ڈیوک ہے) اپنے ولی نعمت بادشاہ فرانس کے خلاف علم بغاوت بلند کرکے اُس کو شکست دی تھی اور خود اُس کو اپنے سرکش امرا کے مغلوب کرنے میں بہت زحمت اُٹھانی پڑی تھی۔ اس لئے اس نے ارادہ کرلیا تھا کہ انگریزی رؤسا کو زیادہ قوی نہونے دے اسی سبب سے اس نے حسب ذیل انسدادی تدبیریں اختیار کی تھیں۔

(۱) تعلقہ اور ضلع کی قومی عدالتوں کو اُس نے برباد نہونے دیا بلکہ اُن کی حفاظت و حمایت ملحوظ رکھی مالکان اراضی ان مجلسوں میں برابر آتے جہاں وہ مقامی امور کا انتظام

کرتے اور اپنے جھگڑے چکاتے۔ اسی سے انگریزوں میں بالاتفاق
کام کرنے اور خود اختیاری حکومت کی قدیم عادت باقی رہی
ورنہ انگریز مفلس اور بے بس کسانوں کا ایک گروہ رہ جاتے
اس طریقہ سے ان کی قومی حیثیت باقی رہ گئی اور اس قابل
رہے کہ جب کبھی بادشاہ امرا سے جنگ کرنا چاہتا تو یہ
امرا کے میزان طاقت کے پلہ کو بھاری کردیتے۔

(۲) ولیم نے یہ بھی احتیاط کی کہ ایک ہی شخص کو
وسیع قطعہ زمین ایک ہی حصہ ملک میں نہ دیا جائے۔ جب
کبھی کسی دوست یا تابع کو بڑی زمین دینی مقصود ہوتی تو
یہ ملک کے مختلف اقطاع میں دی جاتی۔ اس قاعدہ سے
صرف وہ زمینیں مستثنیٰ تھیں جو ملک کی سرحدوں پر واقع
تھیں۔ چنانچہ ڈرہم کے اسقف کا علاقہ اس لئے وسیع تھا
کہ شمالی حصہ ملک کی اہل اسکاٹ لینڈ کے دست برد سے
حفاظت کرسکے ارلز آف چیسٹر اور شراپ شایر کے
علاقے بہت بڑے تھے اس واسطے کہ مغربی حصۂ ملک کو
باشندگان ویلز کے حملوں سے بچاسکیں۔ نارمن رؤسا کی
جائدادیں ایک مقام پر نہ ہونے سے وہ جلد اور پوشیدہ
فوج جمع نہیں کرسکتے تھے اور اس لئے بادشاہ سے بغاوت
کرنے کا انھیں کم موقع ملا کرتا +

(۳) ولیم نے انگلستان کے مالکان اراضی سے خواہ
اُن کا تعلق طبقۂ اعلیٰ سے ہو کہ ادنیٰ سے اس کو یہ سبب

اپنا رئیس اعظم سمجھیں اور اُسی کی اطاعت کریں اور اس پر کسی دوسرے شخص کو ترجیح نہ دیں اس سبب سے اُس نے مقرر کیا کہ ہر ایک مالک اراضی اُس کی وفاداری کا حلف کرے ہمارے خیال میں یہ اصولی بات معلوم ہوتی ہے لیکن دوسرے ملکوں میں نظام جاگیری کا اس کے خلاف عمل درآمد تھا۔ اس لئے کہ ہر ایک آدمی اس شخص کی وفاداری کی قسم کھاتا جس سے اُس کو زمین عطا ہوتی۔ خاص خاص جاگیردار اور زمیندار صرف بادشاہ کی وفاداری کا حلف کرتے جن کو وہ جاگیریں دیتا لیکن ان جاگیرداروں کے معطی لہم صرف انھیں کی وفاداری کی قسم کھاتے نہ کہ بادشاہ کی وفاداری کی۔ اور جن لوگوں کو ان جاگیردار رؤسا کے معطی لہم سے زمین ملتی وہ انھیں معطی لہم کی وفاداری کا حلف کرتے اس طرح نارمنڈی کے ڈیوک نے بادشاہ فرانس کی وفاداری کا حلف کیا لیکن نارمن بیرنز (رؤسا) نے اس ڈیوک ہی کی وفاداری کی قسم کھائی۔ جب ڈیوک مذکور نے بادشاہ سے جنگ کی تو اُس کے رؤسا نے بادشاہ کے خلاف ڈیوک کا ساتھ دینے میں کسی طرح کا پس وپیش نہیں کیا۔ ولیم کی تمنا تھی کہ ایسی حالتیں انگلستان میں پیدا نہ ہونے پائیں۔ اس لئے اس نے ۱۰۸۶ء میں بمقام سالسبری تمام مالکان اراضی کی ایک بڑی مجلس منعقد کی اور سب سے اپنی وفاداری کی قسم کھلوائی۔

اس جدید حلف کا یہ مقصد تھا کہ اگر رعایا نے اس کے قبل اپنے رؤسا کی وفاداری کی قسم کھائی ہو تو بے اثر ہو جائے +

مرکزی حکومت۔ دوسرا اہم اثر نارمن فتح کا یہ تھا کہ ایک قوی مرکزی حکومت قایم ہو گئی۔ سیکسن انگریزوں کی حکومت قوی نہ ہونے سے اس قابل نہ تھی کہ آبادیٔ ملک اور توفیر آمدنی کے ذریعوں کو وسیع کرسکتی اور ان سے نفع حاصل کرتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ **انگلستان** کو اجانب نے فتح کر لیا۔ لیکن سلاطین نارمنی کی حکومت قوی تھی اس نے **انگلستان** کی پوری طاقت سے فائدہ اُٹھایا اور اس کو مزید فتح سے محفوظ و مصئون رکھا +

قومی مرکزی حکومت کی ضرورت۔ حکمرانی کے لئے سلاطین نارمنی کو ضرور تھا کہ اپنے آپ کو قوی بنائیں کیونکہ اُن کو دوہرے خطرے کا سامنا تھا۔ اول یہ کہ اُن کو مغلوب انگریزونکا اس لئے خوف تھا کہ ان پر نہایت سختی سے حکومت کیجاتی تھی دوسرا خطرہ نارمن امرا کا اور وہ اس بنا پر تھا کہ انھوں نے **انگلستان** کے فتح کرنے میں مدد کی تھی مبادا اس کے مالک بن بیٹھیں +

قومی مرکزی حکومت قائم کرنے میں نارمن سلاطین کو کیونکر کامیابی ہوئی۔ نارمن سلاطین کی اس کامیابی کے مختلف وجوہ ہیں۔ ایک سبب تو اُن کے ذاتی اوصاف ہیں **ولیم فاتح**، **ولیم احمر** اور **ہنری اول** یہ سب قابل و بہادر تھے اور عزم بالجزم

رکھتے تھے۔ ولیم فاتح اور ھنری اول باوصف حریص ہونے کے ہوشیار تھے اور جانتے تھے کہ مطیع و محکوم کی کس طرح حفاظت و سرپرستی کرنی چاہیئے۔ دوسرا سبب انگریزوں اور نارمنوں کا باہمی اختلاف تھا۔ انگریزوں نے دیکھ لیا تھا کہ نارمن امرا کے ظلم و زیادتی کے مقابل صرف بادشاہ اُن کا حامی ومحافظ ہے اس لیئے انھوں نے بادشاہ کا ساتھ دیا۔ تیسرا سبب یہ تھا کہ ولیم نے جاگیردار امرا کو بہت قوی نہ ہونے دینے کی غرض سے بعد فتح چند انتظامات جاری کیئے تھے۔ نئی مرکزی حکومت کی قوت ہم اُس وقت تک نہیں سمجھ سکیں گے جب تک کہ بادشاہ مجلس عظمیٰ اور حکومت شاہی پر فرداً فرداً غور نہ کریں +

بادشاہ۔ انگلستان کے شاہان سابق کی بہ نسبت نارمن سلاطین زیادہ خود مختار تھے اور یہہ خود مختاری کسی مستقل قانونی تغیر کی بناء پر نہیں تھی۔ فاتح ولیم انگلستان کی حکومت کا دعویدار اس سبب سے بنگیا کہ وہ اپنے کو ایڈورڈ تائب کا وارث بتلاتا تھا۔ لیکن قدیم روایات اور رسوم بھی جن کے سبب سے بادشاہ کی قوت محدود رہتی تھی نارمن فتح سے کمزور ہوگئے تھے نظام جاگیری کے روایات و رسوم کو لوگ جن کی غرض بھی یہی تھی کہ شاہی قوت محدود رہے ولیم اور اُس کے ورثاء کے ہاتھوں آزادی سے کام میں نہیں لاسکتے تھے۔ اِس لئے نارمن سلاطین پر کسی باقاعدہ دستور کا تسلط نہ ہوسکا

اگرچہ یہ بادشاہ مطلق العنان تھے لیکن امداد کے بغیر حکومت نہیں کرسکتے تھے اس لئے اُنھوں نے سب سے زیادہ قوی و با اثر رعایا سے مشورہ لینا مناسب خیال کیا +

کونسل عظمیٰ۔ کونسل عظمیٰ سیکسن انگریزوں کی مجلس عقلا کی نارمن شکل تھی۔ مجلس عقلا کلیسا اور سلطنت کے اعلیٰ افسروں اور معتمدین شاہی پر مشتمل ہوا کرتی کونسل عظمیٰ میں بھی اس وقت تک صدر اسقف اور اسقف اور بڑے درجہ کے پادری شریک ہوتے۔اس کے باقی اراکین بحیثیت جاگیرداران شاہی کے شریک ہوا کرتے تھے لیکن ان جاگیرداروں کے علاقوں اور اختیارات اور مرتبہ میں بالکل مساوات نہیں تھی عام طور پر صرف بڑے بڑے جاگیردار (ارلز اور بیرنز) بادشاہ کو مشورہ دینے کے لئے طلب کئے جاتے تھے۔ بعض موقعوں پر معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کے سب زمیندار بھی جمع ہوئے ہیں۔ اصل میں بادشاہ اُنھیں بڑے جاگیرداروں کو طلب کرتا جن کو وہ مناسب خیال کرتا تھا +

اس کونسل کے کام کی حالت و حیثیت بھی وہی تھی جیسے کہ مجلس عقلا میں ہوا کرتی تھی۔ کونسل عظمیٰ کی رضامندی کا وضع قوانین میں باقاعدہ طور پر اور محصول لگانے میں بعض بعض وقت اظہار کیا جاتا تھا۔ کونسل عظمیٰ میں عام حکمت عملی کے مسائل مثلاً جنگ و صلح کے متعلق مباحثہ ہوتا تھا۔ کبھی اس کی حیثیت عدالت العالیہ کی سی ہو جاتی جبکہ اس میں

دیوانی و فوجداری مقدمات فیصل ہوتے تھے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ
کونسل عظمیٰ کے مباحثے اکثر باضابطہ ہوتے تھے۔ بادشاہ کی
خواہشوں سے اگر کسی فریق کی جانب سے اختلاف کیا گیا ہو تو
اُس کا اس مجلس کے قدیم کاغذوں اور مسلوں سے پتہ
نہیں ملتا۔ گو بادشاہ ان ارکان سے مشورہ تو کرتا مگر اُس پر
کاربند نہ ہوتا تھا کونسل عظمیٰ کمزور تھی کیونکہ نہ تو سب نارمن
امرا اور نہ انگریزوں کی پوری قوم کی وہ نیابت کرتی تھی
تاہم اس واقعہ کی بنا پر کہ بادشاہ اس قسم کی کونسل کا
انعقاد کرتا اور ظاہر کرتا کہ اُس کے مشورہ کا پابند رہتا ہے
یہ احساس باقی رہا کہ بادشاہ بالکل خود مختار نہیں ہے
اور یہ گویا آیندہ زمانہ کی دستوری شخصی حکومت کا بیج تھا
حکومت شاہی۔ نارمن سلاطین کا نیا جاری کیا ہوا نظام حکومت
نارمن فتح کا ایک موثر و جوش انگیز نتیجہ تھا اس لئے اب
ہم کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس نظام حکومت کے افسر کون
کون تھے اور وہ کیا کام کر سکتے تھے +
اعلیٰ عہدہ داران ریاست۔ نارمن سلاطین کے عہد میں
بارگاہِ شاہی کے مخصوص عہدہ دار مثلاً داروغہ شاہی خانساماں
اور تشریفانی اور خاص فوجی سردار جیسے کہ سپہ سالار اور
قلعہ دار اُن لوگوں کے ساتھ حکومت کا کام انجام دیتے جن کو
اب وزرا کہنا چاہیئے۔ لیکن انہی کے تین آخری عہدہ دار
جسٹیشیار (صدر اعظم) چانسلر اور خزانہ دار اُس وقت بھی

علاقۂ دیوانی میں بہت مقتدر تھے عہدۂ صدر اعظم تیرہویں صدی میں موقوف ہوا۔ اٹھارہویں صدی میں خدمت خزانہ داری کا بذریعۂ فرمان شاہی تقرر ہونے لگا۔ چانسلر کے فرائض منصبی میں بھی بہت تغیر ہوگیا ہے لہذا ضرور ہے کہ ان وزرا کا کام بیان کیا جائے۔

صدر اعظم۔ یہہ وزیر سب وزرا کا صدر ہوتا تھا۔ **ولیم فاتح** کے عہد میں یہ لفٹنٹ اور بادشاہ کے بیرون انگلستان جانے کے زمانہ میں نائب شاہ ہوا کرتا تھا **ولیم احمر** کے وقت یہ ایک مستقل وزیر بن گیا اور کل حکومت اس کے اختیار میں آگئی تھی اُس کی یہی حالت **ہنری اول** کی شاہی میں رہی۔ اکثر یہ خدمت پادریوں کو دی جاتی تھی اور اس کے دو سبب تھے۔ ایک یہ کہ اس کام کے لئے اعلیٰ قابلیت کی ضرورت تھی اور دوسرے یہ کہ مجرد آدمی کو اختیارات اور دولتمندی سے ناجایز فائدہ اُٹھانے کی ضرورت فطرۃً کم ہوتی ہے۔

چانسلر۔ نارمن سلاطین کا چانسلر اُس کے مابعد زمانہ کے چانسلر سے بالکل مختلف تھا۔ موخرالذکر زمانہ کا چانسلر ایک قابل جج ہوتا اور اس کا کام خاص عدالت کے متعلق ہوتا تھا نارمن سلاطین کا چانسلر ایک حد تک وزیر ریاست سمجھا جاتا اُس کے ماتحت ایک بڑا عملہ ہوتا جس کی مدد سے وہ شاہی مراسلت کو انجام دیتا اور احکام عدالت کی تعمیل کے لئے حکم نامے جاری کرتا اور شاہی حسابات رکھتا تھا۔ جیسا کہ اب رواج ہے اس زمانہ میں بھی شاہی مہر اس کے پاس

رہتی تھی ایڈورڈ نائب انگریزی بادشاہوں میں سب سے پہلا ہے
جس کے پاس مہر اور چانسلر تھا۔ چانسلر ہمیشہ اہل کنیسہ سے
ہوا کرتا اور بادشاہ کا خانگی پادری ہوتا تھا۔اس کا عہدہ لاطینی
لفظ کیانسیلی سے نکلا ہے جس کے معنے پردوں (اسکرینز)
کے ہوتے ہیں۔ان پردوں کے پیچھے بیٹھ کر اس کے مددگار
اپنا کام کرتے تھے۔

خزانہ دار۔ سلاطین نارمن کے خزانہ دار کا خاص فرض یہ
تھا کہ شاہی خزانہ میں ہمیشہ رقم رکھا کرے اُن دنوں میں
سرکاری اعتبار پیدا نہیں ہوا تھا۔بڑے سے بڑا بادشاہ بھی
اُس زمانہ میں سواں حصہ اس قرضہ کا حاصل نہیں کرسکتا تھا
جیسا کہ اِن دنوں ایک چھوٹی ریاست صرافہ سے قرض
لے سکتی ہے۔اس لئے ہر ایک بادشاہ اپنے پاس کثیر مقدار
زرنقد کی رکھا کرتا اور اس مقدار کی حفاظت و نگرانی
خزانہ دار کا کام ہوتا۔لیکن اس کے سوائے عام کاروبار
سلطنت میں بھی وہ شریک ہوتا تھا۔

فرائض حکومت شاہی۔اگرچہ نارمن سلاطین نے قوی
حکومت قایم کی لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس کے
سپرد بجز چند ذمہ داری کے صیغوں کے جن کو ان دنوں عموماً
سرکار سے تعلق ہوتا ہے زیادہ کام تھا۔اس وقت سرکاری
کام کی تین عنوانوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔فینانس (محکمۂ مال)
دادرسی اور جنگ۔لیکن اُس زمانہ میں سرکار کا ایک ہی مستقل

محکمہ تھا۔ جو بلحاظ نوعیت کار مال و عدالت کے دو مختلف ناموں سے منسوب کیا جاتا تھا۔ اس محکمہ کے مالی فرائض کے لحاظ سے اُس کو اکسچیکر (ارکان مجلس جس میز پر کام کرتے اُس پر ایک خانہ دار کپڑا یعنے چیکرڈ کلاتھ بچھا ہوتا تھا) اور فرائض عدالت کے اعتبار سے کیوریا ریجس کہتے تھے (دو لاطینی الفاظ سے مرکب ہوا ہے بہ معنی عدالت شاہی) بہر طور اُس کے دونوں صیغوں میں ایک ہی قسم کے ارکان ہوتے تھے یعنے اعلیٰ عہدہ داران سلطنت جن کا اوپر ذکر ہوچکا اور دوسرے ایسے لوگ جن کو بادشاہ طلب کرنا مناسب سمجھتا تھا۔

ہم بتا چکے ہیں کہ اکسچیکر محکمۂ مال تھا۔ اس کا اجلاس سال میں دو مرتبہ ایسٹر اور مائیکل مس (عیسائیوں کے دو تہوار جو ماہ اپریل اور سپٹمبر میں واقع ہوتے ہیں*) کے زمانہ میں ہوا کرتا۔ شیرف رقوم اور محاصل واجب الادا کو اس میں داخل کیا کرتے تھے س کے کام کے تین جدا جدا دفتر رکھے جاتے تھے۔ خزانہ دار کی مسلوں کو اُن کی شکل کے سبب گریٹ رول آف دی پایپ (بڑے لپٹے ہوئے نل کے مانند پلندا) اور دوسری مسلیں جو چانسلر کے تحت ہوتیں ان کو رول آف چانسری کہتے۔ تیسرا دفتر ایک کم درجہ کے عہدہ دار کے تفویض رہتا۔ ہنری اول کے عہد کا ایک پایپ رول (نل نما مسلوں کا پلندا) جو

---

* مائیکلمس اور ایسٹر کے متعلق ضمیمہ میں تشریح کردی گئی ہے۔

اب یک باقی رہ گیا ہے نارمن فینانس کے متعلق معلومات کا مبدا ہے۔

۱۔ نارمن سلاطین کی مالی حالت۔ **ولیم فاتح** اور اُس کے لڑکے سنگدل و حریص تھے وہ جانتے تھے کہ دولتمندی اصل قوت ہے۔ کثیر مقدار میں روپیہ جمع کرنے سے وقت ضرورت کام آتا تھا اور غیر ملکی فوجیں اجرت پر مہیا ہوسکتی تھیں جن کو نہ انگریزوں اور نہ نارمنوں کی پروا ہوتی تھی۔ نارمن فتح سے پہلے **انگلستان** کے بادشاہ کمزور ہونے کی وجہ سے مفلس تھے نارمن سلاطین نے ان سے سبق لیا برے اور بھلے طریقہ سے جس طرح ہوسکا روپیہ جمع کرنا شروع کردیا۔ ان کے جبریہ وصول کرنے سے ملک بہت تباہ ہوا لیکن اجانب کے حملوں اور جاگیرداروں کی بغاوتوں سے انھوں نے اُس کو بچا لیا۔

ڈومس ڈے بک (رجسٹر بندوبست) ولیم فاتح اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ حکمراں کو ملک کی آبادی اور ذرایع آمدنی سے آگاہ ہونا لازم ہے۔ اس لیئے اُس نے احکام جاری کئے کہ پورے ملک کی زمین کی پیمایش اور تشخیص مالگذاری رعیت وارتی کی جائے اس غرض کے لئے شاہی کمیشن ۱۰۸۵ء میں ہر ایک ضلع میں روانہ کیا گیا جس کو اختیار دیا گیا تھا کہ **شیرف** اور **بیرنوں** اور ان کے فرانسیسی ماتحتوں اور اُن سب اشخاص کا جو تعلقات کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے مثلاً پادری اور **ریف** اور ہر ایک موضع کے چھ نائبوں کا حلفاً بیان قلمبند کرے۔ کمیشن کا کام تھا کہ ان حلفی بیانات کے ذریعۂ

ہر ایک قابض اراضی اور اس کی زمین کے متعلق بشمول عہد ایڈورڈ تاپ زمانۂ موجودہ تحقیقات کرے کہ ہر ایک کے قبضہ میں کس قدر اراضی ہے، اس کا قابض سابق و حال کون ہے، اُس پر کتنے مملوک سرفس (غلامان زرعی یا غیر آزاد کسان) اور احرار رہتے ہیں، کس قدر حصہ اس کا جنگل اور چراگاہ اور سبزہ زار کے لئے مخصوص ہے، تعداد چکیوں اور ماہی گیری کے تالابوں کی اور اس قطعہ اراضی کا محاصل جو شاہ ایڈورڈ کے زمانہ میں مقرر ہوا تھا اور اب عطائے ولیم کے وقت کیا ہے۔ نارمن سلاطین کے مخصوص ذرایع محاصل حسب ذیل تھے۔

۱۔ **شاہی اراضی**۔ ہم کو معلوم ہے کہ نارمن فتح کے پہلے ایک بڑا شاہی مخصوص علاقہ ہوتا تھا جس کو ڈیمین[1] کہتے تھے اور جو بادشاہ ہوتا اس کو یہ علاقہ ملتا تھا اس علاقہ میں ولیم اور اُس کے ورثہ نے باغی امرا کی جائدادیں ضبط کر کے بہت اضافہ کیا۔ بادشاہ اس علاقہ کی زمین اور اس کے شہروں کا مالک اور حاکم کہلاتا تھا اس لئے وہ اس علاقہ سے سب چیزیں وصول کر سکتا تھا جس طرح کہ بیرن اپنے علاقہ سے لے سکتا تھا۔

(۲) **جاگیری محاصل**۔ نظام جاگیری کے خیالات کے بموجب بادشاہ ملک کی ساری زمین کا مالک تھا اور اُن لوگوں کا جن کو بلا واسطہ بادشاہ سے جاگیریں عطا ہوئی تھیں فرض تھا کہ مقررہ خدمات بجالائیں اور پیشکش ادا کریں اور جب کبھی

---

[1] دیکھو نوٹ متعلق ڈیمین مندرجہ ضمیمہ۔

طلب ہوں تو بحیثیت مشیر یا قاضی جیسی ضرورت ہو۔ بادشاہ کی عدالت میں کام کریں اور جب لڑائی کے واسطے بلائے جائیں تو خود اپنے تابعین کی اُس تعداد کے ساتھ جو رقبۂ جاگیر کی مناسبت سے ہوتی تھی اسلحہ سے آراستہ ہوکر میدان میں آئیں۔ ان کے علاوہ اُن کے ذمہ مختلف طرح کے رسوم کی ادائی تھی۔ جاگیردار کی وفات پر اُس کے فرزند کو جاگیر پر قبضہ و تصرف نہیں دیا جاتا تھا جب تک کہ بادشاہ کو وہ نذرانہ ادا نہ کرے جس کو **ریلیف** کہتے تھے **نایٹ**[1] (مبارز) کی جاگیر کے لئے پانچ پونڈ اور بیرن کی جائداد کے لئے دس پونڈ نذرانہ لیا جاتا تھا۔ اگر ایسے متوفی کا بیٹا بالغ نہ ہوتا تو بادشاہ کی ولایت میں لے لیا جاتا جو اس کی پرورش و تعلیم کا انتظام کرتا تھا لیکن اس کی جائداد کے زمانۂ نگرانی کی سب بچت بادشاہ لیا کرتا تھا لیکن اگر متوفی بجائے فرزند دختر چھوڑ جاتا تو وہ بھی بادشاہ کی سرپرستی میں لے لی جاتی تھی اور بادشاہ ہی اس کے لئے شوہر تجویز و منتخب کرتا تھا۔ اگر یہ لڑکی کسی بڑے علاقہ کی وارث ہوتی تو بادشاہ اس شخص سے جو اس سے شادی کرنا چاہتا بڑی رقم وصول کرتا تھا ان کو "شاہی حقوق ولایت و ازدواج" کہتے تھے علاوہ بریں اسی قسم کی اور رقوم بادشاہ کو جاگیرداروں سے وصول ہوتی تھیں جو (ایڈز) یعنے "امدادی رقوم" کھلاتی تھیں۔ ہر ایک رئیس

---

[1] دیکھو نوٹ متعلق نایٹ ہڈ مندرجہ ضمیمہ۔

اپنے علاقہ کے جاگیرداروں اور اسامیوں سے ان کے مشورہ کے
تین قسم کی رسمی رقوم امدادی پانے کا ادعا کرسکتا تھا جن
حسب ذیل صراحت کی جاتی ہے۔
بادشاہ کے فرزند اکبر کے مبارز بننے کی رسم کے وا
بادشاہ کی بڑی لڑکی کی شادی کے وقت۔ اور ادائی فد
دینے کے لئے اگر بادشاہ گرفتار کرلیا جاتا۔
بالآخر اگر کوئی جاگیردار بغاوت کرتا تو بادشاہ اُس
زمینیں ضبط کرلیتا۔ اس کو حق ضبط کہتے تھے۔ اگر کوئی جاگیرد
لاوارث مرجاتا تو بادشاہ اُس کا وارث بن جاتا تھا یہ
بازگشت کہلاتا تھا جو ابھی تک باقی ہے۔ اگر بادشا
حریص ہوتا تو اس کے لئے نہایت آسان تھا کہ ان حق
کے بیجا استعمال سے من مانے روپیہ جبراً وصول کرے۔
وہ جاگیرداروں کو نچوڑتا تو یہ اپنی جگہ پر اپنے ماتح
جاگیرداروں کو نچوڑتے۔ اس طرح سے اگرچہ بظاہر چند
آدمی بلاواسطہ اس طرز کے نذرانے بادشاہ کو اداکرتے۔
لیکن اس کا خمیازہ تمام قوم کو اُٹھانا پڑتا تھا۔
(۳) **ڈین گلٹ**۔ ابتداءً یہ محصول بحساب دو شلنگ
ہائیڈ لگایا جاتا تھا اور یہ اس غرض سے لیا جاتا کہ انگ
سلاطین قوم ڈینز کو اس سے رشوت دیا کریں تاکہ
ملک پر حملہ آور نہ ہوں **ولیم اوّل** نے ۱۰۸۴ء میں
ڈینز کے اس خطرہ سے فائدہ اُٹھاکر دوبارہ اس محصول

جاری کیا اور اسے بڑھاکر چھ شلنگ مقرر کیا۔ اس کو اصولاً
تمام زمینوں پر عائد کیا گیا تھا بعض علاقے مستثنیٰ تھے۔
(۴) **فرم** ۔ (ضلع) (لاطینی فرما) یہ وہ رقم تھی جس کو ہر ضلع کا
شیرف یعنے (منتظم) کئی چھوٹی مدات کی واجب الادا رقوم کو
بصورت مالگزاری یکمشت ادا کرتا۔ اس میں خاص علاقۂ شاہی
کے علیحدہ حصص، اراضی کی مالگزاری اور ضلع کی عدالت کی
جمع شدہ رقوم جرمانہ و رسوم اور مختلف رقوم جو اشخاص
خاص یا عام رعایا سے وصول ہوتیں شامل ہوا کرتی تھیں۔
رجسٹر بندوبست کی تکمیل کے بعد ان چھوٹی رقمی مدات کا
اندازہ کرکے ایک معین رقم ہر ایک ضلع کے لئے مقرر
کردی گئی۔ اس رقم کے لئے منتظم ضلع جواب دہ قرار دیا گیا
خواہ اُس ضلع کی آمدنی اس سے زیادہ ہو یا کم۔ لیکن
اُس کو اجازت تھی کہ نظم و نسق شاہی کے اخراجات
اس سے وضع کرلے۔ 12/7/

(۵) **فوجداری مقدمات کی آمدنی** ۔ تعلقہ اور ضلع کی عدالتوں سے
شاہی عدالتوں میں مقدمے منتقل ہونے سے ان کے رسوم
اور جرمانوں کی رقوم اس عنوان کی آمدنی کا ذریعہ ہوگئی تھیں
اُن اسباب کی بنا پر جن کا ذکر آیندہ انتظام داد رسی کے
عنوان میں کیا جائے گا۔ اس قسم کے مقدمات کی کثرت
ہوتی گئی۔ انتظام دادرسی کو سلاطین نارمنی نے آمدنی کا
معقول ذریعہ بنا لیا تھا اس کا ایک سبب یہ تھا کہ شاہی

عدالتوں کے دروازے ان سب کے لئے کھول دئے گئے تھے
جو ان میں مقدمہ دائر کرنے کے استحقاق کے لئے رقم ادا
کرتے اور دوسرا سبب یہ تھا کہ مالدار مجرمین سے بھاری
بھاری جرمانے وصول کئے جاتے تھے۔ چنانچہ قوانین صحرا کی
بنا پر جو جرمانے عاید کئے جاتے اُن سے کثیر آمدنی ہوتی تھی۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ نارمن سلاطین ان لوگوں سے
جن کو باوقعت اور سودمند عہدے پانے کی خواہش ہوتی یا
جو لوگ تکلیف دہ اور اعزازی کاموں سے سبکدوش ہونا
چاہتے بڑی بڑی رقمیں حاصل کرتے تھے۔

۱۱۔ **نارمنی انتظام دادرسی**۔ اکثر حالتوں میں انتظام دادرسی
اسی طرح سے جاری رہا جیسا کہ نارمن فتح کے پہلے تھا۔
تعلقہ اور ضلع کی قدیم قومی عدالتیں **ولیم فاتح** کے ہاتھوں
باقی رہگئیں۔ **ولیم احمر** مقامی عدالتوں کا بیجا استعمال کرکے
لوگوں سے جبراً روپیہ وصول کرتا تھا۔ لیکن ہنری اول نے اس کے
متعلق قانون بنایا جس سے قرار دیا گیا کہ ان کا کام وہی
رہے جو شاہ **ایڈورڈ** کے عہد میں تھا اور اس کے خلاف
نہ ہونے پائے۔ اکثر اشخاص اور سند یافتہ جماعتوں کے یہاں
بھی اُن کی خاص عدالتیں ہوتیں۔ لیکن نظام جاگیری کی یہ
خصوصیت یعنے جاگیری عدالت کے بغیر جاگیر کا وجود ہی نہیں
ہوسکتا، بعد کے انگریزی سلاطین کے عہد میں ظاہر ہونے
لگی تھی۔ ابھی تک بادشاہ رعایا کا سب سے بڑا قاضی سمجھا جاتا

جاتا تھا اور بعض وقت اہم دیوانی اور فوجداری مقدمات کا خود ہی فیصلہ کرتا تھا۔ باوجود اس قدر مشابہت کے بعض امور میں نارمن انتظام دادرسی سیکسن انگریزوں کے انتظام دادرسی کے متاثر تھا اس فرق کا بڑا سبب مقامی عدالتوں میں شاہی دست اندازی تھی اور اس کے کئی وجوہ تھے۔ مقامی عدالتوں میں اکثر ناتعلیم یافتہ قضاۃ ہوتے جو معمولی اور صاف سیدھے رسم و رواج کی بنا پر جن سے ہر ایک شخص واقف ہوتا دادرسی کیا کرتے تھے لیکن نارمن فتح نے قانون رسم و رواج انگلستان کو درہم برہم کردیا اور اس کے بجائے بہت سے ایسے قواعد داخل کئے جن کو صرف نارمن وکلا سمجھ سکتے تھے اس کے سوائے جب جاگیری نظام کو ترقی ہوئی تو مقامی عدالتیں اپنے فیصلوں کی مقتدر روسا کے خلاف تعمیل کرانے میں عاجز ہوگئیں۔ اس لئے مقامی عدالتیں اپنے مفوضہ کام کو انجام نہیں دیسکتی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی نارمن سلاطین بہت خواہش مند تھے کہ اُن کی عدالتوں میں کام آیا کرے اس سرگرمی و اشتیاق کے بھی دو سبب تھے اول یہ کہ قوی رؤسا کی طاقت کو روکنے کی خواہش دوسرا یہ کہ رسوم عدالت اور جرمانوں کے ذریعہ سے روپیہ حاصل کرنے کی تمنا۔ ظاہر ہے کہ مقامی عدالتوں سے اس قسم کی خواہشیں پوری نہیں ہوسکتی تھیں۔ اختیارات حدِ سماعت کو بڑھانے کی غرض سے نارمن سلاطین نے دو آلے استعمال کئے (۱) شاہی عدالت (۲) شاہی

کمشنروں کے دورے۔

شاہی عدالت کے متعلق ہم لکھ چکے ہیں کہ اس میں وہی ارکان اجلاس کرتے جو اکسچیکر میں کام کیا کرتے تھے۔ اس میں ان مقدمات کی تحقیقات ہوتی جن میں بادشاہ کو دلچسپی ہوتی تھی۔ یا ایسے مقدمات جن کی داد رسی مقامی عدالتوں سے نہیں ہوسکتی یا وہ مقدمات جو باہم جاگیر داروں میں ہوا کرتے اور اقتدار کے سبب بجز عدالت شاہی کے کسی دوسری عدالت کے احکام کو وہ قبول نہ کرتے یا ان لوگوں کے مقدمے جن کو خاص رعایت کے سبب بادشاہ سے اس عدالت میں رجوع ہونے کے لئے اجازت ملتی تھی۔

شاہی کمشنروں کے دورے، ہنری اول کے عہد میں شروع ہوے۔ اور ہنری دوم کی سلطنت کے آغاز تک یہ دورے کسی قاعدہ کے تحت میں نہ تھے۔ یہ شاہی کمشنر عدالت کے ارکان ہوتے تھے۔ او داد رسی کرنے کے لئے ضلع بہ ضلع سفر کیا کرتے تھے عدالت ضلع ان کے اجلاس کے لئے منعقد ہوتی۔ کمشنر تعلیم یافتہ وکلا ہوتے تھے۔ اور شاہی اختیارات رکھتے تھے۔ عدالت ضلع ان اشخاص پر مشتمل ہوتی جو امور مابہ النزاع و تنقیح طلب سے واقف ہوتے تھے۔ اور ان میں کے مختلف اشخاص کو حلف دیا جاتا کہ مجرمین کو حاضر کیا کریں اور امور نزاعی کی بابت حلفی شہادت ادا کریں۔ اس عظیم تغیر نے اہم نتائج پیدا کیے۔

(۱) قضاۃ کے دوروں نے انگلستان میں ایک ہی قانون کے نفاذ پانے کی بنیاد ڈالی اور انگریزی اتحاد کو قوی کیا۔

(۲) ان دوروں کے سبب اضلاع کی عدالتوں یعنے رعایا کی کثیر تعداد سے بادشاہ کا بلا واسطہ تعلق پیدا ہوگیا۔اس طرح جاگیردار روساء کی قوت محدود ہوئی اور بادشاہ کے لئے عوام کے نمایندوں کو طلب کرنے کا راستہ نکل آیا۔

(۳) ہمسایہ کے منتخب اشخاص کے حلفی شہادت کو استعمال کرنے سے عدالتی تحقیقات میں جوری کی شرکت کی ابتدا ہوئی۔

۱۱۱- نارمنوں کا فوجی نظام۔ نارمن سلاطین جانتے تھے کہ بڑے روساء پر فوجی خدمت کے لئے بالکل بھروسہ کر بیٹھنا نہایت اندیشناک ہے۔ نارمن امرا اگرچہ بہادر تھے لیکن مطلق العنان اور ناقابل اعتماد ضرور تھے اس لئے نارمن سلاطین نے پرانے فریضہ کو نافذ کیا جس سے ہر ایک آزاد آدمی کے لئے ضرور تھا کہ جب بادشاہ طلب کرے تو فوجی خدمت بجا لانے کے لئے حاضر ہو جائے۔جب کبھی نارمن بیرن بغاوت کرتے تو نارمن سلاطین انگریزی قومی فوج سے اُن کی سرکوبی کرتے تھے چنانچہ جب ہنری اول نے بدکار ارل آف شرو سبری کو اُس کے علاقہ کے قلعہ برج نارتھ میں محصور کیا تو نارمن امرا نے بادشاہ سے خواہش کی کہ اُس کے ساتھ آسان شرایط پر صلح کرلی جائے لیکن انگریزی سپاہ چاہتی تھی کہ اُس کو بالکل تباہ کردیا جائے۔

نارمن سلاطین مالدار ہونے کے سبب سے فلانڈرس یا
میکنی یا کسی دوسرے ملک سے اجرت پر سپاہی مہیا کرسکتے
تھے۔ ان لوگوں کو بجز اپنے مالک کے دوسرے کی خواہ وہ انگریز
ہو کہ نارمن پروا نہیں ہوتی تھی۔ اس طرح نارمن سلاطین کے پاس
تین قسم کی سپاہ ہوتی تھی۔

اداراتِ مقامی۔ نارمن فتح سے مقامی ادارات پر اس قدر
اثر نہیں ہوا جس قدر کہ مرکزی حکومت پر ہوا۔ مقامی ادارات کا
انگریزوں پر بہت گہرا اثر ہوگیا تھا اس لئے جاگیردار امرا کے
مقابل ان ادارات کو نارمن سلاطین نے اپنے بچاؤ کا ذریعہ
قرار دے کر قایم رکھا۔ تاہم جو تغیرات کہ ان میں ہوگئے تھے
ان کو محض اتفاقاتِ روزگار سمجھنا چاہیئے نہ کہ واضع قانون کی مرضی۔

بریں ہم نارمن فتح کا ان سب ادارات پر اثر ہوا۔ ایک
طرح سے تو اُس نے نظام جاگیری کی نشونما کو ترقی دی اور
دوسری طرح سے مرکزی حکومت کو زیادہ قوی اور دخیل بنادیا۔

موضع۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ موضع کے ابتدائی دستور کی نسبت
صحیح طور پر تحقیق نہیں ہوسکتی۔ نارمنوں کے زمانہ میں موضع بدل کر
(جاگیر یا پرگنہ) مینر[1] (Manor) ہوگیا۔ ہر ایک جاگیر یا پرگنہ
کا مالک ایک امیر ہوتا۔ اس کے کاشتکار اس امیر کے آسامی
ہوتے اور اکثر حالتوں میں آزاد ہوتے۔ ٹون شپ یعنے موضع
کی افتادہ زمین کا وہی مالک سمجھا جاتا عدالت جاگیر کے ارکان

---

[1] دیکھو نوٹ متعلق مینر مندرجہ ضمیمہ۔

میں ہر رئیس البیت داخل ہوتا تھا اور یہ اُسی جاگیردار کی عدالت متصور ہوتی تھی اکثر مقامات پر اس تغیر کو بہت ترقی ہوئی ہوگی لیکن اس کی تکمیل نارمن فتح سے ہوئی۔

تعلقہ۔ نارمن فتح کے پہلے یا بعد خاص رعایت کی بناپر بعض امرا کی جاگیریں تعلقہ سے نکال لی گئی تھیں اور گو اکثر امور میں اُس کی قدیم دستوری ترتیب بحال رہگئی تھی۔ تاہم تعلقہ کے عدالتی کام کی اہمیت تبدریج کم ہوتی گئی۔

ضلع۔ ہم کو معلوم ہے کہ ضلع کی دستوری ترتیب نارمن فتح کے بعد بھی باقی رہی۔ لیکن اس فتح سے جو مخصوص تغیرات ہوئے وہ صرف شیرف کی نئی حیثیت اور شاہی قضاۃ کے دورے ہیں۔

شیرف۔ ابتدائی سکسن انگریزوں کے دستور میں ایلڈرمین (Ealdorman) ضلع کے باشندوں کے اختیارات کا نائب اور شیرف شاہی انتظام کا عامل ہوتا تھا۔ اِس کے بعد کے زمانہ میں ایلڈرمین موقوف ہوکر اس کی جگہ بڑے آرلز (نوابوں) کو دی گئی جو اکثر اضلاع پر حکمراں تھے۔ نارمن فتح کے بعد بجز چند مستثنیٰ نوابوں کے اضلاع کی حکومت ان سے بتدریج لے لی گئی۔ شاید سے ان کے خطاب آرل کی بنا ہوئی ہے لیکن شیرف (منتظم ضلع) بحیثیت نائب شاہ ضلع میں باقی رہگیا۔ اور بادشاہ کے مطلق العنان ہونے سے شیرف بھی

---

[1] دیکھو نوٹ متعلق ایلڈرمین مندرجہ ضمیمہ۔

بہت مقتدر ہوگیا۔ شیرف کے فرایض بلحاظ مالیہ اور دادرسی اور جنگ نہایت اہم تھے۔

۱۔ مالیہ کے لحاظ سے ہم کو معلوم ہے کہ ضلع کو شیرف ایک سال کے واسطے ٹھیکہ پر رقم معینہ پر دے دیا کرتا اور اس رقم کا وہ ذمہ دار ہوتا تھا اس لئے اس کو موقع ملتا اور اس کی غرض ہوتی کہ نا جائز طور پر جبر سے روپیہ وصول کرے اکثر وہ اپنے اختیارات کا بیجا استعمال کرتا اور اس لئے لوگ اس سے ناراض رہتے تھے۔

۲۔ بلحاظ دادرسی ضلع کی عدالت میں وہ بادشاہ کا نائب ہوتا تھا جہاں بحیثیت میر مجلس اجلاس کرتا تھا اور بعض وقت شاہی قاضی کی حیثیت سے ان مقدمات کی تحقیق کرتا جن کو مقامی عدالتوں سے منگوالیا کرتا تھا۔

۳۔ بلحاظ جنگ شیرف کا فرض تھا کہ ضلع کی فوج کو طلب کیا کرے۔ بڑے امرا اپنی سپاہ کی کمان کرتے لیکن باقی افواج کی سرداری شیرف کیا کرتا تھا۔

شہر۔ نارمنوں کے عہد میں شہروں کی نشونما تعجب خیز ہے لیکن انگریزوں کے سلاطین کے ماتحت بڑے شہر خود تعلقے ہوگئے تھے اور باقی شہر معمولی موضع تھے۔ نارمن فتح کے بعد سے شہروں کو کسی ایک امیر کے مخصوص علاقہ کا یا بادشاہ کے خاص علاقہ کا حصہ سمجھنے لگے۔ شہریوں کو اُس امیر کی آسامی خیال کیا جاتا اور ان پر اس کی مرضی و خوشی کے موافق

محصول لگایا جاتا تھا۔ اب پہلی غرض شہریوں کی یہ ہوگئی کہ محصول کی مقدار کو محدود کریں۔ رجسٹر بندوبست میں ہر ایک شہر کے ذمہ محصول کی ایک معین رقم بتلائی گئی ہے۔ دوسری غرض شہریوں کی یہ تھی کہ اس رقم کو وہ خود جمع کریں اور شیرف اور اس کے جبریہ وصول سے نجات پائیں۔ اس مقصد کو انھوں نے اس طرح پورا کیا کہ بادشاہ سے بذریعۂ سند اپنے اپنے شہر کا اجارہ اس رقم کی نسبت حاصل کرلیا جو ان کے ذمہ واجب الادا قرار دی جاتی تھی۔ وہ صرف بادشاہ کے پاس اس رقم کی ادائی کے ذمہ دار تھے۔ ہر ایک سے اس کے حصہ کی معین رقم وصول کی جاتی تھی ان شہروں کو بھی جو امرا کے مخصوص علاقوں میں واقع ہوتے اسی قسم کے اسناد اُن کے روسا سے مل گئے۔ علاوہ بریں حکومت نے شہروں کی مقامی عدالتوں اور اُن کے تجارتی و صنعتی انجمنوں کے وجود کو مان لیا۔ دوسرے شہروں کی یہی کوشش رہی کہ حتی المقدور شہر لنڈن کے سے اعزازات و حقوق حاصل کریں۔ لنڈن کو ہنری اول سے ایک سند ملی تھی جس کے ذریعۂ اس کی حیثیت ضلع کی ہوگئی تھی۔ اس کو اپنا شیرف منتخب کرنے کا اختیار تھا۔ اہل لندن بیرونی عدالتوں کے زیر اقتدار نہیں تھے اور راہداری اور بندرگاہوں کے محصول کی ادائی سے مستثنیٰ تھے۔ لیکن مملکت کے دوسرے سب باشندوں سے برابر یہی محصول وصول کئے جاتے تھے

باوجود ان اعزازی رعایتوں کے لنڈن کی وہ حالت نہ تھی
کہ ہم اس کو کارپوریشن[1] (شخصیہ) کہہ سکیں۔

حکومت اور کلیسا کے باہمی تعلقات۔ ولیم فاتح کے ارادہ ظاہر کرنے پر کہ وہ کلیسا کی حمایت و استحکام میں نبرد آزما ہونا چاہتا ہے پوپ اسکندر دوم نے اس کے حملہ انگلستان کے وقت رحمت و تائید الٰہی کے نزول کے واسطے دعا کی تھی اس لئے ولیم مذہب اور کلیسا کی اعانت و خیرخواہی پر تا امکان ہر وقت آمادہ رہتا تھا۔ ساتھ ہی اس کا بھی خیال لگا رہتا تھا کہ اپنے اختیارات میں کسی طرح کا ضعف نہ پیدا ہونے پائے۔ اس نے انگلستان کے اس وقت کے مروجہ عیسائی مذہب اور دوسرے ملکوں کے عیسائی مذہب وکلیسا کے تعلقات میں یک جہتی پیدا کردی اس طرح کہ انگریزی اسقف اور صدر اسقف کے علاقے فرانسیسیوں اور اطالیوں کو دیئے جانے لگے۔ اور یہ اجازت دی کہ ادائی رسم عشائے ربانی میں ترمیم کی جائے اور پادریوں کو ترغیب دی کہ وہ مجرد رہا کریں۔ پادریوں کو خوش کرنے کے لئے اس نے ایک بڑا نتیجہ خیز انتظام کیا۔

اس انتظام کی بنا پر دیوانی عدالتوں کو کلیسا کی عدالتوں سے علیحدہ کردیا گیا۔ نارمن فتح کے پہلے اسقف اور شیرف ایک ہی عدالت تعلقہ میں اجلاس کیا کرتے

---

[1] دیکھو نوٹ متعلق کارپوریشن مندرجہ ضمیمہ۔

اور دنیوی و دینی آدمیوں کے لئے ایک ہی قسم کی دادرسی ہوا کرتی تھی لیکن اب پادریوں کے واسطے عدالتیں مخصوص کردی گئیں جن میں صرف ایسے مقدمات دائر ہوتے اور اہل مقدمہ وہی ہوتے جن کو مذہب سے تعلق ہوتا تھا۔ اس کے بعد ملزم پادریوں کی بھی انہی عدالتوں میں تحقیقات ہونے لگی۔ ان عدالتوں میں قانون غیر موضوعہ نہیں بلکہ کلیسا کا یعنے مذہبی قانون نافذ کیا جاتا تھا۔

پادریوں کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے ولیم فاتح نے حسب ذیل تدبیریں اختیار کیں۔ پادریوں کو اجازت نہیں تھی کہ بادشاہ کے ملاحظہ و منظوری کے بغیر پوپ کی تحریرات کو وصول کریں یا اس کی رضامندی کے بغیر کلیسا کے متعلق نئے قواعد مرتب کریں۔ ایسا ہی کوئی شاہی ملازم یا بیرن بے حکم شاہی مذہب سے خارج نہیں کیا جا سکتا تھا اور پوپ کے سفیر کو بھی بلا حصول اجازت نامہ شاہی نہ تو کسی کام کی اجازت تھی اور نہ وہ ملک میں آسکتا تھا۔

ولیم نے کلیسا کی زمینوں پر بھی عام اراضی کی طرح سے محصول لگایا۔ اسقف اور صدر اسقف اور دوسرے علاقہ دار پادریوں پر بھی مثل عام قابضان اراضی کے فوجی خدمات لازم کی گئیں سوائے اس کے اس نئے اور طریقوں سے پادریوں پر بہ نسبت عام رعایا کے زیادہ محصول لگایا۔

عرصۂ دراز تک کلیسا اس قابل نہیں ہوا تھا کہ سلاطین نارمنیہ کا مقابلہ کرسکے۔ پادریوں کے ضعف کا سبب یہ تھا کہ اکثر ان میں کے انگریز تھے اور ان کے حکمراں غیر ملکی ہونے کے سبب ان سے برابری اور محبت سے پیش نہیں آتے تھے اور نہ عموماً ان کی زبان بولتے تھے۔ پادریوں میں بتدریج اتفاق ہوتا گیا اور جبکہ صدر اسقف اور اسقف کا انتخاب انگریزوں ہی میں سے ہونے لگا تو لوگ ان کو مطلق العنان بادشاہوں کے مقابل حرّیت کا حامی اور معاون سمجھنے لگے۔

ولیم اول کی حیات میں کلیسا اور حکومت میں صلح رہی لیکن ولیم دوم نے لوٹ مار شروع کردی اس تباہی سے پادری بھی نہیں بچے۔ اسقف اور گرجا کے اعلیٰ عہدوں کو وہ مدتوں خالی رکھتا اور ان علاقوں کی آمدنی خود لیا کرتا۔ بعض وقت زمینیں بالکل انعام کے طور پر بلا شرط دیدیتا۔ جب کسی خالی جائداد کو مامور کرتا تو اس اجازت و تقرر کے لئے معتدبہ رقم وصول کرتا۔

جب ہنری اول تخت نشین ہوا تو اس نے سند کے ذریعہ سے وعدہ کیا کہ کلیسا کے حقوق کا لحاظ کیا جائے گا اور ایک حد تک وہ اس معاہدہ کا پابند رہا لیکن پادریوں میں اور اس میں کشیدگی ہوگئی اور یہ کشیدگی "نزاع رسم تشریف" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ امر مابہ النزاع تھا کہ اسقف کو اس کے عہدہ پر کون مقرر کرے۔ اسقف

اگرچہ کہ کلیسا کا عہدہ دار ہوتا لیکن سلطنت کا بیرن (نواب)
بھی تھا۔ اس کو چھوٹے درجہ کے پادری منتخب کرتے لیکن
اُس شخص کا انتخاب کیا جاتا جس کو بادشاہ نامزد کرتا۔ بعد
انتخاب بادشاہ اُس کو انگوٹھی اور عصا (مذہبی و روحانی اقتدار
کی علامات) سے سرفراز کرتا اور اسقف علاقہ پانے کے سبب سے
بادشاہ کی فرماں بری ووفاداری کا حلف کرتا۔ اس طرح اسقف کا
تقرر بالکل بادشاہ کا اختیاری ہوتا۔ انسیلم جو کنٹر بری کا
صدر اسقف تھا انکار کر بیٹھا کہ بادشاہ کو اس معاملہ میں
دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہنری نے اپنے اس
اختیار کو شد و مد سے منوانے کی کوشش کی۔ بالآخر دونوں
میں مصالحت ہوگئی اور طے پایا کہ انگوٹھی اور عصا اسقف کو
صدر اسقف دیا کرے لیکن اسقف کے علاقہ کی زمینون کے واسطے وہ
بادشاہ کی فرماں بری ووفاداری کا حلف کرے۔

مدارج قومی۔ اب اس کا موقع ہے کہ ہم اس وقت کی
سوسائٹی کے طبقات پر اجمالی نظر ڈالیں۔ بڑا فرق تو
انگریز اور نارمنوں میں پایا جاتا ہے۔ انگریز محکوم تھے اور
اس راستہ سے بھٹک گئے تھے جو ان کو قومیت کی
منزل تک پہونچاتا۔ دولتمند لوگ زمینوں خطابوں اور سیاسی
اختیارات کو کھو بیٹھے تھے اور غریب (مفلس) آدمی فتح کے
پہلے سے بھی زیادہ ذلیل و خوار ہوگئے تھے۔ اکثر و بیشتر
انگریز غیر آزاد کسان یعنے زرعی غلام بنالئے گئے تھے۔

لیکن ولئن Villein غلام زرعی کا اطلاق صحیح
معنوں میں مملوک پر نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اس کے پاس
ذاتی مکان اور اہل و عیال ہوتے تھے۔ قانون اُس کی تائید
میں موجود تھا جس کے باعث مالک نہ تو اس کو ہلاک
اور نہ اس کے اعضا کی قطع و برید کرسکتا تھا۔ قبضۂ اراضی
کے متعلق وہ مطمئن رہتا اس واسطے کہ کاشتکاروں کی
تعداد کم اور زمین زیادہ تھی۔ پھر ایک دوسرے کو بیدخل
کیوں کرتا۔ اگر وہ کسی کلیسا کے علاقہ کی اراضی پر رہتا تو اس
کے ساتھ زیادہ ذلیل برتاؤ نہ کیا جاتا حکومت موضع میں وہ
شریک رہتا اس کو اپنے مالک سے آزادی پانے کا موقع
حاصل تھا یا بھاگ کر کسی شہر میں ایک سال اور ایک
دن تک ٹھہرے رہنے سے اس کا احرار میں شمار ہونے لگتا
یا پادریوں میں شریک کرلئے جانے سے غلامی سے نجات ملجاتی
باوجود ان رعایتوں کے اس کی کچھ عزت نہ ہوتی اس لئے کہ
وہ گویا زمین سے جکڑ دیا جاتا اور اس کے ساتھ منتقل ہوا
کرتا۔ اس کے مالک کے جبراً روپیہ وصول کرتے یا ظلم سے
اُس کی کچھ حفاظت ہو جاتی تھی۔ لیکن اس کو کسی قسم کا
سیاسی حق حاصل نہیں تھا۔ اور آزاد باشندے اس کو نظرِ
حقارت سے دیکھتے۔ اکثر و بیشتر انگریزوں کی یہی حالت تھی۔
لیکن دوسرے تین طبقے اس سے بہتر تھے (۱) آزاد مالکانِ اراضی

دیکھو نوٹ متعلق سرف مندرجہ ضمیمہ۔

جو بعض وقت مزارعین بھی کہلاتے تھے ۔ (۲) باشندگان بلاد (۳) پادری ۔ ان طبقات رعایا کو پوری آزادی حاصل تھی۔ اور اپنے معاملات کا خود وہی انتظام کرتے تھے۔تاہم بجز پادریوں کے ان کو صحیح معنوں میں سیاسی اقتدار حاصل نہ تھا۔ اس کے خلاف نارمنوں کی حالت ہے جو حکمراں قوم تھی۔جوکچھ کہ انگریزوں نے کھودیا وہ ان کے ہاتھ آیا یعنی (اصلی معنوں میں) حقیقی آزادی سیاسی اقتدار زمینیں اور حقوق اور کلیسا وسلطنت کے اعلیٰ عہدے ۔لیکن نارمنوں کی قوت بادشاہ اور رؤسا کے آئے دن کی مخالفت کے سبب سے زائل ہوگئی۔ بادشاہ اس بات پر اڑا رہا کہ طبقۂ رعایا پر وہ حکومت کرے گا اور امرا کو ضد رہی کہ وہ مطلق العنان رہیں گے۔ولیم اول ولیم ثانی اور ہنری اول کے عہد میں امرا دبے رہے جو نہایت غدار اور باغی تھے ان کے علاقے اور خطاب ضبط کرلئے گئے۔اسٹیفن کے زمانہ میں امرا کو موقع ملا کہ خود مختار بنجائیں لیکن اس اختیار کو انھوں نے ایک دوسرے کا گلا کاٹنے میں صرف کردیا۔اس عہد کے اختتام پر اصلی نارمن امرا کا خاتمہ ہوچکا تھا اور نئے امرا جو اُن کی جگہ پیدا ہوگئے تھے اکثر ان میں کے انگریز تھے ۔ اِن میں کے بہترین اشخاص جو محبان وطن تھے آزادی کی خاطر جنگ کرنے کے لئے قوم کے رہنما بن گئے۔

تمہید۔ عہد نارمن میں بادشاہ مطلق العنان رہا لیکن باوجود اس اختیار کے وہ نارمن امرا پر قابو نہ پاسکا۔ اسٹیفن اور میاٹلڈا کی خانہ جنگیوں نے اس امن کو برباد کردیا جس کو ہنری اول نے قایم کیا تھا جس سے انگلستان میں چوطرف بدامنی و بدنظمی پھیل گئی۔ امرا نے ایک دوسرے سے جنگ کرنی شروع کی عوام الناس ان کے ہاتھوں طرح طرح کے مظالم اُٹھانے لگے۔ اس ہنگامہ میں صرف مذہبی لوگوں یعنے پادریوں کو کوئی گزند نہیں پہونچا۔ آخر خرابی کی زیادتی سے خود اس کا علاج ہوگیا اس طرح کہ ان خانہ جنگیوں میں اکثر نارمن امرا مارے گئے۔ لوگ اس قسم کے بادشاہ کے

مشتاق تھے جو امن قایم کرسکے۔ پادری بھی باوجود زیادہ قوت وغلبہ رکھنے کے امن و آسایش کے خواہشمند تھے۔

ہنری دوم اگرچہ انگریز نہ تھا لیکن انگلستان کے سلاطین میں عقل وشعور رکھتا تھا۔ وہ قابل محنتی مستقل مزاج تھا۔ اور آئین و قوانین کا پابند اور دلدادہ تھا اور خود بھی بڑا منتظم ومتعین تھا اور اس بات پر آمادہ ہوگیا تھا کہ امرا کی قوت کو گھٹائے اور عوام کی حمایت کرے۔ اس کی تعمیل میں اس نے فاتح اور مفتوح کے فرق کو مٹاکر نارمنوں اور انگریزوں کو باہم شیر و شکر کردیا اور دونوں ملکر ایک قوم بن گئے جو اب انگریز کے نام سے موسوم ہے۔ یہ نئی قوم ہنری کی زبردست اور عاقلانہ حکومت میں بہت جلد ترقی کرکے دولتمند اور تعلیم یافتہ ہوگئی۔

ہنری کے لڑکے باپ کی طرح عاقل و دانا نہ تھے۔ رچرڈ میں اگرچہ چند اچھے اوصاف تھے۔ مثلاً یہ کہ وہ مبارزدار تھا۔ یعنے وہ اپنی بہادری کے جوہر دکھانے کی غرض سے دوسرے ملکوں پر چڑھائیاں کرتا اور لڑائیاں تو مارتا لیکن صاحب تدبیر نہ تھا ملک اور رعایا کے حالات سے کم واقف تھا۔ وزرا پر چھوڑ رکھا تھا کہ رعایا پر محصول لگایا کریں۔ جان تو رچرڈ سے بھی بدتر نکلا۔ اس نے نہ صرف اپنے شاہی فرائض کے ادا کرنے میں غفلت کی بلکہ اُس کے ظلم و جور سے کوئی متنفس نہیں بچا۔ اس لئے

فتح نارمن کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ سب انگریز بادشاہ کے مقابلہ کے لئے اکھٹے ہوگئے تھے۔ شاہی اختیارات کو محدود کرنے کے لئے انگریزوں کی متفقہ کوشش پہلے پہل بارآور ہوئی اور انہوں نے وہ " اعلیٰ منشور حریت" حاصل کیا جس سے ایک نئے زمانہ کا آغاز ہوتا ہے۔

ہنری دوم کی تخت نشینی۔ ہنری نے تخت نشین ہوتے ہی سب سے پہلے رعایا کو منشور عطا کیا۔ جس میں اسٹیفن کی نسبت کوئی اشارہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ سب رعایا سے وعدہ ہے کہ ان کے حقوق اور اعزاز جو ہنری اول نے عطا کئے تھے قایم و بحال رکھے جائیں گے۔ اس کے بعد اُس نے حکومت کے کام کی جانب توجہ کی۔

ا۔ہنری دوم کی حکمت عملی امرا کے نسبت۔ ہنری دوم کا اصلی مقصد تھا کہ امرا کی طاقت گھٹائی جائے۔ اس نے اُن امرا سے شاہی زمینوں کو جو اسٹیفن اور میاٹلڈا سے خانہ جنگیوں کے زمانہ میں بمعاوضہ اعانت عطا ہوئی تھیں واپس لے لیا اور ان تمام قلعوں کو جو بادشاہی اجازت کے بغیر بنائے گئے تھے جبراً ڈھا دیا۔ اگرچہ ان احکام کی تعمیل میں دقت و دشواری تو ہوئی تاہم اس نے دو سال میں پورے ملک میں امن قایم کردیا۔

اسکوتیج Scutage زر سپر کی ترقی و توسیع۔ امرا کو اور کمزور کرنے کی غرض سے ہنری نے اپنے دا دا کے طریقہ کو پھر جاری کیا اور شاہی استحقاق کی بناپر اکثر فوجی خدمت لینے کے

عوض جاگیرداروں سے روپیہ طلب کرتا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ جاگیردار اس ناگوار خدمت سے اس طریقہ سے بخوشی نجات حاصل کریں گے خصوصاً اگر اُن کو شاہی مقبوضات فرانس کے بچاؤ کے لئے لڑائی پر بھیجا جائے۔ اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ اگر ان کو فوجی خدمت کا کم موقع ملا تو ان کا شوق جنگ کم ہو جائے گا اور اُن کے تابعین ان سے کم وابستہ رہیں گے۔ اس رقم سے جو فوجی خدمت کے عوض وصول ہوتی ہنری نے ایسی فوج تیار کی جسے ملک میں رہنے یا باہر جانے میں کوئی عذر نہ تھا ہاں یہ ضرور تھا کہ اس کو پابندی سے تنخواہ دی جائے۔ اس ٹیکس کا نام اسکوٹیج تھا جس کے لفظی معنی "زرسپر" کے ہوتے ہیں۔ جو جاگیردار کہ اس ٹیکس کو ادا کرتا اُس کو اس خاص موقع پر جنگ سے معافی ملتی لیکن وہ مجاز نہ تھا کہ اس ٹیکس کو ہمیشہ ادا کرے اور فوجی خدمت سے نجات پائے کیونکہ بادشاہ اپنے جاگیری حقوق کو قائم رکھنا چاہتا اور مختار تھا کہ روپیہ یا فوجی خدمت جو مناسب سمجھے جاگیردار سے لے۔

ہنری نے امرا کو کمزور کرنے کا ایک اور طریقہ بھی نکالا دورہ کرنے والے شاہی قضاۃ کے اختیارات سے کوئی شخص مستثنیٰ نہ تھا۔ ایسے امرا پر جن کی خاص عدالتیں ہوتیں اور جن کو تعلقہ اور ضلع کی عدالتوں سے کوئی تعلق نہ ہوتا لازم تھا کہ ضلع کی عدالت میں شریک ہوا کریں جبکہ وہ دورہ کرنے والے قضاۃ کے واسطے منعقد ہوتی۔ ان کا یہ فرض بھی تھا

کہ شیرف (صاحب ضلع) کو جبکہ وہ مجرمین کے تلاش میں نکلے تو اپنے علاقوں میں آنے دیں اور اُس کی مدد کریں۔ اِس سے لوگوں پر ظاہر ہوگیا کہ شاہی دادرسی دوسری سب دادرسیوں پر تفوق رکھتی ہے۔

۲۔کلیسا کی نسبت ہنری دوم کی حکمت عملی۔ عدم حکومت کے زمانہ میں کلیسا کی قوت بڑھ گئی تھی۔قانون اور تہذیب کی نیابت صرف اس کی ذات سے تھی۔اُس نے دعوے داران شاہی کی طاقت کو ایک دوسرے سے بڑھنے نہیں دیا اور امن کے قیام میں مدد دی۔ پادریوں میں بتدریج یک جہتی پیدا ہونے لگی جو نارمن فتح کے وقت اُن سے زائل ہوگئی تھی اس کا سبب یہ تھا کہ اس فتح کے مدتوں بعد تک کلیسا کے اعلیٰ عہدے غیر ملکیوں کو دئے جاتے جو کم درجہ کے پادریوں میں ہر دلعزیز نہ ہوتے تھے۔ بالآخر انگریزوں کو بڑی بڑی مذہبی خدمتیں ملنے لگیں۔اِس سے بڑے اور چھوٹے درجہ کے پادریوں میں موافقت ہوگئی۔قوم میں پادری عموماً ہردلعزیز مانے جاتے تھے۔ان کی ہردلعزیزی اور قوت سے ہنری نے امن قایم کرنے میں مدد حاصل کی لیکن جب اُس نے اپنے اختیارات کا دباؤ ان پر ڈالا تو یہ اس کے مخالف ہوگئے۔اس مخالفت کا سرغنہ کنٹربری کا صدر اُسقف اور ہنری کا سابق دوست بیکٹ تھا۔ان دونوں میں ابتداً ایک ٹیکس کے متعلق اختلاف شروع ہوا۔ ۱۱۶۳ء میں ہنری نے

ہر ایک ہائیڈ زمین پر دو شلنگ کا ٹیکس مقرر کرنے کی نسبت
قانون بنانا چاہا۔اس کے قبل اس محصول کو شیرف کی مرضی پر
چھوڑ دیا گیا تھا جو اُس کو وصول کرتا۔ بیکٹ نے اس پر اعتراض
کیا اور اعلان کیا کہ اس اراضی کلیسا سے محصول ادا نہ کیا جاوے
تاریخ انگلستان میں یہ پہلی مثال ہے۔ بادشاہ کی مرضی سے وصول
محصول کے نسبت مخالفت کی گئی ہو۔اس عہد کی اسی قسم کی
مخالفت کی اور دو مثالیں ہیں اور اس مخالفت کا بانی بھی ایک
پادری تھا۔ پادریوں کی طاقت کا ہم اب اندازہ کرسکتے ہیں۔

پادریوں کی تحقیقات جرایم کا جھگڑا۔ہنری کے اس دعوی پر کہ
اُس کو پادریوں کی تحقیقات جرم کا اختیار ہے سخت نزاع کا آغاز
ہوتا ہے۔ہم اس واقعہ کو کسی قدر صراحت سے بیان کرنا چاہتے ہیں۔

زمانۂ موجودہ میں ہر ایک حصۂ ملک پر حکومت کی جانب
سے دادرسی ہوتی ہے، عدالتیں اور قضاۃ شاہی ہوتے ہیں۔
نظماء فوجداری کا تقرر بھی شاہی فرمانِ قیام امن کی بنا پر
ہوتا ہے۔لیکن ریفرمیشن (عہد اصلاح) کے قبل ان چیزوں
میں بہت فرق تھا خود کلیسا کے نہایت وسیع اختیارات تھے کلیسا کی
اور شاہی عدالتیں الگ الگ تھیں۔کلیسا کی عدالتیں کسی شاہی
فرمان کی بنا پر وجود میں نہیں آئیں بلکہ وہ اپنے اختیار
سے قائم ہوئیں۔کلیسا کو حسب ذیل جرایم کی تحقیقات کا اختیار تھا۔

(۱) **الف**) مذہبی اور اخلاقی جرایم جن کا مرتکب پادری ہو
یا کوئی دوسرا۔ان کی مثالیں الحاد و بدعت، توہین مذہبی،

زنا و تہمت ہوسکتی ہیں۔

(ب) وہ جرایم جن کا تعلق پادریوں کے پیشہ سے ہوتا۔ مثلاً کسی پادری کا عبادت الٰہی کو اس کے مروجہ و مقررہ طریقہ سے ادا نہ کرنا۔

(ج) ایسے جرایم جن کا ارتکاب پادری کرتے جیسے کہ سرقہ اور قتلِ عمد۔ نارمن فتح کے قبل ملزم پادریوں کے ان جرایم کی اُنہی عدالتوں میں تحقیقات ہوتی تھی جو عام ملزمین کے لئے مقرر تھیں۔ ہنری دوم کے تخت نشینی کے زمانہ سے صرف ملزم پادریوں کی کلیسا کی عدالتوں میں تحقیقات ہونے لگی۔ تیسری قسم کے جرایم کی تحقیقات کے متعلق ہنری اور بیکٹ میں نزاع شروع ہوئی۔ مذہبی عدالتیں قصاص کی سزا تجویز نہیں کرسکتی تھیں ان میں قید اور اخراج مذہبی اور تنزل کی سزائیں دی جاتی تھیں مگر جب پادری کو ایک مرتبہ کلیسا کی عدالت سے تنزل کی سزا دی جاتی شاہی عدالت سے کسی مابعد کے جرم کی بنا پر اُس کی تحقیقات ہوسکتی اور اُس کو سزا دی جاسکتی تھی۔ بہرحال پہلے جرم کے ارتکاب کے وقت اس رعایت سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دیا جاتا تھا۔ جس کا لازمی نتیجہ تھا کہ پادری سنگین جرایم کے کثرت سے مرتکب ہوتے تھے۔ ہنری مصر تھا کہ ان پادریوں کو جن کو عدالت کلیسا مجرم قرار دے کر تنزل کی سزا دیتی ہے شاہی عدالتوں کے حوالہ کردیا جائے تاکہ اُنھیں مثل عام مجرمین کے باقاعدہ سزا

دی جائے۔ ہنری کا یہ اصرار نہایت انصاف پر مبنی تھا
مگر غالباً بیکٹ مذکور کے اختلاف و مقابلہ کی وجہ سے لوگ
بیکٹ کے ہمخیال ہوگئے۔ اُس زمانہ میں بہ نسبت آج کل کے
باشندوں میں زیادہ تعداد پادریوں کی ہوتی تھی۔ ان نام کے
پادریوں میں بہت سے لوگ ایسے بھی شامل ہوگئے تھے جو
حقیقت میں پیشہ ور پادری نہیں تھے۔ لیکن سر کے بال اِس
طرز کے رکھا کرتے جس سے ظاہر ہوتا کہ انھوں نے بھی اسی
طرز کی زندگی اختیار کی ہے۔ پادریوں کے مرتبہ اور آزادی نے
بہت سے لوگوں کو گرویدہ کردیا تھا کہ وہ ظاہری شکل پادریوں
کی سی بنالیں لیکن عملاً اس کام کو نہ کریں۔ پڑھے لکھے باشندے
اکثر پادری ہوتے۔ اس کے بعد ہزاروں پڑھے لکھے مدعی بن گئے
کہ اُن کو بھی مراعات کنیسہ سے استفادہ کا موقع دیا جائے یعنے
ارتکاب جرایم پر سزا نہ پایا کریں اور معمولی طریقۂ تحقیقات سے
مستثنیٰ ہو جائیں۔ علاوہ بریں لوگ کلیسا کو شاہی ظلم و جور کے
مقابلہ میں آزادی کا حامی و معاون سمجھتے تھے۔ قانون تعزیرات
خصوصاً صحرا کے جرایم کے متعلق نہایت سخت تھا۔ اکثر جرایم
کی سزا موت تھی یا مجرم کو اندھا بنادیا جاتا یا اس کے ہاتھ
پیر کاٹ ڈالے جاتے تھے۔ لوگوں کے نزدیک وہ طریقہ مقبول
و پسندیدہ تھا جس کے ذریعۂ سے ایسی قانونی سختی کم ہو۔
اب ہم سمجھ سکتے ہیں کہ باوصف ہنری جیسے مقتدر بادشاہ
اور اُس کے جایز مطالبات کے پادریوں کو اُس سے مقابلہ

کرنے کا موقع کیوں کر ملا۔

آئین کلارنڈن بابت ۱۱۶۴ء۔ہنری اس پر آمادہ ہوگیا تھا کہ کلیسا اور سلطنت کے باہمی تعلقات کے نسبت مستقل طور پر قواعد مرتب کردئے جائیں اِس لئے اس نے ۱۱۶۴ء میں بمقام کلارنڈن ایک مجلس منعقد کرکے اُس میں اُس دستاویز کو پیش کیا جو بعد تکمیل آئین کلارنڈن کے نام سے مشہور ہوی اس دستاویز میں وہ سب قانون اور رواج درج کیا گیا تھا جس کی بنا پر بادشاہ اور کلیسا کے باہمی حقوق کا تعین منظور تھا۔اس کے ذریعہ طے پایا کہ صدر اُسقف اور اُسقف اور ایسے پادریوں پر جن کو شاہی اراضی انعام میں ملی تھی مثل جاگیرداروں کے محصول لگایا جائے۔کلیسائی عدالت کے فیصلہ کی ناراضی سے مرافعہ اول بادشاہ کے پاس پیش ہوا کرے اور اُس کی منظوری کے بغیر رُوم کو نہ بھیجا جائے۔اسقف اور صدر اسقف کے انتخابات شاہی گرجا میں اُس کی رضا مندی سے ہوا کریں اس طرح سے بادشاہ کو سب روسائے کینسہ کے تقرر کا کامل اختیار حاصل ہوگیا۔اولاً ملزم پادریوں کا جو اب شاہی عدالتوں میں قلمبند ہوتا۔اس کے بعد وہ بغرض تحقیقات کلیسائی عدالتوںکو روانہ کردئے جاتے اور اگر وہاں وہ مجرم قرار پاکر تنزل کے سزا یاب ہوتے تو پھر ان کو اس سے زیادہ بچنے کا کوئی اور موقع نہ ملتا تھا۔صدر اسقف اور اسقف بادشاہ کے اجازت نامہ کے بغیر ملک سے باہر نہیں جاسکتے تھے۔اور اگر بلا حصول

اجازت چلے جاتے تو اُن کا فرض تھا کہ اس امر کی ضمانت
پیش کریں کہ ملک و مالک کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں گے
کوئی جاگیردار یا شاہی وزیر بلا اجازتِ بادشاہ مذہب سے
خارج نہیں کیاجاسکتا تھا اور بادشاہ کی غیرحاضری میں صدر اعظم
سے منظوری لینی ضرور تھی۔ یہ اور اسی قسم کے اور بھی قواعد
جو زیادہ ضروری نہ تھے روسائے کینسہ یعنے بڑے درجہ کے
پادریوں نے امرا کی حضوری میں بکراہت منظور کرلئے۔ یہی
نہیں بلکہ بیکٹ نے بھی منظوری دے دی جس کو اس نے
بعد میں واپس لے لیا۔ اگر ان قواعد پر عمل ہوتا تو بادشاہ
کی صدارت کلیسا میں بھی قایم ہو جاتی اور ہنری دوم اِس
مقصد کے حاصل کرنے میں ہنری ہشتم پر پیش قدمی کرجاتا لیکن
اس قسم کی قوت کو منوانے کا وقت نہیں آیا تھا۔ اس کے بعد
کے جھگڑوں میں ہنری کی غلطیوں اور بیکٹ کے قتل سے پادریوں
نے فائدہ اُٹھایا۔ اگرچہ اُسقف کو انتخاب کرنے کا شاہی حق
بالکل زایل نہیں ہوا لیکن جان نے اُس کو چھوڑ دیا تھا۔
پوپ سے مرافعہ کرنے کی ممانعت سے سلطنت غافل ہوگئی
اور پادریوں نے شاہی فوجداری اختیارات سے بچنے کی تدبیریں
نکال لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہنری نے اپنے باپ دادا سے
زیادہ پادریوں پر اختیار حاصل کرنا چاہا لیکن اس کو بالآخر
کم اختیارات پر قانع ہونا پڑا۔ لیکن آئین کلارنڈن اِس لئے
تاریخ انگلستان میں یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اِس کے ذریعہ سے

پہلی ہی مرتبہ حکومت نے پادریوں کے مقابل اپنے اختیارات کا باقاعدہ دعویٰ پیش کیا۔

۳۔ ہنری دوم کی حکمت عملی عوام کی نسبت۔ اس نے عوام کو قانون اور امن کے اصلی فوائد سے بہرہ ور کیا۔ زیادہ شہروں کو اس نے منشور عطا نہیں کئے اور نہ زیادہ مراعات کا تذکرہ اُن چند طویل منشوروں میں ہے جن کو کہ اُس نے جاری کیا ہے البتہ قابل قدر یہ بات ہے کہ اس نے تعلقہ اور ضلع کی مقامی خود اختیاری حکومتوں کی حمایت کی اور اُن کی جوری کے طریقہ کو ترقی دے کر باوقعت بنادیا۔ شاہی قضاۃ کے دوروں کی تعداد کو بڑھا دینے اور شیرف کے اختیارات کو کم کردینے سے اس نے بہت سے ادنیٰ درجہ کے آدمیوں کی سرپرستی کی اور اُن کو سابق کے ظلم و تعدی سے بچا لیا اس کے معاوضہ میں ان بیکسوں نے مستقل وفاداری دکھلائی جب اس کے فرزند اکبر کی تائید میں بہت سے بیرنوں (نوابوں) نے بغاوت کی تو شہروں کے اکثر باشندے بادشاہ کے لئے سینہ سپر ہوگئے۔

۴۔ ہنری دوم کی حکمت عملی فینانس کی نسبت۔ اسٹیفن کے خراب و بدامن سلطنت میں ملک کی مالی حالت بہت بُری تھی۔ ہنری نے اول امن قایم کیا اور شاہی زمینوں کو جو نہایت فیاضی و بیدردی سے لوگوں کو مل گئی تھیں واپس لے لیا اس کے بعد اُس نے انتظام فینانس کی طرف توجہ منعطف کی

جس کا بیان عہد نارمن میں ہوچکا ہے۔ ڈینگیلٹ (قوم ڈین کے لئے محصول) کا نام اخیر مرتبہ ۱۱۶۲ء میں لیا گیا ہے لیکن اس کے بجائے دوسرا محصول اراضی کیاروکیج مقرر کیا گیا یہ لفظ کیاروکیٹ سے نکلا جس کا اطلاق اُس قدر زمین پر کیا جاتا ہے جس پر جانوروں کی ایک جوڑی سے ہل چلایا جاتا ہو۔ اور یہ کم سے کم مقدار زمین کی تھی جس پر ٹیکس لگایا جاتا تھا۔ ہم کو معلوم ہے کہ پادریوں کے علاقوں سے جاگیری حقوق کے وصول کرنے میں ہنری نہایت چالاک تھا اس نے آمدنی کا ایک نیا ذریعہ زرسپر کو بنایا جس کا ابھی بیان ہوا ہے۔ لیکن اس کی توفیر محاصل کا اصل سبب ملک کی خوش حالی تھی جو اس کی عاقلانہ حکومت کا نتیجہ تھی۔

اس حکومت کا آخری نصف حصہ مالی تغیر کی وجہ سے ممتاز ہوگیا تھا۔ بیت المقدس کو صلاح الدین نے فتح کرکے عیسائیوں سے لے لیا تھا اور اس کی واپسی کے لئے روپیہ فراہم کرنے کی ضرورت تھی۔ ایک ٹیکس "محصول صلاح الدین" کے نام سے ۱۱۸۸ء میں جاری کیا گیا۔ اس ٹیکس کی ادائی میں ہر شخص کا فرض تھا کہ دسواں حصہ اپنی جائداد منقولہ کا دیا کرے اور تاریخ انگلستان میں یہ پہلی مثال ہے کہ جائداد منقولہ ٹیکس کے قابل سمجھی گئی۔ اس کے قبل جس قدر محصول عاید کئے گئے وہ سب زمین کے متعلق تھے۔ ہم اس سے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ منقولہ اشیا سے اُس وقت محصول لیا جاتا تھا

جبکہ ملک دولتمندی و تعیش میں ترقی کرے۔

۵۔ ہنری دوم کی حکمت عملی دادرسی کی نسبت ۔ اسٹیفن اور میاٹلڈا کی خانہ جنگی کے زمانہ میں وہ عمارت دادرسی جس کی تعمیر نارمن سلاطین کے عہد میں ہوئی تھی منہدم ہوگئی۔ پہلے جو بادشاہ بڑے تہواروں کے روز اپنی یا عظمت عدالت کا انعقاد کیا کرتا تھا وہ موقوف ہوگیا اکسچیکر اور کیوریا ریجیس کا گویا نام تک بھی لوگوں کو یاد نہ رہا۔ شاہی کمشنر کا دوروں پر جانا بند ہوگیا۔ ہنری کے دشوار کاموں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ انتظام دادرسی کو دوبارہ جاری کرے لیکن اس نے صرف انتظام ہی قایم نہیں کیا بلکہ بعض اصلاحات بھی کئے جن کا اثر ابھی تک باقی ہے۔ تین عنوانوں میں ان اصلاحات کو جمع کیا جاسکتا ہے (۱) کیوریا ریجیس کا استحکام و ترقی (۲) دوروں کے انتظام میں ترقی (۳) جوری کے طریقہ کا استحکام۔

ا۔ کیوریا ریجیس کا استحکام ۔ کیوریا[1] ریجیس (مجلس شاہی) کھلنے سے دوسری عدالتوں کا کام اس میں آنے لگا۔ اغراض معدلت کے لئے اس کا ضابطہ زیادہ مفید تھا۔ اس کے قضاۃ قانون کے

---

[1] Curia Regis ابتدأً اس کی حیثیت مجلس کی تھی اس لئے اس کا مجلس شاہی ترجمہ کیا گیا۔ کیوریا کے لفظی معنی جماعت کے ہیں۔ رومیلس Romuius نے جو رومیوں کا قدیم بادشاہ تھا رعایا کی بیس جماعتوں میں تقسیم کی تھی۔ ہر ایک جماعت کیوریا Curia کہلاتی تھی مجازاً اس لفظ کا استعمال رومیوں کی سنیٹ Senato اور سنیٹ ہوس Senate House کے لئے ہونے لگا۔ انگلستان میں کیوریا کی شان مثل مجلس عقلا کے مجلس انتظامی و قانونی تھی اور اسی میں عدالتی امور بھی طے پاتے تھے ۱۲

ماہر ہونے اور اس کا اقتدار ایسا تھا کہ ملک میں بڑے سے بڑے
آدمی کے خلاف اس کی ڈگریوں کی تعمیل ہوسکتی تھی بعض وقت
ہنری بذاتِ خود اس میں مقدمے سماعت کرتا۔ ۱۱۷۶ء میں اٹھارہ
قضاۃ اس عدالت میں کام کرتے تھے۔ ۱۱۷۸ء میں ہنری نے
پانچ قضاۃ کی ایک کمیٹی مقرر کی جن کو عدالت کا عام کام تفویض
کیا گیا خاص پیچیدگیوں اور ضرورت کے مقدمے صرف بادشاہ کے
فیصلہ کے واسطے رکھے جاتے تھے۔ اس طرح سے کورٹ آف
کامن پلیز (عدالت دیوانی) کا وجود ہوا جو اُن تین قوانین غیر موضوعہ
کی اعلیٰ عدالتوں میں سب سے زیادہ قدیم تھی جو ۱۸۷۳ء تک
باقی رکھی گئی تھیں پھر اُن سب کو عدالت العالیہ میں ضم کرلیا گیا۔

۲- دوروں کے انتظام میں ترقی۔ دورہ کرنے کا طریقہ ہنری اول
کے زمانہ میں آغاز ہوکر اسٹیفن کے عہد میں موقوف ہوگیا اور
پھر ہنری دوم کی حکومت میں ترقی کے ساتھ جاری ہوا۔ دورہ
مال اور عدالت دونوں کاموں پر شامل ہوتا تھا قضاۃ ملک میں
اس غرض سے سفر کرتے کہ شاہی محاصل کی نگرانی بھی ہو
اور دادرسی بھی۔

ہنری نے حکم دیا کہ ہر ایک آزاد آدمی عدالت ضلع میں
جبکہ وہ شاہی قضاۃ کے لئے منعقد ہو حاضر ہوا کرے۔ شیرف
(صاحب ضلع) کو اجازت دی گئی کہ مجرمین کی گرفتاری کے لئے
کسی کے حدود ارضی کا لحاظ نہ کیا جائے۔ قضاۃ کے دوروں میں
زیادتی ہونے سے شیرف کے اختیارات میں کمی ہوتی گئی۔

اگرچہ یہ دونوں عہدہ دار بادشاہ کی نیابت کرتے تھے لیکن قضاۃ کا تعلق بادشاہ سے بلا واسطہ تھا اس لئے اس کو ان پر زیادہ اعتماد تھا علاوہ بریں یہ شیرف اپنے ماتحت اضلاع میں اختیارات کا ناجایز استعمال کرنے سے لوگوں کی نظروں سے گرگئے تھے۔ ۱۱۷۰ء میں ہنری نے ان سب کو یک قلم موقوف کردیا۔ بزمانہ رچرڈ اوّل ۱۱۹۴ء میں قانون کی رو سے حکم دیا گیا کہ شیرف اپنے ضلع میں قاضی کی حیثیت سے کام نہ کرے۔ منشور اعظم میں بھی اسی قانون پر زور دیا گیا ہے۔

۳۔جوری کے طریقہ کا استحکام۔ تحقیقات باعانت جوری کی ابتدا واصلیت پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ہم کو معلوم ہے کہ جرمنوں میں ابتدا سے قومی عدالتیں تھیں لیکن ان عدالتوں میں شرکا قاضی کا کام کرتے اور اہل جوری نہیں ہوتے تھے۔امر قانونی اور امر واقعاتی دونوں کا فیصلہ یہی لوگ کیا کرتے مگر جوری کا کام ہے کہ وہ واقعات کا تصفیہ کرے اور جب ان واقعات کی تحقیق ہو جائے تو ان پر اس قانون کا اطلاق کرے جس کو قاضی حسب ضرورت جوری کو تفہیم کرتا ہے۔اس کے سوائے انگریزوں میں نارمن فتح کے پہلے ادائی شہادت کا ایک اور طریقہ کمپرگیشن Compurgation شہادت) مروج تھا جس کی بنا پر ہر ایک فریق مقدمہ کی جانب سے گواہ پیش ہوتے جو اُس کی صداقت و دیانت کا حلف کرتے۔اکثر ان گواہوں کی تعداد بارہ ہوتی کمپرگیٹروں Compurgators کو غلطی سے لوگ جوری سمجھے

ہوئے ہیں لیکن اصل میں یہ گواہ تھے۔ علیٰ ہذا ایتھا لڈ دوم کے زمانہ کے ایک قانون سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر تعلقہ میں بارہ معزز اشخاص (تھین) سے جو اس غرض سے منتخب ہوتے تھے حلف لیا جاتا تھا کہ وہ کسی پر جھوٹا الزام نہ لگائیں اس سے بعض لوگوں نے گمان کرلیا کہ یہ بارہ منتخب تھین دراصل کلاں جوری تھے بہرحال یہ محقق نہیں ہے کہ جوری کی ابتدا کس طرح ہوئی۔ تاہم یہ کہ سکتے ہیں کہ نارمن فتح کے قبل لوگ جوری سے واقف نہ تھے۔ اس قصہ کی بھی کچھ اصل نہیں معلوم ہوتی جس کی بنا پر الفریڈ کو اس کا موجد کہا جاتا ہے۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ نارمن فتح کے بعد ہی شاہی عہدہ داروں نے مقدمات کو اس طریقہ سے دریافت کرنا شروع کردیا کہ متعدد آدمیوں کو جو خاص واقعات مقدمہ سے واقف خیال کئے جاتے حلف دیا جاتا کہ صحیح حالات بیان کریں۔ اس طریقۂ دریافت سے "کتاب بندوبست" کے واقعات کی تحقیق کی گئی۔ ہنری دوم کے عہد میں حلفی بیانات کا عدالت کے لئے استعمال ہونے لگا۔ حقیت اراضی کے مقدمات نارمن فتح کے زمانہ سے بذریعۂ "جنگ" تصفیہ پاتے۔ گرانٹماسایز (ایک قسم کے قانون یا فرمان) کے ذریعہ سے ہنری نے حکم دیا کہ اس قسم کے مقدموں کا تصفیہ جوری کے فیصلہ یا رائے پر کیا جائے۔ اُس ضلع کے چار نائٹ کا

جہاں کہ اراضی نزاعی واقع ہوتی فرض تھا کہ فریقین کے ہمسایہ میں بارہ نایٹ منتخب کریں اور ان منتخب لوگوں کو لازم تھا کہ حلفی بیان پر اس امر کا فیصلہ کریں کہ کون فریق حق پر ہے اس سے دیوانی مقدمات کی جوری کا پہلے ہی مرتبہ تاریخ میں ٹھیک پتہ ملتا ہے۔

گرانڈ[1] جوری (جوری کلاں) کی ابتدا آسایز (منشور) آف کلارنڈن بابت ۱۱۶۶ء سے ہوتی ہے۔اس جوری کا فرض تھا کہ دورہ کرنے والے حکام کی عدالتوں میں ملزمین کا چالان کرے (منشور کلارنڈن کو آئین کلارنڈن سے علیحدہ سمجھنا چاہئے جو دو سال پیشتر نافذ ہوا تھا) منشور کلارنڈن کے ذریعہ سے قرار پایا کہ ہرایک تعلقہ میں بارہ اور ہر ایک موضع میں چار اشخاص پر جو اس کام کے اہل ہوں لازم کیا جائے کہ وہ شاہی قضاۃ کے سامنے ان کے تعلقہ اور موضع کے مجرمین کی نسبت حلف کریں۔ ان کے نامزد کئے ہوئے اشخاص کو آگ یا پانی سے اپنی صداقت کا امتحان دینا ہوتا یا ان کی اور کسی سخت قسم سے آزمایش کی جاتی۔اگر اس امتحان میں وہ ناکام ہوتے یعنے انھیں ضرر پہنچتا تو اُن کو اُن کے جرایم کی سزا خود بخود مل جاتی۔اگر وہ امتحان میں کامیاب ہوجاتے یعنے محفوظ رہتے ضرر سے اور برے چال چلن کے ہوتے تو ان کو جلاوطن کیا جاتا۔کلیسا کی ایک کونسل کے اعلان کی

---

[1] گرانڈ جوری کی نسبت ضمیمہ میں تشریح کردی گئی ہے ۱۲

رو سے جو "لیٹرن کونسل" کے نام سے مشہور ہے ۱۲۱۵ء میں
اس قسم کا فیصلہ جو پانی یا آگ کے ذریعہ کیا جاتا تھا ممنوع و
ناجائز قرار پایا۔ اور اس کے بعد ہی وہ ترک کردیا گیا۔ اس
امتحان کے بجائے ایک دوسری جوری سے جو زمانۂ حال کے
لحاظ سے جوری خورد ہوسکتی ہے حلف لیا جاتا تھا کہ اُن اشخاص
کے جرم یا عدم جرم کی نسبت تصفیہ کرے جن کو جوری کلاں
ملزم قرار دیتی۔ ابتدا میں اس چھوٹی جوری میں وہی اشخاص ہوا
کرتے جو مقدمے کے حالات سے واقف ہوتے تھے۔

۶۔ ہنری دوم کی حکمت عملی انتظام فوج کی نسبت۔ ہم بیان
کرچکے ہیں کہ نارمن سلاطین کے پاس تین قسم کی فوج ہوتی تھی
جاگیری فوج قومی فوج یعنے ردیف اور پردیسی فوج جو وقتِ ضرورت
نوکر رکھ لی جاتی تھی۔ ہم یہ بھی بیان کرچکے ہیں کہ ہنری دوم اپنے
جاگیرداروں سے بجائے فوجی خدمت کے روپیہ لینے کو ترجیح
دیتا اور اس کے بیرونی علاقوں میں لڑنے کے لئے پردیسی
فوج کو ملازم رکھتا تھا اس فوج کو وہ انگلستان میں صرف
ایک مرتبہ ۱۱۷۳ء کی خوفناک شورش کے زمانہ میں لایا تھا
اور اُس کے فرو ہوتے ہی اس نے سپاہ مذکور کو برطرف
کردیا تھا۔ اُس نے قومی سپاہ کی قانون اسلحہ کے ذریعہ سے
اصلاح کی۔ یہ قانون ۱۱۸۱ء میں جاری ہوا اور اس کی رُو سے
ہر ایک آزاد باشندۂ ملک پر لازم کیا گیا کہ وہ اپنے لئے خود
اسلحہ مہیا کرے جن کی مقدار اس کی جائداد کی حیثیت کے

مطابق ہوتی۔ کسی شخص کو ضرورت سے زیادہ اسلحہ رکھنے کی اجازت نہ تھی اور نہ شاہی اجازت کے بغیر اُن کی برآمد ہوسکتی۔ ہنری کی توجہ فوج ردیف کی نسبت اُسی حکمت عملی پر مبنی تھی جس کی بنا پر اس نے جاگیری فوج سے غفلت کی تھی۔ آزاد آدمیوں کے سبب سے جن کی کثرت تھی اور جن کی وفاداری پر اُس کو کامل اعتماد تھا امرا کی دست درازی رُکی رہی۔

ہنری دوم کے عہد سلطنت کے نتایج۔ ان تدبیروں سے ہنری نے اسٹیفن کے عہد کے نقصانات کی تلافی کی۔ اس نے (بیرن) امرا کو کمزور کیا اور عوام کی سرپرستی کی۔ ملک میں امن قایم کیا جس کے سبب سے تجارت اور دولتمندی کو نشو نما ہونے لگا۔ شاہی اقتدار کو اس نے اسی حد تک بلند کیا جس حد تک کہ اس کے دادا کے زمانہ میں پہونچ گیا تھا۔ اس کے اعلیٰ اختیارات کا سبب یہ تھا کہ انگلستان اُس کے مقبوضات کا ایک حصہ تھا۔ وہ صرف انگلستان کا بادشاہ نہ تھا بلکہ ایرستان (آیرلینڈ) کا والی اور ملک فرانس کے یک ثلث کا حاکم بھی تھا۔ بلحاظ وسعت ملک و کثرت محاصل اور قابلیت و استعداد مغربی یورپ کے سلاطین میں وہ سب سے بڑا حاکم تھا۔ اگرچہ وہ ناکام و شکستہ خاطر اس دنیا سے گیا لیکن اُس نے شاہی اقتدار کو انگلستان میں سب سے منوالیا۔ مگر اس کی وفات کے بعد پچیس برس بھی نہیں گذرنے پائے تھے کہ شاہی اقتدار پر نئی نئی آفتیں آنی شروع ہوئیں۔

عہدِ رچرڈ اوّل۔ اس کی سلطنت کا زمانہ تغیرات دستوری سے خالی رہا وہ صاحب تدبیر نہ تھا اور رعایا سے غافل رہتا اور اپنی لڑائیوں کو جاری رکھنے اور فدیہ ادا کرنے کے لئے ان کو زیربار کرتا رہتا تھا لیکن اس نے بھی ہنری کی اچھی حکومت سے فائدہ اُٹھایا جس کے سبب سے بادشاہ اس قدر مقتدر ہوگیا تھا کہ کسی طبقۂ رعایا کے روکے نہیں رک سکتا تھا۔ وہی وزرا جن کو ہنری کے ماتحت تعلیم ہوئی تھی رچرڈ کے ماتحت سلطنت کا کام کرتے رہے۔ اور اس حد تک خوبی سے کام چلایا گئے جس حد تک قوم سے روپیہ وصول کرنا ان سے ممکن تھا۔ بیرن یعنے نواب رچرڈ کے مداح بھی تھے اور اس سے خایف بھی اس لئے کہ وہ بہادر سپاہی تھا۔ اہل کلیسا اس سے اس واسطے خوش تھے کہ وہ عیسائیوں کی جانب سے اہل اسلام سے لڑتا رہا۔ عوام اُس کے زمانہ میں امن و آسایش میں تھے۔ متعدد منشور جن میں وسیع مراعات و حقوق کی تفصیل ہے شہروں کو عطا ہوئے۔ طریقۂ دریافت بذریعۂ جوری قایم رکھا گیا اور اس کا نئے مقاصد میں استعمال کیا جانے لگا۔ جیسے کہ بادشاہ کے جاگیری حقوق کا تصفیہ ہر ایک ضلع کی اراضی کی نسبت۔ شیرف کی قوت اس طرح زائل کی گئی کہ شیرف کو اُس کے ماتحت ضلع میں بحیثیت قاضی کام کرنے کی ممانعت کردی گئی۔ ۱۱۹۴ء کے ایک حکم کی بنا پر عہدۂ کارونر (مُفتّش مرگ ناگہانی) قایم ہوا۔ اس کی رو سے ہر ایک ضلع میں تین نایٹ اور ایک پادری منتخب ہوتے تھے کہ

یہ لوگ اس قسم کے فوجداری مقدمات کی تحقیقات کریں۔

عہد سلطنت جان۔ ابتدا سے ہی جان کی حکومت ناکارہ رہی۔ لڑائیوں میں ناکامیوں کی وجہ سے امرا کو اُس سے نفرت ہوگئی اور وہ اُن کے خاندانوں کی سخت اہانت کرکے اِن کو رنجیدہ و کبیدہ خاطر کرتا تھا۔ اُس نے رعایا پر سنگین محصول لگائے تاریخ میں وہ ایک نہایت ظالم و جابر و خود پرست بادشاہ مشہور ہے۔ باوجود اِن خرابیوں کے وہ اپنی بُری حکومت کو اور جاری رکھتا لیکن حسب اتفاق اس زمانہ کے دو نہایت قابل اور اہل تدبیر اشخاص سے اس کا جھگڑا ہوگیا۔ ان میں کا ایک تو فلپ آگسٹس بادشاہ فرانس اور دوسرا پوپ اِنوسینٹ سوم تھا فلپ آگسٹس نے کل فرانسیسی صوبہ جات جو خاندان آنجو کی ملک تھے لے لئے اور اِنوسینٹ نے پادریوں سے لڑنے پر جان کو ایسا بری طرح مجبور کیا کہ آخرکار اس کو نہایت ذلت سے پوپ کی اطاعت قبول کرنی پڑی۔

فرانسیسی صوبہ جات کے نکل جانے کے اثرات۔ فرانسیسی صوبہ جات کے چلے جانے سے تین طرح کے اہم نتایج پیدا ہوئے اول یہ کہ بادشاہ انگلستان رعایا کی رضاجوئی کا محتاج بن گیا۔ دوسرے یہ کہ جان نے ان صوبہ جات کو اس شرمناک طریقہ سے کھودیا کہ اُس کا سپاہیانہ عزم اور حکمت سیاسی سے معرا ہونا سب پر کھُل گیا۔ رعایا جو اُس کے مقابلہ سے عاجز اور ظلم سہا کرتی تھی۔ اب جری ہوکر اُس کی مخالفت کرنے لگی۔ تیسرے یہ کہ

نارمنڈی کے نکل جانے سے نارمن فاتحین کی اولاد کا ان کے وطن آبائی سے قطع تعلق ہوگیا۔ اس زمانہ سے انگلستان کے امرا انگریز ہوگئے۔ دونوں قوموں کا میل جول جو ہنری کی دانائی سے شروع ہوا تھا جان کی بیوقوفی سے تکمیل کو پہونچا۔

کلیسا کی مخالفت کے اثرات۔ جان نے نادانستہ طور پر روم سے اس وقت جھگڑنا شروع کیا جبکہ پوپ کی قوت معراج کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ ملک میں انٹرڈکٹ (پوپ کا حکم امتناعی جس کی بنا پر عبادت الہی اور مذہبی رسوم کو مدت معینہ کے لئے قطعاً موقوف کردیا جاتا تھا) کے نافذ ہو جانے سے رعایا کو سخت تکلیف پہنچ رہی تھی۔ مزید براں جان نے رعایا کے غصہ کی آگ کو اور بھی بھڑکا دیا کہ اپنی مرضی سے خود کو پوپ کا تابع بنالیا اس امید پر کہ کلیسا اور اُس کے درمیان سمجھوتہ ہو جانے سے اس کی طاقت برقرار رہے گی۔ لیکن اس سمجھوتے سے چند واقعات کا سلسلہ درپیش ہوا اور ان کا خاتمہ اس منشور اعظم کے اجرا سے ہوا جو مشہور ہے۔

جان اور امرا کی مخالفت۔ پوپ کی اطاعت قبول کرلینے سے جان کو فرانسیسی حملہ سے نجات مل گئی اور اب اس کی خواہش ہوئی کہ ایک فوج جمع کرکے فرانسیسی صوبہ جات کو واپس لے شمالی انگلستان کے امرا نے ملک کے باہر خدمت بجالانے اور بادشاہ کے ساتھ جانے سے صاف انکار کردیا۔ اسی زمانہ میں بمقام سینٹ آلبنز پادری جمع ہوئے کہ ان نقصانات کی تلافی کریں۔

جو جان اور پوپ کی مخالفت سے ان کو پہونچے تھے۔ بادشاہ کی جانب سے صدر اعظم نے اس کی اصلاح کرنے کا وعدہ کیا۔اس کونسل میں ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ شاہی علاقہ کے ہر ایک موضع کے چار وکلا بغرض مشورہ نہیں بلکہ حالات کی اطلاع دہی کے لئے طلب ہوئے تھے۔کچھ دنوں بعد اسی سال لندن میں سینٹ پال کے گرجا میں صدر استقف اسٹیفن لینگٹن نے ایک اور کونسل منعقد کی جس میں ہنری اول کا منشور پیش کرکے حاضرین کو ترغیب دی کہ بادشاہ سے اُس کی پابندی کرائیں۔اس کے بعد بادشاہ نے ایک اور کونسل کا انعقاد کیا اور شیرف کے توسط سے حکم جاری کئے کہ ہر ایک ضلع سے چار ممتاز نایٹ معاملات سلطنت کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کرنے کے لئے روانہ کئے جائیں۔اس سے عوام کی نیابت کے طریقہ میں حقیقی ترقی ہوئی لیکن ہم کو اس کا علم نہیں کہ کونسل کا کبھی انعقاد بھی ہوا یا نہیں۔

۱۲۱۴ء میں اکثر بادشاہ فرانس میں رہا۔ وہ امرا جنھوں نے بادشاہ کے ساتھ جانے سے انکار کیا تھا مقام سینٹ آبنز میں جمع ہوئے اور اس بات پر متفق ہوئے کہ بادشاہ سے کرسمس کے بعد اپنی خواہشوں کا مطالبہ کریں۔جان نے پادریوں کو اپنا بنانے کی غرض سے اُن کو اختیار انتخاب عطا کیا جس کو ہنری دوم نے سلب کرلیا تھا

جبکہ امرا نے ابتدا ۱۲۱۵ء میں اپنے مطالبات کو پیش کیا تو
اُس نے ایسٹر[1] تک مہلت مانگی لیکن امرا کو معلوم تھا کہ
بادشاہ ان کو قبول نہ کرے گا اس لئے وہ جنوب کی جانب
لنڈن کو روانہ ہوگئے جہاں کہ باشندگان لنڈن نے ان کا
استقبال کیا۔ جان اب اکیلا رہ گیا اور ان چند دوستوں
کی صلاح پر جو اس کے ساتھ تھے امرا کے مطالبات کو
قبول کرلیا۔ ۱۵ جون ۱۲۱۵ء کو اُس نے منشور اعظم پر اپنی
مہر کردی۔

منشور اعظم بابت ۱۲۱۵ء۔ مورخین کا بیان ہے کہ انگلستان
کے دستور کی کل تاریخ اس منشور کی تفسیر ہے۔ اس میں
ترسیٹھ فقرے ہیں جو بلحاظ طول عبارت و اہمیت مضمون
مختلف حیثیت کے ہیں اور ان کی ترتیب بھی کسی اچھے
طریقہ پر نہیں رکھی گئی ہے لیکن بلحاظ مطالب اس کے خاص
فقرے چند عنوانوں میں بیان کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ کلیسا۔ ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ جان نے پادریوں کو
آزادی انتخاب عطا کی تھی۔ اب اس نے اس عطا کو مستحکم
کردیا اور اس اختیار سے خود دست بردار ہوگیا جو اس کے
اسلاف میں نارمن فتح کے زمانہ سے چلا آرہا تھا۔ اس کے
سوائے اس نے پادریوں کی آزادی کو بھی مستقل بنا دیا۔
امرا نے پادریوں کے لئے اس واسطے کم حقوق طلب نہیں

[1] دیکھو نوٹ متعلق ایسٹر اور مائیکلمس مندرجہ ضمیمہ۔

کئے کہ پادریوں نے ان کی مدد کی تھی بلکہ جان نے ان کو حقوق دینے میں اس لئے کمی نہیں کی کہ اس کو پوپ کی امداد درکار تھی۔

۲۔ جاگیردار۔ اس غرض سے کہ بادشاہ جاگیرداروں سے رقوم معینہ سے زیادہ وصول نہ کرنے پائے اُس سے عہد کرایا گیا کہ وہ اپنے جاگیری حقوق کا بیجا استعمال نہیں کرے گا (۱) کوئی جاگیردار سوائے ادائے فرض منصبی کے کسی اور غرض کے لئے نہ طلب کیا جائے (۲) ہر ایک جاگیردار کی وفات پر اس کے وارث سے بادشاہ نذرانہ لے کر متوفی کی جائداد کو اس پر بحال کرے (۳) اگر وارث نابالغ ہو تو بادشاہ دیانت داری سے اس کا ولی بنے اور ان لوگوں سے جو نابالغ کی اسٹیٹ پر رہتے ہوں بجز مروجہ رقوم وخدمات کے کچھ اور وصول نہ کرے اور اس علاقہ کی عمارتوں اور احاطوں کو ویران و خراب نہ ہونے دے (۴) اگر بادشاہ وارث کے لئے شوہر یا زوجہ منتخب کرے تو کسی معزز کفو کا انتخاب کرے۔ کسی بیوہ کو نکاح ثانی کے لئے بادشاہ مجبور نہ کرے۔ (۵) بادشاہ مجلس عام کی رائے کے بغیر رعایا سے اسکوٹیج محصول (اس کا ذکر ہوچکا ہے) اور ایڈ (امدادی رقم) نہ لے۔ بجز اُن تین مروجہ صورتوں کے جبکہ بادشاہ کے واسطے فدیہ ادا کرنا ہو یا اس کی بڑی لڑکی بیاہی جائے یا اس کے بڑے لڑکے کے نایٹ یعنے مبارز

بننے کی رسم ادا ہو۔

جب بادشاہ کو اپنی رعایا سے کسی غیر معمولی محصول کا وصول کرنا مجلس عام کی رائے سے مقصود ہو تو وہ سب اراکین مجلس کو طلب کرے۔ صدر اسقف۔ اسقف۔ نواب اور بڑے امرا تو خاص خطوط کے ذریعۂ سے بلائے جائیں اور دوسرے جاگیردار بذریعۂ طلبنامہ عام شیرف ضلع کے توسط سے طلب کئے جائیں۔ جلسہ کے چالیس روز قبل اس کی اطلاع بصراحت اغراض و مقام دی جایا کرے۔

۳-بلاد اور شہروں کے حقوق۔ بادشاہ نے لنڈن اور دوسرے بلاد اور شہروں اور بندرگاہوں کی قدیم آزادیوں یعنے حقوق و مراعات و اعزازات کو برقرار رکھنے کا ذمہ لیا۔

۴-دادرسی۔ بادشاہ نے اقرار کیا کہ (۱) دادرسی کو آیندہ سے شاہی آمدنی کا ذریعۂ نہیں بنایا جائے گا۔ "ہم کسی کے ہاتھ آیندہ سے انصاف کو نہیں بیچیں گے اور نہ کسی کے حق میں انصاف کرنے سے انکار یا تاخیر کریں گے" (۲) باقاعدہ تحقیقات کے بغیر کسی کو سزا نہیں دی جائے گی "کوئی آزاد آدمی گرفتار یا قید یا اس کی زمین سے بیدخل یا اس کو باغی مشتہر کرکے یا جلاوطن کرکے یا کسی اور طریقہ سے تباہ نہ کیا جائے گا اور نہ بادشاہ بذات خود یا اپنے کسی افسر کو بھیجکر اس کو گرفتار کرے گا بجز اس کے کہ اُس کے ہم مرتبہ اشخاص کے باقاعدہ فیصلہ یا قانون ملک کی

بنا پر اُس کو اس طرح کی سزا ملے ۔" "اُس کے ہم مرتبہ اشخاص کے باقاعدہ فیصلہ" سے لوگوں نے "تحقیقات جوری" سے مراد لی ہے لیکن ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ اِن الفاظ کے یہ معنی نہیں ہو سکتے۔ (۳) ناواجبی ظالمانہ جرمانے عاید نہ کئے جائیں گے جرم کی حیثیت سے جرمانہ کی مناسبت قرار دی جائے گی نہ کہ مالک سے اُس کی زمین اور تاجر سے اُس کا مال اور ولین یعنے غیر آزاد کسان یا غلام زرعی سے اس کے آلات زراعت و مویشی جرم کی پاداش میں ضبط کر لئے جائیں گے (۴) ایسے اہل مقدمات کو جو بادشاہ کی عدالت میں رجوع ہونا چاہیں اُس تکلیف سے نجات ملے گی کہ جہاں بادشاہ ہو وہ بھی وہیں جائیں۔ ایسے مقدمات یعنے نالشات دیوانی کی سماعت ایک خاص مقام پر ہونی چاہیئے ہم لکھ چکے ہیں کہ کورٹ آف کامن پلیز عدالت دیوانی کا بانی ہنری دوم ہے۔ ابتدا میں تو اس کا منشا تھا کہ یہ عدالت بادشاہ کے ساتھ ساتھ رہا کرے لیکن اس وقت سے وہ ویسٹ منسٹر میں قایم ہوئی اور بالآخر کیوریا ریجس (عدالت شاہی) سے بالکل جدا ہوگئی (۵) قضاۃ کو سال میں چار مرتبہ مقدماتِ حقیت جائداد کے تصفیہ کے لئے دورہ کرنا چاہیئے۔

۵۔ جنگلات۔ جان کی تخت نشینی کے وقت سے جس قدر زمینیں صحرا کی غرض سے محصورہ بنائی گئی ہیں سب کو

غیر محصورہ قرار دیا جائے۔ ہر ایک ضلع میں بارہ نائیٹ منتخب کرکے اِن سے حلف لیں کہ وہ جنگلات کے نفاذ یافتہ رسوم قبیحہ کی رپورٹ پیش کریں۔ اور اس کے چالیس روز کے اندر رسوم قبیحہ منسوخ کئے جائیں۔

۶۔ **متفرقات** (۱) زمانۂ امن و صلح میں تاجروں کو انگلستان میں آنے اور رہنے اور جانے کا اختیار دیا جائے اور کوئی چیز جبراً ان سے وصول نہ کی جائے (۲) کسی شاہی ملازم کو اختیار نہ ہو کہ کسی آزاد شخص کے گھوڑے اور گاڑیاں بادشاہ کے واسطے مالک کی اجازت کے بغیر لے۔ یا کسی سے غلہ اور اسباب بلا ادائی قیمت لیا کرے (۳) تمام قلمرو میں ایک ہی قسم کے اوزان و پیمانے مقرر کئے جائیں۔ یہ اعلیٰ منشور ایک عجیب فقرہ پر ختم ہوتا ہے اور یہ اُس کی تعمیل کے متعلق ہے۔ بادشاہ نے امرا کو اختیار دے دیا کہ اس کی تعمیل کی نگرانی کے لئے وہ اُنھی میں سے پچیس امیروں کو منتخب کریں۔ اور اِن پچیس میں سے چار امیروں کو اختیار تھا کہ جب کبھی اس کی خلاف ورزی دیکھیں تو بادشاہ سے چارہ جوئی۔ اور داد خواہی کریں اور اگر بادشاہ اس وقت موجود نہ ہو تو صدر اعظم سے رجوع ہوں۔ اگر چالیس دن کے اندر داد رسی نہ ہو تو یہ پچیس بیرن مجاز تھے کہ بادشاہ کی زمینیں اور قلعے ضبط کرکے یا کسی اور قسم سے اوس پر دباؤ ڈالیں لیکن اُن کا فرض تھا کہ بادشاہ اور ملکہ اور

اُس کے بچوں کی آزادی کو قایم رکھیں۔

منشور اعظم کے متعلق لوگوں کے خیالات و آرا۔ نکات ذیل قابل غور ہیں۔

(۱) اس منشور اعظم کے حاصل کرنے میں کُل قوم نے اتفاق کیا تھا۔ اگرچہ امرا نے اس مقصد میں رہنمائی کی لیکن لندن اور دوسرے شہروں نے ان کی مدد کی۔ ہمیشہ عوام امرا سے الگ رہتے اور بادشاہ کا ساتھ دیا کرتے تھے لیکن اس مرتبہ انھوں نے خلاف عادت امرا کی تائید کی۔ اس سے ثابت ہے کہ ہنری دوم نے امرا کو نہایت کمزور کردیا تھا اور شاہی قوت کو کمال ترقی دی تھی۔ اور یہ بھی متحقق ہے کہ اس وقت امرا کی جنگ اِن کے ذاتی فائدہ کے لئے نہیں بلکہ قوم کی بھلائی کے واسطے تھی۔ اگرچہ اہل کلیسا نے اس خیال سے کہ جان پوپ کی پناہ میں آکر اس کا تابع ہوگیا تھا علانیہ امرا کا ساتھ نہیں دیا تاہم صدر اُسقف لینگٹن نے امرا کی مدد اس مشورہ کے پیرایہ میں کی کہ وہ اپنی شکایات کو ہنری اول کے منشور کی تعمیل کی غرض سے باقاعدہ طور پر مرتب کریں۔ اس میں شک نہیں کہ اہل کلیسا مخفی طور پر عوام سے ہمدردی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان امرا نے بھی جو جان کے ساتھ تھے اس کو مشورہ دیا کہ اس اعلیٰ سند کو منظور کرلے۔

(۲) ازبسکہ امرا قوم کے وکیل تھے انھوں نے اپنے واسطے نہیں بلکہ تمام رعایا کے لئے انصاف چاہا۔ اس اعلیٰ منشور کی رو سے لازم کیا گیا کہ وہ سب خاص حقوق جو بادشاہ کی طرف سے جاگیرداروں کو دئے گئے تھے وہ بھی اسی طرح سے یہ تمام خاص حقوق اپنے جاگیر کی رعیت کو دیں۔طبقہ احرار کی ظلم و ناانصافی سے کامل حفاظت کی گئی بلکہ وہ طبقہ جو آزاد نہیں تھا یعنے غلامان زرعی اس کے لئے بھی قانونی مراعات ملحوظ رکھی گئی اس طرح کہ جرمانہ کی سزاییں اُس کے مویشی و آلاتِ زراعت نہ لئے جائیں۔شہروں کی موعودہ آزادی اور شاہی صحراؤں کی کمی سے متوسط اور ادنیٰ طبقہ کے لوگوں کو فائدہ پہنچا۔

(۳) اگرچہ جان کے خیال میں امرا کے مطالبات کو منظور کرنا گویا تاج و تخت سے دست بردار ہونا تھا لیکن ان کی خواہشیں نہایت معتدل تھیں۔اُن کی ہر ایک خواہش کسی نہ کسی نظیر پر اور ان کی داد رسی و چارہ جوئی کی اسکیم بالکل ہنری اول سے مطلق العنان بادشاہ کے منشور پر مبنی تھی۔ انھوں نے کسی نئے دستور کی بنا ڈالنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ایک نیک و راست باز حکومت اُنھی پرانے اصول پر قایم رکھنے کی خواہش کی۔ یہ سچ ہے کہ جان نے ان کو ہتھیار اُٹھانے پر مجبور کیا اور ان کا بادشاہ کے مقابلہ میں کامیاب ہونا ایک ایسی نظیر تھی جس کے

نتائج اندازہ سے باہر ہیں۔ اور امرا نے اُس وقت تک بغاوت نہیں کی جب تک کہ اُن کو یقین نہ ہو گیا کہ جاَن کسی دوسرے طریقہ سے ان کی فریاد کو نہیں پہونچے گا۔

(۴) منشور اعظم کے بعد بھی ملک میں بادشاہ مختار کُل تھا صرف غیر معمولی رقمی امداد کے لئے بادشاہ کو کونسل عظمیٰ منعقد کرنی ہوتی تھی اور یہ کونسل عظمیٰ بھی بالکل جاگیرات کے طریقہ کی تھی۔ اور صرف جاگیرداروں پر شامل ہوتی ایسی کونسل منشور اعظم کے قبل اور بعد کبھی منعقد نہیں ہوئی اس لئے اگر اس قسم کی کونسل معمولی کاموں کے لئے منعقد کی جاتی تو اس کے لئے اتنے اراکین بہت زیادہ ہوتے اور اگر نیابت ملک کے لئے ہوتی تو یہ لوگ بہت کم تھے سلاطین انگلستان صرف بڑے جاگیرداروں کو اپنے کونسلوں میں بغرض مشورہ طلب کرتے تھے۔ منشور اعظم میں بھی صرف بڑے جاگیردار علیحدہ علیحدہ طلب نامہ کے ذریعہ بلائے جانے کے مستحق قرار دئے گئے تھے۔ امرا نے اس کے بعد کی سلطنت میں محسوس کیا کہ اگر بادشاہ پر روک ٹوک رکھنا منظور ہو تو ان کو چاہئے کہ عوام کے قایم مقاموں سے ملے رہیں۔ انگریزی پارلیمنٹ کی ابتدا اس نزاع سے شروع ہوتی ہے جو منشور اعظم کی بجا آوری کے لئے کی گئی تھی۔

وفات جان۔ جاَن نے بحالت مجبوری منشور کا اجرا کیا

اور ہرگز اس کا ارادہ نہ تھا کہ اپنے وعدہ کی پابندی کرے
جبکہ پوپ نے جان کو اس اقرار کی ذمہ داری و فریضہ سے
آزادی دے دی تو اس نے امرا سے لڑنا شروع کردیا
ان لوگوں نے ناامید ہوکر لوائی بادشاہ فرانس کے بڑے
لڑکے کو شاہی کے لئے طلب کیا۔ لوائی نے انگلستان پر
حملہ کیا۔ ابھی جنگ کا نتیجہ بھی نکلنے نہیں پایا تھا کہ جان
راہی ملکِ عدم ہوا اور ایک نو برس کا لڑکا چھوڑ گیا۔

باب ششم

ہنری سوم اور ایڈورڈ اوّل

۱۲۱۶ء سے ۱۳۰۷ء تک

تمہید۔ منشور اعظم کے بعد کا اسّی برس کا زمانہ اکثر ان دلچسپ حالات سے بھرا ہوا ہے جب سے ہماری موجودہ پارلیمنٹ کی نشوونما ہوئی ہے۔ منشور اعظم میں جو وعدے درج تھے اُن کے ایفا کی تکمیل کے لئے قوم کو اُس وقت تک اطمینان نہ ہوا جب تک کہ اُس نے اظہار شکایات اور دادخواہی کا ایک مستقل ذریعہ پیدا نہ کرلیا۔ جانؔ کا بیٹا اور وارث ہنریؔ سوم حصول زر و اختیارات کے معاوضہ میں منشور کی تعمیل کرنے کے لئے ہمیشہ تیار تو رہتا لیکن اُس پر کچھ عمل کرنے کے بعد ہی وہ اُس کی خلاف ورزی بھی کرتا تھا۔ جس طرح امرا اُس کے باپ کی مخالفت میں کامیاب ہوے تھے اُسی طرح پھر اس کے مخالف ہوگئے مگر ان کے رہبر سیمن ڈی مانٹ فرڈ ارل آف لیسٹر نے تجربہ سے ثابت

کر دکھایا کہ بادشاہ کے خلاف اس طرح پر متفق ہونا زیادہ سودمند نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ایسے اتفاق کی بنیاد ہمیشہ کمزور ہوا کرتی ہے اور ذاتی رشک و حسد سے اس کا شیرازہ ٹوٹ جاتا ہے اصول نیابت کو جس سے انگریز واقف تھے اُس نے رواج دیکر عوام کو اپنا ہمخیال بنالیا اور یہ سب بادشاہ کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوگئے۔ اگرچہ اس مقصد میں اس کو کامیابی نہیں ہوئی لیکن اس نظیر کی اس کے حریف (ایڈورڈ اول) نے تقلید کی۔ ایڈورڈ اول جو خاندان پلینٹجینیٹ میں سب سے زیادہ مدبر تھا سمجھ گیا کہ رعایا کا حکومت سے متفق رہنا بادشاہ کی قوت و شوکت کو بڑھاتا ہے۔ اس نے ایک ایسی پارلیمنٹ کی بنا ڈالی جو تین طبقات سلطنت اور مقامی فرقوں کی نیابت کرسکتی تھی۔ اُس کی وفات سے قانون اصلاح بابت ۱۸۳۲ء تک پارلیمنٹ کی شکل ظاہری میں کوئی تغیر نہیں ہوا اور وہی ہیئت قائم رہی جس کی ابتدا ایڈورڈ اول کے زمانہ میں ہوئی تھی اگرچہ پارلیمنٹ کی اصلی قوت اور اُس کے مختلف اجزا کے باہمی تعلقات میں اختلاف ہوتا رہا۔ ارباب تاریخ کہتے ہیں کہ موجودہ انگریزی دستور کی ابتدا ایڈورڈ اول کے زمانہ میں ہوئی۔

پارلیمنٹ کے وجود اور ترقی کے پتہ لگانے میں ہم کو یاد رکھنا چاہئے کہ بادشاہ کی قوت کمال وسیع تھی۔ یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اصول نیابت کے قایم ہوتے ہی بادشاہ کی

قوت زمانہ حال کے اصول کے مطابق محدود ہوگئی ہوگی۔ نہیں بلکہ اس تغیر کے بعد بھی وہی اصلی حاکم مانا جاتا تھا۔کل نظام حکومت کا مرکز بادشاہ ہی تھا۔وہی ملک کی حکمتِ عملی کا تعین کرتا۔ وہی وزرا کا عزل و نصب کرتا۔وہی قومی سپاہ کا کپتان ہوتا۔وہی انصاف کا منبع اور واضع قانون سمجھا جاتا شاہانِ سلف خود مختار تھے اسی روایت کی بنا پر لوگ اُس کی حکومت کو مانتے تھے۔چونکہ ملک کے دانشمند اور سرآوردہ لوگوں کا خیال تھا کہ انگلستان کو جابرانہ حکومت کی ضرورت ہے اس لئے رائے عامہ یعنے خیالات قومی ایڈورڈ کی تائید میں تھے۔وکلا بھی اُس کے طرفدار تھے کیونکہ اُس کے اختیارات اور ان کے اثرات کے ایک ہی حدود تھے یعنے جس قدر وہ خود مختار تھا اُسی قدر قوم پر ان وکلا کے اثرات چھائے ہوے تھے پوپ بھی اُس کا طرفدار تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اُس کے اور اس کے وابستہ کے تعلقات میں مخل ہو۔

ابتدائے زمانہ ہنری سوم۔ جان کی موت سے انگلستان ایک عظیم خطرہ سے بچ گیا۔اب انگریزوں کو ضرورت نہیں رہی کہ ایک پردیسی بادشاہ کی مدد کریں۔ نایب پیمبروک اور اس کے مشیروں نے منشور اعظم کی دوبارہ اشاعت کی وہ فقرے جو محصول لگانے اور ملک کی کونسل عظمیٰ کے انعقاد اور جنگلات کے متعلق تھے غور کرکے بعد شایع کرنے کے

خیال سے حذف کئے گئے۔اس عاقلانہ تدبیر سے وہ انگریز جو
لوئی کے دوست تھے بتدریج اس کا ساتھ چھوڑنے لگے۔اُس کی
فوج کو مقام لنکن میں شکست دی گئی اور اُس کا بیڑہ سینڈوچ
کے سامنے تباہ کردیا گیا۔لوئی نے ضلع لیمبیث کے ذریعہ سے
اقرار کیا کہ انگلستان سے چلا جاؤں گا اور اُس کے تابعین میں
جو انگریز تھے اونھوں نے نایب شاہ سے صلح کرلی۔اب دوسری
مرتبہ منشور اعظم شایع کیا گیا اور جنگلات کے متعلق جو فقرے
اشاعت اول میں نہیں شایع ہوے تھے اب علیحدہ شایع
کئے گئے اور وہ منشور جنگلات کے نام سے مشہور ہوگئے۔
ارل آف پیمبروک نے بحیثیت نایب (شاہ) اور اس کی وفات
کے بعد ھیوبرٹ ڈی برگ نے بحیثیت صدر اعظم دانائی اور
جرات سے حکومت کی۔صرف ھیوبرٹ کے زوال کے بعد
۱۲۳۲ء سے خانہ جنگی شروع ہوئی۔

ہنری سوم کی حکومت کی خرابیاں۔ہنری کے بُرے چال
چلن کی وجہ سے قوم نے پھر مخالفت شروع کردی۔ہنری کمزور۔
متلون، مسرف شخص تھا۔ذاتی ضرورتوں کے لئے اُس کو رقم
کثیر درکار تھی اور اُس نے پوپ اور اپنے غیر ملکی دوستوں
کو بھی اجازت دے دی تھی کہ وہ بھی اس سے زیادہ روپیہ
خود وصول کرلیا کریں۔اس طرح رعایا کی ناراضی کے تین خاص
سبب تھے۔تمام ملک اس کے اسراف اور کمزور حکومت سے
رنجیدہ تھا۔امرا کو اُس کے غیر ملکی مصاحبوں سے نفرت تھی

کیونکہ ان کا اعزاز و اکرام کیا جاتا اور اُن کو عہدے قلعے اور
علاقے ملتے تھے۔ اہل کنیسہ اس واسطے خشمناک تھے کہ پوپ
انگریزی پادریوں کی معاش اور جائداد اطالوی پادریوں کو دیتا
اور ان پر محصول لگاتا تھا کہ دوسرے ممالک میں اس روپیہ سے
اپنے منصوبوں کو سرسبز کرے۔ اس قسم کی بے اطمینانی اور رنجیدگی
ان طولانی نزاعوں کا مقدمہ ہوئی جن کا ذکر آئندہ آئے گا۔
ہنری کی مجبوری مراعات کے دینے میں۔ روپیہ کی دائمی ضرورت
نے ہنری کو مجبور کردیا تھا کہ رعایا سے ایسی رعایتیں کریں کہ جن سے
اس کے باپ دادا کو (اگر وہ زندہ ہوتے) کمال حیرت ہوتی ۱۲۳۷ء
میں اسے تحریک کرنی پڑی کہ مجلس عظمیٰ نہ صرف امدادی رقوم جمع
کرنے کا بہترین طریقہ تجویز کرسکتی ہے بلکہ ایک کمیشن کے ذریعہ سے
اس امر کی نگرانی بھی کراسکتی ہے کہ محصول مذکور کا بجا صرف
ہوا کرے ۱۲۳۸ء میں اُس کو پندرہ منتخب اراکین کے کمیشن
کے فیصلہ سے اتفاق کرنا پڑا جنہوں نے اصلاح مملکت کی
رائے دی تھی۔ ۱۲۵۴ء میں جبکہ بادشاہ گیسکنی گیا ہوا تھا ملکہ
اور بادشاہ کے بھائی نے بحیثیت نائبان شاہ ویسٹ مینسٹر
میں کونسل عظمیٰ کا انعقاد کیا اس میں ہر ضلع سے چار منتخب
نائیٹ اور پادریوں کے علاقوں سے اُن کے نمایندے شریک
تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اضلاع کے نمایندے طریقۂ انتخاب کے
مطابق ایک بڑی کونسل میں شریک ہوئے مگر ہنری وعدہ
تو زیادہ کرتا اور ایفا بہت کم کرتا تھا اور وہ ہمیشہ رعایا کو

طرح طرح سے ناراض کیا کرتا تھا۔

دستور جو بمقام آکسفورڈ مرتب ہوا بابت ۱۲۵۸ء۔

۱۲۵۸ء میں ملک کی ناراضی حد سے گذر گئی تھی۔ مجلس عظمیٰ نے جس کا جلسہ ماہ اپریل میں لندن میں ہوا تھا انکار کردیا کہ جب تک بادشاہ ملک کے مطالبات کو منظور نہ کرے موازنہ کی منظوری نہیں دی جاسکتی۔ اس کونسل نے تحریک کی کہ چوبیس کمشنروں کا جس میں کہ نصف شاہی کونسل کے اور نصف اس کونسل کے ارکان ہوں اس غرض سے انتخاب کیا جائے کہ وہ ضروری اصلاحات کو کرسمس کے قبل ملک میں جاری کریں بادشاہ نے اِس کو منظور کرلیا اور پارلیمنٹ کو ملتوی کرکے اس کا آیندہ اجلاس آکسفورڈ میں مقرر کیا۔

پارلیمنٹ ماہ جون میں آکسفورڈ میں منعقد ہوئی۔ امرا مسلح ہوکر جلسہ میں شریک ہوئے اور کارروائی کی بے ترتیبی و بے قاعدگی کے سبب سے اس کا نام "مجنونانہ پارلیمنٹ" ہوگیا۔ امرا نے شکایتوں کے طومار باندھ دے جن کا مقصد یہ تھا کہ منشور اعظم کا کبھی لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔ چوبیس آدمیوں کی ایک کمیٹی مقرر ہوئی کہ ایک نئے دستور کا مسودہ تیار کرے جس کا نام پروویژنز آف آکسفورڈ رکھا گیا۔ اس کی بنا پر قرار پایا کہ پندرہ ارکان کی ایک مستقل کونسل ہمیشہ بادشاہ کو امور سلطنت میں مشورہ دیا کرے اور وزرا اور سرکاری بڑے عہدہ داروں کو اپنے قابو میں رکھے۔ کونسل سال میں تین مرتبہ

ایک کمیٹی کے ساتھ جس کے ارکان بارہ ہوں اور جن کو طبقۂ امرا منتخب کرے۔ ملکی کاروبار پر غور و خوض کرنے اور مشورہ دینے کے لئے منعقد ہوا کرے۔ اس طریقہ سے امرا نے خیال کیا کہ بادشاہ اِن کے اختیار میں رہے گا اور بار بار کونسل عظمیٰ کے احضار کی زحمت سے نجات ملے گی۔ لیکن ان کا مجوزہ دستور دو طرح سے ناقص تھا۔ اول یہ کہ وہ نہایت دقیق و مشکل اور دوم یہ کہ بہت محدود تھا یعنے اس کے ذریعہ سے ملک کی کافی نیابت نہیں ہوسکتی تھی۔

پروویژنز آف ویسٹ منسٹر بابت ۱۲۵۹ء۔ اس کے دوسرے سال بادشاہ کے فرزند ایڈورڈ کے اصرار پر امرا نے ان تدابیر کو رفع شکایات کی غرض سے پیش کیا جس کو پروویژنز آف ویسٹ منسٹر کہا جاتا ہے۔ یہ دستور پروویژنز آف آکسفورڈ کا ضمیمہ تھا۔ اس کی سب سے زیادہ اہم دفعہ وہ تھی جس کا تعلق شیرف کے تقرر کی اصلاح سے تھا۔ عدالت ضلع کے ذمہ چار نائٹوں کا انتخاب کرنا قرار پایا جن میں سے ایک کو اکسچیکر کے بیرن شیرف ضلع کی خدمت کے لئے منتخب کیا کریں اس قانون کی رو سے اضلاع کے فوجی اور مالی انتظامات فرقۂ عوام کے اختیار میں آجاتے لیکن ہم کو اس کا علم نہیں ہے کہ اس قانون کا کبھی نفاذ بھی ہوا یا نہیں۔

ناراضی کا تسلسل۔ انگلستان کی حالت اسی طرح غیر مطمئن رہی۔ ہنری کو اصل میں یہ منظور نہ تھا کہ اُن اصلاحات کو جو

جبراً منظور کرائے گئے تھے اور جن کے سبب اس کی قوت محدود کی گئی تھی جاری کرے۔ بلکہ اس نے بیرنوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جس قدر تحقیق ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیرنوں کے اُس وقت دو فرقے ہوگئے تھے۔ ایک جتھا کا سردار تو سیمن ڈی مانٹ فورڈ ارل آف لیسٹر اور دوسرے کا رہنما رچرڈ دی کلیر ارل آف گلاسٹر تھا۔ سیمن چاہتا تھا کہ عوام کو بادشاہ کے خلاف میں اپنا موئد بنائے اور رچرڈ کی خواہش تھی کہ بادشاہ کی قوت محدود رہے اس سے صرف امرا کو فائدہ پہنچانا مقصود تھا۔ لیکن یہ دونوں ۱۲۶۱ء میں اس پر متفق ہوگئے کہ ایک مجلس بمقام سینٹ آلبنز منعقد کی جائے اور اس میں چار نائٹ بطور نائبین ہر ضلع سے طلب ہوں۔ ہنری کو جب ان طلب ناموں کی اطلاع ہوئی تو اُس نے فوراً حکم دیا کہ شیرف ان لوگوں کو سینٹ آلبنز کو نہیں بلکہ ونڈسر (نام محل وقلعۂ شاہی) روانہ کرے جہاں وہ کونسل منعقد کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح بادشاہ اور امرا کے اختلاف میں مسئلۂ نیابت مستحکم ہوگیا۔

بادشاہ فرانس کا فیصلۂ ثالثی۔ بادشاہ اور امرا بالآخر اس امر پر رضامند ہوئے کہ لوئی نہم بادشاہ فرانس کے فیصلۂ ثالثی پر باہمی نزاعات کو منحصر کردیں۔ لوئی نے جنوری ۱۲۶۴ء میں فیصلہ صادر کیا جو مایز آف ایمنز کے نام سے مشہور ہے۔ اُس

ے دستور مرتبہ مقام آکسفورڈ اور ایسے سب قوانین کو جو اسی پر
منتج تھے منسوخ کردیا اور اس میں یہ بھی اضافہ کیا کہ مختلف افراد
ملک کی آزادیاں جو از روئے منشور و قوانین و رسوم قرار پائی ہیں
کم نہ ہونے پائیں اور کسی شخص کو جو گذشتہ جھگڑوں میں شریک
رہا ہے کسی قسم کی سزا نہ دی جائے۔

امرا کی جنگ اور ڈی مانٹ فورڈ کی پارلیمنٹ ۔ فیصلۂ
متذکرۂ صدر سے ملک کی وہی حالت ہوگئی جیسے کہ منشور اعظم
کے عطا ہونے کے بعد پائی جاتی تھی۔کیونکہ منشور اعظم ہنری کو
بُری حکومت سے برسوں تو روک نہیں سکا اس لئے امرا سے
یہ امید کرنا بیجا تھا کہ وہ لوئی کے اس فیصلے سے رضامند
ہوجاتے۔ثالثی کے ناکام ہونے کی وجہ سے بزور شمشیر یعنے
(بغاوت) کے ذریعہ سے چارہ جوئی اختیار کی گئی۔ چودہ[۱۴] ماہ مے کو
امرا نے جنگ لیوئیس کو فتح کیا اور ہنری کو اُس کے فرزند
ایڈورڈ اور مخصوص معاونین کے ساتھ قید کرلیا۔

اب بادشاہ امرا کے شرایط منظور کرنے پر مجبور ہوا اس
صلح کا نام مایز آف لیویس Mise of Lewes ہے۔
اس کے بعد جو پارلیمنٹ منعقد ہوئی اس میں چار نایٹ
ہر ضلع سے شریک ہوئے ۔یہ دوسری مثال ہے کہ اضلاع
کی نیابت ہوئی ہے ۔اس پارلیمنٹ نے نظم مملکت یا ملک رانی
کی ایک جدید اسکیم کو منظور کیا اس بنا پر امرا مجاز ہوئے کہ
ایسے تین شخص منتخب کریں جن کو نو ارکان کونسل کے انتخاب کا

حق ہو اور بادشاہ اُن کی ہدایت پر عامل ہو۔ اور یہ ارکان دیسی انگریز ہوں۔

لیکن اس نئے نظم و نسق کی حالت بہت غیر مطمئن تھی ملکہ فرانس میں فوج جمع کر رہی تھی کہ انگلستان پر چڑھائی کرے اور بادشاہ اور اس کے حوالی موالی انتظار میں تھے کہ ملکہ کی فوج آتے ہی مسلح ہو جائیں اس لئے سیمن ڈی مانٹ فورڈ نے دوسری پارلیمنٹ کو جنوری ۱۲۶۵ء میں منعقد کیا۔ اس پارلیمنٹ میں اس نے صرف اُنہی پادریوں اور امرا کو شریک کیا کہ جو اُس کے جتھے کے تھے لیکن یہ پہلا موقع ہے کہ اس میں بلاد اور شہروں کے نائبین بھی طلب ہوئے ہیں سیمن ڈی مانٹ فورڈ کی یہ مشہور پارلیمنٹ ہے اور غلطی سے مورخین نے اس کو پہلی نیابتی پارلیمنٹ لکھا ہے۔ چنانچہ ہم نے اس کے قبل بھی اضلاع کی نیابت کی مثالوں کا ذکر کیا ہے۔ جب تک کہ اس کے بعد تیس برس نہیں گزرے بلاد اور شہروں کی نیابت مکمل نہ ہوی۔ بہرحال سیمن ڈی مانٹ فورڈ کی پارلیمنٹ اپنے زمانہ کی یادگار ہے اس لئے کہ اس کے وجود سے طریقۂ نیابت کو مزید ترقی ہوئی۔

ملک و قوم کی اس باوقعت خدمت نے سیمن کو شکست و ہلاکت سے نہیں بچایا۔ وہ نوجوان گلبرٹ ارل آف گلاسٹر کے رشک و حسد اور ایڈورڈ کی قابلیت کا شکار ہوگیا۔ جنگ ایف شام میں جو چار اگست ۱۲۶۵ء کو واقع ہوئی سیمن مغلوب ہوگیا

اس کے تابعین اور چند روز تک مقابلہ کرتے رہے۔ لیکن یہ جنگ امرا حقیقت میں اس آئین کی بنا پر اختتام کو پہونچی جو ڈکٹم ڈی کنلورتھ Dictum de Kenilworth کے نام سے مشہور ہے۔ کنلورتھ وہ قلعہ تھا جس کو سب کے آخر بادشاہ نے فتح کیا۔ اس آئین کی رو سے ارل سیمن کے جملہ قوانین منسوخ ہوئے لیکن بادشاہ کی ذمہ داری کہ وہ اسناد سابق کو ملحوظ رکھے گا تسلیم کی گئی۔ ہنری اب بوڑھا ہوگیا تھا اور مصائب وحوادث نے اُسے تجربہ کار بنا دیا تھا۔ اب ڈکٹم ڈی کنیلورتھ کی اشاعت کے بعد سے وفات تک اُس نے چھ سال راحت و آرام میں بسر کئے۔

ایڈورڈ اوّل کی تخت نشینی۔ ہنری کی وفات کے وقت ایڈورڈ ارض مقدس (بیت المقدس) میں تھا۔ تاہم ملک نے اُس کی بادشاہی کو تسلیم کیا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ بادشاہ کے انتخاب اور تاجپوشی کی رسم ادا ہونے کے قبل حلف وفاداری لیا گیا۔

ایڈورڈ اوّل کی حکمت عملی۔ دو امر ہمیشہ ایڈورڈ کے مطمح نظر رہے ایک تو برطانیہ کی فتح اور دوسرے ادارات انگلستان کی تکمیل ہم صرف یہاں دوسرے مقصد سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔ ارباب تاریخ کی نظر میں بلحاظ مصلح دستور ایڈورڈ دو حیثیتیں رکھتا ہے۔ ایک حیثیت سے تو وہ ہنری دوم سے مشابہ ہے کیونکہ یہ بھی ویسا ہی عقلمند جفاکش مستقل مزاج حاکم تھا اور ان خرابیوں کے دفع کرنے کی فکر میں منہمک رہتا جو اس سے

قبل ہوگئی تھیں اور اُن کے دوبارہ شیوع کا انسداد شاہی قوت
کے استحکام سے کرنا چاہتا تھا۔ ہنری دوم کے مثل ایڈورڈ کی
خواہش تھی کہ اہل کلیسا اس کے اختیار میں رہیں امرا میں
امن و اماں قایم رہے عوام کی حفاظت و حمایت ہو۔ لیکن
دونوں کے حالات میں بہت فرق تھا۔ انگلستان ہنری کے
ممالک کا نصف بھی نہ تھا۔ ایڈورڈ کے بیرونی ممالک سے
اس کی قوت میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوا۔ علاوہ برس
ہنری کے جلوس کے وقت انگلستان کو خود مختار بادشاہ کی
ضرورت تھی لیکن ایڈورڈ کی تخت نشینی کے وقت ملک دستوری
حکومت کے قابل ہوگیا تھا۔ ایڈورڈ واقف حال تھا اس نے
حالات کا صحیح اندازہ کرکے اُن کے موافق اپنی پالیسی قراردی۔
اس لئے اب ہم کو موقع ہے کہ ایڈورڈ کو اس کی دوسری
حیثیت کے مطابق جانچیں۔ اس حیثیت سے ہم اُس کو دستوری
آزادی کا دوست اور انگریزی پارلیمنٹ کا بانی سمجھتے ہیں۔
اور اسی حیثیت میں وہ سیمن ڈی مانٹ فورڈ کا جانشین قرار
دیا جاسکتا ہے۔ ان معاملات اور اصلاحات کو جن کو کہ سیمن
نے بصورت تحریک پیش کیا تھا اس نے ایک ضابطہ کی شکل
میں ڈھال لیا۔ رعایا میں جوشِ حریت جس کی تحریک ایڈورڈ
کے ہاتھوں اس قدر بڑھ گیا کہ آخر ۱۲۹۷ء میں منشور مصدق
و مستقل ہوگئے۔

اب ہم پہلے ایڈورڈ کی حکمتِ عملی کی نسبت بلحاظ طبقات

رعایا اور محکمہ ہائے سلطنت بحث کریں گے۔

۱۔ ایڈورڈ اوّل کی حکمت عملی امرا کی نسبت۔ ایڈورڈ کے دماغ سے کبھی جنگ امرا کا خیال نہیں گیا اِس لئے اُس کی خواہش تھی کہ جاگیردار امرا کی قوت گھٹائی جائے۔ اُس نے تدبیر نکالی اور ایک طریقہ دریافت انعام (یعنے دریافت حقوق) کا مقرر کیا جو کوو وارنٹو (Quo warranto) (کس حق کی بنا پر) کے نام سے مشہور ہے۔ امرا کی طاقت کا ایک یہ سبب بھی تھا کہ ان کو بعض مقامات اور اضلاع میں وہاں کی رعایا پر عدالتی اختیارات حاصل تھے۔ ۱۲۷۸ء میں ایڈورڈ نے قانون گلاسٹر (Statute of Gloucester) کو منظور کرا لیا۔ اس قانون کی بنا پر دورہ کرنے والے قضاۃ مجاز ہوئے کہ امرا کے استحقاق کی تحقیقات کریں۔ اور اس سختی کے ساتھ دریافت شروع کی گئی کہ بعض امرا اس سے بہت ناراض ہوگئے۔ جبکہ ارل آف وارن سے اُس کی دستاویز حقیت (سند) کی نسبت دریافت کیا گیا تو اس نے بجائے سند کے ایک زنگ آلود شمشیر پیش کی اور کہا کہ "اس تلوار کی بدولت میرے بزرگوں نے (جاگیریں) زمینیں حاصل کی تھیں اور میں بھی اسی کے ذریعہ سے ان (زیر دریافت) زمینوں پر قبضہ رکھوں گا" ایڈورڈ اس اشارہ کو سمجھ گیا اور ایسی فتنہ انگیز تحقیقات سے اجتناب کیا۔

دوسرا طریقہ جس کو ایڈورڈ نے اپنے حصول مطلب کے لئے

جاری کیا تھا "ترقی جائداد مبارز ہے" اس نے آزاد مالکان اراضی کو جو ایسے قابضان جائداد غیر منقولہ ہوں جن کی سالانہ تحصیل مالگزاری بیس پونڈ ہو (زمانہ موجودہ کے سکہ کے لحاظ سے تین سو پونڈ کے مساوی ہوتی ہے) حکم دیا کہ مبارز بننے اور اس کا اعزاز حاصل کرنے کی بادشاہ سے درخواست کریں ورنہ سخت تدارک کیا جائے گا۔ اس تجویز سے بظاہر بادشاہ کی غرض وصولِ رقم تھی لیکن اصلی مقصد یہ تھا کہ بڑے امرا کا اثر کم ہو اس لئے کہ ان کو مبارز کا مرتبہ حاصل تھا اور مبارز کی حیثیت سے میدان کارزار میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

ایک تیسری تدبیر بھی اسی غرض سے بذریعۂ اسٹاچیوٹ کویا امپٹوریز (ان لاطینی الفاظ سے قانون مذکور شروع ہوتا ہے اور اسی سے اس کا یہ نام پڑ گیا) ۱۲۹۰ء میں اختیار کی گئی۔ جس سے نظام جاگیری میں ترمیم ہوئی۔ سابق میں معطی لہ اپنے معطی کا ماتحت جاگیردار ہوتا تھا اب یہ قرار پایا کہ آیندہ سے وہ (معطی لہ) اس شخص کے امیر یا آقا کا ماتحت جاگیردار بنے جس نے اس کو زمین منتقل کی ہو۔ اس طرح اگر کوئی جاگیردار اپنے کسی دوست کو زمین (جاگیر) عطا کرے تو معطی لہ بجائے اس معطی کے بادشاہ کا ماتحت ہوتا تھا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ بادشاہ کی بلاواسطہ رعایا میں اضافہ ہو۔ امرائے عظام ایک دوسرے قانون بابت ۱۲۸۵ء کے وضع ہونے سے بہت

---

[1] دیکھو نوٹ مندرجہ ضمیمہ۔

خرسند ہوئے اس کا نام اسٹاچیوٹ[1] ڈی ڈونس کنڈی شنلی بس (قانون عطیات مشروط) تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ عطائے مشروط کو دائمی بنا دیا گیا اور اس طرح سے زمین کی بیع و شرا روک دی گئی۔

ایڈورڈ اول کی حکمت عملی کلیسا کی نسبت۔ ایڈورڈ نے کوشش کی کہ پادریوں کی دولتمندی اور قوت کو محدود کرکے اُن سے بھی مثل دوسروں کے پوری مالگزاری وصول کرے۔

اسٹاچیوٹ[1] آف مارٹمیں (قانون دست میت) بابت ۱۲۷۹ء کی بنا پر حکم دیا گیا کہ کلیسا کی اُن زمینوں کو جو امرا کی دی ہوئی ہیں امرا ضبط کرلیں اگر وہ بادشاہ کی عدول حکمی کریں تو یہ شریک خالصہ کرلی جائیں۔ اس قانون کے نفاذ کا سبب حسب ذیل تھا۔ کلیسا کے قبضہ میں وسیع علاقے یعنے جاگیریں تھیں اور ان علاقوں میں زیادتی ہوتی تھی۔ جس قدر کلیسا کی زمین بڑھتی اسی قدر بادشاہ اور امرا کے محاصل جاگیر میں کمی واقع ہوتی۔ کیونکہ جاگیری حقوق نذرانہ۔ ولایت کارپوریشنز[2] (Corporations) شخصیات) کتخدائی منبطی وغیرہ گرجا یا خانقاہ جیسے کارپوریشنز یعنے شخصیات پر عائد نہیں ہوسکتے تھے کبھی لوگ اس غرض سے بھی خانقاہوں کو زمین عطا کرتے کہ

---

[1] ضمیمہ میں ان الفاظ اور قوانین کی تشریح کردی گئی ہے۔ ۱۲-س - ع - ر -

[2] وہ جماعتیں جن کی شخصی حیثیت کو قانون تسلیم کرے۔ کارپوریشنز (شخصیات) کے متعلق ضمیمہ میں تشریح کردی گئی ہے۔

اُس زمین کو غیر مستغرق بناکر اُنہی معطیوں کو یہی زمینیں اجارہ پر دے دیں تاکہ ان میں پھر کسی قسم کا محصول وغیرہ اُس کی بابت ادا کرنا نہ پڑے۔ اس لئے قانون دست مردہ کے وضع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اگر کسی کی خواہش ہوتی کہ زمین کسی شخصیہ کو عطا کرے تو اُس کو بادشاہ سے اجازت نامہ ملتا لیکن بادشاہ کی اجازت کی غرض تو صاف ظاہر ہے کہ اس زمین پر مالگزاری قایم کردی جاتی تھی۔

کلیسا کی عدالتوں کے اختیارات بھی ۱۲۸۵ء میں محدود کردئے گئے۔ ان عدالتوں کی کوشش تھی کہ ہر سال ان کے حدود ارضی میں مقدمات کی کثرت ہو۔ ایڈورڈ نے اس کے متعلق قانون بنادیا کہ سوائے ان مقدمات مذہبی و اخلاقی کے جن کا ذکر ہوچکا ہے ان کے اختیار سماعت میں وصیت و ازدواج کے دعوے بھی شامل ہیں۔ بہرحال اس قانون کا اثر کلیسا کی عدالتوں کے اس اختیار پر نہیں پڑا جس کی بنا پر اُن میں ملزم پادریوں کی تحقیقات ہوتی تھی۔

پادریوں کے محصول نہ دینے سے ایک خطرناک مخالفت کی ابتدا ہوئی۔ ۱۲۹۶ء میں پوپ بانی فیس ہشتم نے ایک حکم امتناعی کے ذریعہ سے پادریوں کو منع کردیا کہ سرکار کو محصول ادا نہ کریں۔ دوسرے سال جبکہ ایڈورڈ نے پادریوں سے رقم طلب کی تو اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ

پوپ کی نافرمانی نہیں کرسکتے۔ ایڈورڈ نے ارادہ کرلیا کہ اگر یہ لوگ اخراجات سلطنت ادا نہ کریں تو سلطنت ان کی حفاظت نہ کرے۔ اُس نے اُن کو قانونی حدود سے خارج کردیا۔ اگر پادریوں کو کسی کے ہاتھ سے کچھ ضرر پہونچتا یعنے ان کے خلاف کسی شخص سے کوئی جرم سرزد ہوتا تو اس کے لئے کوئی قانونی چارہ کار نہ تھا بلکہ اگر یہ مجرم ہوتے تو اُن کے خلاف لوگوں کو چارہ کارِ قانونی حاصل تھا۔ اس سے ان کو اس قدر تکلیف پہونچی کہ وہ مجبوراً محصول دینے پر راضی ہوگئے۔

۳۔ ایڈورڈ اول کی حکمت عملی عوام کی نسبت۔ ایڈورڈ اول مثل ہنری دوم عوام کا محسن و مربی تھا لیکن اسی حد تک جہاں تک کہ اُس کو امن اور اصلی داد رسی کا قایم کرنا منظور تھا۔ اور اس کا سب سے بڑا فیض یہ ہے کہ اُس نے پارلیمنٹ میں عوام کو جگہہ دی اور ان کے طریقۂ نیابت کو باقاعدہ بنادیا پارلیمنٹ کے بیان میں ہم اس مضمون کو تفصیل سے لکھیں گے۔

۴۔ ایڈورڈ اول کی حکمت عملی فینانس کی نسبت۔ ایڈورڈ اپنے باپ کی طرح مسرف نہیں تھا۔ لیکن اُس کے دور میں بلند منصوبے کے لئے جو اس کی بیرونی حکمت عملی کا نتیجہ تھے کثیر رقم کی ضرورت تھی۔ منشور اعظم کے لحاظ سے اکثر مطالبات شاہی جو پہلے جاری تھے ممنوع قرار پاگئے تھے۔ بڑی مقدار میں روپیہ قرض نکالنا بھی دشوار تھا۔ اس لئے ایڈورڈ بعض بعض وقت جدید خود مختارانہ طریقوں سے روپیہ وصول کرتا تھا۔ ۱۲۹۷ء میں

اس نے جنگ ویلز میں صرف کرنے کے لئے اُس خزانہ کو جو بمقام ٹمپل لنڈن میں جنگ صلیبی کے واسطے جمع کیا گیا تھا ضبط کرلیا اسی طرح اُس نے ۱۲۹۴ء میں خانقاہوں اور گرجاؤں کے خزانے لے لئے۔ اسی سال اُس نے تجار سے اُون جس کی تجارت برآمد بہت نافع تھی چھین لی اور جب تک انھوں نے تین سے پانچ مارکس تک ہر تھیلہ کا محصول ادا نہیں کیا اُن کو اُون واپس نہیں دیا۔ ۱۲۹۷ء میں اُس نے پھر اُون ضبط کرلیا اور پہلے سے زیادہ سخت شرائط پر اُون واپس دیا۔ ایسی جابرانہ تدبیروں نے اس ناراضی کی آگ کو مشتعل کردیا جس کے شعلے اُس کے آخری عہد میں بھڑک اُٹھے تھے۔

۵۔ ایڈورڈ اول کی حکمت عملی دادرسی کے نسبت۔ ہم بیان کرچکے ہیں کہ دیوانی مقدمات کے لئے کس طرح ایک علحدہ عدالت قایم ہوئی۔ کیوریا ریجس کے باقی اختیارات کا استعمال کنگس بنچ کے قضاۃ کیا کرتے تھے۔ اکسچیکر عدالتی حیثیت سے جاری رہی اور انہی مقدمات کی سماعت کرتی جن کا تعلق شاہی محاصل سے ہوتا۔ ایڈورڈ اول کے عہد میں یہ عدالتیں ایک دوسرے سے بالکل علحدہ اور خود مختار ہوگئیں۔ ہر ایک عدالت کا ایک صدر ہوتا۔ کنگس بنچ اور عدالت دیوانی کے صدر کو میر مجلس اور اکسچیکر کے صدر کو چیف بیرن کہتے تھے۔ اس شکل وحیثیت سے یہ عدالتیں ۱۸۷۳ء تک باقی رہیں ایڈورڈ اول کے عہد ہی سے ان میں بالکل عدالت کا

کام ہوتا تھا اور اعلیٰ حکومت میں ان کی کسی قسم کی شرکت
نہیں تھی۔ اس لئے ہم کو ان کی مفصل تاریخ بیان کرنے کی
ضرورت نہیں ہے۔ لیکن بادشاہ نے (بذات خود) دادرسی موقوف
نہیں کی۔ اب بھی لوگوں کا گمان تھا کہ جب کبھی معمولی عدالتوں
میں کسی امر کی نسبت چارہ کار ممکن نہو تو بادشاہ سے رجوع
ہوں جو ایسے غیر ممکن الحصول مدعا کے لئے چارہ کار مہیا کرتا تھا۔
اس بنا پر متضرر اشخاص بادشاہ کو عرضی دیتے اور بادشاہ بنظر
ترحم و مراحم خسروانہ عرضی گذاروں کی فریاد کو پہونچتا اور اُن کی
رفع شکایات کرتا تھا۔ ایسی عرضیاں چانسلر (Chancellor) کے
توسط سے گذرتیں اس کی دوسری صدی میں ان عرضیوں کا
فیصلہ بھی چانسلر کے تفویض کیا گیا اس طرح سے عدالت
چانسری (The Court of Chancery) کی ابتدا ہوئی۔ عدل و
انصاف کرنے میں بادشاہ کو نئے مشیروں سے مدد ملتی جو
قدیم کیوریا ریجس کے مشابہ تھے اس میں بارگاہ شاہی کے
افسر اور سلطنت کے عہدہ دار اور قضاۃ اور ایسے اشخاص
شامل ہوتے جن کو بادشاہ بغرض مشورہ طلب کرتا تھا۔ کچھ دنوں
بعد یہی گروہ "پریوی کونسل" (Privy Council) مستشار
شاہی) بن گیا اور انگلستان کی حکومت میں اس کو نہایت
اعلیٰ مرتبہ ملا۔

۴۔ ایڈورڈ اول کی حکمت عملی فوج کی نسبت۔ ایڈورڈ ہمیشہ
جنگ میں مصروف رہتا اس لئے اس کو ملک کی فوجی قوت

اور وسیلہ کی بہت ضرورت تھی۔ لیکن اس نے ہنری دوم کی طرح پردیسی فوج کو تنخواہ دے کر نہیں رکھا۔ قانون ونچسٹر (Winchister) بابت ۱۲۸۵ء کے ذریعۂ اس نے ہنری کے قانون اسلحہ کو تازہ کیا اور ملکی سپاہ کی اصلاح و درستی کی۔ نایٹ کی جائداد غیرمنقولہ کی قرقی" کے ذریعہ سے دولتمند آزاد مالکان اراضی پر لازم کیا کہ سواروں کا کام کیا کریں بلا لحاظ طریقہ عطا کے جس کی بنا پر ان کو زمین ملتی ۱۲۹۷ء میں اس نے کوشش کی کہ یورپ میں لڑنے کے لئے بالعموم فوج تیار کی جائے لیکن اس ظالمانہ تجویز سے عام ناراضی پھیل گئی اور مجبوراً اس خیال کو ترک کرنا پڑا۔ ایڈورڈ اپنی عادت کے موافق فوجی معاملات میں بھی ہر ایک سرکاری معاملہ کی طرح نظام جاگیری کا لحاظ نہیں کرتا تھا۔ اس کو اپنے جاگیرداروں اور ان کے تابعین پر اعتماد نہ تھا اس لحاظ سے اس کی کوشش تھی کہ اپنی قوت کو برقرار رکھنے کے لئے تمام قوم سے مدد لے۔

اب ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ ایڈورڈ نے انگریزی پارلیمنٹ کو کس طرح مکمل بنایا۔

آزمایشی پارلیمنٹیں۔ گو اپنی حکومت کی ابتدا سے ہی ایڈورڈ پارلیمنٹوں کو منعقد کرتا رہا۔ لیکن ان کی ترتیب ایک دوسرے سے جدا ہوتی تھی۔ ایک تحقیق جدید سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۲۷۵ء کی پارلیمنٹ کے ارکان میں سوائے پادریوں اور امرا کے

ہر ایک ضلع سے چار نایٹ اور ہر ایک بلدہ اور شہر
سے چھ یا چار نائب طلب کئے گئے تھے۔ایڈورڈ کو سنہ ۱۲۸۳ء میں
ویلس کی جنگ کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی اور وہ بہت سے
امیروں کے ساتھ ان دنوں ویلس میں تھا اس نے ایک
ایسی نئی تدبیر نکالی کہ جس کی پہلے سے نظیر موجود نہ تھی۔
وہ یہ کہ اس نے ایک ہی وقت میں دو کونسلوں کو منعقد
کیا ایک تو بمقام یارک اسی صوبہ کے باشندوں کے واسطے
اور دوسری بمقام نارتھمٹن صوبۂ کنٹربری کے باشندوں کے لئے
ان کونسلوں میں صرف پادریوں اور عوام کے نائبین حاضر
ہوئے تھے۔اسی سال کچھ دنوں بعد اُس نے ایک اور
پارلیمنٹ کو اس غرض سے جمع کیا تھا کہ وہ ڈیوڈ (David
شاہزادہ ویلس کی تحقیقات میں جس نے بادشاہ کے
خلاف بغاوت کی تھی شریک ہوں۔اس پارلیمنٹ میں
ہر ضلع سے دو نایٹ اور ہر بیس بلاد اور شہروں سے دو
شہری طلب کئے گئے تھے پادریوں کو اس لئے نہیں بلوایا
کہ وہ کسی سنگین جرم کی تحقیقات کو مذہبًا نہیں دیکھ سکتے
تھے۔ایڈورڈ نے سنہ ۱۲۹۰ء میں پہلے تو صرف پادریوں اور
امرا کو طلب کیا تھا اور جب یہ لوگ چند مرتبہ شریک
ہوتے رہے تو اُس نے اضلاع کے نایٹ کو بھی بلانا شروع
کیا۔اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایڈورڈ کے نصف عہد سلطنت
تک بھی پارلیمنٹ کی کوئی باقاعدہ و مقررہ ترتیب ہونے نہیں

پائی تھی۔ جب کبھی بادشاہ کو روپیہ کی ضرورت داعی ہوتی تو وا
صرف اس قدر احتیاط کرتا کہ رعایا کے ان طبقات سے مشورہ
کرلیتا جن پر اُس کا بار ڈالنا منظور ہوتا اور اس لئے اس
قومی مجلس کو وہ جس طرح چاہتا سانچے میں ڈھال لیتا گ
حکومت نے امور ملکی میں عوام کے مشورہ دینے کے حق کو
بارہا تسلیم کرلیا تھا لیکن اِن معاملات میں اُن کی رضامندی
و مشورہ دستور کے ضروری اجزا نہیں سمجھے جاتے تھے۔
پارلیمنٹ کا سانچہ جو ۱۲۹۵ء میں تیار ہوا۔ زمانہ عوام کے ساتھ
مساعدت کررہا تھا۔ ایڈورڈ فکر میں تھا کہ امرا اور پادری دونوں
فرقوں کی طاقت کسی طرح ٹوٹے اور ازبسکہ بادشاہ کے مقابلہ
میں ان دونوں گروہ کا پلہ بھاری تھا اس لئے اس نے
عوام کو امرا اور پادریوں کی میزان قوت کا پاسنگ بنانا
چاہا۔ ایڈورڈ کو اکثر روپیہ کی ضرورت رہتی اور اُس کی
فراہمی کے لئے اس کی نظر اکثر تاجران بلاد اور چھوٹے
چھوٹے مالکان اراضی پر پڑتی تھی اس لئے کہ اس کی
قوی حکومت کے سایۂ عاطفت میں وہ مرفہ الحال ہوگئے
تھے۔ اس کو اپنی سیاست دانی اور قوت پر کامل بھروسہ
تھا اس واسطے اُن کو توقع تھی کہ عوام کے ساتھ ہو جانے
سے شاہی جبروت کا استحکام ہو جائے گا۔ وہ فطرۃً منتظم
و مقنن واقع ہوا تھا اور متمنی تھا کہ سلطنت کی کونسل
عظمی کی خوب غور و فکر کے بعد تکمیل اور مستقل شکل ہو جا

۱۲۹۵ء میں اُس نے پہلے پہل ایک مکمل انگریزی پارلیمنٹ کا
نعقاد کیا۔حسب معمول پادری اور امرا مخصوص طلبناموں کے
ذریعہ سے بُلائے گئے اور بڑے پادریوں کو حکم دیا گیا کہ اپنے
ماتحت ادنیٰ درجہ کے پادریوں کے نائب یعنے ہر ایک گرجا
کے علاقہ کے پادریوں کے لئے ایک پراکٹر (وکیل) اور ہر ایک
اسقف کے علاقہ کے پادریوں کے لئے دو پراکٹر لائیں۔
شیرف کے نام احکام روانہ ہوئے کہ ہر ایک بلدہ سے دو
شہریوں اور ہر ایک شہر سے دو باشندوں کا انتخاب کراکے
روانہ کرے۔اس طرح سے ملک کے تینوں طبقات رعایا کی
ایک مکمل پارلیمنٹ بنائی گئی۔اس کے بعد ادنیٰ درجہ کے
پادریوں کے نائبوں نے پارلیمنٹ کی شرکت کو ترک کردیا۔
لیکن اُس زمانہ سے آج تک نیابت عوام کا سلسلہ کبھی منقطع
نہیں ہوا۔

منشوروں کی تصدیق۔اب ہم کو منشوروں کی آخری تصدیق
۱۲۹۷ء کا بیان کرنا باقی رہگیا ہے۔بعض وقت ایڈورڈ کی
ضرورتیں نہایت شدید ہوتی تھیں۔جنگ فرانس اور جنگ
اسکاٹ لینڈ کے لئے روپیہ اور آدمیوں کی سخت ضرورت
لاحق ہوئی۔اور ان کے مہیا کرنے پر ملک رضامند نہیں
تھا۔چنانچہ ایڈورڈ نے اس سال کے اوائل ہی میں پادریوں کو
جبکہ اُنھوں نے مصارف ملکی میں شریک ہونے سے انکار کیا تو
قانون کی حدود سے خارج کردیا۔پھر اُس نے امرا کو جمع کیا

اور جنگ فرانس کی شرکت کا طالب ہوا۔ روجر بی گاڈ ارل آف
نارفک اور ہنفری بوہن ارل آف ہیرفرڈ کو جو انگلستان کے
سپہ سالار و قلعدار تھے گیسکنی میں فوج کی سرداری کے لئے
منتخب کیا اور خود فلانڈرس میں کپتانی کرنا چاہتا تھا۔ امرا نے
ان تجویزوں سے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ سوائے بادشاہ کی ہمراہی
کے بیرونِ ملک خدمت کرنا اُن عطیات کا منشا نہیں ہے۔
جن کی بناپر انہیں جاگیریں ملی ہیں۔ اس طرح یہ مجلس شوروغوغا
اور ہنگامہ کے ساتھ برخاست ہوئی۔ اب ایڈورڈ نے دوسرا
طریقہ اختیار کیا اُس نے تاجروں کا اُون ضبط کر لیا اور
حکم دیا کہ ہر ایک ضلع فوج کے لئے رسد مہیا کرے
مالکان اراضی کے نام فرامین صادر کئے کہ بیرون ملک فوجی
خدمت بجا لانے کے لئے تیار رہیں۔ اس کے بعد اس نے
پادریوں سے سمجھوتہ کرلیا۔ سپہ سالار اور قلعہ دار نے اپنے
رفقا کو اکٹھا کرکے رعایا کی شکایتوں کو قلمبند کیا اور جب
یہ عرضی پیش ہوی تو ایڈورڈ نے اُس کا مذبذب سا جواب
دیا اور اُس سے اغماض کرکے فلانڈرس جانے کے لئے
جہاز پر سوار ہوگیا۔

ایڈورڈ کے روانہ ہوتے ہی سپہ سالار اور قلعہ دار نے
لندن کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں کے باشندے اُن سے
مل گئے۔ ایڈورڈ کے فرزند اکبر نے جو نائب مقرر ہوگیا
تھا ایک بڑی کونسل منعقد کی اس کونسل میں سپہ سالار

ور قلعدار نے گزشتہ منشوروں کی تصدیق کی خواہش کی اور
ھ نئے فقروں کو بھی بطور ضمیمہ پیش کیا۔ نوجوان ایڈورڈ رام
ہوگیا اور مصدقہ منشور اور جدید فقروں کو بغرض تصدیق اپنے
اپ کے پاس شہر گانٹ کی طرف روانہ کردیا۔ ایڈورڈ نے
۷ر نومبر ۱۲۹۷ء کو ان منشوروں کی تصدیق کی۔

یہ جدید فقرے ہم تک دو زبانوں کے ذریعے سے پہونچے
ہیں ایک تو لاطینی اور دوسری فرانسیسی زبان ہے۔ دونوں
زبانوں کی عبارتوں میں کہیں کہیں اختلاف ہے۔ فرانسیسی عبارت
زیادہ مستند سمجھی جاتی ہے۔ اس کے نہایت مفید اور ضروری
رہ فقرے ہیں جو ایڈورڈ کے جدید محصول کے عدم جواز سے
متعلق ہیں اور جن کا مقصود یہ ہے کہ کوئی نیا محصول بجز
"امدادی رقوم اور محصول جنگی" کے بادشاہ ملک کی عام رضامندی
کے بغیر نہ لگائے۔ اس طرح جدید محصول عاید کرنے کے لئے
رضامندی پارلیمنٹ کی ضرورت تسلیم کی گئی۔

جو لڑائی کہ قوت شاہی کو محدود کرنے کی غرض سے
چھڑی تھی اُس کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جبکہ امرا نے
جان کے خلاف ہتھیار اُٹھائے تھے اور اس کا خاتمہ اُس
دن ہوا جس روز کہ ایڈورڈ نے ان سب منشوروں کو جن کا
ذکر ابھی ہوچکا ہے منظور کیا۔ اس عرصہ میں گو اس لڑائی
میں کبھی کبھی وقفہ ہو جاتا تھا مگر قوم نے حصول مقصد کے بغیر
اس کو ہرگز موقوف نہیں ہونے دیا۔ گو منشور اعظم میں قوم کی

خواہشوں کا اظہار کیا گیا تھا لیکن یہ خواہشیں بڑی حد تک غیر موثر تھیں اس واسطے کہ قوم کے پاس ارادہ و مرضی کے اظہار کا بادشاہ کے سوائے کوئی دوسرا مستقل ذریعہ نہ تھا۔ بادشاہ کی خود مختاری محدود کرنے کے لئے ایک عاجلانہ اور یقینی روک تھام کی ضرورت تھی۔ یہ بات اُس وقت حاصل ہوئی جبکہ مجلس جاگیرداراں جس کے ارکان امرا اور روسائے کلیسا ہوتے تھے اُس پارلیمنٹ میں ضم ہوگئی جو رعایا کے تینوں طبقوں سے بنائی گئی تھی۔ یہ آخری تصدیق گذشتہ منظوریوں اور منشوروں سے زیادہ مفید و موثر ہوئی اس واسطے کہ ایک دستوری قوت (پارلیمنٹ) اس کی نگراں تھی۔

تمہید۔ ۱۲۹۷ء کی تصدیق مناشیر سے برطانیہ کی تاریخ دستور میں ایک ممتاز عہد کا آغاز ہوتا ہے۔ اگرچہ اس تاریخ سے لے کر خاندان پلینٹیجنیٹ کے سب سے اخیر بادشاہ کی وفات تک انگلستان کے دستور میں بہت ہی خفیف تغیر صوری تو ہوا ہے لیکن معنوی و اصلی تغیر نہیں ہونے پایا۔ یہ تغیر زیادہ تر اسباب معاشرت میں ایک نامعلوم سی نشوونما کے سبب سے ہوا نہ کہ قانون کی بدولت کلیسا کے زور و قوت کا زوال وہ خونریز خانہ جنگیاں جن کے باعث امرا کے خاندانوں میں خاک اڑ گئی اور طبقۂ وسطیٰ میں دانائی دولتمندی قوت کی ترقی پر کاشتکاروں کی ناراضی اور غیر آزاد کسانوں کے زوال وغیرہ کا اثر انگلستان کے دستور پر پڑا۔ قوانین اور منشور بھی اُس کو اس قدر مستحکم نہ بناتے جس قدر ان اسباب نے قوی کر دیا۔
اس عہد کے درمیان کا زمانہ اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ اِس

میں پارلیمنٹ خصوصاً دارالعوام کی قوت میں اضافہ ہوا جب تک کہ ہمارے سلاطین کے حقِ حکومت پر اعتراض نہیں ہوا تھا اُس وقت تک پارلیمنٹ کو شاہی استحقاق کے مقابلہ میں بہت کوشش کرنی پڑی۔ مگر خیر گذری کہ رچرڈ دوم خاندانِ پلینٹجینیٹ کا اخیر بادشاہ تھا جو اپنی حکومت پر نازاں تھا۔ ہنری چہارم اور اس کی اولاد نے کسی موروثی حق کی بناپر نہیں بلکہ رعیت و ملک کی پسند و خواہش کی بناپر حکومت کی ہے۔ جب حقِ حکومت پارلیمنٹ کے طفیل حاصل ہوتا ہے تو سلاطین اس کی رضامندی کو اپنا نصب العین قرار دیتے ہیں۔ اِس لئے پارلیمنٹ کو نہایت اعلیٰ اقتدار خاندان لنکسٹر کے سلاطین کے عہد میں حاصل ہوا لیکن یہ اقتدار کچھ زیادہ دن قایم نہیں رہنے پایا۔ سرخ و سفید پھولوں[له] کی لڑائیوں کا سلسلہ امرا کی قوت کے زوال کا سبب ہوا اور نئے نئے مذہبی عقاید کے نشونما نے اہل کنیسہ کی طاقت میں انحطاط پیدا کیا اور ملک کے ان دونوں طبقوں سے رہنما دستیاب نہ ہونے کے سبب سے عوام اس قابل نہیں رہے کہ اپنی آزادی قایم رکھ سکتے۔ ایڈورڈ چہارم کی تخت نشینی کے وقت سے پارلیمنٹ کی قوت میں ضعف اور شاہی قوت میں ترقی ہونے لگی۔

قرونِ وسطیٰ کی انگریزی پارلیمنٹ کے خصوصیات۔ اس زمانہ

له وارز آف روزیس (The Wars of Roses) سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیاں) کے متعلق ضمیمہ میں تشریح کر دی گئی ہے ۱۲۔

کی دستوری تاریخ سمجھنے کے لئے زمانۂ وسطی کی پارلیمنٹ کا بخوبی
سمجھنا ضروری ہے اور اُن چند مخصوص خیالات کو جن کا تعلق
حال کی پارلیمنٹوں سے ہے تھوڑی دیر کے لئے بھول جانا چاہئے
ہم اس کی تشریح دو ایک مثالوں سے کئے دیتے ہیں۔ اس
سبب سے کہ انگریزی پارلیمنٹ کی دو مجلسیں چلی آرہی ہیں
اور دوسرے ملکوں کی پارلیمنٹیں بھی انگلستان کے ہی سانچے پر
ڈھلی ہیں اس لئے اکثر حال کی پارلیمنٹیں دو طبقوں پر شامل
ہوتی ہیں اسی وجہ سے ہمیں اکثر یہ خیال ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ
کے لئے دو مجلسیں ہونی لازم ہیں اس سے نہ زیادہ ہوں اور نہ
کم لیکن خود انگلستان میں اس تعداد سے زیادہ یا کم پارلیمنٹ
کی مجالس رہی ہوں گی اور قرون وسطی میں دوسرے ملکوں
میں تو حقیقت میں پارلیمنٹ کے تین بلکہ چار مجلسیں بھی ہوئی ہیں
مثلاً یہ کہ دارالعوام میں قانون بشکل تحریک پیش ہوتا ہے
اور دارالامرا کا اثر اس (تحریک) مسودہ قانون کی نظر ثانی سے
ظاہر ہوتا ہے تو اس سے ہم یہ سمجھ لیتے ہیں کہ تقسیم کار کی
وجہ سے انگلستان میں پارلیمنٹ کی دو مجلسیں ضرورۃً بنائی
گئیں لیکن یہ سبب کہ کیوں دو حصے فی زماننا مفید ہیں اُس
سبب سے بالکل جدا ہے کہ اگلے زمانہ میں دو حصے کیونکر
پیدا ہوگئے۔ پارلیمنٹ کی موجودہ ہیئت سمجھنے کے لئے ہم کو
چاہئے کہ رعایا کے طبقات کے متعلق زمانۂ وسطی کے خیال کو
پیشِ نظر رکھیں۔

طبقات ملک - لفظ "طبقات" (Estates) کا اس مقام پر ملک یا جائداد سے کوئی تعلق نہیں ہے - بلکہ اُس کے معنی لوگوں کی حالت، جماعت اور رتبہ سے ہے۔ ہر ایک بڑی قوم میں ایسی کئی جماعتیں ہوتی ہیں۔ لیکن زمانۂ وسطی کی مغربی یورپ کی سلطنتوں میں ہر ایک جماعت کے امتیازات کو اہم سمجھا جاتا تھا۔ اُس بدنظمی کے زمانہ میں جو رومی سلطنت کے زوال کے بعد شروع ہوا مالکان اراضی کو سیاسی فوقیت حاصل ہوگئی جاگیری امارت کے یہی بانی ہیں۔ انھوں ہی نے حکومت بھی کی اور جنگ و جدال بھی۔ ان امیروں کے ماتحت عوام نے زندگی بسر کی اور آپ کو زراعت اور تجارت میں مصروف رکھا۔ ایک تیسری جماعت جو انہی دو جماعتوں میں سے بنی تھی پادری تھے۔ اہل کنیسہ کا پیشہ بالکل عالمانہ تھا۔ اہل کنیسہ اپنے مذہبی فرائض کی انجام دہی کے سوائے مدارس کے اساتذہ، پروفیسر، مصنف، مصور، دیوانی کے عہدہ دار، وکلا اور مدبر ہوا کرتے تھے۔ انھوں نے اپنا علیحدہ گروہ بنا لیا جس کی حکومت قوانین اور حقوق و مراعات بھی قوانین و رسومِ ملک سے جدا تھے۔ اس طرح سے امرا، عوام، اور پادریوں کی جماعتوں میں زمانۂ حال کی نسبت زیادہ امتیاز و فرق ہوتا تھا۔

لیکن بعض ملکوں میں جمہور کی اور بھی تقسیم در تقسیم ہوگئی تھی۔ ادنیٰ درجہ کے لوگ جو شہروں میں ایک دوسرے کے قریب رہا کرتے تھے بہ نسبت اسی درجہ کے باشندگانِ اضلاع کے

جن کی آبادی بکھری ہوئی ہوتی ہے زیادہ قوی ہو گئے اس لئے
شہروں کو اپنے بلدیہ کے متعلق خود اختیاری حکومت حاصل
کرنے میں کامیابی ہوئی اور جاگیرداروں کے اثر و اختیار سے
نکل کر باشندگان بلاد بلاواسطہ بادشاہ کے حفظ و حمایت میں
آگئے۔ بعض ملکوں میں ایسے بلاد کے ساکنین یعنے شہریوں نے
اپنا ئے ملک سے علیحدہ اپنا طبقہ بنا لیا اس حالت میں کاشتکاروں کا
یا تو علیحدہ طبقہ ہوگا یا وہ اپنے رؤسا کے اس قدر مطیع ہوکر
رہے ہوں گے کہ اُن کی جماعت کا علیحدہ شمار نہیں ہوسکا ہوگا۔

قرون وسطی کی پارلیمنٹ طبقات رعایا کی پارلیمنٹ ہوتی تھی۔

اُس زمانہ کی ہر ایک پارلیمنٹ طبقاتِ رعایا پر مشتمل ہوتی
اور اس کو ساری قوم و ملک کا قائم مقام نہیں سمجھتے تھے
اور نہ ہر ایک منفرد شخص کی مساوی طریقہ پر اس پارلیمنٹ
میں نیابت ہوتی تھی۔ صرف اُنہی ممتاز گروہ یا طبقات قوم کی
جس کو ہم نے ابھی بیان کیا ہے یہ پارلیمنٹ منفرداً نائب
ہوتی تھی۔ اس لئے اس میں اُسی قدر مجلسیں ہوتی تھیں
جس قدر کہ سلطنت میں طبقات ناس ہوا کرتے۔ فرانس کی
پارلیمنٹ (States General) کے ارکان تین گروہ پر مشتمل تھے
ایک دارالاساقفہ دوسرا دارالامرا تیسرا دارالبلاد۔ سویڈن کی
پارلیمنٹ رگسڈیگ چار حصوں میں منقسم تھی اس لئے کہ طبقہ
مزارعین نے بخلافِ حالتِ فرانس منفرد شخصیت حاصل کرلی تھی۔
اسکاٹلینڈ میں صرف تینوں طبقات رعایا ملکر ایک ہی مجلس

پارلیمنٹ بنی تھی۔ لیکن اس پارلیمنٹ میں ادنیٰ درجہ کے
اساقفہ اور ایسے مالکان اراضی جو بڑے زمیندار نہ تھے اور
بادشاہ کے خاص علاقہ کے شہروں کی طرف سے نیابت نہیں
ہوتی تھی۔ اسکاٹلینڈ کی پارلیمنٹ حقیقت میں جاگیرداروں کی
مجلس تھی۔ باشندگان انگلستان کے تینوں طبقوں میں خوب
ترقی ہوئی۔ اگر ایڈورڈ اول دستور کا تعین کردیتا تو یہاں بھی
پارلیمنٹ کی تین مجلسیں ہوتیں۔

قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ مقامی فرقوں کی پارلیمنٹ تھی۔

قاعدہ کی بات ہے کہ سلطنت کا کوئی ایک طبقہ بسبب کثرت
پوری طو۔ پر پارلیمنٹ میں نہیں شریک ہوسکتا تھا۔ خود امرا
اکثر حالتوں میں سب کے سب نہیں حاضر ہوسکتے تھے۔
پادری اور عوام بذریعۂ نائبین پارلیمنٹ کی شرکت کرتے
لیکن زمانۂ وسطیٰ کی نیابت تعداد نفوس کی مناسبت سے
نہیں ہوتی تھی۔ اُس وقت کی نیابت کا اصول یہ تھا کہ
ہر ایک (نشخصی) جماعت کی مساوی طور پر نیابت ہوا
کرے۔ اس طرح سے انگریزی پارلیمنٹ میں بجز چند مستثنیٰ
صورتوں کے ہر ایک ضلع اور شہر سے دو دو نائب
لئے جاتے تھے رقبہ و آبادی و دولتمندی کا کچھ لحاظ نہیں
کیا جاتا تھا۔ دارالعوام کو دارالعوام اس لئے کہنے لگے کہ
وہ مملکت انگلستان کے مختلف فرقوں کی نیابت کرتا تھا
نہ یہ کہ اُس میں صرف عوام یعنے معمولی اور ادنیٰ درجہ کے

لوگوں کی نیابت ہوتی تھی۔ لاطینی زبان میں کمونا (Communa) اور فرانسیسی میں کمونے (Commune) فرقے کو کہتے ہیں اس سے ہوس آف کامنز (House of Commons) مشتق ہے یہاں کامنز کے معنی عوام کے نہیں بلکہ فرقوں کے ہیں۔

قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ کی تعریف۔ قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ مجلس طبقاتِ سلطنت تھی۔ اگر کوئی طبقۂ سلطنت بسبب کثرت اجزا بالذات شریک نہیں ہوسکتا تو وہ اپنے طبقہ کی مختلف جماعتوں سے ارکان منتخب کرکے بغرض نیابت پارلیمنٹ میں روانہ کرتا تھا۔

انگلستان کے تینوں طبقوں کی ترتیب و ساخت۔

اساقفہ و امرا و عوام کے طبقوں کی کچھ عجیب طرح سے انگلستان میں ترتیب ہوئی ہے اس لئے ضرور ہے کہ ہر ایک طبقہ کے تفصیلی حالات بیان کئے جائیں۔

۱۔ طبقہ اساقفہ۔ صدر اسقف اور اسقف سکسنی انگریزوں کی مجلس عقلا کے ارکان ہوتے تھے۔ نارمن فتح کے بعد بھی مذہبی وجاہت اور امیرانہ علاقے و جائداد رکھنے کے سبب سے انھی لوگوں کو کونسل عظمیٰ کی رکنیت ملنے لگی۔ اہل کنیسہ کے لئے ان کی دو علیحدہ صدر مجلسیں (انتظامی و قانونی) تھیں ایک صدر مجلس کا صوبۂ کنٹربری اور دوسری کا صوبہ یارک سے تعلق تھا۔ ایڈورڈ اول نے عوام کی نیابت کے انتظام کے ساتھ ہی ادنیٰ درجہ کے پادریوں کی نیابت کا بھی

اہتمام کردیا جس کی رو سے قرار پایا کہ ہر ایک اسقف کے
گرجا اور اُس کے ضلعے زیر حکومت کے ادنیٰ درجہ کے
پادری اپنے نائبوں کو منتخب کرکے پارلیمنٹ میں روانہ کریں
اگر درجہ ادنیٰ کے پادری اس قاعدہ سے فائدہ اُٹھاتے تو
اِن کے نایب درجۂ اعلیٰ کے پادریوں یعنے کنیسہ اور رھبانوں
کے رؤسا کے ساتھ مل جاتے اور پارلیمنٹ کا ایک تیسرا
حصہ بن جاتا۔ فرانس میں ایسا ہی ہوا۔ لیکن انگلستان میں
پادریوں نے مذہبی معاملات کے متعلق محصول عاید کرنے
اور قانون بنانے کے لئے اہل کنیسہ کی صدر مجلس کو ہی
ترجیح دی اس طرح اُن کے وکلا پارلیمنٹ سے مفقود
ہوتے گئے اور درجۂ اعلیٰ کے پادری یعنے کنیسہ اور رھبانوں
کے رؤسا جن کے ہاں عطیات اراضی تھے اور جو مثل امرا
(نوابین) مخصوص طریقہ سے طلب کئے جاتے تھے پارلیمنٹ
میں شریک ہوتے رہے لیکن ایک علیحدہ حصہ (پارلیمنٹ) نہیں بنا
۲۔ طبقۂ امرائے ملکی۔ اس طبقہ کی نسبت انگلستان کا
ایک نہایت ضروری تاریخی واقعہ یاد رکھنا چاہیئے۔ انگلستان
میں مثل جرمنی اور فرانس کے امارت کبھی فرقہ بندی کے
طور پر نہیں ہونے پائی۔ فرانس اور جرمنی میں اس شخص
کے لئے جو نسلاً امیر نہو ممکن نہ تھا کہ امیر بن سکے۔ امیر کی
اولاد ہی امیر ہوسکتی تھی۔ ہر ایک امیر کے اعزازی اور امتیازی
حقوق ہوا کرتے تھے جس سے دوسرا محروم رہتا تھا۔ انگلستان میں عوام کے لئے

امارت حاصل کرنا اس قدر دشوار نہ تھا۔ انگریزی امیر کی باقی اولاد (ذکور) کا بجز فرزند اکبر کے جو اصلی وارث ہے عوام میں شمار ہوتا تھا۔ صرف اُنہی لوگوں کو اعزاز و امتیاز امارت حاصل تھے جو امیرانہ علاقوں کے مالک و قابض سمجھے جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ صرف فرزند اکبر ہی جاگیر اور علاقہ (امیر) کا قابض و متصرف ہوتا تھا اس لئے انگلستان میں امرا کی کبھی بڑی اور مخصوص جماعت نہ بن سکی۔ اچھے حسب و نسب کی بہت عزت ہوتی تھی لیکن خوبی نسب کے باعث قانونی یا دستوری حقوق نہیں ملتے تھے۔ امارت کی بنیاد نسب نہیں بلکہ عطیات ارضی یا طلبنامہ تھا۔

اگر ہم خالص جاگیری اصول پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کا فرض تھا کہ کل اعلیٰ جاگیرداروں کو پارلیمنٹ میں طلب کرے۔ منشور اعظم میں بھی بصراحت اس امر کا وعدہ کیا گیا تھا لیکن سلاطین انگلستان نے مشکل سے اس کی پابندی کی البتہ اُن کی کونسل میں صرف اعلیٰ درجہ کے جاگیردار طلب کئے جاتے تھے۔ اور ادنیٰ درجہ کے جاگیرداروں سے بہ سبب کثرت کونسل بن نہیں سکتی تھی۔ یہ لوگ زحمتِ سفر کے خیال سے شرکت کونسل کو ناپسند کرتے اور امرائے عظام کے مقابل آپ کو حقیر سمجھتے تھے۔ اس لئے کبھی خالص جاگیری اصول پر عمل نہ ہوسکا۔ بادشاہ سے بلا واسطہ زمین ملنے سے زمیندار کو لازمی طور پر اس کا حق حاصل نہ ہوتا کہ بادشاہ

اُس کو مشورہ لینے کے لئے بلائے۔

اس طرح انگلستان میں طبقۂ امرا اُنہی اشخاص پر محدود ہوگیا جن کو بادشاہ بلا واسطہ پارلیمنٹ میں طلب کرتا یا باصطلاح قانون ایڈورڈ اول کے عہد سے بیرنی بائی رٹ (بیرنی ازروئے شقہ) نہ کہ بیرنی بائی ٹینور (بیرنی ازروئے عطیات ارضی جائداد غیر منقولہ) سے دارالامرا کی رکنیت کا حق پیدا ہونے لگا۔ یعنے وہی امرا جن کو طلب نامہ شاہی پہونچتا دارالامرا میں شریک ہونے کے مستحق و مجاز ہوتے نہ ہر امیر جو علاقہ دار اور جاگیردار ہوتا اس لئے دارالامرا اصلی معنوں میں مجلس جاگیرداراں و زمینداراں نہیں ہے۔ دارالامرا کی اصلی شکل اس وقت سے بنی ہوگی جب خیالات و روایات جاگیری لوگوں کے ذہن سے محو ہونے لگے ہوں گے۔

۲۔ طبقۂ عوام۔ بہ نسبت غیر ملکوں کے انگلستان میں اس طبقہ کے افراد کی مختلف قسمیں بہت تھیں۔ صرف شہروں کے باشندوں یا یہ کہ ان شہریوں اور کسانوں سے مل کر ہی یہ طبقہ نہیں بنا بلکہ اس میں دوسرے صنف کے ایسے لوگ بھی شریک ہوگئے جو امرا تھے اور اگر ان کی قدیم حالت باقی رہتی تو ان سے دوسرے طبقہ میں بہت زیادتی ہوتی۔

وہ اسباب جن کی بناپر ایسا ہوا۔ انگلستان کی اِس خاص حالت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ صرف وہی لوگ جن کو بادشاہ خاص طور پر طلب کرتا دارالامرا کی رکنیت کے مستحق ہوتے

ادنی درجہ کے جاگیردار اور اعلیٰ خاندانوں کے ارکان جن کو اس
قسم کے طلبنامے نہیں پہونچتے تیسرے طبقہ میں شریک ہوکر اُس
کی تعداد میں اضافہ کرتے۔ دوسرا سبب انگریزوں کے ادارات
مقامی کا زور تھا۔ ہم نے بیان کیا ہے کہ عوام کے کئی "فرقے"
ہوتے تھے۔ ان میں جمہور کی باقاعدہ ترتیب و تنظیم ہوتی۔ مغربی
یورپ کے اکثر حصوں میں صرف اسی قسم کے بڑے بڑے
فرقوں سے شہر آباد ہوئے تھے۔ لیکن انگلستان میں اضلاع
نے اپنی حکومت خود اختیاری کو باقی رکھا تھا۔ مجلس ضلع
میں آزاد مالکان اراضی متفق ہوکر کام کرنا سیکھ گئے تھے۔
اسی مجلس میں شاہی قضاۃ کے دورہ کے وقت اُن کے
استقبال کے لئے یہ سب جمع ہوا کرتے۔ وہ اس کے بھی
عادی ہوگئے تھے کہ سب اکٹھے ہوکر اُن نائبوں کا انتخاب
کریں جن کو وہ اپنی جانب سے بادشاہ سے گفتگو کرنے کو
روانہ کرتے۔ یہی سبب تھا کہ شہروں اور ضلعوں کے رہنے
والوں یعنے شہریوں اور دیہاتیوں کے علیحدہ طبقات سلطنت
نہیں بننے پائے۔ اگرچہ چند شہروں نے ترقی کرکے ضلع کا
مرتبہ حاصل کرلیا لیکن اکثر شہر ان اضلاع کے حصے شمار ہوتے
تھے جن میں وہ واقع تھے۔ شہروں کے باشندے مجلس ضلع
میں آیا کرتے اور اہل دیہات سے میل جول رکھتے خوشی کا
مقام ہے کہ مختلف عناصر کے اختلاط یعنے عزو جاہ پر نازاں
اور سیاسی تجربہ رکھنے والے امرا اور اولوالعزم کاشتکاروں اور

مستعد ذی فہم شہریوں کے میل جول کے سبب سے انگلستان
کے تیسرے طبقہ سلطنت کی دائمی زندگی اور روز افزوں
مستعدی و کارگذاری کی بنیاد پڑی۔

وہ جماعتیں جو طبقۂ عوام میں شامل نہیں ہوئیں۔ ہم کو
چاہئے کہ ہم تیسرے طبقہ سلطنت سے آبادی کی ایک کثیر
مقدار کو خارج کردیں۔

(۱) کاشتکاران وابستۂ اراضی زوال پذیر ہونے پر بھی غیر آزاد
کسانوں کی بڑی جماعت تھی تاہم ضلع کی حکومت یا پارلیمنٹ
کی نیابت میں اُن کا کچھ حصہ نہ تھا۔

(۲) اراضی نہ رکھنے والے آزاد آدمی وہ کاشتکار رعیت
ہوں کہ معمولی مزدور ناقابل رکنیت سمجھے جاتے تھے۔

(۳) ایسے شہری جو مقامی حکومت میں حصہ نہیں رکھتے
تھے مجاز نہ تھے کہ نائبین کو منتخب کرکے پارلیمنٹ میں
روانہ کریں۔ ہم اس وقت نہیں بتاسکتے کہ اس قسم کی
ہر ایک جماعت کی چودھویں صدی میں کیا تعداد تھی۔
ہر ایک شہر میں تیسری قسم کی جماعت کے باشندوں کی
تعداد اس شہر کی مخصوص ترتیب و ترکیب پر غالباً منحصر ہوتی ہوگی

تقسیم نائبین۔ ہر ایک ضلع سے دو لنڈن سے چار اور
ہر ایک بلدہ اور شہر سے بھی دو رکن یعنے نائب شرکت
پارلیمنٹ کے لئے منتخب ہوتے۔ اُس وقت انگلستان میں
صرف سینتیس اضلاع تھے۔ چیشایر اور ڈرہم کا ابھی تک

علاقۂ غیر میں شمار ہوتا تھا اس لئے کہ وہ کونٹی پیلاٹائین[1]
(Counties palatine) خود مختار ضلعے) تھے۔ ویلز کو جزو انگلستان
نہیں بلکہ ایک ماتحت ریاست سمجھتے۔ اور اُس کی نیابت ہنری
ہشتم کے قبل تک صرف دو پارلیمنٹوں میں ہوئی تھی۔ مان متھہ
بھی پارلیمنٹ کے دائرہ اختیار سے خارج تھا۔ پارلیمنٹ میں
نیابت رکھنے والے شہروں کی تعداد مختلف وقتوں میں
مختلف رہی ہے۔ ان کی سب سے بڑی تعداد جس کی
نیابت کسی ایک قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ میں ہوئی ایکسو
دو تھی لیکن عموماً ان کی تعداد اسی رہی ہے۔ اِس طرح
دارالعوام میں اضلاع کے چوہتر نایٹ اور بلاد اور قصبوں کے
غالباً ایک سو ساٹھ اراکین نیابت کرتے ہوں گے۔ اگرچہ
مالکان اراضی ملک میں بہت مقتدر شمار ہوتے تھے۔ اور
عوام کی کثیر تعداد اضلاع میں سکونت رکھتی تھی لیکن اضلاع
کے نائب بہ نسبت شہروں کے نائبوں کے بہت کم تھے
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرون وسطیٰ کے طریقۂ نیابت
میں تعداد کا کس قدر کم لحاظ کیا جاتا تھا۔ تاہم یہ امر
ظاہر ہوتا ہے کہ اضلاع کے نایٹ کا دارالعوام میں بہت اثر
تھا اور شہروں کے نائب اُنہی کی حکمت عملی کی عموماً تقلید کرتے تھے۔

اراکین پارلیمنٹ کے انتخاب کے کون مجاز تھے منتخبین کے
شرایط اہلیت) عام اصول دستور کے لحاظ سے تو وہی لوگ

---

[1] دیکھو نوٹ متعلق کونٹی مذکور مندرجہ ضمیمہ ۱۲۔

ارکین پارلیمنٹ کو منتخب کرنے کے حقدار تھے جو مجلس ضلع میں
کام کیا کرتے۔اس اصول پر ایک صدی سے زیادہ عمل ہوتا
رہا قبل اس کے کہ اس کو قانون کا جامہ پہنایا گیا۔ ہنری
چہارم کے عہد کے ایک قانون بابت ۱۴۰۶ء کی روسے قرار
دیا گیا کہ ارکین پارلیمنٹ کا انتخاب مجلس ضلع کے جلسۂ کاملہ
میں ہوا کرے لیکن ہنری ششم کے عہد کے ایک ایکٹ
کی بناپر قرار پایا کہ اضلاع میں صرف انہی باشندوں کو
ووٹ یعنے رائے دینے کا حق حاصل ہے جو ایسی جائداد
کے مالک ہوں جس کی سالانہ آمدنی چالیس شلنگ ہو
(جو زمانۂ موجودہ کے سکہ کے لحاظ سے تیس پونڈ کے
مساوی ہے) بعض مورخین کا خیال ہے کہ اس قسم کی
قید لگ جانے سے ارکان پارلیمنت کے اخلاق پر بہت
اچھا اثر پڑا مگر اس کے متعلق شہادت نہیں مل سکتی۔
قانون اصلاح بابت ۱۸۳۲ء کے قبل شہریوں کے رائے
دینے کے حق کی نسبت کوئی ضابطہ کسی عام قانون کی رو سے
نہیں جاری ہوا تھا۔

رکن پارلیمنٹ کون بن سکتا تھا (رکن پارلیمنٹ کے
شرایط اہلیت) اضلاع میں تو غالباً خاندانی اشخاص اور اہلِ
جائداد رکنیت پارلیمنٹ کے لئے منتخب ہوتے ہوں گے
ہنری ششم کے عہد کے ایک قانون کی بنا پر اضلاع سے
صرف نگلوس بند نایٹ کا انتخاب ہوسکتا تھا اس لئے

وکیل یعنے نائب ضلع کو نایٹ آف ڈی شایر (Knight of the Shire) کہنے لگے لیکن اس امر کی کافی شہادت موجود ہے کہ اس قانون کے نفاذ کے قبل اور بعد بھی اکثر ادنیٰ درجہ کے معززین کا ضلع سے انتخاب ہوتا تھا۔ ۱۸۳۲ء کے قبل ایسا کوئی عام قانون جاری نہیں ہوا کہ جس کی رو سے شہروں کے نائبین کے شرایط اہلیت کے متعلق کوئی ضابطہ بن سکتا۔

آزادی انتخاب۔ اکثر اوقات انتخاب کی آزادی میں مداخلت کی جاتی تھی بعض وقت کسی امیر کبیر کی جانب سے دست اندازی کی جاتی کہ اس کے نامزد اشخاص کا انتخاب کیا جائے اور بعض وقت شیرف رائے دینے والوں پر اثر ڈالتے کہ شاہی غاشیہ برداروں کا انتخاب کریں اور کبھی کسی سرکش جماعت کے جانب سے تشدد ہوتا کہ اُس کے مخصوص آدمیوں کے نام ووٹ دئے جائیں۔ ۱۳۷۷ء میں جان آف گانٹ جس کے قبضۂ اختیار میں حکومت تھی اپنے ناجایز اثر کی بدولت اس بات میں کامیاب ہوگیا کہ دارالامرا میں سب اُس کے مطیع و منقاد اراکین جمع ہوں تاکہ اس کے پہلے کی پارلیمنٹ کے (جس کا لقب نیک پارلمنٹ تھا) اچھے کاموں کو برباد کرسکے۔ ایکٹ بابت سنہ ۱۴۰۶ء

---

[۹۱] اس کے متعلق ضمیمہ میں نوٹ موجود ہے۔ بروز (Borough) کی ضمیمہ کتاب میں تاریخ وتشریح کردی گئی ہے ۱۲۔

جس کا ابھی ذکر ہوا دارالعوام کی شکایت کی بنا پر کہ انتخاب
کے وقت ناجائز اثر ڈالا جاتا ہے جاری ہوا۔
حق نیابت کی قدر کم تھی۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ چودھویں اور
پندرھویں صدی میں انگریزوں کو پارلیمنٹ میں اُن کی نیابت
کے متعلق اسی قدر اصرار تھا جس پیمانہ پر کہ فی زمانہ وہ مصر
ہوتے ہیں۔ ابتدا میں بادشاہ عوام کے نائبوں کو اس غرض سے
طلب کرتا تھا کہ اس کو روپیہ کی ضرورت رہتی تھی اور روپیہ وصول
کرنے کا سب سے زیادہ آسان یہی طریقہ تھا لیکن (اراکین)
عوام ہر وقت خوشی سے رقوم کی منظوری نہیں دیا کرتے تھے۔
شہروں پر اضلاع سے زیادہ سنگین محصول لگایا جاتا تھا اس لئے
بہت سی ایسی نظیریں ملتی ہیں کہ جن موقعوں پر اہل شہر
نے بادشاہ کو عرضیاں دی ہیں کہ ان کے نائبین پارلیمنٹ
میں نہ طلب کئے جائیں اور دوسرا سبب کمی نیابت کا
یہ بھی تھا کہ ارکان پارلیمنٹ کو اجرت دی جاتی تھی۔ جس کے
سبب سے حکومت پر مصارف کا بار پڑتا تھا۔
رکنیت پارلیمنٹ کی قدر کم ہوتی تھی۔ باوجود اجرت پانے کے
پارلیمنٹ کی رکنیت کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں ہوتی تھی۔
اُس زمانہ میں ذی وجاہت لوگوں کو مقامی معاملات میں بہ نسبت
قومی معاملات کے زیادہ دلچسپی تھی۔ بادشاہ کی خواہشوں کے
پورا کرنے میں اِن کو اپنے معاونین یعنے انتخاب کرنے والوں
کی ناخوشی و ناراضی کا خوف لگا رہتا تھا۔ اس زمانہ میں

پارلیمنٹ کی رکنیت سے کسی کے مرتبہ اور وجاہت میں زیادتی
نہیں ہوتی تھی اس واسطے لوگ اپنے حلقہء انتخاب کے
باشندوں کی نارضامندی اور اس کے نقصان پر رکنیت
پارلیمنٹ کے فواید کو ترجیح نہیں دیتے تھے اور مقامی مجلسوں
کی رکنیت کو پسند کرتے تھے اس قسم کے فواید مدتوں بعد
پارلیمنٹ کے رکن کو ملے ہیں۔ ایک وقت کا ذکر ہے کہ
آکسفورڈ کے ضلعے کے وکلا جبکہ اُن کا انتخاب پارلیمنٹ میں
جانے کے لئے کیا گیا اس ضلع سے فرار ہوگئے۔ شیرف
نے (اس زمانہ کے طریقہ کے موافق) اُن کی گرفتاری کے لئے
اس طرح "شوروغل" مچایا جیسا کہ عام سارقین کے واسطے
کیا جاتا تھا۔ ایک وکیل تو بچکر نکل گیا اور دوسرا پکڑا گیا
جس سے ضمانت لی گئی کہ بمقام ویسٹ مینسٹر اجلاس
پارلیمنٹ میں حاضر ہووے۔

مدتِ پارلیمنٹ۔قرون وسطیٰ کی پارلیمنٹ صرف ایک سیشن
(سہ ماہی یا شش ماہی) کے لئے اجلاس کرتی اور ایسے
اجلاس کی مدت بھی قلیل ہوتی تھی چنانچہ صرف ایک ہی
پارلیمنٹ ایسی ہوئی ہے جس کی مدت تقریباً شش ماہی
تھی ورنہ عموماً پارلیمنٹ کا دوران ماہانہ ہوتا تھا۔ یہ بات
بھی عادت میں داخل ہوگئی تھی کہ پارلیمنٹ کا انعقاد
سالانہ ہوا کرے اور یہ رسم یعنے عادت قوانین کی
شکل میں سنہ ۱۳۳۰ء اور سنہ ۱۳۶۰ء میں لائی گئی۔ لیکن ایسی

نظیر بھی موجود ہے کہ ایک ہی سال میں چار پارلیمنٹوں کا انعقاد ہوا ہے۔

پارلیمنٹ کی قوت کا نشوونما۔ قرون وسطیٰ کی انگریزی پارلیمنٹ کا اب کچھ اندازہ ہوسکتا ہے۔ہم اس کے بعد ان خاص تدبیروں کا ذکر کریں گے جن کے سبب سے سلطنت میں اس کو اقتدار حاصل ہوا۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم پارلیمنٹ کے اُن کاموں پر غور کریں جو کام اُس نے اپنے ذمہ لئے ہیں یعنے (۱) تعین و ترتیب محصول (۲) وضع قوانین (۳) وزرائے سلطنت کی ذمہ داری

(۱) پارلیمنٹ کا اختیار محصول کی نسبت۔ اصلی سبب بادشاہ کی مالی ضرورت ہوئی جس سے پارلیمنٹ کا پودا سرسبز ہوگیا یا یوں کہو کہ پارلیمنٹ نے اپنے اختیارات بادشاہ کو روپیہ کی منظوری دے کر خرید ے۔ یہ صحیح ہے کہ چودھویں صدی میں پارلیمنٹ کا اختیار محصول عاید کرنے کے متعلق اس درجہ کامل نہیں تھا جیسا کہ اب ہے۔ فی زمانناً قومی مصارف بہت زیادہ ہیں اور ان کے لئے مختلف محاصل سے سالانہ رقم یعنے موازنہ بذریعۂ ووٹ منظور ہوتا ہے۔چودھویں صدی میں مصارف مملکت اِس قدر قلیل ہوتے تھے کہ اگر بادشاہ کفایت شعار اور جنگجو نہ ہوتا تو پورے اخراجات سلطنت اپنی موروثی اور جاگیرات کے محاصل سے ادا کرسکتا تھا۔جس کی مقدار بہت زیادہ تھی اِس لئے اس زمانہ کے مصلحین یہ چاہتے تھے کہ" بادشاہ اپنی

آمدنی پر زندگی بسر کرے" یعنے بلا واسطہ محصول کے ذریعہ سے روپیہ نہ وصول کرے۔ لیکن یہ سلاطین تزک و احتشام اور فوجی شہرت کے شیدا تھے اس لئے اُن کو ہر وقت ضرورت دامی ہوتی تھی کہ پارلیمنٹ سے روپیہ طلب کریں اس طرح سے پارلیمنٹ کا اختیار محصول لگانے میں بلا واسطہ اور کاروبار سلطنت میں بالواسطہ موثر ہوتا گیا۔

ایڈورڈ دوم کے عہد میں بھی کثرت سے اِس امر کی شکایتیں پیش ہوئیں کہ قومی رضامندی کے بغیر محصول عاید کیا جاتا ہے اور اس قسم کا محصول کتنی مرتبہ ناجایز قرار دیا گیا لیکن ایڈورڈ سوم کے عہد میں انگلستان اور فرانس میں "جنگ صد سالہ" چھڑ گئی جس کے سبب سے شاہی خزانہ خالی رہنے لگا۔ سنہ ۱۳۴۰ع میں ایڈورڈ نے ایک غیر معمولی کثیر رقم طلب کی اس لئے اس نے ایک ایسا قانون منظور کرلیا جو انگلستان کی دستوری تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا اِس کے ذریعہ سے طے پایا کہ مملکت انگلستان کے روسائے کلیسا وامرائے ملکی یعنے ارل اور بیرن اور دوسرے ذی وجاہت لوگوں اور عدالتی متفقہ رضامندی کے بغیر جو دوران پارلیمنٹ میں حاصل کی جائے کسی قسم کا محصول مالی یا امانت نہیں لیجائے گی اس قانون نے بادشاہ کے علاقۂ خاص کی رعایا پر (ٹیلیج ایک خاص قسم کا محصول) لگانے کے اختیار کو سلب کرلیا یہ وہ اختیار تھا کہ "تصدیقِ مشورات میں بھی بصراحت

موقوف نہیں کیا گیا تھا۔ ایڈورڈ سوم نے بھی مثل ایڈورڈ اول کے چند مرتبہ کوشش کی کہ تاجران پشم سے بجبر روپیہ وصول کرے ۱۳۶۲ء اور ۱۳۷۱ء میں وہ مجبور ہوا کہ ایسے قوانین منظور کرلے جن کے لحاظ سے قرار پایا کہ پشم پر کسی قسم کا محصول بجز رضامندی پارلیمنٹ نہیں لیا جائے گا۔ ۱۳۷۳ء سے پارلیمنٹ ایسے محصول کی جن کو اصطلاح میں ٹنیج ایک قسم کا محصول کروڑ گیری۔ یعنے فی ٹن اٹھائیس من بختہ پر ایک معینہ مقدار شراب کی اور پونڈیج (محصول کروڑ گیری یعنے عموماً ایسے مال تجارت پر جس کی قیمت ایک پونڈ ہو ایک مقررہ رقم کہتے تھے) برابر منظوری دیتی رہی ہے۔

رچرڈ دوم کو بھی ہمیشہ روپیہ کی ضرورت رہتی تھی اور وہ طبعاً زیادہ مطلق العنان رہنا پسند کرتا تھا۔ ۱۳۹۸ء میں رچرڈ نے مال پر خود مختاری حاصل کرنے کی غرض سے یہ تجویز کی کہ پارلیمنٹ اُس کو پشم اور چرم کی درآمد و برآمد پر اُس کی زندگی میں محصول لگانے دے۔ اس کو پارلیمنٹ نے منظور کرلیا مگر اس کے دوسرے ہی سال وہ معزول ہوگیا سلاطین خاندان لینکسٹر نے محصول لگانے کی نسبت پارلیمنٹ سے اتفاق کرلیا اور اس زمانہ سے کسی نئے محصول کا بلا رضامندی پارلیمنٹ عاید نہ کیا جانا ایک مسلمہ قاعدہ بن گیا۔ صرف خاندان یارک کے جلوس کے بعد سے اس قاعدہ کا اثر کم ہونے لگا۔ ایڈورڈ چہارم ۱۴۷۳ء میں اہل ثروت سے قرضہ

جبریہ لینے لگا۔ یہ نذریں برائے نام تحفہ یا انعام اور بخشش کہلاتی تھیں لیکن حقیقت میں وہ جبراً وصول کی جاتی تھیں۔ ان نئی تدبیروں میں سب سے پہلے یہی تدبیر تھی جس کو بادشاہ نے اس غرض سے اختیار کیا تھا کہ پارلیمنٹ کی بلارضامندی محاصل میں اضافہ ہو اسی سبب سے تو سترھویں صدی میں دستور کے متعلق کشمکش عظیم شروع ہوگئی۔

جبکہ پارلیمنٹ کو محصول لگانے پر دست رس حاصل ہو رہی تھی تو دارالعوام کو بھی خاص خاص اختیارات اسی طرح کے ملنے لگے۔اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ دارالعوام صرف چند اہل دولت کی نیابت نہیں کرتا تھا بلکہ جملہ دولتمند لوگوں کا نائب بن گیا تھا۔ ۱۴۰۷ء میں ہنری چہارم اس قاعدہ کو ضبط تحریر میں لے آیا کہ پارلیمنٹ کی کوئی ایک مجلس تنہا منظوریٔ رقم کی گذارش (رپورٹ) نہ پیش کرے جب تک کہ دونوں مجلسیں اس منظوری پر متفق نہ ہوں اور یہ متفقہ منظوری مقرر دارالعوام کے توسط سے پیش ہوا کرے۔ یہ قاعدہ اس موجودہ قاعدہ کی بنیاد معلوم ہوتا ہے۔جس کی وجہ سے دارالعوام کے کسی مسودہ قانونِ مالیہ کو دارالامرا ترمیم نہیں کرسکتا بجز اس کے کہ اُس کو منظور یا نامنظور کرے۔

(۲) پارلیمنٹ کی شرکت قانون بنانے میں۔ ہماری تاریخ کے قرون وسطیٰ میں بہ نسبت اس زمانہ کے بہت کم قانون وضع

ہوتا تھا۔ قوم کی ضرورتوں کے لئے قدیم رسمی و عرفی قانون کافی تھا اس لئے کہ سوسائٹی میں تغیرات نہایت تدریجی اور نامعلوم طور پر ہوتے تھے۔ اگر کسی سرکاری کتب خانہ میں مجموعہ قوانین موضوعہ کی جلدوں کی ورق گردانی کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ منشور اعظم کے جاری ہونے کے زمانہ سے "عہد اصلاح" تک جس قدر قانون بنا ہے وہ اس زمانہ کے دس برس کے قانون کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔ لیکن ابتدا میں ہی یہ بات مان لی گئی تھی کہ جایز قانون بجز پارلیمنٹ کے نہیں بن سکتا۔ سنہ ۱۳۱۱ع میں ایک مجلس بزرگانِ قوم نے چند روسائے کلیسا اور امرا کو مقرر کیا تھا کہ وہ ایسے قواعد بنائیں جن سے اُن خرابیوں کی بیخ کنی ہو جو کمزور ایڈورڈ دوم کے عہد میں پیدا ہوگئی تھیں۔ یہ پادری اور امرا "امرائے مقنن"[ا] کھلاتے تھے۔ انھوں نے بعض قواعد کی اشاعت کی جن کو پارلیمنٹ نے منظور کرلیا۔ لیکن جب سنہ ۱۳۲۲ع میں ایڈورڈ اپنے دشمنوں کو کچل کر قوی ہوگیا تو اُس نے ایک ایسی پارلیمنٹ کو منعقد کیا جو ان قواعد کو منسوخ کرنے پر راضی ہوگئی۔ قواعد مذکورہ

[ا] (Lords Ordainers)　　از آرڈینس (Ordinance)

ایسا قانون جو مروجہ طریقہ پر نہ بنا ہو یعنے بادشاہ اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں سے کسی ایک گروہ کی شرکت کے بغیر وضع ہو جب تک کہ ان تینوں گروہ کی شرکت اور متفقہ رضامندی نہ ہو کوئی قانون قانون نہیں ہوسکتا۔ اسی کو قانون یا قانون موضوعہ کہتے ہیں۔

اس عذر وسقم کی بنا پر منسوخ کئے گئے کہ یہ ابتداً پارلیمنٹ میں نہیں بنائے گئے تھے۔ یہ قرار پایا کہ آیندہ سے "ہر قسم کا قانون پارلیمنٹ میں بنے اور واضعان قانون بادشاہ اور روسائے کلیسا و امرا و عوام حسب طریقہ قدیم سمجھے جائیں" پارلیمنٹ کے اس اعلان کے اجرا سے ایڈورڈ کی غرض خواہ کچھ بھی ہو لیکن اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کی قوت بڑھ رہی تھی۔

چودھویں صدی کے وضع قانون کا طریقہ اُس کے بعد کے زمانہ کی طرز سے مختلف تھا۔ اگرچہ دارالعوام ہی میں زیادہ تر قوانین کی ابتدا بشکل تحریک ہوا کرتی تھی۔ لیکن یہ تحریکات عرضی کی شکل میں ہوتیں نہ کہ مسودہ قانون کی صورت میں اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ ارکان عوام سے روپیہ کی منظوری چاہتا تھا یہ لوگ اپنی شکایتوں کے رفع کرنے کے لئے اس کو عرضی دیا کرتے اسٹاچیوٹ (Statute) قانون موضوعہ کو بادشاہ عموماً اس طرح بنایا کرتا کہ سب سے پہلے ارکان عوام عرضی پیش کرتے اور اس کے بعد امرائے ملکی و مذہبی کا مشورہ و رضامندی لی جاتی تھی طرز تحریر کے امتیاز نے ایک بڑا فرق پیدا کردیا ہے۔ جب تک قانونی تحریک عرضی کی شکل میں رہی بادشاہ قانون مجوزہ کو منظور کرنے میں ترمیم بھی کرسکتا تھا۔ مگر جب یہ تحریک مسودہ قانون کی شکل میں پیش ہونے لگی تو بادشاہ کے لئے لازم ہوا کہ اِس کو اسی حالت میں یا تو منظور کرے یا نا منظور کرے۔ اِس لئے

وضع قانون کی نسبت اس کا اختیار بہت کچھ زائل ہوگیا۔(کیونکہ)
جب وہ کسی ناپسندیدہ تحریک کو ترمیم نہیں کرسکتا تو اس سے
انکار بھی نہیں کرسکتا مبادا انکار کربیٹھنے سے نقصان پہنچے۔
سنہ ۱۴۰۷ع میں ارکان عوام نے ہنری چہارم کو عرضی دی کہ
اُن کی استدعا (گذارشوں) کے متعلق شاہی جواب کا دارالعوام سے
منظوری رقم صادر ہونے کے پہلے اعلان ہوا کرے۔ لیکن
ہنری نے باوجود پارلیمنٹ کے موافق ہونے کے اس درخواست کو
نامنظور کیا اور سبب یہ ظاہر کیا گیا کہ وہ بغیر کسی نظیر کے
پیش ہوئی تھی۔ سنہ ۱۴۱۴ع میں ارکان عوام نے ہنری پنجم سے
درخواست کی کہ اُن کی عرضیوں کی بناپر جو قوانین بنتے ہیں
اُن میں کمی بیشی نہ ہوا کرے بلکہ الفاظ و عبارت بجنسہٖ قایم
رہا کریں۔ بادشاہ نے اس کو منظور کرلیا۔ اس رعایت کے بعد
تو "عرضی" کے بجائے "مسودہ قانون" کا قرار پانا محض
ادائے رسم تھا۔ لیکن پندرھویں صدی کے مسودہ کے
ذریعہ سے قانون کا بننا ضابطہ ہوگیا اور بادشاہ کا قانونی
تحریکات کو ترمیم کرنے کا اختیار ہمیشہ کے لئے مفقود ہوگیا
اگرچہ ابھی تک اُس کو یہ حق باقی تھا کہ کل مسودہ کو نامنظور کرے
(۳۳) **پارلیمنٹ میں وزرا کی ذمہ داری**۔ زمانۂ موجودہ میں حقیقت
میں پارلیمنٹ شاہی وزرا کا عزل و نصب کرتی ہے۔ لیکن
سنہ ۱۶۸۸ع کے انقلاب کے پہلے بادشاہ ان کو مقرر و برطرف کرتا
تھا کیونکہ قرون وسطیٰ میں بادشاہ ہی عاملانہ حکومت کا صدر

ہوتا تھا۔ پارلیمنٹ نے متعدد مرتبہ بادشاہ کے اس اختیار کو
کم کرنے کی کوشش اس طرح کی کہ اُن وزرا کو خود منتخب
کرنے لگی۔ لیکن ان کوششوں میں وہ ناکام رہی اس واسطے
کہ اس زمانہ میں پارلیمنٹ میں نہ تو کافی اتفاق تھا اور نہ
اس کے معلومات اسقدر وسیع تھے کہ وہ اچھی طرح ان وزرا
کی نگرانی کرسکتی۔ اس لئے اس بات کی اور زیادہ ضرورت
ہوئی کہ اگر شاہی وزرا بداطواری کے مرتکب ہوں تو پارلیمنٹ
کو اُن کی تحقیقات کا اختیار ہونا چاہیئے۔ ابتداءً اس اختیار پر
۱۳۷۶ء میں عمل ہوا۔ ایڈورڈ سوم کا اخیر زمانہ ملک کی تباہی کا
تھا جنگ فرانس کو طول ہوتا گیا جس کا کوئی اور نتیجہ اس کے
سوائے نہیں نکلا کہ ملک پہلے سے زیادہ مفلس ہوگیا۔ بادشاہ
پیر فرتوت ہوگیا تھا اور اُس کے لڑکے جان آف گانٹ کے
ہاتھوں میں عنان حکومت تھی۔ اِس لئے جان کے ساختہ
پرداختہ لوگ ہی ملک کی عام بدنظمی کے ملزم قرار پائے
گئے۔ ملک کی پرآشوبی کا آزادی سے نیک نام پارلیمنٹ میں
اظہار ہوتا تھا۔ منجملہ اور بدکرداروں کے میر تشریفات لارڈ لیٹمر
(Lord Latimer) پر دارالعوام نے رشوت ستانی اور قومی
روپئے کی نسبت خیانت مجرمانہ کا الزام لگایا۔ دارالامرا نے
اس کو سزائے قید دی اور خدمت سے برطرف کردیا۔ رچرڈ
دوم کے عہد میں بیرحم پارلیمنٹ نے بادشاہ کے خاص ملازمین اور
منظورِ نظر ندیموں کے خلاف مواخذہ کیا۔ ۱۴۵۰ء میں ڈیوک آف سفک کے خلاف

جو ہنری پنجم کا وزیر (اعظم) اور ملکہ کا منظور نظر تھا دارالعوام نے مواخذہ کیا[1]

اس عہد میں تاج برطانیہ کی حالت وحیثیت۔ اس دور میں بادشاہ انگلستان مطلق العنان نہیں رہنے پایا بلکہ وہ پابند دستور ہوگیا۔ اس تغیر کے سبب سے اس کی پہلے کی قوت میں بہت کمی ہوگئی لیکن اس سے ہم کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ آخری سلاطین پلینٹیجنٹ کی قوت اسی قدر محدود ہوگئی تھی جس پیمانہ پر کہ زمانۂ حال کے بادشاہ انگلستان کا اقتدار کم کردیا گیا ہے حقیقی اور مجازی دونوں صورتوں میں بادشاہ ہی حکومت کا افسر اعلیٰ سمجھا جاتا تھا اس لئے کہ وہ اپنا کام کسی وزیر اعظم کے تفویض نہیں کرتا تھا۔ بحیثیت بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ وہ اپنی ذات سے قانون بنانے میں شریک رہتا اور بحیثیت بادشاہ باجلاس کونسل انتظام سلطنت اس کے اختیار میں ہوتا تھا۔ وہی وزرائے سلطنت کو مقرر کرتا وہی اُن کو علیحدہ کرتا تھا وزرا صرف اسی کی وفاداری کے نہ جیسے کہ اندنوں ایک دوسرے کی وفا کے ذمہ دار تھے۔ بادشاہ برائے نام نہیں بلکہ حقیقت میں سپہ سالار تھا۔ بادشاہ کی جاگیرات اور موروثی محاصل سے اکثر اخراجات سلطنت انجام پاتے تھے۔ جب کبھی اس کو مزید رقم کی ضرورت ہوتی تو مجبوراً ایسے موقعوں پر وہ پارلیمنٹ کو سرکاری ملازمین کے انتخاب میں یا سرکاری معاملات میں دست اندازی

---

[1] اس فوجداری تحقیقات کو جس میں مستغیث دارالعوام دارالامرا محکمۂ عدالت اور ملزم کوئی عہدیدار سلطنت یا کوئی دوسرا اعلیٰ عہدہ دار ہو امپیچمنٹ (مواخذہ) کہتے ہیں ۱۲

کرنے کی اجازت دیتا تھا اگر کبھی پارلیمنٹ کا حقیقت میں میلان خاطر بھی ہوتا کہ مقتدر بنجائے تو اس کے اجلاس کی مدت اس قدر قلیل ہوتی تھی کہ اُس کو مشکل سے موقع ملتا تھا کہ وہ انتظام سلطنت کو تفصیل سے سمجھ سکے۔ مختصراً یہ کہ بادشاہ ہی اُس زمانہ میں اصل حکومت تھا اگرچہ وقت بے وقت سلطنت کے تینوں طبقے حکومت کو مشورہ دیتے یا اُس کی حکمت عملی پر اعتراض کرتے یا (حسب ضرورت) اس کا مقابلہ کرتے تھے۔

اس دور میں کنیسہ کی حالت۔ اگرچہ اُس وقت بھی اہل کنیسہ کی طاقت زیادہ تھی لیکن اُس میں انحطاط شروع ہوگیا تھا۔ اس کے کئی اسباب تھے۔ اول یہ کہ اہل کنیسہ اب تمام قوم کے پیشوا نہیں سمجھے جاتے تھے۔ جان کے زمانہ تک اہل کنیسہ نے قوم کو آزادی دلانے اور اچھی حکومت حاصل کرنے میں رہبری کی عہد جان سے عہد ایڈورڈ اول تک اہل کنیسہ کا اثر پاپائے روم سے تعلق ہونے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں سے کم ہوگیا اور اُن کی قوم کے رہبر امرا بن گئے۔ ایڈورڈ اول کے زمانہ سے ہی عوام اس بات کو بتدریج سیکھ رہے تھے کہ آپ اپنا کام کریں۔ اس لئے اہل کنیسہ کی بہت کچھ سیاسی فوقیت زائل ہوگئی۔ عمدہ ادبی کتب کو غیر مذہبی لوگوں مثلاً چاسر نے لکھنا شروع کردیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ چودھویں صدی میں صرف پادری ہی عالم و فاضل نہیں تھے۔ جب یہ اپنی علمی فضیلت کھو بیٹھے تو اب ان کے مذہبی علم کا وقار بھی باقی

نہیں رہا۔ ملک میں فرقہ لولارڈ[1] کے مذہبی خیالات پھیل جانے سے لوگوں نے تعلیم و اشاعت دین کے مروجہ طریقوں پر نکتہ چینیاں کرنی شروع کردیں۔ اور جب مذہبی عقائد پر حملے ہونے لگے تو اہل کنیسہ معترضین کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگے ان کی اس حرکت نے عوام کی ہمدردی ان کی جانب سے کم کردی۔ اس طرح اہل کنیسہ اور ارباب علم و فضل میں بتدریج نفاق بڑھتا گیا۔

علاوہ بریں خود اہل کنیسہ کے جوش مذہبی میں انحطاط پیدا ہوگیا تھا۔ یہ بدیہی بات ہے کہ شوق و ذوق چندروزہ ہوتا ہے وہ حرارت و جوش مذہبی جس کو سسٹرشین[2] راہبوں نے بارھویں صدی میں اور فرائیر[3] راہبوں نے تیرھویں صدی میں پھیلایا تھا اب ٹھنڈا پڑگیا تھا۔ اہل کنیسہ جوکہ عرصۂ دراز تک دولت۔ طاقت۔ عزت و جاہ سے متمتع ہوتے رہے تو پہلی سی مستعدی و سرگرمی بھی نہ رہی تھی اور وہ بزدل عیش پسند اور ناکارہ ہوگئے تھے۔ اکثر پاپائے روم جو چودھویں صدی میں شہر اے وگ نان[4] واقع ملک فرانس میں رہتے تھے عیاش اور کمزور طبیعت کے تھے جن سے کلیسا کا انتظام نہیں ہوسکتا۔ عقائد مذہبی پر اعتراض کرنے کے عام میلان نے پادریوں کو بھی بے اثر نہ چھوڑا۔ جب مذہب کی

---

[1] ضمیمہ میں تشریح کردی گئی ہے۔ [2] (The Cisteroians) [3] (The Friars) [4] (Avignon)

جانب سے خود پادریوں کا اعتقاد کم ہونے لگا تو لوگوں کا بھی
عقیدہ پادریوں کی طرف سے گھٹتا گیا۔

اس زمانہ میں جبکہ پادریوں کی قوت زوال پذیر تھی،
عام آدمیوں اور پادریوں کے باہمی عناد و مخالفت کے لئے اسباب
تھے۔ اول اہل کنیسہ کی دولتِ بے اندازہ کو چونکہ غیرفانی یعنے شخصیہ
خیال کیا جاتا تھا لہذا اُس کی دولت ہمیشہ بڑھتی جاتی اور کبھی
کم ہوتی تھی۔ ایڈورڈ اول نے کوشش کی تھی کہ کلیسا کی زمینوں
میں اب اضافہ نہ ہونے پائے۔ بعض اضلاع کے نایٹ (نائبین)
نے سنہ ۱۳۷۱ء میں تجویز کی کہ بادشاہ کلیسا کے ایک سال
کے محاصل سے مصارف سلطنت کی سربراہی کرے۔ گو
سنہ ۱۴۱۰ء میں ارکان عوام نے تحریک کی تھی کہ اُسقفوں
اور خانقاہوں کے علاقے ضبط کر لئے جائیں لیکن سنہ ۱۴۱۴ء
میں پارلیمنٹ نے حقیقت میں ہنری پنجم کو وہ سب علاقے
عطا کردئے جو ملکوں کی خانقاہوں کے لئے انگلستان میں وقف تھے۔

قوم کی ناراضی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ "مذہبی عدالتوں"
کے ظلم سے لوگ تنگ آگئے تھے۔ ان عدالتوں میں اس
قسم کے اخلاقی جرموں کی تحقیقات ہوتی تھی جن کے لئے
ملک کا قانون تعزیری ساکت و صامت ہوتا تھا۔ ان عدالتوں
کی نہایت بُری حالت تھی۔ ان کی کارروائیاں عموماً جاسوسیوں
جھوٹی نالشوں اور عمداً دروغ حلفیوں پر مبنی ہوتی تھیں۔ اس پر
بھی یہ عدالتیں "عہد اصلاح" کے بعد تک باقی تھیں اور صرف

چارلس اول کے عہد میں ان کے ضرر سے لوگوں کو نجات ملی۔ لیکن ناراضی کا سب سے بڑا سبب پاپائے روم کی ناقابل برداشت دست اندازیاں تھیں۔ لوگ اُن کو اُس وقت سے محسوس کر رہے تھے جبکہ جان نے پوپ کی اطاعت قبول کرلی تھی۔ جو پارلیمنٹ کہ ۱۳۶۶ء میں بمقام لنکن منعقد ہوی اُس میں امرا نے ڈنکے کی چوٹ اعلان کردیا تھا کہ شاہ انگلستان پر کسی شخص کو عدالتی اختیارات حاصل نہیں ہوسکتے یعنے وہ کسی انسانی اقتدار و تسلط کے ماتحت نہیں ہے۔ ۱۳۶۶ء میں پاپائے روم کی صدارت اور ادائی خراج کی باضابطہ طور پر تنسیخ ہوئی۔ پارلیمنٹ نے مسلسل یکے بعد دیگرے اس امر پر جھگڑا کیا ہے کہ اہل مقدمات پاپائے روم سے داد خواہی نہ کریں ۱۳۵۳ء و ۱۳۶۵ء و ۱۳۹۳ء میں قوانین انتباہ اس غرض سے بنائے گئے کہ اس طریقہ کا انسداد ہو اور اس کی خلاف ورزی میں لوگ سزا یاب ہوسکیں۔ ان قوانین کا نام اسٹاچیوٹس آف پری میو نارے (Statutes of Praemunire) ہے (لاطینی زبان میں پری میو نارے (Praemunire) کے معنی متنبہ ہونے کے ہیں) پارلیمنٹ نے ۱۳۵۱ء و ۱۳۶۲ء اور ۱۳۹۰ء میں دربار روم سے عطائے معاش مذہبی کے روکنے کے لئے قوانین بنائے جو "اسٹاچیوٹس آف پرو وایزرس[1]" (Statutes

---

[1] ضمیمہ میں تشریح کردی گئی ہے ۱۲۔

(f Provisors) کھلاتے ہیں۔

اس عہد کے امرا کی حالت۔ بعد کے پلینٹیجنیٹ سلاطین کے عہد میں امرا (بیرن) کے اخلاق میں بہت تغیر ہوگیا تھا۔ ایڈورڈ دوم اور ہنری سوم کے عہد سلطنت میں امرا کمزور اور گم کردہ راہ بادشاہ سے مقابلہ کرنے والوں کے رہبر ہوتے تھے۔ ایڈورڈ سوم زیادہ قوی تھا کہ اُن کو قابو میں لا سکا۔ یہ اُس کی نبرد آزمائی اور شاہی عظمت کا پاس کرتے تھے اُن کی جنگجو طبیعتوں کو مصروف کار رکھنے کے لئے ایڈورڈ نے ان امرا کو فتح فرانس کی طرف متوجہ کردیا۔ اُس کی کوشش تھی کہ بڑی جاگیروں کو حتی المقدور اپنی اولاد کے قبضہ میں رکھے۔ لیکن ایڈورڈ کی حکمت عملی سلسلۂ وراثت کو اُس کی نسل کے لئے مستحکم نہ کرسکی۔ امرا کی ناراضی اور سرکشی کا سلسلہ جاری رہا۔ ان دنوں امرا کے خاندان تو کم لیکن اُن کے مقبوضات پہلے سے زیادہ ہوگئے تھے۔ اگرچہ امرا اپنے وابستہ لوگوں سے اپنے ذاتی اغراض کے پورا کرنے میں جنگ کا کام نہیں لے سکتے تھے لیکن آمدنی معقول اور ارادہ کے پکے تھے اکثر کثیر العیال اشخاص کی پرورش کرتے۔ یہ لوگ اُنہی امرا کی وردیاں پہنتے اور اُن کے حکم کی بجاآوری کے لئے ہر وقت مستعد رہتے تھے۔ ہنری ششم کی کمزور سلطنت میں یہ سرکش امرا اپنے وابستہ اور ملازم افواج کے گھمنڈ پر بے قابو ہو گئے تھے۔ اس

خرابی کا علاج صرف اُس وقت ہوا جبکہ امرا کے بعض قدیم خاندان مرمٹ گئے اور بعضوں کا تو سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں نے خاتمہ کردیا۔

جب تک امرا کے قدیم گھرانے باقی رہے، یہی لوگ ایک حد تک عوام کے رہنما سمجھے جاتے تھے۔ بدنظمی کے نازک وقت میں اگر سب نہیں تو تھوڑے امرا ضرور عوام کے شریک ہو جاتے تھے۔ اگرچہ عوام بتدریج تجربہ کار اور قوی ہو رہے تھے لیکن وہ اس قابل نہ تھے کہ امرا کی شرکت کے بغیر بادشاہ کی طرفدار جماعت کا مقابلہ کرسکتے۔ امرا کی طاقت زائل ہو جانے سے عوام کا نہیں بلکہ بادشاہ کا اقتدار بڑھ گیا۔

اس عہد میں عوام کی حالت۔ بعد کے پلینٹجینٹ سلاطین کے عہد سلطنت میں یہ تیسرا طبقہ بتدریج ثابت قدمی کے ساتھ ترقی کررہا تھا۔ شاہان لینکسٹر کے عہد میں اس کے نائب قومی معاملات میں امرا کے برابر سمجھے جاتے تھے۔ سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں کا اس کی تعداد اور دولت پر بہت کم اثر پڑا۔ جبکہ امرا اور اُن کے وابستگان دولت جنگ میں مصروف تھے تو تاجر اور کسان بھی اپنے اپنے پرامن اور فائدہ مند پیشہ میں مشغول رہے۔ خاندان یارک کے بادشاہ سمجھ گئے تھے کہ کس طرح رعایا کے درجہ وسطی کی خوشنودی حاصل کرنی چاہئے۔ اگرچہ اس زمانہ میں اِس قسم کے باشندوں کی

جماعت ایسی مقتدر نہیں تھی کہ حکومت کرسکتی لیکن کوئی حکومت بغیر اس کی مدد کے مستحکم نہیں ہوسکتی تھی۔ اُس وقت عوام ہر طرح سے آمادہ ہوگئے تھے کہ کسی ایک حاکم کی تائید کریں خواہ وہ عدم حکومت اور بغاوت کے فرو کرنے کے متعلق صرف اپنے ارادہ کا اظہار کردے خواہ وہ کیسا ہی مطلق العنان و تندخو کیوں نہ ہو۔ خاندان لینکسٹر کے پابندِ دستور سلاطین کو امن قایم رکھنے میں ناکامی ہوئی اور عوام اُس سیاسی آزادی سے بے پروا ہوگئے تھے جس میں حفاظت جان و مال نہ تھی۔

کسانوں کا بلوہ اور غلامان زرعی کا نیست و نابود ہونا۔

مورخین کا خیال ہے کہ بارھویں صدی کے بعد سے غیر آزاد کسانوں کی تعداد کا گھٹنا اور آزاد آدمیوں کی تعداد کا بڑھنا جاری رہا۔ زرعی غلامی سے نجات پانے کے کئی طریقے تھے۔ زرعی غلام اپنی آزادی خرید سکتا یا یہ کسی سند یافتہ شہر میں ایک سال اور ایک دن تک رہکر آزاد ہوسکتا تھا۔ اگر اس مدت میں اُس کا مالک اس پر قابو حاصل کرنے کے لئے مدعی نہ بنتا یا اگر وہ پادری بننا چاہتا۔ لیکن اس اخیر طریقہ کی حصول آزادی میں مزاحمت پیدا کرنے کی غرض سے قانون بھی بنایا گیا تھا۔ بالآخر مذہبی طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ زرعی غلام کو آزاد کرنے میں خوشنودی خدا ہے اس لئے اکثر امرا کو ترغیب دی جاتی تھی کہ بنظر ثواب اِن غلاموں کو آزاد کردیں۔ زرعی غلاموں کی آزادی کی اگر کوئی ظاہری

رزمی صورت نہ پیدا ہوتی تو اکثر اوقات بجائے خدمت
اُن سے روپیہ وصول کیا جاتا تھا۔ لیکن ۱۳۴۹ء میں جبکہ آبادی کا
ایک معتدبہ حصہ وبائے بلیک[1] ڈیتھ (ایک ہلک قسم کے
طاعون) کے نذر ہوگیا تو اس خوش آیند تبدیلی یعنے زرعی
غلاموں کی آزادی میں رُکاٹ پیدا ہوگئی۔ مزدوروں کی
کمیابی اور اجرت کی زیادتی سے امرا نے دوبارہ کوشش
کی کہ قدیم طریقہ کو جاری کریں یعنے زرعی غلاموں یا
غیر آزاد کسانوں سے روپیہ نہیں بلکہ خدمت لیا کریں
مزدوروں کی اجرت کے نرخ میں اضافہ نہ ہونے کی
غرض سے قوانین بنائے گئے۔ اکثر اسی قسم کی شکایتیں
تھیں کہ جو ۱۳۸۱ء کی بغاوت مزارعین کا سبب ہوئیں
اگرچہ اس بغاوت کا اصلی مقصد حاصل نہیں ہوا لیکن
اس سے یہ ضرور ثابت ہوگیا کہ کاشتکاروں کو پھر مملوک
بنانا ملک کے لئے کس قدر خطرناک اور دشوار تھا۔
بہرحال مملوک کاشتکاروں کی آزادی پہلے سے زیادہ
سرعت کے ساتھ جاری رہی۔ سرخ و سفید پھولوں کی
لڑائیوں کے اختتام پر مملوک کاشتکاروں کا طبقہ بھی تقریباً
مفقود اور انگریزوں کا ہر ایک متنفس آزاد ہوگیا۔

حالات میں روزافزوں منافات۔ قومی ترقی کے ساتھ
ساتھ قومی دشواریاں بھی نئی نئی پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس وقت

---

[1] (Black Death)

جبکہ کل قوم آزاد ہوگئی تو آزاد آدمیوں کا ایک بہت بڑا گروہ صاحب جائداد نہیں رہا۔ ملوک کاشتکاروں کی اس درجہ اُن کے مالکوں کو قدر تھی کہ امرا ان کو اراضی سے بیدخل کرنا پسند نہیں کرتے تھے لیکن دوسرے کاشتکاروں اور مزدوروں کو جو ان کی جگہ پر آگئے تھے اراضی کاشت سے اپنی خوشی سے نکال باہر کردیا کرتے تھے۔ اس قسم کی بیدخلی اکثر ایسے موقعوں پر ہوا کرتی کہ جب مالکان اراضی کے نزدیک زمین کا بجائے کاشت کسی دوسرے کام میں لایا جانا زیادہ سودمند ثابت ہوتا۔ اس زمانہ میں انگریزی پشم کی بہت مانگ تھی اکثر سرمایہ داروں نے زمین حاصل کرکے بڑے بڑے قطعات گوسفندوں کی پرورش اور چراگاہوں کے لئے مخصوص کردئے اس میں نہ تو مزدوروں کی ضرورت تھی اور نہ اُن کی اجرت کا بار اُٹھانا پڑتا تھا۔ انگلستان کے اکثر حصوں میں اس تجویز سے بہت حیرانی و پریشانی پھیل گئی۔ لیکن اسی اثنا میں اون کے مالکوں اور شہروں کے تاجروں اور صناعوں کی دولت میں اس قدر اضافہ ہوا کہ اوسط درجہ کے باشندگان ملک کو پہلے کبھی ایسی ثروت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس طرح پندرھویں صدی میں دولت اور افلاس میں اس قدر فرق عظیم آنے لگا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا تاہم ناشایستہ آسودہ حالی کی کثرت تھی۔ عوام بہت کثرت سے انگلستان میں

اپنے ہمسایہ قوموں کی نسبت زیادہ مرفہ الحال ہوگئے تھے
بعض مورخین بلحاظ ان خرابیوں کے جن کا ہم نے ابھی
ذکر کیا ہے پندرھویں صدی کو قومی افلاس و ادبار کا زمانہ
بتلاتے ہیں اور بعض مورخین آزادی جمہور اور ترقیٔ
صنعت و حرفت کے خیال سے اس کو انگلستان کا
بہترین زمانہ کہتے ہیں۔

تمہید۔ آخری دور پلینٹیجینٹ کی مشہور خصوصیت یہ ہے کہ پارلیمنٹ کی قوت میں اضافہ ہوا لیکن ایڈورڈ چہارم کی تخت نشینی کے بعد سے اس ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ لوگوں کا میلان طبع ایک نئے سیاسی خیال کی جانب ہوگیا۔ اب بار دیگر شاہی قوت کو ترقی ہونے لگی سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں کے خاتمہ پر پھر دستوری حکومت کی میزان کے پلے برابر نہ رہے (بیرن) امرا قریب قریب نیست و نابود ہوگئے تھے۔ قوم کے مذہبی احساسات پر پادریوں کو قابو نہیں رہا تھا اور اُن کی دولت اور نخوت پسندی کی وجہ سے قوم ان سے متنفر تھی۔ پادری سابق میں رعایا اور بادشاہ کے درمیان واسطہ ہوتے تھے۔ مگر اب وہ حصول حمایت کے لئے بادشاہ کے ہی طرفدار ہوگئے۔ جماعت متوسطین جو دارالعوام کا انتخاب کرتی اِس خانہ جنگی

میں کم نقصان اُٹھانے کے سبب سے بہت آسودہ حال ہو گئی تھی لیکن ایسی قوی نہ تھی کہ قومی حکمت عملی کو اپنے حسب منشا لکھوا سکتی۔ اس جماعت کی سب سے زیادہ یہ خواہش تھی کہ دوبارہ امن قایم ہو اس لئے وہ بادشاہ کے اختیارات میں وسعت دینا چاہتی تھی اور نکتہ چینی کرنے سے احتراز کرتی تھی اس لئے تمام ملک خاندان ٹیوڈر کے غیر محتاط اور مطلق العنان مگر شجیع اور عاقل سلاطین کی حکومت کے لئے تیار ہوگیا تھا۔

ہنری ہفتم نے خاندان یارک اور خاندان لینکسٹر کے دعووں کو متحد کردیا اور اپنی دانائی سے انقلاب کی کسی کوشش کو برومند نہ ہونے دیا۔ امرا اس کے قابو میں آگئے اور متوسط طبقے کے لوگ اس سے رضامند ہوگئے۔ اس کا خزانہ اس قدر معمور ہوگیا کہ کسی دوسرے انگریز کے یہاں اس کی نظیر نہیں ملتی تھی۔ ہنری ہشتم اپنے باپ کی جمی جمائی سلطنت کا وارث ہوکر ولزی جیسے قابل (وزیر) کی خدمت سے بہرہ اندوز ہوا اور اُس کی حالت ان سب بادشاہوں سے زیادہ قوی تھی جو ایڈورڈ اوّل کے بعد ہوے (پاپائے) روم سے اس کی نزاع ہو جانے سے انگلستان کو اُن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا جن کے باعث ملک کو شخصی حکومت کی ضرورت پیش آئی۔ اُس سال سے جبکہ انگریزی پادریوں نے پاپائے روم سے قطع تعلق کرلیا تھا اس سال تک جبکہ اسپانش آرماڈا (ہسپانیہ کے جنگی جہازوں کے بیڑہ) کو شکست ہوئی

(۱۵۳۲ء سے ۱۵۸۰ء تک) انگلستان اندرونی اور بیرونی دونوں جانب سے معرض ہلاکت میں تھا۔ یعنے ملک میں خانہ جنگی پھیلی ہوئی تھی اور باہر سے حملے ہو رہے تھے۔ اس قسم کے خوفناک نقصانات سے اسی وقت نجات مل سکتی ہے کہ جب ملک میں مطلق العنان شاہی اختیار کو تسلیم کیا جائے۔

ہنری ہشتم کی کوشش تھی کہ مذہب میں ایک درمیانی راستہ نکالا جائے اور اُس کا مسلک صلح کل رہے۔ ایڈورڈ ششم اور نائب السلطنت سمرسیٹ نے پروٹسٹینٹ۔ فرقہ کی طرفداری کی اور (ملکہ) میری کیتھلک فرقہ کی طرفدار تھی۔ ملکہ ایلیزبتھ بھی مثل اپنے باپ کے کوشاں تھی کہ سب فرقے اس کے زیر اقتدار رہیں۔ وہ ذیفہم مشیروں کی ہدایت کی بدولت مذہب پروٹسٹینٹ کو قومی مذہب بنانے میں اور بیرونی حملوں سے ملک کو بچانے میں کامیاب ہوئی۔ لیکن ملکہ کی اس کار عظیم کی کامیابی سے انگلستان کے اصلاح شدہ و مروجہ مذہب کی نسبت جدید تنازعات کا سلسلہ شروع ہوا بادشاہ نے اساقفہ کا ساتھ دیا تو پیورٹن[1] کا فرقہ ملک کا سیاسی مخالف ہوگیا۔ ایلیزبتھ کی وفات اور خاندان ٹیوڈر کے خاتمہ کے بعد اسی مخالف فرقہ نے شاہی قوت کو شکست دی اور اختیارات شاہی کے متعلق وہ حدود قایم کئے کہ جن کی نظیر نہ تھی۔

دور ٹیوڈر میں جو شاہی قوت کو دوبارہ استحکام حاصل ہوا

---

[1] دیکھو نوٹ متعلقہ مندرجہ ضمیمہ ۱۲

اس بارے میں ہم کو زیادہ مبالغہ نہیں کرنا چاہئے۔ اکثر مورخین نے سلاطین ٹیوڈر کو مطلق العنان لکھا ہے۔ اگر اس سے ان مورخین کی یہ مراد ہو کہ ٹیوڈر بادشاہ قومی احساس کا لحاظ نہیں کرتے تھے تو یہ ان کی صریح غلطی ہے۔ اس لئے کہ ان بادشاہوں کے ہاں مستقل فوج نہیں تھی اور وہ ایک جنگجو قوم پر حکمراں تھے۔ اگر وہ ناگوار اور ناجایز کام کرجاتے تھے تو اُس کا سبب یہ تھا کہ ان بادشاہوں کی رعایا ایسے امور کی نسبت اغماض کرجاتی تھی۔ بلکہ سلاطین ٹیوڈر خاص طور پر عام رائے کا لحاظ کرتے اور مشکل سے کسی ایسی حکمت عملی پر اصرار کرتے جو ملک کے ناگوار خاطر ہوتی۔ اچھا اگر ان مورخین کا یہ منشا ہو کہ سلاطین ٹیوڈر بظاہر مطلق العنان تھے تو یہ خیال بھی صداقت پر مبنی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ان سلاطین نے ادارات قدیمہ سے کسی ایک کو بھی جس کا تعلق لوگوں کی سیاسی یا ذاتی آزادی سے تھا منسوخ نہیں کیا۔ بلکہ ٹیوڈر بادشاہوں کے سب سے زیادہ جابرانہ افعال کو بھی قانونی جامہ پہنایا جاتا تھا۔ پابند دستور حکومت شخصی کی روایت کا رشتہ کبھی ٹوٹا نہیں۔

ٹیوڈر بادشاہوں کے تعلقات پارلیمنٹ کے ساتھ

دور ٹیوڈر میں شاہی قوت کے دو بارہ قایم ہوجانے سے پارلیمنٹ کی قوت میں ضعف واقع ہونا لازم تھا لیکن سلاطین ٹیوڈر کی زیادہ تر کوشش یہ رہی کہ پارلیمنٹ اُن کے حسب منشا

عمل پیرا ہو اور وہ پارلیمنٹ کو اس کے دستوری فرایض اور اختیارات سے محروم کرنا نہیں چاہتے تھے۔

دارالامرا کی قوت و آزادی وارز آف روزیس (سفید اور لال پھولوں کی لڑائیاں) میں زایل ہوگئی تھی۔ اس کثرت سے بیرن (نوابین) میدان کار زار میں کام آئے اور سولی چڑھائے گئے کہ ہنری ہفتم کی پہلی پارلیمنٹ میں امرائے ملکی کی تعداد اس مقدار کی نصف بھی نہ تھی جو ہنری ششم کی سب سے بڑی پارلیمنٹ میں موجود تھی۔ اسی پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ ہنری ہفتم و ہشتم کے عہد سلطنت میں قدیم امارت کے باقی اراکین کو قتل اور اُن کی جائدادوں کو ضبط کرکے امرا کی تعداد اور بھی گھٹادی گئی۔ امرائے مذہبی بھی بادشاہ کی اطاعت کے لئے بالکل آمادہ تھے کیونکہ اُن کو قوم کی امداد کا بھروسہ نہ تھا۔ ہنری نے پارلیمنٹ کے ہیئت اعلیٰ کی تسخیر کو خانقاہوں کی برخاست و موقوفی سے تکمیل کو پہنچایا۔ اس موقوفی کا لازمی نتیجہ تھا کہ پارلیمنٹ میں بڑے پادریوں یعنی رؤسائے رہبان (ایبٹ) کی صورتیں نظر نہیں آنے لگیں۔ اس طرح سے مذہبی امرا کی تعداد نصف سے زیادہ کم ہوگئی اور امرائے ملکی کی تعداد میں ایسا اضافہ ہوا کہ کبھی زایل ہونے نہیں پایا۔ خانقاہوں کی موقوفی سے بادشاہ کے اختیار میں کثرت سے علاقے آگئے جن کو اُس نے ایک نئی جماعت امرائے اطاعت گزار پر

وقف کردیا اِس خیال سے کہ ملک میں ابھی تک ان کی بنیاد قایم نہیں ہوئی تھی اور یہ "اصلاح مذہب" کے طرفدار بھی تھے مبادا رومؔ کے ساتھ مصالحت ہوجانے سے ان کے علاقے معرض خطر میں پڑجائیں۔ چنانچہ مذہبی ولولہ رکھنے والی ملکہ میریؔ کبھی جبکہ اس نے مملکت کو رومؔ کا موافق بنا دیا تو گرجاؤں کی اُن زمینوں کی تصدیق کرنی پڑی جو اُن کے نئے قابضین کو عطا ہوئی تھیں۔ عموماً دارالامرا بہ نسبت دارالعوام کے زیادہ مطیع رہا ہے۔ ان اسباب کی بدولت جن سے درجہ اوسط کے باشندوں کی وفاداری کا رشتہ مضبوط ہوا اس دور میں دارالعوام بادشاہ کے حیلے اور غلط دعوؤں کا طرفدار بن گیا لیکن سلاطین ٹیوڈر نے بعض ایسی تدبیریں اختیار کیں جن کے سبب سے دارالعوام پر اُن کو دسترس حاصل رہا مثلاً اس خاص حق کی بنا پر کہ بادشاہ پارلیمنٹ کی نیابت کے لئے جن شہروں کو چاہے اجازت دے ایڈورڈ ششم میریؔ اور ایلیزبیتھ کے عہد حکومت میں تقریباً ساٹھ شہر پارلیمنٹی نیابت کے مستحق قرار دئے گئے۔ ان شہروں میں سے بعض کا دعویٰ نیابت انصاف پر مبنی تھا لیکن اکثر و بیشتر نہایت ادنیٰ مقامات تھے اور اس لئے منتخب ہوئے تھے کہ بادشاہ کی حکمت عملی کے مطیع و منقاد نمایندے (نائبین) بھیجا کریں۔ ریفارم ایکٹ (قانون اصلاح) بابت ۱۸۳۲ء میں شہروں کی نیابت کا جو

اصولی تخالف و تفاوت بتلایا گیا ہے اس کی ایک وجہ تو
یہ تھی کہ آبادی کا ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہوجانا
اور دوسری وجہ سلاطین ٹیوڈر کی غیر محتاط حکمت عملی تھی۔
اس کے برخلاف ہنری ہشتم نے ویلز کی ضلع بندی کردی
اس طرح سے کہ اس میں مان متھ بھی شامل کردیا گیا اور ان
سب کو نیابت پارلیمنٹ کا حق دیا گیا حتیٰ کہ چیشایر بھی
اس کا مستحق ہوگیا۔ دارالعوام کبھی کبھی ہنری ہشتم کے مقابلہ
کے لئے بھی اٹھا ہے۔ ایلیزبیتھ کے اخیر زمانہ میں اراکین عوام
نے اُس خفگی و غصہ کا اظہار کرنا شروع کیا جو اسٹوورٹ
بادشاہوں کے لئے مہلک ثابت ہوئی۔

پارلیمنٹ کا اختیار محصول لگانے پر عہد ٹیوڈر میں۔

سلاطین ٹیوڈر اور ان کے وزرا نے کبھی پارلیمنٹ کے بلا واسطہ
محصول لگانے کے "حق خاص" سے ظاہر میں انحراف نہیں
کیا لیکن اس اصول میں پارلیمنٹ کے ماتحت ہونے سے
انھوں نے مختلف تدبیروں سے پارلیمنٹ کے اس اختیار
سے گریز کرنے کی کوشش کی اس لئے. ہنری ہفتم بڑے
شدومد سے "حقوق شاہی" خواہ وہ دقیانوسی کیوں نہ ہوں
جتاکر روپیہ وصول کرنے لگا۔ قانون کی خلاف ورزی کرنے
والوں پر سنگین جرمانے عاید کئے جاتے اور اسی قسم کے
دوسرے ناجایز ذریعوں سے روپیہ وصول کیا جاتا۔ وہ جنگ
کی نوبت نہیں آنے دیتا اور کفایت شعار ہونے سے اس

قابل تھا کہ ذات سے اخراجات سلطنت کا بار اُٹھائے اور وسیع خزانے چھوڑ جائے۔

ہنری ہشتم مسرف تھا اور چند ہی سال میں اپنے باپ کی جمع کردہ دولت کو صرف کرڈالا۔ ۱۵۲۳ء میں وُلزی نے دارالعوام سے ایک بڑی رقم مبلغ آٹھ لاکھ پونڈ طلب کئے شدید مخالفت کے بعد اُس کو بہت تھوڑی رقم ملی اوروہ بھی چار سال میں ادا ہونے والی تھی۔ لیکن اُس نے محصول ادا کرنے والوں کو مجبور کیا کہ فوراً اس رقم کو ادا کریں۔ ۱۵۲۲ء اور ۱۵۲۵ء میں وُلزی نے زیادہ جرات سے کام لیا اس مرتبہ اُس نے کمشنر مقرر کئے کہ ہر ایک شخص کی جائداد کی قیمت حلفاً دریافت کریں اور قابل محصول قیمت کے حصہ پر محصول لگائیں۔ ایک دفعہ تو اُس کو اس میں کامیابی ہوئی لیکن دوسری مرتبہ ملک نے علانیہ بغاوت کردی۔ بادشاہ کو مجبوراً اپنی خواہش واپس لینی پڑی اور ان سب لوگوں کا قصور معاف کرنا پڑا جنھوں نے اس بغاوت میں شرکت کی تھی۔

لیکن اہل ثروت سے نذرانے اور پیشکش کے وصول کرنے میں زیادہ کامیابی ہوئی۔ اس طریقہ کا موجد ایڈورڈ چہارم تھا لیکن رچرڈ سوم کے عہد کے قانون نے اس کو ناجایز قرار دیا تھا۔ سلاطین ٹیوڈر نے اس قانون کو منسوخ سمجھا اس عذر کی بنا پر کہ رچرڈ جایز بادشاہ نہیں بلکہ غاصب تھا۔ ہنری ہفتم نے تو بعض اور ہنری ہشتم نے اکثر ایسے نذرانے اور

پیشکش طلب کئے ہیں۔ اگر کوئی ان کے دینے سے انکار کرتا تو
اُس کو پریوی کونسل میں طلب کرکے اس کی سرزنش
کی جاتی اگر پھر بھی وہ اپنے انکار پر اڑا رہتا تو قید کردیا
جاتا یا اس کا نام معمولی سپاہیوں میں لکھ دیا جاتا تھا۔

ہنری ہشتم کے روپیہ وصول کرنے کا ایک اور ذریعہ
"جبری قرضہ" تھا۔ قرض دینے والے کی حالت اس واسطے
درد انگیز اور روح فرسا تھی کہ پارلیمنٹ نے دو مرتبہ قانون جاری
کرکے بادشاہ کو اُس کے قرض سے سبکدوش کیا۔ دوسرے
ایکٹ میں تو اس امر کی بھی صراحت کردی گئی تھی اگر بادشاہ
اپنے قرض خواہوں کا قرض ادا کرے تو یہ قرضہ کی رقم پھر
بادشاہ کو واپس کردیں۔ ایلیزبیتھ نے بھی بعض وقت "جبری
قرضہ" لیا ہے لیکن وہ اصل (رقم) ادا کردیتی اور سود کے عوض
میں خطاب نایٹ یا زبانی لطف و مدارا اسے خوش کردیتی۔

پارلیمنٹ کی رضامندی کی تجارتی اشیاء کے محصولِ درآمد
کے لئے اس قدر ضرورت نہیں تھی جیسی محصول بلا واسطہ
لگانے میں یہ صحیح ہے کہ اگر الفاظ کے ذریعہ سے (بظاہر)
نہیں تو معنوی طور پر مشہور قوانین سابقہ نے بادشاہ کے
محصول لگانے کے مطلق العنان حق کو (جس میں بلا واسطہ
اور بالواسطہ دونوں قسم کے محصول شامل ہیں) سلب کرلیا تھا۔ یہ بھی
درست ہے کہ بعض بالواسطہ محصولات خصوصاً پشم کے
محصول کی تو بذریعۂ قانون اصلاح یا تنسیخ کی گئی۔ یہ بھی

صحیح ہے کہ چودھویں اور پندرھویں صدی میں پارلیمنٹ نے اپنے ایک ایکٹ کے ذریعہ سے نظیر قایم کردی تھی کہ تجارت پر محصول لگانے کی پارلیمنٹ منظوری دے۔ مخصوص اشیاء تجارتی مثلاً پشم، کھال یا کسی دوسرے قسم کا چرم اور قلعی کے محصول کروڑ گیری ان کی برآمد کے وقت اور ٹینج (اس قدر فی ٹن شراب پر) جبکہ شراب کی درآمد ہو اور پونڈ بج (اس قدر رقم فی صدی دوسرے جملہ اشیاء درآمد شدہ کی قیمت پر) لیکن کہیں بھی اس قسم کے قانون کا صاف الفاظ میں پتہ نہیں ملتا کہ بادشاہ کو پارلیمنٹ کی رضا مندی بغیر محصول لگانے کی ممانعت تھی۔ اُن قوانین کی تاویلات جن کا منشا تھا کہ بادشاہ کی محصول لگانے کی قوت محدود ہے اس کے بعد کے زمانہ میں بھی نہایت کوتاہ بینی پر مبنی ہیں۔ یہ طے کیا جاتا تھا کہ بادشاہ کو تمام وہ "حقوق خاص" حاصل ہیں جن کی صاف صاف الفاظ میں تنسیخ نہ کی گئی ہو۔ علاوہ بریں خود وکلا کا خیال تھا اور پارلیمنٹ نے بھی اس پر مخالفت نہیں کی کہ بادشاہ کو بلحاظ تجارت ملک غیر کے "حقوق خاص" حاصل ہیں۔ یہ دلیل پیش کی جاتی تھی کہ بندرگاہیں بادشاہ کی ہیں اس کو ان بندرگاہوں کے کھلا رکھنے یا بند کردینے کا اختیار ہے۔ اچھا تو پھر بعض تجارتی اشیا پر ان بندرگاہوں میں آنے کے لئے کیوں محصول نہ لگایا جائے۔ اس خیال سے متاثر ہوکر میری نے غیر ملکی پارچہ پر ایک نیا محصول لگایا

جس کو امپوزیشن کہتے تھے اور ایلیزبیتھ نے میٹھی شرابوں پر محصول قایم کیا۔لیکن ٹیوڈر بادشاہوں کی دانائی تھی کہ اس قسم کے محصول کی تعداد کو نہیں بڑھنے دیا۔

ضبطی (جائداد) اس دور میں شاہی محاصل کا بڑا ذریعہ جائدادہائے منضبط تھیں۔ہنری ہفتم کو خانہ جنگی کے فوائد سے متمتع ہونے کا موقع ملا۔خانقاہوں کے اور قانون بغاوت کے مجرمین کی غنیمت ہنری ہشتم کے ہاتھ آئی۔ایڈورڈ ششم نے بھی تجارتی انجمنوں کے کچھ اوقاف لے لئے۔اکثر حصہ اس دولت کا جو ایسی آسانی سے ملا تھا ضایع کردیا گیا۔تاہم ٹیوڈر سلاطین اس ذریعہ سے اور دوسرے ذریعوں سے جن کو ہم بیان کرچکے ہیں اس قابل ہوگئے تھے کہ پارلیمنٹ کو اس مقدار کی بہ نسبت جس کو قانون اور رسم نے مقرر کردیا تھا بہت کم منعقد کرتے اور بغیر پارلیمنٹ کے ملک میں حکومت کرتے ہنری ہفتم نے اپنی سلطنت کے آخری پانچ سال میں کسی پارلیمنٹ کو منعقد نہیں کیا اور ہنری ہشتم نے سنہ ۱۵۲۳ء سے سنہ ۱۵۲۹ء تک بغیر پارلیمنٹ کے حکمرانی کی۔خود ایلیزبیتھ نے ایک مرتبہ پانچ سال تک پارلیمنٹ کا انعقاد نہیں کیا۔

اس عہد میں قانون بنانے پر پارلیمنٹ کا اختیار۔

یہ اصول کہ بادشاہ بلارضامندی پارلیمنٹ قانون نہیں بنا سکتا۔ دور پلینٹجنیٹ میں اس قدر مستحکم ہوگیا تھا کہ سلاطین ٹیوڈر اس پر معترض نہیں ہوسکتے تھے۔لیکن ٹیوڈر بادشاہوں نے اپنے ایک حق سے

جس کے مدعی اور عامل اُن کے اسلاف بھی رہے ہیں کامل
فائدہ اٹھایا وہ یہ کہ اُن کو فرامین صادر کرنے کا حق تھا۔ ۱۵۳۹ء
میں ہنری ہشتم نے پارلیمنٹ سے ایک ایکٹ جاری کرا لیا
جس کی بنا پر اُس کے اعلانوں کا اثر قانون کے مساوی قرار
دیا گیا۔ لیکن اس ایکٹ میں یہ شرط تھی کہ فرمان شاہی کو
قانون غیر موضوعہ (کامن لا) پر ترجیح نہیں دی جائے گی
اور نہ رعایا کے حقوق، اُن کی آزادی اور ملک پر اس کا
کوئی اثر پڑے گا۔ ایڈورڈ ششم کے جلوس کے بعد ہی اس
ایکٹ کی تنسیخ کی گئی لیکن ایڈورڈ کے وزرا نے گرجا کے
رسوم ماٰدلات کا نسخ اور دوسرے امور رفاہ عام کی درستی
و انتظام کے لئے اکثر اعلانات شاہی جاری کئے۔ ایک اعلان
کی رو سے حکم دیا گیا کہ اعزازی نظمائے فوجداری (جسٹیسیز
آف دی پیس) جھوٹی خبروں کے اشاعت کرنے والوں کو گرفتار
کرکے بطور سزا کشتیاں کھیلنے والے غلاموں میں شریک کریں
اس سے بھی زیادہ خودمختارانہ اعلان وہ تھا جو ملکہ میری کی
سلطنت کے آخری سال میں لوگوں کو مرعوب کرنے کے
خیال سے جاری کیا گیا کہ جن کے پاس سے ملحدانہ اور
باغیانہ مضامین کی کتابیں برآمد ہوں اُن کو سرسری تحقیقات
کے بعد سزائے موت دی جائے گی۔ ایسا ہی ملکہ ایلیزبیتھ
نے بلوائیوں اور بدمعاش آوارہ اشخاص کو اپنے بعض اعلانات
میں سزائے موت کی دھمکی دی ہے۔ مگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ

ان خوف دلانے والے اعلانات کے لحاظ سے حقیقت میں کتنے مجرمین سزایاب ہوئے۔تاہم اِس قسم کے اعلانات محدود حکومت شخصی کے اصول کے منافی ہیں۔اگر کوئی اعلیٰ حاکم مجرم رعایا کو اُن جرایم کے ارتکاب کی نسبت جن کو معمولی قانون سنگین نہیں قرار دیتا اور جن کی باقاعدہ قانونی طریقہ کی تحقیقات بھی نہ ہو، سنگین سزاؤں سے خوف دلائے تو اس امر کا اندیشہ کرنا لازم ہے کہ ایسے حاکم کے افعال خود مختاری کی حد تک پہنچ رہے ہیں۔

لیکن ایسے ناجایز قانون بنانے کی سب سے زیادہ حیرت انگیز مثال وہ فرامین ہیں جن کو ۱۵۸۶ء میں اصلاح مطابع کی غرض سے شایع کیا گیا تھا۔ان فرامین کی رو سے حرفت طبع کے لئے صرف (چند مقامات یعنے) لندن اور دونوں یونیورسٹیاں (آکسفورڈ و کیمبرج) مخصوص تھے۔ مالک مطبع کے لئے کم سے کم چھ مہینوں کا تجربہ رکھنا ضروری تھا ورنہ اس کو اجازت نہیں دی جاتی اور نہ کسی دوسرے شخص کو اس حرفت میں شریک ہونے کی اجازت ملتی تھی جب تک کہ صدر اُسقف کنٹربری اور اُسقف لندن کی رائے میں اہل مطابع کی تعداد گھٹ کر اُس حد پر پہنچ گئی جس کو وہ مناسب خیال کرتے ہوں۔ہر ایک مالک مطبع کو حکم دیا گیا کہ اپنے مطبع کی اسٹیشنر[1] کمپنی سے تصدیق کرائے

---

[1] دیکھو نوٹ متعلقہ مندرجہ ضمیمہ ۱۲

اور جب تک صدر اسقف کنٹربری اور اسقف لندن منظوری نہ دیں کسی کتاب کو شایع نہ کرے۔ ان قواعد کی خلاف ورزی کی سزا قید تھی۔آزادی مطابع کو انگلستان میں کبھی تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔لیکن ۱۵۸۶ء کے فرامین تو مزاحمت و ممانعت کے قوانین کا ایک مکمل مجموعہ ہیں۔

عہد ٹیوڈر میں وزرا کی ذمہ داری پارلیمنٹ میں۔

اُس زمانہ میں یہ کہنا درست نہیں ہوسکتا تھا کہ سوائے بادشاہ کے وزرا حقیقی طور پر کسی دوسرے کے بھی جوابدہ ہیں۔اس قسم کی باتوں سے جیسا کہ خاندان پلینٹجنٹ کے عہد میں پارلیمنٹ نے لیٹمر اور سفک جیسے باوقعت مجرمین پر فوجداری استغاثہ دائر کیا یا سلاطین اسٹورٹ کے دور میں پارلیمنٹ کو بیکن اور اسٹرافرڈ کے مقابلہ میں مستغیث بننا پڑا۔ملک ٹیوڈر بادشاہوں کے زمانہ میں ناواقف تھا۔ وزرا کی ذمہ داری بادشاہ کے حضور میں پہلے کی بہ نسبت زیادہ سخت ہوگئی تھی۔قرون وسطیٰ کے انگریزی سلاطین کسی معزول وزیر کو اُس کے عہدہ اور دولت کی ضبطی سے زیادہ سزا نہیں دیا کرتے تھے لیکن ہنری ہشتم کا غصہ بہت خطرناک تھا۔صرف اس کا غصہ ہی ہیبت ناک نہیں تھا بلکہ وہ وقت پر اپنے نہایت وفادار ملازم کا ساتھ بھی چھوڑدیتا تھا۔جب کبھی ایسے ملازم کی ہردلعزیزی میں کمی ہوتی جن افعال کے باعث پارلیمنٹ اس کے وزرا سے ناراض

ہوتی تو ہنری خود پارلیمنٹ کا ہم خیال بن جاتا تھا اور اس کو ترغیب
دیتا تھا ایسے ملازم کو ان افعال کی سزا دے حالانکہ یہ کام
شاہی مقصد کے حصول اور فائدہ کے لئے کئے جاتے تھے
چنانچہ ابتدائے سلطنت کے زمانہ میں اُس نے امپسن
اور ڈڈلے پر جو اس کے باپ کے ہاتھ میں جبری طریقہ پر
روپیہ وصول کرنے کے دو آلے تھے جہل اور غلط الزام
بغاوت لگاکر "مواخذہ" کرنے کی اجازت دے دی۔ اسی طرح
سے اُس نے لوگوں (یعنے پارلیمنٹ) کو بھڑکایا کہ وُلزی کا
"مواخذہ" یعنے اُس پر فوجداری مقدمہ کریں۔ وُلزی وہی
شخص ہے جس نے بڑی جانفشانی سے بادشاہ کے اثر کو
ملک اور بیرون ملک میں ترقی دی تھی۔ ایسا ہی جب
کرامویل کے ذریعہ سے بادشاہ کو پادریوں پر قدرت حاصل
ہوگئی اور خانقاہیں بند کردی گئیں تو اس نے اس کو
فرقۂ کیتھلک کے غضب پر بھینٹ چڑھا دیا۔ اس حکمت
عملی کے (سبب) سے ہنری نے قوت تو اپنے ہاتھ میں
رکھی لیکن نشانۂ ملامت دوسروں کو بنایا۔ جس قدر کہ
مشہور "مواخذے" یعنے فوجداری کارروائیاں اس کے عہد میں
ہوئی ہیں ان سب کا بانی ہنری ہی تھا۔ پارلیمنٹ اُنہی کو
برباد کرتی تھی جن کی ہنری نشاندہی کرتا تھا۔ ایڈورڈ ششم کے
عہد میں اس وقت کا نائب السلطنت (پروٹیکٹر) پارلیمنٹ
کے ہاتھوں باغوائے حاسدین ہلاک ہوا۔ ایلیزبتھ اپنے

وزرا کے انتخاب میں بہت احتیاط کرتی تھی جس کے سبب
اُن کے خلاف عام نفرت نہیں پھیلنے پاتی تھی۔ اس طرح
وہ کبھی مجبور نہیں ہوئی کہ اُن کو عام رائے پر قربان
کردے۔ اس نے پارلیمنٹ کو کبھی اغوا کیا کہ کسی بوڑھے
اور غیر ہردلعزیز مدبر کو برباد کرے لیکن اس کی خواہش
اور کوشش تھی کہ اُس کے وزرا اس بات کو خوب
سمجھ جائیں کہ وہ اسی کے جوابدہ ہیں۔

دور ٹیوڈر میں حکومت عاملانہ۔ ہم بیان کرچکے ہیں کہ
کس حد تک شاہان ٹیوڈر نے ان قیود سے اپنے کو
آزاد کیا جو پارلیمنٹ نے سلاطین پر قایم کی تھیں۔
اب ہم کو صرف انہی اسباب کا سراغ لگانا باقی رگیا ہے
جن سے یہ سلاطین اس قابل ہوگئے تھے کہ عاملانہ
حکومت کو جس قدر چاہیں کمزور کریں اور جس قدر چاہیں
قوی بنادیں۔ بادشاہ کے ماتحت رہکر پریوی کونسل (مستشار
شاہی) اصل عاملانہ حکومت تھی۔ شاہان ٹیوڈر کی پریوی کونسل کا
سلسلہ ابتدائی پلینٹجینٹ سلاطین کے کونسلوں تک پہنچتا ہے
لیکن اس پریوی کونسل اور اُن کونسلوں میں بعض صورتوں
میں فرق عظیم تھا۔

نارمن فتح کے زمانہ سے انگریزی سلاطین ایک مستقل
کونسل کے ذریعہ سے مہام سلطنت انجام دیا کرتے تھے
ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ کونسل عمائدین سلطنت اور بارگاہِ شاہی کے

ملازمین اور ایسے مخصوص لوگوں پر مشتمل ہوتی تھی کہ جن پر
بادشاہ کو بھروسہ ہوتا تھا اس میں ہر ایک قسم کا کام ہوسکتا تھا
اگرچہ بعض وقت اس کو وہ بڑی کونسل ہضم کر جاتی تھی جس کے
اراکین خصوصاً جاگیردار اور نواب (بیرن) ہوا کرتے اور
جس کا انعقاد قانون بنانے یا محصول لگانے کے واسطے
کیا جاتا تھا۔ ترقی تہذیب کے ساتھ جدید ادارات بھی پیدا
ہونے لگے تاکہ قدیم نارمن کیوریا رجیس (شاہی مجلس) کے
مخصوص کاموں کو اپنے ذمہ لے لیں۔ تیرھویں صدی میں
تو قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں اور چودھویں صدی میں
عدالت چانسری اس کونسل سے بالکل علحدہ کردی گئیں
اور ان عدالتوں میں سب قسم کا معمولی عدالتی کام ہونے لگا
اُسی زمانے میں انگریزی پارلیمنٹ کی اصلی شکل قایم
ہوئی اور اُس نے وضع قوانین اور محصول عاید کرنے کے
وہ سب اختیارات جن کو سابق میں متذکرۂ صدر بڑی
کونسلیں استعمال کیا کرتی تھیں حاصل کرلئے۔ ہم وثوق سے
کہہ سکتے ہیں کہ ان تغیرات کی تکمیل پر کیوریا رجیس (مجلس
شاہی) مفقود ہوگئی۔ لیکن بادشاہ ابھی تک عاملانہ حکومت کا
صدر تھا اور ابھی تک اس کو صلاح و مشورہ دیا جاتا تھا
چنانچہ ہم بتاسکتے ہیں کہ پندرھویں صدی میں بھی ایک شاہی
کونسل تھی جس کے اراکین عائدین سلطنت اور بعض نواب
اور پادری تھے جو زمانۂ حال کی وزارت کے اکثر فرایض کو

انجام دیا کرتے تھے۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ کونسل کبھی کبھی
نوابوں کی مجلس عام میں چھپ جاتی ہے لیکن موخرالذکر
مجلس ایک غیر معمولی تدبیر تھی جو نہایت دشوار اور نازک
وقتوں میں اختیار کی جاتی تھی۔ یہ کونسل عاملانہ حکومت کی
معیار تھی اور اس قدر مقتدر تھی کہ پارلیمنٹ نے اس کو
اپنے قابو میں لانے کے لئے مختلف طور پر کوشش کی
ہے۔ پارلیمنٹ اس کے اراکین کو نامزد کرتی تھی اور وہ مجبور
کئے جاتے تھے کہ اُس کی وفاداری کا حلف اُٹھائیں۔ پارلیمنٹ
ہی اِن کی تنخواہیں مقرر کرتی اور ان کی کارگزاری
کے لئے قواعد مرتب کرتی تھی۔

پریوی کونسل کا نام سب سے پہلے پندرھویں صدی
کے دفاتر میں پایا جاتا ہے مگر لینکسٹر سلاطین کی پریوی
کونسل شاہان ٹیوڈر کی پریوی کونسل سے بالکل مختلف
تھی۔ صرف یہی نہیں کہ مختلف طریقوں سے جن کا اوپر
ذکر ہوچکا ہے اس پر پارلیمنٹ کا اثر ڈالا جاتا تھا بلکہ اس
کے اراکین زیادہ تر امرا اور اساقفہ ہوا کرتے تھے۔ جو
بہ سبب اقتدار ذاتی بادشاہ کے ہاتھ میں کٹ پتلی کی
طرح نہیں رہتے تھے۔ اس طرح سے وہ اکثر اپنی آزاد رائے کا
اظہار کرتے اور شاہی حقوق محدود رکھتے لیکن وارز آف
روزیس (سفید اور لال پھولوں کی لڑائیوں) کے بعد سے
اس کی آزادی جاتی رہی۔ پارلیمنٹ نے اب اس کونسل میں

مداخلت کرنی چھوڑ دی اس واسطے کہ بادشاہ کا اثر ناقابل
اعتراض ہوگیا تھا اور اس کے ارکین ایسے قوی نہیں رہے
تھے کہ اپنے اختیار سے کام کرسکتے۔ خانقاہوں کی موقوفی
کے بعد تو اس میں بہت ہی تھوڑے مذہبی ارکین باقی
رہنے پائے اگرچہ اس میں تھوڑے امرائے ملکی بھی
شریک تھے مگر اُن کے وہ اختیارات کہاں تھے جو
قرون وسطیٰ کے آزاد نوابون کو حاصل تھے۔ چانسلر اور
خزانہ دار کو بھی اس کی رکنیت کا شرف حاصل تھا لیکن
اس کے معتمد کی نسبت یہ دونوں کم اثر رکھتے تھے
سابق میں اس کا معتمد ایک اعلیٰ درجہ کا پادری ہوتا تھا
لیکن اس دور میں یہ ایک نہایت قابل اعتماد اور مقتدر
وزیر سلطنت تھا۔ اگرچہ اس کی حیثیت معمولی تھی اور
وہ عوام سے ہوتا تھا لیکن وہ لایق و فاضل ہوا کرتا اور عزت
وجاہ کا خواہاں ہوتا تھا اور اسی لئے بادشاہ کی خوشنودی کا
طالب رہتا تھا کرامویل جس نے (پاپائے) روم کی قوت کا
استیصال کیا اور سیسل جو ہسپانیہ کی قوت پر غالب آیا
یہ دونوں اس کے (عہدۂ) معتمدی سے ممتاز ہوئے ہیں۔
بادشاہ ہمیشہ اس کی صدارت نہیں کرتا تھا لیکن
صرف انہی جلسوں میں شریک ہوتا تھا جبکہ کوئی ضروری کام
انجام دینا مقصود ہوتا تھا۔ کونسل میں وہ مطلق العنان تھا۔
اس کے ارکین خواہ وہ نہایت مخاصمانہ فرقوں کے ممبر

کیوں نہ ہوں اور ایک دوسرے سے حد درجہ کی دشمنی کیوں نہ رکھتے ہوں بادشاہ کے نہایت مطیع و منقاد تھے۔ جو کام کہ اب کیبنٹ میں ہوتا ہے وہ اُس وقت پریوی کونسل میں انجام پاتا تھا۔ کونسل ہی اس بات کو طے کرتی تھی کہ کس مسودہ قانون (بل) کو پارلیمنٹ کے کس بیت (حصہ) میں پیش کیا جائے، کن کن رقوم کی منظوری (پارلیمنٹ) سے حاصل کی جائے اور کونسی حکمت عملی پر کاروبار سلطنت چلایا جائے۔ مملکت کے جملہ ماتحت عہدہ داروں اور محکموں پر اس کی نگرانی ہوتی تھی۔ کونسل ہی ایلچیوں اور جنرلوں کے نام ہدایات صادر کرتی تھی اور بطور عدالت دادرسی کرتی تھی لیکن اس عدالتی فرض کو ہم زیادہ آسانی سے اس کے بعد بیان کریں گے

پریوی کونسل کی عدالتی حیثیت۔ صدیوں تک انگریزی دستور کا یہ اصول رہا ہے کہ بادشاہ "منبع انصاف" ہے خیال کیا جاتا تھا کہ بادشاہ کی ذات سے ہی مختلف عدالتوں نے اختیارات حاصل کئے ہیں۔ اگر کسی "فعل ناجائز کے لئے موجودہ عدالتیں کوئی چارہ کار عدالتی نہ بتلا سکتی ہوں تو بادشاہ کی ذات سے امید کی جاتی تھی کہ وہ ایسا چارہ کار بتلائے گا۔ چنانچہ جب قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں نے اپنے آپ کو اصطلاحی قواعد کا پابند کرلیا تو وہ اس قابل نہیں رہیں کہ بعض افعال ناجائز کے خلاف چارۂ کار عدالتی

بتاسکیں۔ متضرر فریق چانسلر کے پاس اس کے متعلق درخواست
پیش کرتا تھا اور یہیں سے عدالت چانسری کی بنیاد پڑی بعض
خاص عدالتی اقتدارات ہمیشہ بادشاہ کے ہاتھ میں رہتے تھے
شاہان ٹیوڈر کے جلوس کے قبل بھی یہ قوت کونسل کے
ذریعہ سے استعمال میں لائی گئی تھی مگر ان سلاطین کے
ماتحت یہ کونسل سلطنت میں سب سے زیادہ قوی محکمۂ
عدالت بن گئی۔

پریوی کونسل کس لئے آسانی سے محکمۂ عدالت بن گئی

دوسری عدالتوں پر اس کو بہ لحاظ اقتدار کے تفوق حاصل
تھا۔ بحیثیت سرکار اس کو یہ بات بھی حاصل تھی کہ اپنے
کسی عدالتی فیصلہ کی تعمیل کرانے میں وہ پورے سلطنت کے
زور کو صرف کرسکتی تھی اس لئے وہ ناجایز افعال کرنیوالوں کو
ارتکاب جرایم سے باز رکھ سکتی تھی اور یہ کام معمولی عدالتوں
سے نہیں ہوسکتا تھا۔ اگرچہ شاہی قضاۃ انگلستان میں
عرصۂ دراز سے دادرسی کیا کرتے تھے لیکن اب بھی
ملک میں ایسے اہل ثروت و امارت باقی رہگئے تھے
جو اس بات کے عادی تھے کہ "قانون کو اپنے ہاتھ میں
لے لیں" یعنے بغیر قانونی امداد کے اپنے دشمنوں سے
انتقام لیں اور فساد کریں۔ مدعی اور گواہ اور اہل جوری کو
ان کا خوف لگا رہتا تھا اور اگر کبھی اتفاق سے کوئی فیصلہ
(جوری کا) ان کے خلاف صادر ہوتا تو وہ اس کو نہیں مانتے تھے

شاہان ٹیوڈر نے ارادہ کرلیا تھا کہ ان عادتی قانون کے
پاس نہ کرنے والوں کو رام کریں۔ اس میں شک نہیں کہ
ان سلاطین نے ضرور ان کو مطیع بنا لیا، وہ اس کونسل
میں طلب کئے گئے اور ان کو جرمانہ اور قید کی سزائیں دی گئیں۔
دوسری فضیلت اس کونسل کو بحیثیت محکمۂ عدالت
یہ حاصل تھی کہ وہ ان عدالتی ضابطہ کے قواعد سے بالکل
آزاد تھی جن سے ملزمین کو پناہ ملتی تھی۔ قانون غیر موضوعہ
کی عدالتوں میں کسی مدعی علیہ سے کوئی ایسا سوال نہیں
کیا جاسکتا تھا جس سے اس کا جرم ثابت ہو سکے۔
اس کے برخلاف کونسل مدعی علیہ سے برابر سوال کرسکتی تھی
اگر وہ جواب دینے سے انکار کرتا تو اس کو قید کیا جاتا تھا
اول الذکر عدالتیں شہادت بہم پہنچانے کے لئے ملزمین کو
جسمانی تکلیف اور اذیت پہنچانے سے ناواقف تھیں لیکن
کونسل بعض اوقات جبکہ سلطنت معرض خطر میں ہوتی تو
جسمانی تکلیف کو جایز رکھتی تھی۔ پہلی قسم کی عدالتوں میں
جوری کا متفقہ فیصلہ قرار داد جرم کے لئے ضروری تھا لیکن
کونسل میں ایک معمولی کثرت رائے سے کسی شخص کی
بیگناہی یا جرم کا فیصلہ ہو جاتا تھا۔ ایسا ہی دوسرے
امور تنقیح طلب کی حالت تھی۔

تیسری بات کونسل کی تائید میں تھی کہ وہ بادشاہ کی
حد درجہ کی اطاعت گزار تھی۔ اگرچہ قضاۃ بھی بادشاہ کے

مطیع تھے لیکن بعض وقت وہ اپنے عہدہ کی روایات قدیمہ اور غیر موضوعہ قانونی مسائل سے جو اُن کی نظروں میں مقدس تھے متاثر ہوجاتے تھے۔ برخلاف ان کے کونسل کے اراکین قانونی احتیاط کم کرتے اور خواہشمند رہتے تھے کہ اُن کا مالک (بادشاہ) اُن سے خوش رہے وہ جانتے تھے کہ اسی نے ان کو اُس بلند مرتبہ پر پہنچایا ہے اور وہی ان کو اس سے گرا بھی سکتا ہے اس لئے کسی شخص کے لئے ممکن نہ تھا کہ کونسل کے گزند سے بچ سکے اگر اس کے اراکین کو معلوم ہوجائے کہ بادشاہ اس سے ناراض ہے۔

کونسل کے اختیاراتِ عدالت طول وعرض ملک پر محیط تھے لیکن بدامنی کو جلد رفع کرنے کی غرض سے ہنری ہشتم نے مزید دو ماتحت کونسلیں مقرر کیں۔ ایک کونسل شمالی اور دوسری کونسل ویلز۔ یہ کونسلیں اپنے اپنے زیر اختیار اضلاع میں اُسی قسم کی داد رسی کرتی تھیں جیسے شاہی کونسل میں دوسرے مقامات کے لئے ہوتی تھی۔

اس طریق سے ٹیوڈر بادشاہوں نے قدیم اور باقاعدہ عدالتوں کو شکست کرنے اور ان کے ضابطہ (کارروائی) کو تبدیل کئے بغیر شاہی قوت سے مقابلہ کرنے والوں کی سرکوبی کے نہایت موثر ذرایع پیدا کئے۔ ہرچند پریوی کونسل اور اسی کے ہم اقتدار و ہم پلہ کورٹ آف اسٹار چیمبر دی کونسل آف دی نارتھ (کونسل شمالی) اور کونسل آف ویلز

سزائے موت تو نہیں دے سکتی تھیں اور اسی لئے اِن میں سنگین جرایم کی تحقیقات بھی نہیں ہوسکتی تھی مگر یہ سب مقتدر تھیں کہ سزائے موت کے سوا سزائے جرمانہ و تازیانہ و قطع اعضا و سزائے قید غیر معین تجویز کرسکیں اُن کے ماتحت ایسی فوج تھی جس کا مقابلہ کسی رعایا سے نہیں ہوسکتا تھا اور وہ ایسا ضابطہ استعمال کرتی تھیں کہ جو بے قصور کے حق میں اکثر مہلک ثابت ہوتا تھا تاہم اس کی بدولت قصور وار کبھی سزا سے نہیں بچ سکتا تھا وہ شاہی ارادہ کی تعمیل کو اپنا فرض منصبی خیال کرتی تھیں اور اس کے لئے وہ ہر قسم کی بے احتیاطی عمل میں لانے کے لئے آمادہ رہتی تھیں۔ اسی قسم کی عدالتوں کے ذریعہ سے اکثر شاہان ٹیوڈر نے اپنی قوت کو ایسے وقت ملک میں قایم رکھا جبکہ تمام مملکت میں "اصلاح مذہب" کی شورش پھیلی ہوئی تھی۔

حکومت مقامی۔ ٹیوڈر بادشاہوں کے دور میں حکومت مقامی نے انگلستان میں ایک نئی شکل اختیار کی ضلع اور حصۂ شائر کی قدیم (عدالتیں) قعر گمنامی میں پڑی ہوئی تھیں شاہی عدالتوں نے اکثر ان کے عدالتی کاموں کو غصب کرلیا اور فوجی جاگیرات کی عدالتیں بھی جیسے جیسے ان کی جاگیری حیثیت میں فرق ہوتا گیا کم ہوتی گئیں ولین (مزارعین وابستہ اراضی) آزاد ہو ہو کر اراضی سے علحدہ ہوتے گئے

اور آزاد آدمیوں کو اراضی سے اس واسطے ہٹا دیا گیا کہ بھیڑوں کے رکھنے کے لئے جگہ نکل آئے۔ تاہم ترقی تہذیب کے سبب سے مستعد مقامی حکومت کی پہلے سے زیادہ ضرورت محسوس ہونے لگی۔

کونٹی (ضلع) ٹیوڈر بادشاہوں کے ماتحت شیرف (تعلقدار) اور عدالت ضلع برخاست ہوکر لارڈ لفٹیننٹ اور اعزازی نظمائے فوجداری (جسٹیسز آف دی پیس) مقرر ہوئے۔

اگرچہ تیرھویں اور چودھویں صدیوں میں شیرف کی قوت بہت کم کردی گئی تھی لیکن اس کی حیثیت بطور نائب شاہ اور صدر فوج ضلع اب بھی باقی رہی۔ ہنری ہشتم کے زمانہ میں ملکی سپاہ کو بہت کم ان لوگوں کے سپرد کیا جاتا تھا جو خاص طور پر اسی کام کے لئے مقرر کئے جاتے تھے فلپ اور میری کی سلطنت کے ایک ایکٹ کی رو سے اس تغیر کی تکمیل ہوئی یعنے لارڈ لفٹیننٹ کا جدید عہدہ قایم کیا گیا۔ لارڈ لفٹیننٹ ضلع کی فوج کا صدر ہوتا اور فوج ردیف (ملے شیا) کے حسن و قبح کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ سوائے اس کے شیرف کے اور بھی خاص فرایض تھے (۱) زمانۂ تحقیقات میں شاہی قضاۃ کا جبکہ وہ ضلع میں آئیں استقبال و سربراہی کرنا (۲) مجرمین کے قتل کرنے کا سامان بہم پہنچانا اور (۳) پارلیمنٹ کے انتخابات کے وقت ضروری تیاریاں کرنا۔

جسٹس آف دی پیس[۱] (اعزازی ناظم فوجداری کا عہدہ خاندان ٹیوڈر کے پہلے سے چلا آرہا ہے۔ بہادروں اور بانکوں (نایٹ) کو حلف دیا جاتا تھا کہ وہ ضلع میں امن قایم رکھیں ۱۱۹۵ء میں بھی اس کا پتہ ملتا ہے اور تیرھویں صدی کے تحریرات میں محافظانِ امن کا نام بھی پایا جاتا ہے ایڈورڈ سوم کے عہد کے ایک قانون بابت ۳۴ سنہ جلوس کی رو سے طے پایا کہ ہر ایک ضلع میں امن قایم رکھنے اور سنگین جرموں اور مداخلت بیجا کی تحقیقات کے واسطے چند اعزازی نظمائے فوجداری مقرر کئے جائیں ۔ ٹیوڈر بادشاہوں کے عہد میں یہ نظمائے ضلع کی عاملانہ حکومت کے مرکز بن گئے اور ان کی یہ حالت قانون حکومتِ مقامی مجریہ ۱۸۸۸ء تک جاری رہی۔

پیرش[۲]۔ ہم بیان کرچکے ہیں کہ پیرش اکثر حالتوں میں موضع کے ہم شکل قایم کیا گیا تھا۔ اگرچہ موضع کی حکومت خود اختیاری برباد ہوگئی تھی لیکن مذہبی امور میں پیرش کی ضرورت اُسی طرح باقی رہی۔ بہ نسبت زمانۂ حال کے اُس زمانہ میں لوگ گرجا کو زیادہ تر مدرسہ۔ جائے ملاقات۔ اور مقامی مفید کاموں کا مرکز خیال کرتے تھے۔ پیرشس (کونسل)، معقول رقم بطور چندہ وصول کرکے گرجا کی تزئین

---

[۱] Justice of the peace کی نسبت ضمیمہ میں تصریح کردی گئی ہے ۱۲۔

[۲] Parish کی تاریخ و تصریح ضمیمہ میں دیکھی جائے ۱۲۔

و قیام میں وقتاً فوقتاً صرف تھی اور مہتمم کلیسا (چرچ وارڈن) کا
تقرر عمل میں آتا تھا کہ بمعیت پادری گرجا کی عمارت کی نگرانی
کرے۔ لہذا عہد ٹیوڈر میں یہ لامحالہ پیرش سب سے چھوٹا
رقبۂ حکومت مانا جانے لگا۔ پیرش میں ہر صاحب خانہ پر
ایک باقاعدہ محصول وصول کیا جاتا تھا جو چرچ ایٹ یعنے
گرجاگھر یا پادری کے چندہ کے نام سے موسوم ہوتا تھا۔
ہنری ہشتم کے عہد کے مختلف ایکٹوں کے ذریعہ سے
سب سے پہلے پیرش پر ہی امدادِ مفلسین کا بار ڈالا گیا
پادری اور مہتممان کلیسا کو حکم دیا گیا کہ مفلسین کے واسطے
چندہ جمع کریں اور ممسک لوگوں کو جو بغرضِ عبادت
گرجا میں آئیں روپیہ دینے کی ترغیب دلائیں۔ ایلزبیتھ
کے عہد کے مشہور قانونِ مفلسین مجریہ سنہ ۱۶۰۱ء کی
بناپر کہ ہر ایک پیرش میں محتاجوں کے دو ناظر مقرر ہوں
ان کا فرض تھا کہ چندہ کی شرح مقرر کرکے رقم مجتمعہ
مفلس معذورین کی امداد پر اور محتاجینِ قابل کار کے
اوزار و آلات اور صناعی و دستکاری کے مصالحہ کی
فراہمی پر صرف کریں۔ ایکٹ مجریہ عہد فلپ اور میری
کی رو سے سڑکوں کی تعمیر و ترمیم اور ان کی نگہداشت
پیرش کے ذمہ کی گئی اور اس غرض کی تکمیل کے واسطے
ایک پیمایش کرنے والے کے انتخاب کا حکم دیا گیا۔ اسطرح
آخر عہد ٹیوڈر تک پیرش کی حکومتِ مقامی کی شکل نہیں

بدلنے پائی جب تک کہ ۱۸۳۴ء میں قانون مفلسین کی اصلاح ہوئی۔
بلاد۔ آخری سلاطین پلینٹیجینیٹ کے دور میں اکثر انگریزی شہروں کی دولت اور آبادی میں ترقی ہوئی۔ بعض بندرگاہوں اور صنعتی شہروں کی مرفہ الحالی میں بہت اضافہ ہوا۔ برسٹل اور ناروچ (نام بندرگاہ و شہر) کی پندرھویں صدی کی ترقیٔ دولت کی شہادت وہاں کے موجودہ متعدد اور شاندار گرجا زبانِ حال سے دیتے ہیں۔ مگر جب شہروں کی تعداد اور دولت میں اضافہ ہونے لگا تو اُن کی دستوری حکومت محدود ہوکر خاص لوگوں کے ہاتھ میں آگئی۔ اس تغیر کے اسباب پر تاریکی چھائی ہوئی ہے اور ناقل مورخین میں اِن کی نسبت اختلاف ہے مگر اس تغیر کو سب مورخین مانتے ہیں۔ سابق میں ساکنِ شہر بننا آسان تھا اس کے واسطے صرف کسی شہر کی سکونت اور مقامی محصول کا ادا کرنا کافی تھا۔ پندرھویں صدی اور اس کے بعد سے "حقوق شہری" کے حصول کی نسبت بہت دشواریاں پیدا ہوگئیں۔ اب یہ حقوق استحقاق شخصی متصور ہونے لگے اور ان کو حاصل کرنے کے واسطے حسب و نسب اور خریداری اور طویل امیدواری کی ضرورت تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہریوں کی جماعت بہ نسبت کل آبادی شہر کی بہت کم رہگئی اور اس قلیل جماعت میں بھی اقتدارات کی تقسیم مختلف تھی۔ مفلس اور دولتمند شہریوں کو مل کر کام کرنا ہوتا تھا غریب لوگوں کو اعزازی کام سے رغبت نہ تھی۔

اس وجہ سے وہ زیادہ دخل نہ دیتے تھے۔ لہذا متمول لوگ سب
کاموں پر حاوی ہوگئے اور ساری قوت انھیں کے ہاتھ میں
آگئی اور حکومت بلدی جمہوری نہ رہی اس جماعت میں بھی
تقسیم قوت مساوی نہیں رہنے پائی بلکہ یہ حکومت ایک محدود
اور مختصر بلدیہ کو منتقل ہوگئی جس کا انتخاب دولتمند شہری کیا
کرتے تھے ختم مدت پر یہ اپنا آپ انتخاب کرکے دوبارہ قایم
ہوجاتی تھی۔ اس انقلاب کی ابتدا تو پندرھویں صدی میں
ہوئی لیکن وہ ٹیوڈر سلاطین کے عہد میں سرسبز ہوا اور
اس سبب سے کہ بلدیات اور پارلیمنٹ کے اراکین کو
انتخاب کرنے کے حقوق ایک ہی نوعیت کے حاصل تھے
پارلیمنٹ کی ترتیب و ترکیب پر اس انقلاب کا بہت گہرا
اثر پڑا۔ جب تک کہ ریفارم ایکٹ (قانون اصلاح) مجریہ ۱۸۳۲ء
اور میونسپل کارپوریشنس ایکٹ (قانون بلدیات سند یافتہ)
مجریہ ۱۸۳۵ء نہیں جاری ہوئے اکثر ساکنین بلاد کی بڑی
تعداد بلدیات اور پارلیمنٹ کے اراکین کے انتخاب میں
اظہار رائے سے محروم رہی۔

حکومت کنیسہ۔ سلاطین ٹیوڈر کی مطلق العنانی کلیسا کے تعلقات
سے بالخصوص ظاہر ہوتی ہے۔ ہنری ہشتم اور الیزبتھ نے
اس سختی کے ساتھ کلیسا کو اپنے قابو میں رکھا کہ اُن کے
قبل اور بعد کے زمانہ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ شاہانِ
پلینٹجینٹ نے بارہا اہلِ کنیسہ پر قدرت حاصل کرنی چاہی

لیکن پاپائے روم کے آگے ان کی کچھ چلنے نہ پائی چونکہ سلاطین اسٹوورٹ کا میلان طبع ہائی چرچ[1] یا کتھلک مذہب کی جانب تھا لہذا وہ اہل کنیسہ کی کچھ عزت کرتے تھے۔ لیکن ہنری اور ایلیزبیتھ تو صدر اسقفوں اور اسقفوں اور چھوٹے درجہ کے پادریوں کے ساتھ اس طرح سلوک کرتے تھے جیسا کہ ملازمین کے ساتھ کیا جاتا ہے جسے چاہتے مقرر کرتے جسے چاہتے برطرف کردیتے تھے اگر کوئی مذہب پروٹسٹنٹ یا کیتھلک سے علانیہ انحراف کرتا تھا تو ان بادشاہوں کے عہد میں اُس کو نہایت سخت سزا دی جاتی جس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ مجرم نے خلاف قانون و حکومت بادشاہ نہ کہ مذہبی مرض میں مبتلا ہوکر جو اُس کی روح کے لئے ہلاک ہے ارتکاب جرم کیا۔ ایلیزبیتھ اور اُس کے وزرا اکثر اظہار کیا کرتے کہ اُن کو لوگوں کے عقائد سے کوئی سروکار نہیں اور وہ یہ نہیں چاہتے کہ آزادی نفس کو کسی قسم کا گزند

---

[1] انگلستان کے مقررہ مذہب پروٹیسٹنٹ کے دو گروہ ہیں (۱) ہائی چرچ مین (زیادہ پابند رسوم) (۲) لو چرچ مین (کم پابند رسوم) اول الذکر فرقہ اسقف وغیرہ کو حوارین مسیح علیہ السلام کا جانشین خیال کرتا ہے۔ اُن کا عام طور پر عقیدہ ہے کہ عشائے ربانی کی رسم کے وقت حضرت مسیح موجود رہتے ہیں اور ہر ایک عیسائی کو لازم ہے کہ سن شعور کو پہونچنے کے بعد اپنے بپتسمۂ سابق کی اسقف سے تصدیق کرائے نیز اس فرقہ کے عقیدہ میں کلیسا کی حکومت اور صدارت کا مستحق گروہ اساقفہ ہے۔ یہ لوگ رسوم اور علامات ظاہری کو بہت اہم سمجھتے ہیں۔ اسکے خلاف دوسرا گروہ ان باتوں کی جانب کم راغب ہے اور اکثر امور میں اس کو ہائی چرچ والوں کے مخصوص عقائد سے انکار ہے۔

پہنچے۔ لیکن اُن کا یہ ادعا غلط تھا۔ تاہم اکثر مورخین یقین کرتے ہیں کہ ایلیزبیتھ کو مذہبی جنون نہ تھا اگر وہ لوگوں کو اذیت پہنچاتی تو اُس کی بنیاد دنیوی اغراض پر ہوتی تھی۔

اگر انگریزوں کی بڑی تعداد کسی ایک خاص طریقہ کے اصول مذہبی (یعنے مذہب کیتھلک یا پروٹسٹنٹ) کو سچے دل سے اختیار کرنے پر راغب ہوتی تو ہنری اور ایلیزبیتھ اس طریق کو (جس کا ذکر آیندہ آئے گا) ہرگز اختیار نہ کرتے بلکہ وہ ان دونوں مذہبوں میں سے کسی ایک کے رہبر و حامی بن جاتے۔ لیکن انگریزوں کا بہت بڑا گروہ کیتھلک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے مسایل اختلافی میں کسی قسم کی دلچسپی ظاہر نہیں کرتا تھا۔ اس کی دلی خواہش صرف یہ تھی کہ (پاپائے) روم کی ماتحتی اور اُس کے محصول لگانے اور اُس کے اختیارات عدالتی اور بیجا حمایت و سرپرستی سے کسی طرح نجات ملے۔

اسی جوش و غضب کے سبب سے انگریزوں نے بادشاہ کی مذہبی صدارت کو قبول کرلیا اور پوپ کے خلاف بادشاہ کے ساتھ ہوگئے۔ قوم کے آزاد ہونے کی خواہش اور بادشاہ کی قوی ہونے کی تمنا نے ایک دوسرے سے مل کر مذہبی معاملات میں ہنری اور ایلیزبیتھ کو تقریباً پوپ کے برابر مقتدر و باا‌ثر بنادیا۔ یہ دونوں اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ ان کی خیر اسی میں ہے کہ پروٹسٹنٹ اور کیتھلک مذہبوں کے

درمیان ایک تیسرا طریقہ اختیار کیا جائے۔ نہ تو ہنری اور الیزبیتھ اور نہ خود قوم ہی رواداری کے مبارک اصول سے واقف تھی۔ شاید اس مہلک تنازع کے زمانہ میں بے تعصبی پر عمل نہیں ہوسکتا تھا لیکن ہنری اور الیزبیتھ (دونوں) نے اصول مذہب اور رسوم (فروعات) مذہب (یعنے اصول کے پابند پروٹسٹنٹ اور فروع و رسوم کے پابند رومن کیتھلک) میں مصالحت پیدا کرنے کی کوشش کی جس سے اعتدال پسند بزدل اور مذہب سے بے پروا لوگوں کی جو اُس وقت کثرت سے پائے جاتے تھے تشفی وتسلی ہوسکے[1]۔اس حکمتِ عملی کی بنا پر جب رعایا کی کثرت ان کے ساتھ ہوگئی تو ان دونوں کو یہ قدرت حاصل ہوگئی کہ اگر وہ قلیل جماعت جو اِن مرتبہ اصولِ مذہب کو پسند نہیں کرتی تھی مخالفت کر بیٹھے تو وہ آسانی سے اُس کی سرکوبی کرسکیں۔

مذہب میں شاہی صدارت منوانے کے لئے ہنری کی تدبیریں۔ ہنری ہشتم نے اہل کنیسہ سے ایک بڑی مقدار جرمانوں کی اس جرم کی پاداش میں بجز وصول کی کہ انھوں نے ولزی کے ادعائے حکومت کو بحیثیتِ نائب

---

[1] انگلستان کے مقررہ انتالیس اصول مذہب میں بعض اصول کو اس طرح مذبذب اور ذو معنی طور پر ان دونوں نے مرتب کرایا کہ رومن کیتھلک اور پروٹسٹنٹ کے دونوں فرقے اپنے مطلب پر ان کی تاویل کرسکیں اور ان سے خوش رہیں۔

پاپائے روم کیوں مان لیا تھا۔ بادشاہ نے پارلیمنٹ
سے ایک قانون جاری کرالیا کہ ہر ایک قابض
جائداد مذہبی پہلے سال کی آمدنی بادشاہ کو ادا کرے
جو وہ اس کے قبل پوپ کو ادا کرتا تھا۔ ایک
دوسرا قانون بھی بنا جس سے مذہبی عدالتوں کو
آیندہ سے روم میں مرافعہ دائر کرنے کی ممانعت
کی گئی۔ اس نے اول تو پادریوں کو ان کی صدر
مجلس انتظامی کے ذریعہ سے اور بعد ازاں پارلیمنٹ
کو ہموار کرلیا کہ دونوں طبقات رعایا اس کو انگلستان
میں مروجہ مذہب کا صدر مانیں۔ اس نے پہلے تو
چھوٹی چھوٹی اور اس کے بعد بڑی بڑی خانقاہوں
کو موقوف کرکے ان کی اراضی اکثر دنیوی اشخاص میں تقسیم
کردی۔ ان طریقوں سے اس نے پاپائے روم کی طاقت
کی اس طرح بیخکنی کی کہ شہزادی میری بھی اپنے عہد
سلطنت میں اس کو دوبارہ قایم نہ کرسکی۔

ایڈورڈ ششم کے عہد میں اصلاح مزید۔ اس کا عکس عہد میری میں۔ ہنری ہشتم نے عقائد و رسوم مذہبی کی
نسبت کسی مستقل و معین اصول کی تقلید نہیں کی بلکہ
وہ ہمیشہ رومن کیتھلک مذہب کے عجیب و غریب عقائد
مثلاً مسئلہ ٹرانسبسٹنٹیئشن[1] (استحالہ) کو رواج دینے کی

---

[1] حاشیہ صفحہ (۱۹۶) پر ملاحظہ ہو۔

کوشش کرتا تھا۔ اس کے برخلاف اِس نے چرچ سروس (صلوٰۃ نصاریٰ) کے کچھ حصہ کے ترجمہ کی اجازت دے دی اور ہر ایک پیرش کے گرجا میں انجیل کا انگریزی ترجمہ رکھوادیا۔ ایڈورڈ ششم کے عہد میں ایک نئی کتاب مناجات و مواعظ جیسی کہ اب مروج ہے تالیف ہوئی۔ انگلستان کے مروجہ مذہب کے عقائد بیالیس فقروں میں منضبط کرائے گئے۔ ان میں اور الیزبیتھ کے زمانہ کے اُنتالیس فقروں میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ ڈاکٹرین آف ٹرانسبسٹیانیشن (مسئلہ استحالہ) ترک کیا گیا۔ پادریوں کے سامنے اقرار گناہ کرکے عفوخواہی کا طریقہ مذموم قرار پایا۔ پادریوں کی حالتِ تجرد پر سوءظن اور توہمات ہونے لگے۔ گرجوں کے قربان گاہ مسمار اور (حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ وغیرہ کے) مجسمے برباد کئے گئے جو بلوری دروازے اور دریچے ان

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) یعنے ایک شئے کا دوسری شئے میں تبدیل ہوجانا۔ یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ نے حواریوں کے ساتھ اُس شب میں جس کی صبح کو وہ بادشاہ کے سپاہیوں کے ہاتھ گرفتار ہوکر مصلوب ہوے جو اخیر غذا تناول کی اُس کی شراب اور روٹی کو مسیح کا خون اور گوشت سمجھنا کیتھلک عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ اس عشائے ربانی کی روٹی اور شراب جس کو پادری کے حکم سے مصلی کھاتے ہیں معجزہ سے حضرت عیسیٰ کے گوشت اور خون میں تبدیل ہوجاتے ہیں اگرچہ پروٹسٹنٹ مذہب میں یہ رسم واجب ہے لیکن روٹی اور شراب سے وہ لوگ حضرت مسیح کے گوشت و خون سے استعارہ کرتے ہیں اور مثل کیتھلک کے اس کو استحالہ نہیں سمجھتے۔ ان دونوں فرقوں کا اختلاف مذہبی زیادہ تر اسی خاص عقیدہ پر مبنی ہے ۱۲۔

تصویروں سے مزین تھے توڑ دئے گئے اور مذہبی مُطلّا کتابیں جلادی گئیں۔ ان دست درازیوں کے سبب سے بعض ایسے اشخاص بھی ناراض ہوگئے جو عقائد کے جھگڑوں سے بے تعلق تھے۔ بعضوں کے دلوں پر اُن چند دنیادار اور حریص لوگوں کے اخلاق سے جو اپنے آپ کو اصلاح مذہب کے حامی و سرگرم تبلاتے تھے۔ ان حرکات سے سخت صدمہ پہنچا۔ بالآخر ایڈورڈ کی وفات کے بعد لیڈی جین گرے کو وارث تخت و تاج بنانے کی کوشش سے اکثر وفادار اور قانون پسند اہل ملک سخت برہم ہوگئے۔ انہی حالات کے سبب سے ملکہ میری کے زمانہ میں سرگرم و مستعد رومن کیتھلک کا درباری جتھا اس قابل ہوگیا کہ ایڈورڈ ششم کی سب اصلاحات کو پلٹ دے اور پروٹیسٹنٹ پر خوب مظالم کرے۔ اکثر پروٹیسٹنٹ مذہب رکھنے والے مجبور ہوکر بظاہر کیتھلک عقیدہ اختیار کرنے لگے لیکن اِس ظلم و تشدد کا حسب منشا نتیجہ نکلنے نہیں پایا تھا کہ میری کا انتقال ہوگیا اور ایلیزبیتھ نے اُس کا سارا کام خاک میں ملادیا۔

اصلاح مذہب کی تکمیل کے لئے ایلیزبیتھ کا بعض تدبیروں کو اختیار کرنا۔ ایلیزبیتھ نے خفیف ترمیم کے بعد ایڈورڈ ششم کے زمانہ کی کتاب مناجات و مواعظ اور اصول مذہب کے فقروں کی دوبارہ اشاعت کی۔ اِس کی پہلی پارلیمنٹ نے

اُن دو مشہور توانین کو نافذ کیا جن کے سبب سے شاہی صدارت قایم اور عام عبادت میں یکرنگی پیدا ہوگئی۔

قانون صدارت۔ مجریہ ۱۵۵۹ء۔ اس ایکٹ کی رو سے (۱) لازم کیا گیا کہ صاحب معاش پادری اور عہدہ دارانِ شاہی بادشاہ کی صدارت کا حلف لیں جس کے سبب سے غیر ملکی شہزادوں اور روسائے کنیسہ کے مذہبی اور دنیوی اقتدار سے ان حلف کرنے والوں کو انکار کرنا پڑا۔ (۲) اگر کوئی شخص بذریعۂ تقریر یا تحریر کسی غیر ملکی شہزادہ یا رئیس کنیسہ کے مذہبی اقتدار کے استحقاق کو قایم کرنے کی کوشش کرے تو پہلی مرتبہ وہ مستوجب سزا ہوگا اور دوسرے مرتبہ کی خلاف ورزی بادشاہ کے خلاف بغاوت سمجھی جائے گی۔

اس کے تین سال کے بعد ان سب لوگوں کے لئے حلف صدارت شاہی لازم قرار دیا گیا جو دونوں (آکسفورڈ وکیمبرج) سے کسی ایک یونیورسٹی کی ڈگری (علمی سند) یافتہ یا پیشۂ وکالت کرتے ہوں یا دارالعوام کے رکن ہوں۔

ایکٹ آف یونی فارمٹی (قانون یکرنگی یا عمومیتِ شریعت) مجریہ ۱۵۵۹ء اس ایکٹ کے ذریعہ سے (۱) بجز مقررہ کتاب صلوٰۃ کے کسی دوسری کتاب کے استعمال کرنے سے پادریوں کو قطعاً ممانعت کردی گئی اور پہلی (مرتبہ کی) خلاف ورزی کی سزا ضبطی جائداد منقولہ دوسرے (مرتبہ کی) خلاف ورزی کی سزا ایک سال کی قید اور تیسری خلاف ورزی کی سزا

قیدِ دوام قرار پائی (۲) ہر ایک شخص پر جو یوم السبت (یکشنبہ) یا کسی تعطیل کے روز گرجا کی نماز سے غیر حاضر رہے ایک شلنگ جرمانہ عاید کیا جاتا تھا۔

فرقہ پیورٹن کا نشو نما۔ عدالت ہائی کمیشن (اختیارات شاہی)

ایکٹ آف سپرمیسی اور ایکٹ آف یونانی فارمٹی دراصل رومن کیتھلک کے خلاف جاری ہوئے تھے۔لیکن الیزبیتھ کے انتظام مذہبی سے اکثر جوشیلے پروٹسٹنٹ ناراض ہوگئے تھے اور میری کے زمانہ کے مظالم سے تنگ ہوکر اکثر انگریزی پادری سوئیٹزرلینڈ اور جرمنی پروٹسٹنٹ باشندوں کی پناہ میں چلے گئے تھے جہاں ان کو کلیسا کے لئے پرِسبی ٹیرین[1] طرز کی حکومت اور انتظام پسند آگیا اور اکثر مذہبی رسوم جو ابھی تک انگریزوں میں باقی رہگئے تھے ان کے خیال میں مذموم تھے یہی لوگ اولینِ پیورٹین ہیں الیزبیتھ ان کے ساتھ رعایت نہیں کرتی تھی اس واسطے یہ لوگ اس کی صدارت پر اعتراض کرنے لگے۔پیورٹین کا خاص (مصنف) ٹامس کارٹ رایٹ نے تو یہاں تک لکھدیا ہے کہ علاقۂ دیوانی کا ناظم فوجداری کلیسا کے معاملات میں اپنے کو پادریوں کا ماتحت سمجھے۔

الیزبیتھ کے بعض وزرا پیورٹین لوگوں سے بمدارا پیش آتے تھے ۱۵۷۱ء اور اس کے بعد سے دارالعوام عموماً ان کا طرفدار رہا ہے۔انگریزوں کے پروٹسٹنٹ

---

[1] و [2] دیکھو نوٹ ہائے متعلقہ مندرجہ ضمیمہ ۱۲۔

مذہب کو بھی اس فرقہ کی کامل طاقت سے کیتھلک دول
کے حملوں کا مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ اس واسطے عرصۂ دراز تک
پیوریٹن زیادہ نہیں ستائے گئے۔ لیکن ۱۵۸۳ء میں مذہبی
جنون رکھنے والا وٹ گفٹ جو ان کا دشمن تھا کنٹربری کا
صدر اُسقف مقرر ہوا۔ اس کو پیوریٹن کے خلاف ایک ہتھیار
بشکل عدالت ہائی کمیشن ہاتھ آگیا۔ یہ عدالت ملکہ کے
اس اختیار کی بنا پر قایم ہوئی تھی جو ایکٹ آف سپرمیسی
کے ذریعہ اس کو دیا گیا تھا۔ اسی سال اس کی ترتیب
و ترکیب از سرنو عمل میں آکر اس کے اراکین تینتالیس
مقرر ہوئے تھے مگر عدالتی اختیار کے انصرام کا نصاب
تین اراکین سے کامل سمجھا جاتا تھا اس کے غیر مذہبی
اراکین تو محض وجود معطل تھے مگر کام کرنے والے صرف
اساقفہ اور مذہبی وکلا تھے۔

عدالت مذکورہ ہر ایک قسم کے فعل ناجایز کی جو
ایکٹ آف سپرمیسی اور ایکٹ آف یونیفارمٹی کے خلاف
سرزد ہو تحقیقات کرسکتی تھی۔ ان افعال ناجایز میں ملحدانہ
خیالات اور باغیانہ مضامین کی کتابوں کا بھی جو ان
قوانین کے خلاف شایع ہوں شمار کیا جاتا تھا۔ زنا اور
تزویج محرمات اور تمام اخلاقی جرایم کے مقدموں کی اسی میں سماعت اور
تجویز ہوتی۔ گواہ کو ایکس[1] افیشیو (خدمتی) حلف کرایا جاتا تھا

---

[1] حاشیہ صفحہ (۲۰۱) پر ملاحظہ ہو۔

جس سے وہ مجبوراً ایسے سوال کا جواب ادا کرنے سے انکار نہیں کرسکتا تھا جس سے اُس کا مجرم ہونا پایا جائے۔ اسی محکمہ میں پادریوں کی معاش ضبط ہوسکتی تھی اور ان کو عدالت کے اختیار تمیزی کی بنا پر سزائے جرمانہ و قید دیجاسکتی تھی۔

عدالت ہائی کمیشن مدتوں فرقہ پیورٹین کے پادریوں اور غیر مذہبی لوگوں کو تنگ کرنے کے لئے جاری رہی۔

دورِ ٹیوڈر کا اختتام۔ اس دور کے خاتمہ پر انگریزوں کی قوم میں پلینٹیجینٹ سلاطین کے عہد کے لحاظ سے بالکل تغیر ہوگیا تھا۔

امرا۔ وہ لوگ جو ہنری ہشتم کے زمانہ میں امیر بن گئے تھے اس وقت تک ان کی جڑیں خوب مستحکم ہوگئیں۔ اور ان کے مرتبہ اور دولت میں بھی خاص ترقی ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ ان لوگوں نے پرانے امیروں کے خاندانوں میں اور اہل تجارت سے شادی بیاہ کرلیا تاجروں کی خوش حالی تو روز افزوں ترقی پر تھی اِس لئے انگریز اب اس قابل ہوگئے تھے کہ امورِ سیاست میں زیادہ

لہ (حاشیہ صفحہ گذشتہ) قانونی حلف دو قسم کا ہوتا ہے (۱) عدالتی (۲) خدمتی۔ پہلے طرز کی حلف میں اگر جھوٹی قسم کھائی جائے یا جھوٹا اقرار کیا جائے تو حلف کرنیوالا دروغ حلفی کا مرتکب اور اس جرم کی سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ وفاداری کا حلف یا کسی اور عہدہ کی بنا پر جو حلف کرنا ہوتا ہے خدمتی حلف کی قسمیں ہیں اگر کوئی شخص اس قسم کی جھوٹی قسم کھائے یا جھوٹا اقرار کرے تو اس سے دروغ حلفی کے جرم کا ارتکاب نہیں ہوسکتا اور نہ وہ سزا کا مستوجب سمجھا جاسکتا ہے ۱۲۔

آزادانہ طریقہ اختیار کریں)۔ تاہم یہ جدید طبقۂ امرا اُن روسا سے بالکل مختلف تھا جو وارز آف روزیس (سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں) میں ختم ہوگئے تھے۔ فن جنگ میں ترقی کیا ہوئی کہ امرا کی فوجی فضیلت ہمیشہ کے لئے جاتی رہی۔ طبقۂ جدید میں منچلے سپاہی نہیں بلکہ صلح پسند اور مہذب و شایستہ امرا تھے۔ ان کی دولت حسب و نسب اور تعلیم اور خصوصًا اس سبب سے کہ یہ امرا مقامی اور قومی امور سلطنت میں کثرت سے شریک ہوا کرتے تھے ان کا عوام پر بہت اثر تھا تاہم قوم کی عام امداد کے بغیر یہ لوگ کوئی کام بادشاہ کے خلاف مرضی نہیں کرسکتے تھے۔

اہل کنیسہ۔ اس زمانہ میں پادریوں کی آزادی بالکل جاتی رہی چھاپہ کی ایجاد نے ان سے علم کا اجارہ لے لیا۔ ریفریمیشن (اصلاح مذہب) نے لوگوں کے دلوں سے اِس عقیدہ کو مٹا دیا کہ اہل دنیا کے لئے پادری ہی خدا کی رحمت و برکت کا وسیلہ ہیں اور اسی اصلاح مذہب کے سبب سے کلیسا کی بڑی دولت نکل گئی اور امرائے مذہبی کی رکنیت پارلیمنٹ کی خدمت میں اکثر خالی ہوگئیں۔ اسی کی بدولت پادری روما سے علیحدہ ہوگئے، اس لئے اب وہ پوپ کو بادشاہ سے نہیں لڑا سکتے تھے اور خود بادشاہ کے تابع فرمان بن گئے۔ اب یہ لوگ بادشاہ کو مذہب (کلیسا) کا صدر اعلیٰ سمجھنے لگے اور مذہب کو پوپ کے بیرونی اور پیوریٹن کے

اندرونی حملوں سے بچانے لگے۔ یہی سبب تھا کہ سترھویں
صدی میں انگلستان کے پادریوں نے بادشاہ کی قوت کو زبانی
ایسی آب و تاب دی کہ انہی کے زمانۂ وسطی کے اسلاف
اس کو بادشاہ کی غلامی و خوشامد بلکہ توہین مذہب خیال کرتے تھے۔
عوام۔ بخلاف ان دو طبقوں کے اس دور کے خاتمہ پر عوام ہنری
ہشتم کے جلوس کے زمانہ کے بہ نسبت بہت زیادہ قوی
ہوگئے تھے۔ باوجود سخت مصیبتوں اور آفتوں کے ٹیوڈر سلاطین
کے عہد میں تجارت و حرفت کو خوب ترقی ہوئی خصوصاً ایلزبیتھ
کی سلطنت میں انگریز یورپ کی سب اقوام سے زیادہ
مرفہ الحال ہوگئے۔ چھاپہ کی ایجاد ابتدائی مدارس کی کثرت
انگریزی علم ادب کی ترقی و اشاعت سے طبقۂ متوسطین کی
عقل و شعور کو خوب جلا ہوئی۔ اصلاح مذہب کا زور شور سمندر
کی مسافت طے کرنے میں ترقی اور قومی قوت کے بڑھنے کی
خوشی سے متوسط لوگوں کی جراءت اور ہمت میں اضافہ ہوا۔ لیکن
پیورٹین خیالات کی توسیع سے ان کے طبقہ نے پادریوں اور امرا کا
جن کی وہ پہلے تقلید کیا کرتا تھا ساتھ چھوڑ دیا اور امور سیاست
میں ایک آزادانہ روش اختیار کی۔ سترھویں صدی کی لڑائیوں
میں انہی لوگوں نے وکیلوں اور اضلاع کے شرفا کی رہبری
میں بڑے بڑے نتیجہ خیز معرکے کئے ہیں۔

جیمس اوّل چارلس اوّل اور جمہوری حکومت

سنہ ۱۶۰۳ء سے سنہ ۱۶۶۰ء تک کے حالات

تمہید۔ دور ٹیوڈر کے خاتمہ پر شاہی قوت پہلے سے کہیں بڑھ گئی۔ لیکن یہی فرطِ قوت اسٹوورٹ سلاطین کی ہلاکت کا سبب ہوئی۔ انگلستان کی قوت کو دوسری دول ماننے لگی تھیں اور ملک میں امن و اماں ہوگیا تھا۔ مطلق العنان حکومت کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اور آزادی کی خواہش ترقی پر تھی۔

ٹیوڈر سلاطین صرف مذہب کے معاملہ میں خود مختار تھے۔ قوم کی سرداری کی بنا پر تو یہ قانون اور نظیر کی ضرور پابندی کرتے لیکن مذہب کی صدارت کے لحاظ سے یہ سلاطین اُسی غیر محدود طاقت کے وارث بن گئے تھے۔ جو پوپ کو حاصل تھی۔ ایلیزبیتھ نے اس قوت کو پیوریٹنوں کی

سرکوبی کے لئے صرف کیا مگر اُس کی ایذا رسانی سے جو دل سے نہیں تھی یہ اور بھی قوی ہوگئے۔ جیمس اول نے الیزبیتھ کی حکمت عملی کو جاری رکھا۔ پیورٹین فرقہ بھی مقابلہ پر اڑا رہا چارلس اور صدر اسقف لاڈ نے انتہا درجہ کی سختی کی۔ ان دونوں نے اپنا یہ فرض سمجھ رکھا تھا کہ سب اہل مذہب کو اپنے ہی دین پہ چلائیں اور پیورٹین اپنا فرض مذہبی سمجھتے تھے کہ اِن کے دین کی پیروی نہ کریں۔ لانگ پارلیمنٹ نے جس میں کہ پیورٹین لوگوں کی کثرت تھی فرقۂ پیورٹین کے خلاف مظالم وجبروتعدی کو موقوف کرادیا۔ لیکن پیورٹین بھی مثل اپنے معاندین کے آزادی مذہب کے روادار نہ تھے۔ یہ چاہتے تھے کہ مذہب انگلستان کو اپنے اصول پر نئے سرے سے ڈہال لیں اور اُسقف کے عہدہ کو موقوف کرکے عام کتاب صلوٰۃ کو منسوخ کردیں اِس لئے قوم کا بہت بڑا حصہ مذہب اور بادشاہ کے ساتھ اور اِن کے خلاف برسرپیکار ہوگیا۔

اس خانہ جنگی میں اگرچہ پیورٹینوں کو کامیابی ہوئی مگر ان کے دو فرقے ہوگئے پریس بٹیرین[1] اور انڈیپنڈنٹ اول الذکر فرقہ کی ملک میں اور موخرالذکر کی فوج میں کثرت تھی۔ پہلے فرقہ کا کوئی مشہور سردار نہ تھا مگر دوسرے فرقہ کا رہبر کرامول تھا جس کی سپہ سالاری اور مدبرین کے زرّیں کارنامے آج تک شہرۂ آفاق ہیں۔ بالآخر فوج نے پارلیمنٹ کو

---

[1] دیکھو متعلقہ نوٹس مندرجہ ضمیمہ ۱۲

اپنے مخالفین سے پاک صاف کردیا۔ بادشاہ کو قتل کیا اور فرقہ انڈیپنڈنٹ کو تینوں ملکتوں کا حاکم بناکر چھوڑا۔

اس کے بعد کرامول نے ایک اور کام کیا۔ پارلیمنٹ کے بقیہ مخالف اراکین کو جو فوج کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتے تھے منتشر کردیا۔ وہ انگلستان میں اپنے ذاتی اثر و اختیار سے امن قایم کرنا چاہتا تھا اور اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے وہ خوشی سے عام طور پر رواداری اور مذہبی آزادی کی اجازت دے دیتا لیکن کُل قوم اس کی حکومت سے کبھی راضی نہیں ہوئی۔ پریس بٹیرین اور انگلیکن[1] اور رومن کیتھلک یہ سب اُس کے جانی دشمن تھے۔ اُس کے مرنے پر ملک میں کوئی شخص ایسا نہ رہا جو فوج کو قابو میں لاسکتا یا قوم پر اپنا سکہ جما سکتا۔ اُس کا بیٹا رچرڈ بہت جلد معزول کردیا گیا۔ اور انگلستان میں اسٹورٹ بادشاہوں کی حکومت اور پرانے دستور کو دوبارہ قایم کرنے کی غرض سے سب فرقے آپس میں متفق ہوگئے۔ لوگوں کی عام خواہش یہ تھی کہ اگر سب کو نہیں تو کم سے کم انگلیکن اور پریس بیٹیرین مذہب والوں کو اظہار عقیدہ کی آزادی دے دی جائے۔

اِس لئے جیمس اوّل کے جلوس سے چارلس دوم کے جلوس تک امور سیاست میں مذہب ہی کا خاص اثر رہا ہے۔

---

[1] دیکھو نوٹ متعلقہ مندرجہ ضمیمہ ۱۲۔

جیمس اوّل کے اخلاق اور سلطنت - اگرچہ جیمس قابل شخص تھا لیکن عقلمند نہ تھا۔ اس کی حکمت عملی کے دو اصلی مقصد تھے۔ ایک تو امن قایم رکھنا اور دوسرے اپنے اختیار کو رعایا سے منوانا۔ سلطنت کے ابتدا ہی میں اُس نے ہسپانیہ سے صلح کرلی اور پھر یہ ارادہ کرلیا کہ حتی المقدور مذہبی لڑائی کی نوبت نہ آنے دے۔ اس بات کی آرزو میں کہ کیتھلک دول سے قریب کے تعلقات پیدا ہوں اُس نے دربار ہسپانیہ سے وہاں کی شہزادی کو اپنے لڑکے چارلس کے عقد میں لانے کی غرض سے طولانی مراسلت کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی اور آخر فرانس کی شہزادی اس کے عقد میں آئی - یہ کارروائیاں قبل از وقت تھیں اور دانشمندی پر مبنی نہ تھیں کیونکہ اُن کی وجہ سے دربارِ انگلستان میں عموماً رومن کیتھلک کی جانب سے شبہات پیدا ہوگئے۔

جیمس کا رجحان فرقۂ رومن کیتھلک کو مذہبی آزادی دینے کا تھا لیکن اسکاٹلینڈ کے تجربہ نے جہاں پرسبٹیرین فرقہ کے پادریوں کی حکومت تھی اسے فرقہ پیوریٹن کا دشمن بنادیا تھا اس دشمنی کی وجہ سے بادشاہ اور پارلیمنٹ میں آئے دن جھگڑے ہونے لگے کیونکہ بیت العوام میں اُن دنوں بہ نسبت الیزبیتھ کے زمانہ کے پیوریٹن اراکین زیادہ ہوگئے تھے -

جیمس کی تمنا تھی کہ ہر ایک شخص اس سے ہدایت

حاصل کرے یعنے اس کا ہمخیال ہو جائے۔ اُس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ اُس کی اس عالمانہ تجویز سے کہ رومن اور اصلاح شدہ فرقوں میں مصالحت ہو جائے پوپ اور کیتھلک بادشاہوں کو کیوں مخالفت ہے اور اس بات کے سمجھنے سے بھی وہ عاجز تھا کہ اس کی رعایا اُس طرزِ عبادت پر کیوں اڑی ہوئی ہے جسے یہ خود ناموزوں خیال کرتا ہے اور کیوں اُس طریقہ کی مذہبی حکومت پر مصر سمجھتا ہے درحقیقت وہ یہ چاہتا تھا کہ (ملک و قوم کا) مالک بنجائے لیکن نہ تو اُس میں اتنا حوصلہ تھا کہ لوگوں کو اپنے زیر اقتدار لاسکے اور نہ اتنی مستعدی و جفاکشی تھی کہ انھیں زیر کرسکے۔ طبیعت کی اس نارسائی کے سبب سے اس کے عہد کی بعض بہترین تجویزوں کا بہت برا نتیجہ ہوا۔ مثلاً وہ انگلستان اور اسکاٹلینڈ کی دونوں مملکتوں کو ملانا چاہتا تھا لیکن بیت العوام کے تعصب اور کاہلی پر وہ غالب نہ آسکا۔ ایسا ہی بیت العوام کی خواہش تھی کہ پُرانے اور تکلیف دہ فوجی جاگیرداری کے زمانہ کے شاہی مطالبات کے لئے فوجی جاگیرداروں سے ایک سالانہ رقم معین کرلے لیکن اُس کو رقم کی مقدار کے تعین میں جیمس سے کبھی کامیابی نہیں ہوئی۔

جیمس اوّل کے عہد میں دستوری ترقی۔ اس عہد کی دستوری ترقی مندرجہ ذیل ابواب میں قابل غور ہے۔

(۱) **محصول** جیمس بہت مسرف تھا۔ وہ شاید ہی کبھی اپنی پارلیمنٹ سے اچھی طرح پیش آیا ہو اس لئے اُس کو کبھی زیادہ روپیہ نہیں ملنے پایا۔ مجبوراً اس نے غیر دستوری طریقے اختیار کئے۔ اُس کی پہلی پارلیمنٹ نے کرُوڑگیری ٹننیج۔ اور پونڈیج کے معمولی محصولات اُس کے حین حیات وصول کرنے کی منظوری دیدی تھی لیکن اُس نے دعویٰ کیا کہ اسکو حق حاصل ہے کہ وہ نئے نئے محصول مال درآمد پر لگائے۔ سنہ۱۶۰۶ئہ میں ایک ترکی تاجر بیٹ نامی نے خشک انگوروں (یعنے کشمش اور منقیٰ) پر اس قسم کا محصول ادا کرنے سے انکار کیا اور عدالت اکسچیکر کو عدم جواز محصول کی نسبت توجہ دلائی عدالت مذکورہ نے فیصلہ کیا کہ غیر ملکوں کے مال درآمد کے محصول پر اُن قوانین کا جنکی روسے پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر محصول لگانا ناجایز ہے اطلاق نہیں ہوسکتا۔ جیمس نے اس فیصلہ سے فائدہ اٹھاکر بہت سی اشیائے درآمد پر محصول لگایا۔ متواتر پارلیمنٹوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی لیکن اُس نے ایک کی نہ سنی بلکہ زیادتی یہ ہوئی کہ سنہ۱۶۱۴ء میں جیمس نے پہلی مرتبہ بی نی ولینس (جس کا ذکر اوپر آچکا ہے) لیا اور دوسری مرتبہ سنہ۱۶۲۰ء میں لیا۔ اُس کے وزرا عیاری سے یہ بات تو بیان کردیتے تھے کہ بی نی ولینس کے دینے میں

کسی شخص پر جبر نہیں ہے لیکن ہر کس و ناکس اس بات سے
بھی بخوبی واقف تھا کہ اگر اس کے دینے میں تامل ہوا تو
بادشاہ ناراض ہو جائے گا۔

(۲) **وضع قوانین**۔ اس بادشاہ کی حکومت میں بادشاہ کے
اعلان صادر کرنے کے حق کی تعریف پہلے پہل تنگ
لفظوں میں کی گئی۔ بیت العوام نے ۱۶۱۰ء میں بادشاہ کی خدمت
میں شکایت کی کہ اُس نے اکثر اعلانوں کے
ذریعہ سے اُن افعال کے کرنے کی ممانعت کر دی ہے
جن کی قانون کی رو سے اجازت ہے اور ناجائز افعال
کے ارتکاب کے لئے قانون کے حدود سے زیادہ سنگین
سزائیں مقرر کی گئی ہیں اور مجرمین کی تحقیقات کے لئے
اُن عدالتوں کو حکم ہوا ہے جن کو اس قسم کے اختیارات
حاصل نہیں ہیں۔ بادشاہ نے اس عرضی شکایت کو کوک
میر مجلس عدالت دیوانی (کورٹ آف کامن پلیز) اور میر مجلس
فلیمنگ اور دو قضاۃ کے پاس اظہار رائے کے واسطے
بھجوادیا۔ آپس میں مشورہ کرکے اُن لوگوں نے بادشاہ سے
کہدیا کہ اُس کو اس قسم کے اعلان و فرمان صادر کرنیکا
اختیار نہیں ہے جن کے خلاف بیت العوام نے شکایت
کی ہے۔ البتہ بادشاہ اعلان اس غرض سے جاری کرسکتا
ہے کہ رعایا کو مخصوص قوانین کی طرف توجہ دلائے اور
ہدایت کرے کہ ان قوانین کی پابندی اِن پر لازم ہے۔

بذریعۂ اعلان وہ اِس سے زیادہ کوئی دوسرا کام نہیں لے سکتا
مگر قضاۃ کی اِس رائے سے اِس بُرائی کا بالکل انسداد نہیں ہوا۔
(۳) **وزرا کی ذمہ داری۔** جیمس اول کے عہد میں بیت العوام
نے پھر وزرا کو ذمہ دار بنانے کی جانب توجہ کی لیکن اس
مرتبہ اُس کی کوشش جرایم قانونی کے خلاف فوجداری
کی حد تک رہی۔ اِس نے لارڈ چانسلر بیکن پر رشوت
ستانی کا الزام لگا کر دارالامرا میں فوجداری نالش دایر کی۔
بیکن کو معزولی کی سزا دی گئی۔ چند سال کے بعد شاہی
خازن لارڈ مڈل سیکس پر اراکین عوام نے حسب ضابطہ
رشوت کا الزام لگا کر عدالت دارالامرا میں مواخذہ کیا۔ جو
بزمانۂ ملازمت بددیانتی کا مرتکب ہوا تھا۔ اور اگر وہ ڈیوک
آف بکنگھم سے جو بادشاہ کا نہایت بارسوخ مصاحب تھا جھگڑا
نہ کرتا تو مشکل سے اِس بات کا پتہ ملتا۔

دادرسی۔ جیمس اول اور چارلس اول کے عہد میں
قانونی[1] عدالتیں انگریزی دستور کی میدان کارزار بنی رہیں۔
ان دونوں بادشاہوں کی ہر وقت یہ کوشش رہی کہ شاہی
حقوق کی توسیع ہو۔ حامیان آزادی نے اپنے مقابلہ کا اساس
اُن قوانین کو قرار دے رکھا تھا جو منشور اعظم کے بعد سے
وضع ہوتے رہے اور جن کا مقصد شاہی قوت کو محدود کرنا تھا۔

---

[1] عدالت چانسری سے فرق کرنے کی غرض سے جس میں ایکویٹی (نصفت) کی تعمیل ہوتی تھی۔
دوسری عدالتوں کو لفظ قانونی سے متصف کیا گیا ہے ۱۲

لیکن ان قوانین کی زبان اکثر مغلق اور مبہم تھی ۔ فی زماننا اگر ایسے شبہات عبارت قانونی میں پیدا ہوں تو ان کو نہایت آسانی سے نئے قوانین کے ذریعہ سے رفع کیا جاسکتا ہے لیکن اس زمانہ میں جس کی ہم تاریخ لکھ رہے ہیں بادشاہ اس خیال سے کہ مبادا اُس کی قوت گھٹے راضی نہیں ہوتا تھا کہ توضیحی یا تشریحی قانون کے ذریعہ سے ان غلطیوں اور خرابیوں کی اصلاح ہو جائے ۔اسی طرح پارلیمنٹ بھی کسی ایسے مبہم قانون کی وضاحت و تشریح کو پسند نہیں کرتی تھی جس سے رعایا کی آزادی میں کمی واقع ہو۔اس لئے اگر کسی مشتبہ قانون کی صراحت کی ضرورت ہوتی تو بشکل مقدمہ لوگ عدالت میں رجوع ہوکر اُس کے متعلق قضاۃ سے فیصلہ حاصل کرتے تھے ۔

اس زمانہ میں قضاۃ کی مدت ملازمت بادشاہ کی خوشنودی پر منحصر تھی۔جیمس نے اس بات سے فائدہ اُٹھایا اور قضاۃ پر دباؤ ڈالا۔قضاۃ کو حکم دیا گیا کہ مسئلہ زیر بحث پر فیصلہ صادر کرنے کے قبل اگر اُس کا تعلق شاہی حقوق سے ہو تو بادشاہ سے مشورہ کرلیا کریں۔عدالت العالیہ کا میر مجلس کوک اپنے عہدہ سے ۱۶۱۶ء میں اس واسطے موقوف کیا گیا کہ وہ عدالت چانسری اور کلیسائی عدالتوں کے اختیارات کا اپنی عدالت کے مقابلہ میں پاس نہیں کرتا تھا۔

کلیسا۔جیمس اول فرقہ پیوریٹن کے مقابلہ میں اساقفہ کا طرفدار ہوگیا۔جلوس سلطنت کے وقت اس نے دونوں فرقوں کے

نائبین کو ہیمپٹن کورٹ (شاہی محل) میں آپس کے جھگڑوں کو
مٹانے کی غرض سے طلب کیا لیکن وہ باوجود میر مجلس
ہونے کے آپ کو غیر جانب دار نہ رکھ سکا۔ اِس کے بعد ہی
صدر مجلس انتظامی اہل کنیسہ نے مذہبی قوانین کا ایک
نیا مجموعہ جاری کیا جس کی رو سے حکم دیا گیا کہ ہر ایک
شخص کو جو کتاب صلوٰۃ کو کلام الٰہی نہ تصور کرے
مذہب سے خارج کیا جائے گا۔ اُن دنوں یہ سزا اس
طرح دی جاتی تھی کہ مجرم کو اس وقت تک قید میں
رکھا جاتا جب تک کہ وہ اپنے تصور سے اعتراف
کرکے اطاعت نہ قبول کرتا۔ ان تدبیروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ
اکثر پادری اپنی معاش سے محروم ہوگئے۔ لیکن ایبٹ کو
جو ۱۶۱۱ء میں کنٹربری کا صدر اُسقف مقرر ہوا تھا
پیورٹین عقائد کی طرف میلان تھا اور اُسے اس سلطنت
کی باقی مدت میں شمشیر ظلم کی دھار کو کند کرنے میں
کامیابی ہوئی۔

چارلس اوّل کے خصایل اور اُس کی سلطنت کا ابتدائی زمانہ۔ چارلس میں بہ نسبت اپنے باپ کے
قابلیت کم اور جرات زیادہ تھی۔ اس کی تربیت اِس طرح
ہوئی تھی کہ بچپن سے ہی شاہی حق کے نسبت اُس کے
متکبرانہ خیالات تھے اور ایپسکوپلین[1] عقیدہ کا دلدادہ تھا

---

[1] دیکھو نوٹ متعلقہ مندرجہ ضمیمہ

وہ آپ کو ہمیشہ حق بجانب اور رعایا کو جو اُس سے امورِ سلطنت
یا مسائل مذہب میں اختلاف رکھتی متدین نہیں سمجھتا تھا۔
اجرائے کار کا درست و صاف نقشہ بنانے اور صحیح موقع ومحل کو
سمجھنے کی قابلیت نہ ہونے کے باوجود چارلس کی طبیعت
ضدی اور ناتربیت پذیر واقع ہوی تھی۔ بعض موقعوں پر
تو وہ نہایت راست بازی اور ایمان داری دکھاتا تھا مگر بعض
امور میں اس کے برعکس اُس نے آپ کو نہایت متلون
مزاج اور مکار ثابت کیا۔ اس سے زیادہ کوئی دوسرا آدمی
انقلاب کے زمانہ میں بادشاہی کے لئے نااہل نہیں ہوسکتا تھا۔
اس کی پہلی پارلیمنٹ (۱۶۲۵ء) سے اس کی آفتوں کا
آغاز ہوا۔ ہسپانیہ کی جنگ اس کو ارثاً ملی تھی۔ اِس لئے
اس کو روپیہ کی بہت ضرورت تھی۔ پارلیمنٹ روپیہ
منظور کرنا نہیں بلکہ مذہبی معاملات پر بحث کرنا چاہتی تھی
اِس واسطے اِس نے اس پارلیمنٹ کو اس کے انعقاد
سے دو مہینے کے بعد ہی برخاست کردیا۔ دوسری پارلیمنٹ
(۱۶۲۶ء) میں سرجان ایلیٹ نے بیت العوام کو ترغیب
دی کہ ڈیوک آف بکنگھم پر ہسپانیہ کی جنگ کا جس کا
وہ ذمہ دار تھا بدعنوانی سے چلانے کا اور دنیا بھر کی
دوسری خرابیوں کا الزام لگاکر مواخذہ کرے۔ اب سوائے
اس پارلیمنٹ کو برخاست کرنے کے چارلس کے پاس
کوئی اور ذریعہ اپنے اس دوست کے بچانے کا نہیں تھا۔

اِس کے بعد ہی اُس نے اپنی کمال بیوقوفی سے ایک دوسری جنگ فرانس سے شروع کردی۔ جب پارلیمنٹ سے روپیہ نہ ملا تو اُس نے جبری طور پر قرض لینا شروع کردیا۔ اگرچہ قضاۃ جبری قرضہ کو جایز نہیں مانتے تھے لیکن پریوی کونسل اِن لوگوں کے خلاف جن کو قرض دینے سے انکار ہوتا سخت تدبیریں اختیار کرتی تھی۔ امرا اور شرفا کو قید خانے بھیج دیا جاتا اور ادنی درجہ کے لوگ جبراً سپاہی بنائے جاتے تھے پانچ شریف قیدیوں نے حکمنامۂ لزوم تحقیقات محبوس (ہیبیس کارپس) کے اجرا کی عدالت میں درخواست پیش کی لیکن عدالت نے کسیقدر پس و پیش کے بعد تصفیہ کیا کہ قیدیوں کو اس طریقہ سے رہائی نہیں دیجاسکتی اس نظیر کا اکثر "پانچ نایٹ کے مقدمہ" کے نام سے حوالہ دیا جاتا ہے۔

فرانس کے مقابل سب فوجی کارروائیوں کو ہزیمت ہوئی اور دو مخصوص حالتیں ایسی بھی تھیں جن کے سبب سے عام ناراضی اور بھی زیادہ ہوگئی۔ ایک تو فوج کا باشندگان اضلاع و دیہات کے پاس ٹھیرایا جانا اور اُن کو زیر بار کرنا اور دوسری وجہ اہلِ سیف اور نیز اہلِ قلم پر اس الزام کی بنا پر کہ وہ فوجی قاعدوں کی خلاف ورزی میں سپاہیوں کی اعانت کرتے ہیں قانون حربیہ کا نفاذ پانا تھی کیونکہ اس زمانہ میں

سوائے میدانِ جنگ کے کسی دوسرے مقام پر قانون حربی کے استعمال سے انگریزی دستوری حکومت واقف نہ تھی۔

سنہ ۱۶۲۸ء میں روپیہ کی ضرورت سے مجبور ہوکر چارلس نے تیسری پارلیمنٹ کو منعقد کیا۔ بہت مقابلہ کے بعد اور کثیر رقم کی منظوری کے معاوضہ میں اس پارلیمنٹ نے[1] اس مسودہ قانون پر بادشاہ کی رضامندی حاصل کی جو پٹیشن آف رایٹ (قانون حقوق) کے نام سے مشہور ہے۔ پٹیشن آف رایٹ کی رو سے امورِ ذیل کو ناجائز قرار دیا گیا:-

(۱) بلارضامندی پارلیمنٹ (بادشاہ کا رعایا پر) محصول لگانا (۲) خود مختارانہ طور پر (رعایا کو) قید کرنا (۳) سپاہیوں کے قیام و اخراجات کا بار رعایا پر ڈالنا (۴) قانون حربی۔ دو سو سال کے بعد سے یہی پہلی رعایت تھی جس کی بادشاہ سے منظوری حاصل ہوئی اور یہی سب سے زیادہ ضروری اور باوقعت رعایت تھی جو سنہ ۱۲۹۷ء کی تصدیق اسناد کے

---

[1] اُس زمانہ میں قانون سازی کا طریقہ اس وقت کے ضابطہ سے مختلف تھا۔ قانون بنانے میں جیسا کہ اب دارالعوام پیش قدمی کرتا اور اس کا مسودہ خود تیار کرتا ہے قرون وسطیٰ میں اُس کا یہ استحقاق تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ بجائے مسودہ کے اس ہیت پارلیمنٹ میں "معروضی" مرتب ہوکر دارالامرا کے توسط سے یا راست بادشاہ کے ملاحظہ میں گذرانی جاتی تھی اور بادشاہ کو اختیار تھا کہ اُس کو منظور یا مسترد کرے لہذا اُس زمانہ کے قانون کو جو اس طرح پارلیمنٹ میں وضع ہوتا تھا اسٹاٹیوٹ (قانون موضوعہ) یا بل (مسودہ قانون) کے عوض "عرضی" سے موسوم کیا جاتا تھا۔ کتاب میں کسی مقام پر اُسکا تفصیل سے ذکر آیا ہے ۱۲۔

بعد عطا ہوئی۔

لیکن قانون حقوق کے نفاذ سے تازہ نزاعات کا سلسلہ قایم ہوگیا۔ بیت العوام کی اس بات پر تکرار تھی کہ بلا رضامندی پارلیمنٹ محصول لگانے کی ممانعت محصولِ کروڑ گیری اور اسی قسم کے دوسرے محصولوں پر حاوی ہے چارلس نے اس سے انکار کیا اور پارلیمنٹ کے اجلاس کو اپنے اختیار سے ملتوی کردیا۔ سر ٹامس وینٹ ورتھ جو بیت العوام کا اس مقابلہ میں ہادی تھا اس کا ساتھ چھوڑکر بادشاہ کا طرفدار ہوگیا جس کے صلہ میں فوراً بادشاہ نے اُس کو شمالی کونسل کا میر مجلس بنادیا۔

سنہ ۱۶۲۹ء میں پارلیمنٹ کا پھر اجلاس ہوا۔ ٹینج اور پونڈیج کے متعلق پھر مباحثہ شروع ہوا۔ ارکین عوام نے اساقفہ پر حملے کرنے شروع کردئے۔ اِس لئے چارلس نے پارلیمنٹ کو برخاست کرکے مخالف فرقہ کے سرداروں کو قید خانہ بھجوادیا۔ الیئٹ توٹاور میں مرگیا۔ ویلنٹاین اور اسٹروڈ سنہ ۱۶۴۰ء کے شارٹ پارلیمنٹ کے آنے تک اُس میں محبوس رہے۔ اب چارلس نے قصد کرلیا تھا کہ پارلیمنٹ کے بغیر حکومت کرے۔ اِس طرح اِس نے گیارہ سال تک سلطنت کی اور اِس مدت میں وینٹ ورتھ امورِ مملکت و سیاست میں بادشاہ کا مشیرِ خاص تھا۔

چارلس اوّل کی مطلق العنان حکومت ۱۶۲۹ء سے ۱۶۴۰ء تک۔ بسبب اس کے کہ چارلس نے بغیر پارلیمنٹ کے حکومت کرنے کا ارادہ کرلیا تھا مختلف غیر دستوری طریقوں سے اُس کو روپیہ فراہم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس میں کامیاب ہونے کی غرض سے اُس نے قاضیوں پر دباؤ ڈالنا شروع کیا تاکہ وہ لوگ اِس کی غیر قانونی کارروائیوں کو جایز قرار دیں اور عام بےچینی کو فرو کرنے کے لئے وہ اُن غیر معمولی عدالتوں کو قایم کرتا تھا جو ٹیوڈر سلاطین کے عہد میں مستحکم ہوگئی تھیں۔ لیکن ایک خاص بات جس کا چارلس کو اپنے اقتدار کے مقابلہ میں زیادہ خیال تھا یہ تھی کہ کلیسا کی حکومت اور عام عبادت کے طریقہ میں ملک میں یک رنگی اور یک جہتی کو رواج ہو۔ اِس لئے اس عہد کی رعایا کی شکایتوں کو تین عنوانوں میں بیان کرنا مناسب ہے۔ محصول کا عاید کیا جانا دادرسی اور کلیسا۔

محصول کا عاید کیا جانا۔ چارلس اول کی پہلی پارلیمنٹ نے صرف محصول ٹنیج اور پونڈیج کی ایک سال کے واسطے منظوری دی تھی۔ قبل اس کے کہ یہ منظوری تکمیل کو پہنچتی یہ پارلیمنٹ برخاست ہوگئی۔ اِس کے بعد سے چارلس اِن سب پونڈیج۔ ٹنیج اور کروڑ گیری اور دوسرے محصولوں کو اپنے اختیار سے خود لگانے لگا اور حجت پیش کرتا تھا کہ قانونِ حقوق کے سبب سے محصول لگانے کا

شاہی حق کسی طرح زایل نہیں ہوسکتا۔

شپ منی (جنگی جہازوں کے تیار کرنے کے لئے محصول)

شاہی جنگی جہازوں کا بیڑا اُس زمانہ میں بھی بہت قلیل تھا لڑائی کے زمانہ میں تاجروں کے جہاز اور ان کے ملاح حسب رواج شاہی بیڑے میں شریک کرلئے جاتے تھے۔ ہر ایک بندرگاہ کے ذمہ جہازوں کی فراہمی اور اُن کو بحری سپاہ اور اسلحہ جنگ وغیرہ سے مہیا کرنے کی مقدار کا تعین کردیا جاتا تھا اس ٹیکس کا نام شپ منی (محصول بحریہ) تھا۔ سنہ ۱۶۳۴ء میں سرکاری وکیل نائے نے مشورہ دیا کہ غیر ایام جنگ میں محصولِ بحریہ لیا جائے۔ اسی سال کے موسم خزاں میں حکمنامے محصولِ مذکور وصول کرنے کی غرض سے جاری کئے گئے۔ بعض بندرگاہوں نے عذر کیا کہ ان پر بہ نسبت دوسرے بندروں کے زیادہ محصول لگایا گیا ہے لیکن لندن نے حجت کی کہ یہ مطالبہ غیر دستوری ہے تاہم لندن بھی ادائے محصول سے انکار نہ کرسکا۔ اس کے دوسرے سال دوبارہ حکمنامے جاری ہوئے۔ اس مرتبہ مطالبہ محصول اُن مقامات تک کہ جن میں بندرگاہیں واقع تھیں محدود نہیں رہا بلکہ سب ملک پر محصول بحریہ لگایا گیا۔ اس مرتبہ بھی ملک نے خفیف بےچینی کا اظہار تو کیا لیکن اُس کو مثل سابق محصول ادا کرنا پڑا۔ تیسرا حکمنامہ سنہ ۱۶۳۶ء میں جاری ہوا۔

اس مرتبہ جان ہیمپڈن نے جرات کرکے محصول مذکور ادا کرنے
سے انکار کردیا۔ وہ ضلع بکنگھم کا ایک متمول شریف آدمی تھا
اور اگرچہ اس پر صرف بیس شلنگ لگائے گئے تھے مگر وہ
جانتا تھا کہ اگر بادشاہ نے پارلیمنٹ کی مرضی کے بغیر آج بیس
شلنگ وصول کرلئے تو کل ہر ایک شخص سے اس کا مال
طلب کرلے گا۔ اس کے دوسرے سال ہیمپڈن کا مقدمہ قاضیوں
کے سامنے آیا جنھوں نے پہلے سے ہی تصفیہ کردیا تھا کہ
بادشاہ کو محصول بحریہ وصول کرنے کا قانونی حق ہے۔ مگر
اس مرتبہ دو قاضیوں نے بادشاہ کے دعوی کو قانوناً ناجائز
ٹھرایا اور تین قاضیوں نے اس مقدمے کے مخصوص حالات پہ
نظر کرکے ہیمپڈن کے موافق فیصلہ کیا اور سات قاضیوں
نے اپنی رائے کو بادشاہ کے حق میں ظاہر کیا اگرچہ ایسی
قلیل کثرت آرا بادشاہ کے لئے مقدمہ ہارنے کے برابر تھی
تاہم بادشاہ اس کے بعد بھی محصول بحریہ وصول کرتا رہا۔
چوتھا اور آخری حکمنامہ محصول بحریہ کے متعلق وہ تھا جو
جنوری سنہ ۱۶۳۹ء میں صادر و جاری ہوا۔

توفیر آمدنی کی اور تدبیریں۔ قرقی خطاب نایٹ ہڈ۔ بادشاہ
نے منسوخ شدہ قوانین اور مشتبہ شاہی دعاوی کے نفاذ
سے ایک دوسرا ذریعہ جبراً روپیہ وصول کرنے کا پیدا کرلیا
زمینداروں نے قرار دیا تھا کہ ہر ایک زمیندار جس کی
سالانہ مالگزاری بیس پونڈ ہو خطاب جنگ بہادری (نایٹ ہڈ)

حاصل کرے ورنہ عدول حکمی کی صورت میں بھاری جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔ ایڈورڈ کی غرض اس تدبیر سے ملک کی فوجی قوت بڑھانی اور بڑے امرا کی طاقت گھٹانی تھی۔ اب زمانہ بدل گیا تھا اور ان دونوں اسباب میں سے ایک کی بھی ضرورت سترھویں صدی میں ملک کو نہیں تھی۔ تاہم چارلس نے اس منسوخ شدہ قانون کو ان لوگوں سے روپیہ وصول کرنے کے واسطے جاری کیا کہ جو نایٹ بننا نہیں چاہتے تھے اِس طرح سے اس کو مختلف وقتوں میں کثیر رقم وصول ہوتی رہی۔

توسیع جنگلات۔ اِسی قسم کا ایک دوسرا طریقہ صحراؤں کی وسعت تھی۔ شاہی کمشنر روانہ کئے گئے کہ جنگلوں میں گشت لگاکر صحرا کے حدود قایم کریں اور ایسی زمینوں کو جو کبھی اُن جنگلوں میں شامل رہی ہوں اور اب نکل گئی ہوں تو دوبارہ حاصل کریں خواہ اس کے متعلق شہادت کیسی ہی ضعیف کیوں نہ ہو۔ وہ زمینیں جو اس طرح جنگلات کے حدود میں داخل کرلی گئیں جنگلات کے قانون کے زیر اثر اور جنگلات کی عدالتوں کے اختیار سماعت میں آگئیں۔ اگرچہ ان عدالتوں کے اختیارات کو قدیم سند جنگلات نے بہت محدود کردیا تھا تاہم ان میں بہت ظلم ہوتا تھا۔ رعایا کو ان زمینوں کو شاہی صحرا سے بچانے کے لئے بہت روپیہ صرف کرکے معمولی قانون کے زیر اثر لانا پڑتا تھا۔

اجاروں کی بیع۔ اجارے کے قایم کرنے کی نسبت تو

رعایا کو قدیم سے شکایت تھی۔ ایلیزبیتھ نے اس کثرت سے لوگوں کو اجارے دے دئے تھے کہ عام ناراضی پھیل گئی تھی مگر جب پارلیمنٹ نے ۱۶۰۱ء میں پر زور الفاظ میں اپنی ناراضی کا اظہار کیا تو ملکہ نے شفقت آمیز پیام جواباً کھلا بھیجا اور وعدہ کیا کہ وہ سب اجارے واپس لے لئے جائیں گے جن سے عوام کو نقصان پہنچتا ہو۔ جیمس اول نے بھی اس قدر اجارے عطا کئے کہ پہلے سے زیادہ لوگوں میں اضطراب پیدا ہوا۔ پارلیمنٹ نے بذریعۂ ایکٹ مجریہ ۱۶۲۴ء اجاروں کو ناجایز قرار دیا لیکن اس میں بھی ایک پہلو نکالا گیا کہ اس ایکٹ نے منفرد آدمیوں کو اجارہ دینا ممنوع ٹھیرایا ہے نہ کہ کمپنیوں کو۔ چارلس نے اس حیلے سے کام لیا اور اجاروں کو ایسی کمپنیوں کے ہاتھ بیچ کر روپیہ پیدا کرتا جو اس نیت سے قایم ہوتی تھیں کہ بادشاہ سے اجارے خریدیں[1]۔ منجملہ اور نظائر کے ذیل کا واقعہ خالی از دلچسپی نہیں ہے۔ ایک

---

[1] انگلستان میں تجارتی کمپنیاں تین طرح سے قایم ہوتی ہیں (۱) سند شاہی (۲) پارلیمنٹ کے کسی مخصوص قانون یا (۳) اس محکمہ رجسٹری میں جو سمرسیٹ ہوس میں واقع ہے رجسٹر ہونے سے۔ کمپنیوں کا دارومدار خصوصاً قوانین ذیل پر ہے۔ کمپنیز کلازیس کنسالیڈیشن ایکٹ مصدرہ ۱۸۴۵ء اور دوسرے قوانین مجریہ ۱۸۶۲ء و ۱۹۰۸ء اور ہندوستان میں قانون کمپنیہائے ہند مصدرہ ۱۸۸۲ء ہے اس قانون کے زیر اثر رجسٹری کرانے سے یا قانون مذکور کے شرایط کا کسی جماعت یا مجمع پر اطلاق پہنچنے سے اسکی حیثیت کارپوریشن (جماعت مشخصہ) کی ہوجاتی ہے۔ اسکے متعلق دیکھو نوٹ مندرجہ ضمیمہ ۱۲۔

صابون بنانے والی کمپنی کو چارلس نے سند عطا کی اور کمپنی نے اس کے معاوضہ میں وعدہ کیا کہ صابون کے ہر ایک ٹن پر چار پونڈ (رقم) بادشاہ کو ادا کرے گی اور اس کے معاوضہ میں اس کو یہ حق دیا گیا کہ وہ دوسری کمپنوں کے بنائے ہوئے صابون کی آزمایش کرے اور اگر صابون اطمینان بخش نہ ہو تو اس کے بیچنے کی ممانعت کردیا کرے اس معاملہ میں پریوی کونسل تو بادشاہ سے بھی چند قدم آگے نکل گئی کہ اُس نے اعزازی نظمائے فوجداری کو اِس کمپنی کے صابون کی نسبت سفارشی خطوط لکھے۔ اس پر آزاد طبع صابون بنانے والوں نے آپس میں اتفاق کرکے کمپنی مذکورہ کو خرید لیا اور اُس کے رعایتی حقوق اس شرط پر حاصل کرلئے کہ بادشاہ کو فی ٹن صابون پہ آٹھ پونڈ ادا کریں گے۔ اس طرح سے مہمل قیود قایم کرکے چھوٹی چھوٹی رقمیں وصول کی جاتی تہیں جس سے تجارت کا نقصان ہوتا تھا۔

بھاری جرمانے۔ اجاروں کے بیچنے سے زیادہ قبیح طریقہ مجرمین سے بھاری جرمانے وصول کرنے کا تھا جن کی غرض ان کو سزا دہی نہیں بلکہ بادشاہ کو مالدار بنانا تھی۔ مگر اس طریقہ میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ مجرم کی عاجزانہ اطاعت قبول کرنے پر پوری یا بعض وقت اس سے کم رقم جرمانہ اُس کو واپس کردی جاتی تھی۔

دادرسی۔ بادشاہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا اور عدالت کے نظام پر اثر ڈالتا تھا۔ اُس نے لارڈ چیف جسٹس کریو کو ۱۶۲۶ء میں اس واسطے معزول کردیا کہ میرمجلس مزبور جبری قرضہ کو قانوناً جایز تسلیم نہیں کرتا تھا بعض موقعوں پر وہ قاضیوں کو بلواکر ان پر اثر ڈالتا تھا کہ وہ اُس کے حسب منشا فیصلے صادر کریں۔ اگرچہ بادشاہ ان موقعوں پر کامیاب تو ہوا مگر اُس زمانہ کے انگریزوں کی نظروں میں عدالتی فیصلہ کی پہلی سی عظمت و وقعت باقی نہیں رہی اس لئے کہ وہ خوب سمجھ گئے تھے کہ اس زمانہ میں عدالتیں آزاد نہیں ہیں۔

اس زمانہ میں جبکہ قانون غیرموضوعہ کی عدالتیں مجبور کی جا رہی تھیں کہ قانون کو پلٹ دیں۔ اسٹار چیمبر اور اسی کی مشابہ عدالتیں بادشاہ کے ہاتھ میں آلہ بنی ہوئی تھیں کہ ہرکس و ناکس کو جو بادشاہ کی مذہبی یا ملکی حکمت عملی پر معترض ہو یا اس کا مقابلہ کرے سزا دے۔ مجرمین پلری (سزا دینے کا ایک قسم کا آلہ) میں کھڑے کئے جاتے۔ ان پر تازیانے پڑتے۔ اُن کے جسم پر داغ دئے جاتے۔ اُن سے بھاری جرمانے وصول کئے جاتے تھے اور اسی قسم کی اور سزائیں دی جاتی تھیں۔

کلیسا۔ ۱۶۳۳ء میں ایبٹ کی وفات کے بعد چارلس نے ولیم لاڈ کو کنٹربری کا صدر اُسقف بنایا۔ لاڈ بُرا

آدمی نہیں تھا۔ وہ ایسا متعصب اور تنگ خیال نہیں تھا جیسا کہ
اس کے پیورٹین دشمن تھے۔ اہل علم و فضل کو آزادیٔ خیال
عطا کرنے پر وہ راضی ہوگیا تھا لیکن وہ دینی امور پر عوام کے
مباحثہ و مناظرہ کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ
ملک میں عبادت الٰہی ایک ہی طریقہ پر کی جائے۔ اِس پر
نہ تو نکتہ چینی کو اور نہ اس میں تغیر و تبدل کو وہ روا
رکھتا تھا۔ اُس کو شاندار اور خوشنما عمارتوں اور پادریوں کے
زرق برق لباس کا بہت شوق تھا۔ وہ طول طویل مذہبی
رسوم پر اصرار کرتا تھا۔ سب باتوں سے زیادہ اساقفہ کی
حکومت برقرار رکھنا اُس کا بڑا مقصد تھا۔ اس سبب سے کہ
بادشاہ ان سب خیالات میں لاڈ سے متفق تھا تو لاڈ بھی
بادشاہ کی صولت وہیبت کے بڑھانے میں سرگرم رہتا تھا۔
بادشاہ کا فرض تھا کہ بحیثیت صدرِ گرجا (مذہب) کیتھلک
اور پیورٹن دونوں فرقوں کے مقابل میں مذہب کی حفاظت
کرے اور اُس کے وقار کو قایم رکھے اور اس کے معاوضہ میں
کلیسا (مذہب) پر لازم تھا کہ اپنے (بچوں) معتقدین کو تعلیم
دے کہ شاہی رضامندی اور خواہشوں کی کس طرح صدق دل
سے تعمیل کرنی چاہئے۔

اس طرح چارلس اور لاڈ نے پیورٹین لوگوں کی منافرت کی
آگ کو خوب بھڑکا دیا۔ پیورٹین فرقہ والوں کا خیال تھا کہ یہ
دونوں ظالم و جابر ہیں جو پاک و صحیح مذہب کو مٹانا چاہتے ہیں

اور دین فروش ہیں کہ لوگوں کو بہلا پھسلا کر پھر رومن کیتھلک بنانا چاہتے ہیں۔اس واسطے مناظرہ کرنے والے پیورٹین لوگوں کو اسٹار چیمبر کی عدالت میں پیش کرکے اکثر ناگفتہ بہ اور ظالمانہ سزائیں دلائی جاتی تھیں اور پیورٹین پادریوں کو ہائی کمیشن کی عدالت میں پیش کرکے سرزنش کرائی جاتی یا خدمت سے معطل کرایا جاتا تھا پیورٹین مذہب کی عبادت کرنے والوں کو مجبور کیا جاتا تھا کہ اُس طرز کی عبادت اختیار کریں جس سے ان کو نفرت تھی - اگرچہ اُن کی سرکوبی نہیں ہوی تھی لیکن ہرطرف سے تنگ ہوکر بہ نسبت پہلے کے زیادہ تنگ خیال اور دوسروں کی مذہبی آزادی کے مخالف ہوگئے۔شروع میں تو ان لوگوں کو صرف بعض مذہبی رسوم اور طرز (عبادت) پر اعتراض تھا لیکن اب تو یہ اُسقفی حکومت کے مٹانے پر آمادہ ہوگئے۔ ان میں کے بعض تو اِس سے بھی زیادہ سخت تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ کلیسا کی حکومت ایک طرز کی مطلق نہ ہونی چاہیئے۔بلکہ ہر ایک کلیسا کو حکومت خود اختیاری ملنی چاہیئے جس کے سبب سے اُس کے مصلی روحانی اور مذہبی امور کا انتظام (مثلاً عشائے ربانی اور بپتسمہ وغیرہ کی انجام دہی) بطورِ خود کرسکیں۔

اہل اسکاٹلینڈ کی بغاوت اور شارٹ پارلیمنٹ

اگر چارلس نے ۱۶۳۷ء میں اسکاٹلینڈ والوں کو انگریزی

لٹرجی (طریقہ عبادت و عشائے ربانی) کے استعمال پر مجبور نہ کرتا تو ممکن تھا کہ اس طرز کی حکومت جس کو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور چند مدت تک قایم رہتی مگر چارلس کی اس کوشش نے وہ حالت پیدا کردی جس کو فی الواقع بغاوت کہنا چاہئے اگرچہ اس کا اظہار وفاداری کی صورت میں کیا گیا تھا۔ باشندگان اسکاٹلینڈ نے باہم اس معاہدہ کا ۱۶۳۸ء میں قرار داد کیا جو نیشنل کوننٹ (قومی عہد نامہ) کے نام سے مشہور ہے اِس کے ذریعہ سے انھوں نے اپنے پر فرض کرلیا کہ وہ پریس بٹیرین طرز کے مذہب اور بادشاہ کی حکومت کو قایم رکھیں گے۔ بناءً علیہ انھوں نے اپنے حق کی حفاظت کے لئے ایک فوج تیار کی۔ چارلس ان کے مقابلہ کے لئے تو اُٹھا لیکن سمجھ گیا کہ پارلیمنٹ کی امداد کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ اِس لئے اس نے ۱۶۴۰ء کے موسم بہار میں اپنی چوتھی پارلیمنٹ منعقد کی جب اس کا اجلاس شروع ہوا تو پارلیمنٹ کی خواہش ہوئی کہ ملک کی شکایتوں کا پہلے تصفیہ و انسداد ہونا چاہئے۔ مگر چارلس چاہتا تھا کہ سب سے پہلے پارلیمنٹ رقم کی منظوری دے۔ جب یہ دونوں آپس میں اس بات پر جھگڑنے لگے تو چارلس نے اس پارلیمنٹ کو بھی برخاست کا حکم دے دیا۔ اب دوسری مرتبہ چارلس بلا اعانت پارلیمنٹ اسکاٹلینڈ والوں کی بغاوت کو فرو

کرنے کی کوشش ہی میں تھا کہ انھوں نے انگلستان پر حملہ
کردیا اور قریب تھا کہ شہر یارک فتح ہوجائے مگر چارلس کی
ایک تدبیر نے اس مقام کو بچا لیا۔ ماہ سپٹمبر میں بادشاہ نے
ایک بڑے پیمانہ پر بطور علاج آخری امرا کی مجلس منعقد
کی۔ یہ مجلس نارمن بادشاہوں کی مجلس کے مشابہ تھی اور
ایسی بڑی مجلس کا دوسو برس سے انعقاد نہیں ہوا تھا
تاہم امرا نے مذہب اور سلطنت میں بادشاہ کی مطلق العنانی
سے ناراضی ظاہر کی اور بادشاہ کو مشورہ دیا کہ پارلیمنٹ کو
منعقد کرے چارلس کو مجبوراً ان کی رائے قبول
کرنی پڑی اور اُس نے عام انتخاب کے واسطے حکمنامے
جاری کردئے۔ نئی پارلیمنٹ اسی سال کے نومبر میں منعقد
ہوئی۔ تاریخ میں چارلس کی یہ پانچویں اور آخری پارلیمنٹ
لانگ (طولانی) پارلیمنٹ کے نام سے مشہور ہے۔

لانگ پارلیمنٹ۔ یہ طولانی پارلیمنٹ بالآخر سنہ ۱۶۶۰ء میں
ختم ہوئی۔ اگرچہ اُس وقت تک وہ بست سالہ ہوچکی تھی
لیکن اُس کی حقیقی قوت کی مدت سنہ ۱۶۴۸ء میں اختتام کو
پہنچی جبکہ اُس کے اکثر اراکین اُس سے بہ جبر خارج کئے گئے
اس پارلیمنٹ کی ان آٹھ سال کی تاریخ کو ہم چند مدتوں
میں منقسم کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

اصلاح کی نسبت باہمی اتفاق کی مدت۔ اگرچہ یہ مدت
چند روزہ ہی تھی یعنے نومبر سنہ ۱۶۴۰ء سے شروع ہوکر سپٹمبر سنہ ۱۶۴۱ء کو

ختم ہوگئی لیکن اس زمانہ میں بہت ضروری اور مفید کام ہوئے
پارلیمنٹ نے چارلس کے وزرا سے اُن کے فرایض کے متعلق
جواب لینے شروع کئے جس کے سبب سے اِن وزیروں کی
جان کے لالے پڑگئے ونڈبینک وزیر مملکت اور فنچ محافظ
مہر شاہی نے ملک سے بھاگ جاکر اپنی جان بچائی
وینٹ ورتھ پر جو ان دنوں ارل آف اسٹرافرڈ ہوگیا تھا
مواخذہ کیا گیا اور جب اُس کے بری ہونے کے آثار
پائے گئے تو ایک مخصوص قانون تعزیری[1] کی رو سے اُس کو مجرم
قرار دے کر اُس کا سر قلم کرادیا گیا۔ اگرچہ اس پر بغاوت کا
الزام لگایا گیا تھا لیکن انگلستان کے قانون میں تو صرف
ایک ہی قسم کی بغاوت یعنے بغاوت خلاف بادشاہ پائی
جاتی ہے۔ اس قسم کی بغاوت وینٹ ورتھ نے کبھی
نہیں کی تھی بلکہ بادشاہ کے ساتھ اُس کی وفاداری مسلم
تھی اور اُس کی کوشش تھی کہ بادشاہ پارلیمنٹ کے
قیود اور دباؤ سے آزاد ہوجائے۔ اُسی کے مشورہ اور منظوری
سے گذشتہ بارہ سال کے اکثر ناجایز اور غیر قانونی کام
ہوے تھے۔ لیکن اُس کی سزا کا سبب کچھ اور ہی تھا
یعنے انگلستان کے دستور کی خلاف ورزی اور رعایا کے

---

[1] ایکٹ آف اٹینڈر (مخصوص قانون تعزیری) ہی کی رو سے مجرم کو سزائے موت دی جاتی اور اس کی جائداد ضبط کی جاتی تھی اور اس کو محصوا النسب خیال کیا جاتا تھا مگر قانون مجریہ ۳۳ و ۳۴ سنہ جلوس وکٹوریہ باب اول نے اس نتیجہ کو بدل دیا ہے۔ ایکٹ اور بل آف اٹینڈر کی صراحت ضمیمہ میں کردی گئی ہے۔

حقوق کی پامالی۔ اگر بیت العوام کو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ اسٹرافرڈ کے چھوٹتے ہی بادشاہ اس کو کسی مقتدر عہدہ پر مامور کردے گا تو اس کو ہرگز اس طرح کی سخت سزا نہ دی جاتی ارل آف ایسکس کے پاس اسٹرافرڈ کا ایک دوست سفارش لے کر گیا کہ بیچ بچاؤ کرکے اسٹرافرڈ کو بچالے ارل نے جواب میں کہا کہ "جو پتھر کی موت مرے اُس کو کون بچائے" یعنے ملک اس کے ہلاک کرنے پر اِس قدر آمادہ تھا کہ سفارش کے قبل ہی وہ مرکر شل پتھر کے بنگیا تھا

اِسی اثنا میں لاڈ جو کنٹربری کا صدر اسقف تھا بغاوت کے جرم میں ماخوذ ہوا اس کا اصلی قصور بھی اسٹرافرڈ کے جرم کے مانند تھا۔ مذہبی معاملات میں یہ بادشاہ کا ایسا ہی مشیر تھا جیسا اسٹرافرڈ ملکی معاملات میں جو مشورے یہ بادشاہ کو دیتا تھا وہ اکثر ملک کے خلاف مرضی ہوتے تھے۔ اس کے مقدمہ میں بھی اراکین عوام نے ظلم سے کام لیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر اُس کو چھوڑ دیا تو بادشاہ دوبارہ ایسے قوم فروش کو با اختیار بنا دے گا۔ لیکن لاڈ بہ نسبت اسٹرافرڈ کے کم خطرناک تھا اس لئے اس کا سردست قیدخانہ میں ہی پڑا رہنا کافی سمجھا گیا۔ لانگ پارلیمنٹ اس بات پر بھی متفق رہی کہ بادشاہ کے ہر ایک حیلہ کا جس کے ذریعہ سے وہ رعایا کی منظوری کے بغیر روپیہ وصول کرنا چاہتا ہے استیصال کرے۔ اگرچہ پارلیمنٹ نے ٹَنیج اور پونڈیج ایکٹ کو

جس کے سبب سے ان دونوں قسم کے محصول کی تھوڑی مدت
کے لئے منظوری دی گئی تھی منظور کرلیا مگر اس کے ساتھ ہی
یہ بھی طے کردیا کہ کسی قسم کا محصول کروڑ گیری بلا رضامندی
پارلیمنٹ نہیں لگایا جائے گا۔ اس نے ایک دوسرا قانون نافذ
کرکے شپ منی (محصول بحریہ) کو بھی ناجائز قرار دیا اور ایک
تیسرے قانون سے شاہی جنگلات کو محدود اور ایک چوتھے
ایکٹ کے ذریعہ سے قرقی جائداد یا خطاب نایٹ کی ممانعت
کردی اگر ان قوانین کو پٹیشن آف رایٹ کے ساتھ ملایا
جائے تو ان سب کا اثر یہ ہوا کہ ان کے نفاذ پانے کے
بعد سے بادشاہ کے لئے بیت العوام کی مرضی کے بغیر سلطنت کا
چلانا ناممکن تھا۔

لانگ پارلیمنٹ میں ان سب غیر معمولی عدالتوں کے
موقوف کرنے میں جن کو سلاطین سابق نے قایم کیا تھا
باہم اتفاق رہا۔ اس نے اسٹار چیمبر کی عدالت کو موقوف
کرکے بادشاہ کے فوجداری اختیارات کو مٹادیا۔ اسی کے
ساتھ کونسل آف دی نارتھ اور کونسل آف ویلز بھی منسوخ
کیئے گئے علاوہ بریں کورٹ آف ہائی کمیشن بھی برخاست
کی گئی اور کلیسا کی عدالتوں سے جرمانہ قید اور جسمانی
تکلیف دینے والی سزاؤں کے اختیارات سلب کرلئے گئے
اس پارلیمنٹ کو ان عظیم تغیرات کی انجام دہی کے
اندیشہ سے اپنے قیام کی فکر ہوئی اس لئے اس نے بادشاہ کو

مجبور کرکے ایک مسودہ قانون کو پاس کرالیا کہ پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر اُس کی برخاست التوا اور موقوفی کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ مبادا بادشاہ بغیر پارلیمنٹ کے حکومت کرنے پر آمادہ ہو جائے اُس نے ملک کو اس تباہی سے بچانے کے لئے قانون سہ سالہ جاری کیا۔ اس قانون کی رو سے طے پایا کہ اختتام مدت پر جب پارلیمنٹ برخاست ہو تو نئی پارلیمنٹ کے انعقاد میں تین سال سے زیادہ عرصہ منقضی نہ ہونا چاہیئے۔ کسی پارلیمنٹ کو اس کی موقوفی یا التوا کے اخیر اجلاس کے روز سے تین سال کے بعد باقی نہ سمجھنا چاہیئے۔ لارڈ چانسلر پر لازم کیا گیا کہ ہر تیسرے سال دسویں سپٹمبر کے بعد ایک ہفتہ کے اندر انتخاب کے متعلق حکمنامے جاری کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو اراکین امرا اجلاس کرکے خود ان حکمناموں کو جاری کریں اور اگر امرا سے بھی یہ نہ ہوسکے تو شیرفوں کا فرض تھا کہ ان حکمناموں کے انتظار کے بغیر پارلیمنٹ کے لئے انتخاب کے جلسے شروع کرادیں اور ان نمایندوں کا جو اِسطرح منتخب ہوں فرض تھا کہ ایک مدت معینہ کے اندر پارلیمنٹ کا اجلاس کریں۔ بالآخر اگر شیرف بھی اس فرض کی ادائی میں غفلت کریں یا اس کی خلاف ورزی کریں تو شہروں کے ساکنین اور اہل جائداد کو اختیار دیا گیا کہ کسی سرکاری اطلاع پہنچنے کے بغیر وہ بطور خود اراکین پارلیمنٹ کا انتخاب کریں

اس طرح جب لانگ پارلیمنٹ کا ستمبر ۱۶۴۱ء میں اپنی مرضی سے التوا ہوا تو انگلستان کا دستور تقریباً موجودہ طرز پر پہنچ گیا تھا۔ پارلیمنٹ میں وزرا کا ذمہ دار ہونا بیت العوام کے اختیار میں خزانہ کا آجانا قانون غیر موضوعہ اور باقاعدہ عدالتوں کی فضیلت اور صدارت کی نسبت کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجایش باقی نہیں رہی تھی۔

(۲) مدت اختلاف باہمی جس کا اختتام خانہ جنگی پر ہوا۔

یہاں تک تو بیت العوام میں کامل اتفاق رہا۔ اگر بعض اراکین کسی بات سے ناراض ہوتے تھے اُن کی تعداد اس قدر کم ہوتی کہ اُن کا بگڑ جانا اور ملا رہنا برابر ہوتا تھا مگر اس کے بعد سے اِن کی یک جہتی کا خاتمہ ہوگیا اُن ارکان میں جنھوں نے چارلس کے ظالمانہ طریقۂ حکومت اور لاڈ کے جبریہ تحکم مذہب پر ملامت کی تھی پھوٹ پڑگئی اور اُن کے دو بڑے جتھے بن گئے جن کو زمانۂ حال کے ملک کے دو سیاسی فرقوں کا مورث اعلیٰ سمجھنا چاہیئے۔ ان فرقوں میں خصوصاً دو باتوں پر اختلاف تھا ایک تو سیاسی اور دوسرا مذہبی مسئلہ تھا۔

سیاسی اختلافات۔ اکثر اشخاص کا جو چارلس کے غیر دستوری افعال کو بُرا بتاتے تھے خیال ہوگیا کہ اب اصلاح کی تکمیل ہوگئی ہے اس لئے وہ انگلستان کے قدیم دستور کو تبدیل کرنا نہیں چاہتے تھے اور اُن کی سمجھ میں

یہ بات نہیں آتی تھی کہ جب تک بادشاہ کو معتد بہ اختیار نہ دیئے جائیں سلطنت کیونکر چل سکتی ہے نیز ذاتی طور پر یہ لوگ بادشاہ کی وفاداری کا دم بھرتے تھے اور صرف یہی نہیں بلکہ اُس کی وفاداری کو وہ قرابت قریبہ یا مذہب کی عظمت کے برابر سمجھتے تھے۔ علاوہ اس کے فتنہ و فساد کی علامتوں سے جو لندن اور دوسرے مقامات پر چند روز پہلے برپا ہوئے تھے یہ لوگ ڈر گئے تھے۔ ان اسباب کے لحاظ سے وہ مزید سیاسی تغیرات نہیں چاہتے تھے۔ ہائیڈ اور فاک لینڈ جیسے ممتاز ارکان کے اختیار میں اس فرقہ کی رہبری تھی۔

لیکن دوسرا بڑا فرقہ ایسا آسانی سے مطمئن نہیں ہوا اُن کو چارلس پر کسی قسم کا بھروسہ نہیں تھا۔ چارلس اُن کے خیال میں دروغ گو اور متلون تھا۔ ان کو اس بات کا خوف لگا ہوا تھا کہ اگر پارلیمنٹ برخاست ہو گئی تو بادشاہ پھر اپنے پرانے ہتکھنڈے شروع کر دے گا ظلم ڈھانے کے لئے بجائے اُن وزرا کے جن کو سزائیں دی گئی ہیں دوسرے آدمی فراہم کرلے گا اور اپنے منظور کردہ قوانین کو توڑنے کے لئے نئے نئے حیلے نکال لے گا۔ اجلاس کے دوران میں تو اُس زمانہ کی پارلیمنٹ قوی رہتی تھی لیکن موقوفی کے زمانہ میں اُس کی حیثیت معمولی آدمیوں کی سی ہو جاتی تھی کیونکہ اُن دنوں پارلیمنٹ کے باہر ارکان میں

فرقہ بندی اور تنظیم کا طریقہ نہیں تھا اور ملک کے مختلف
حصوں میں خبریں جلد پہنچانے کے ذریعے موجود نہ تھے
ان کو اس کا بھی اندیشہ تھا کہ پارلیمنٹ کے موجود نہ رہنے
کے زمانہ میں بادشاہ عاملانہ حکومت کا صدر بن کر اپنے دشمنوں کو
یکے بعد دیگرے کچل ڈالے گا۔ اس لئے اس فرقہ کے ارکان کا
خیال ہوا کہ بیت العوام کو اُن امور کے حاصل کرنے کے بعد
(جن کا تفصیلی بیان اوپر کے فقروں میں کیا گیا ہے) اور
بھی دور اندیشی کے کام کرنا چاہئے۔ اس کو لازم ہے کہ عاملانہ
حکومت پر اپنا قابو رکھے اور اس بات کو طے کرے کہ
بادشاہ کے وزرا کون اشخاص ہوسکتے ہیں۔ چارلس سے اُس
قوت کو لے لینا چاہئے جو اُس کے باپ اور ٹیوڈر بادشاہوں کو
حاصل تھی اور اس کی طاقت کو گھٹا کر اس کو اس حالت
میں رکھنا چاہئے جیسی ۱۶۸۸ء کے انقلاب سلطنت کے بعد
انگریزی سلاطین کی حیثیت رہی ہے۔ ہیمپڈن اور پم
اس فرقہ کے رہبر تھے۔

اب چارلس نے بعد از وقت ایک ایسی تدبیر
سوچی کہ اگر اس پر بروقت عمل ہوتا تو سب فرقوں کو
اس دشواری سے نجات ملتی۔ وہ آمادہ ہوگیا تھا کہ پارلیمنٹ
کی خواہشوں کو پورا کرے اس لئے ۱۶۴۲ء کے شروع میں
اُس نے جان پم سے جو پیوریٹن فرقہ کا سردار تھا۔
دریافت کیا کہ کیا وہ چانسلر آف دی اکسچیکر (وزیر مال) کی

خدمت قبول کرے گا۔ اس کا پم نے کچھ جواب نہیں دیا
اس کے بعد بادشاہ نے[1] اس عہدہ پر سر جان کلپیپر کو مامور
کیا اور فاک لینڈ کو سکرٹری آف اسٹیٹ (وزیر سلطنت)
بنایا۔ اگرچہ یہ لوگ پیورٹین مذہب نہیں رکھتے تھے تاہم انھوں
نے اُس لڑائی میں جو دستوری آزادی حاصل کرنے کے لئے
کی گئی تھی بادشاہ کے خلاف ملک کی رہبری کی تھی۔ اگر
چارلس یہ تدبیر پہلے ہی اختیار کرتا تو وہ بہت سی آفتوں
سے بچ جاتا۔ اب اس بات کا موقع اِس کے ہاتھ سے
نکل گیا تھا کہ بیت العوام اس پر بھروسہ کرے۔ اور
خود چارلس بھی اپنے نئے وزرا پر اعتماد نہیں کرتا تھا
اِس واسطے اُس کی حکمت عملی پر ان کا کچھ اثر نہیں
ہوسکتا تھا۔

مذہبی اختلافات۔ اگر اراکین عوام میں مذہبی معاملات میں
اختلاف نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ سیاسی امور میں آپس میں
متفق ہو جاتے۔ ذیل کے طریقہ میں اس اختلاف کا نشو نما ہوا۔

بیت العوام کے سب اراکین سرگرم پروٹیسٹنٹ تھے
اور سب کا خیال تھا کہ حکومت کا یہ پہلا فرض ہے کہ
صحیح مذہب کو برقرار رکھے اور غلط مذہب کو مٹائے
اور ان سب کی خواہش تھی کہ کل قوم کا ایک ہی
مذہب ہونا چاہیئے اور اس سے ہر ایک قسم کی
مغایرت کو محو کرنا چاہیئے۔ یہ سب کے سب متفق تھے کہ

---

[1] اسکے متعلق صفحہ ۲۴۳ کی فٹ نوٹ دیکھی جائے ۱۲

رومن کتھلک مذہب والوں کو تنگ کرنا چاہئے۔ ان کو کسی قسم کی سرکاری خدمت اقتدار اور حق نہیں ملنا چاہئے - یہ لوگ چاہتے تھے کہ یہ جس طرح سے رومن کیتھلک کے ساتھ پیش آتے ہیں اُسی طرح سے اُن چھوٹے چھوٹے مخالف العقیدہ فرقوں سے جو اُس زمانہ میں پیدا ہوگئے تھے اور جو انابیپٹسٹ[له] اور سیپریٹسٹ[له] کے نام سے مشہور تھے برتاؤ کریں - اگرچہ ان لوگوں کا ایک ہی قومی مذہب ہونے پر اجماع تھا تاہم طریقہ انتظام اور طرز عبادت اور بعض عقائد و اصول مذہب کی نسبت آپس میں اختلاف تھا۔ اکثر وہ لوگ جو لاڈ کی مداخلت بیجا اور اُس کے مذہبی رسوم کے عشق اور مخالف رائے رکھنے والوں پر اُس کے ظلم و تعدی کو بُرا کہتے تھے ابھی تک پریس بیٹیرین طرز کی مذہبی حکومت اُسقفی طریقہ کی مذہبی حکومت کو ترجیح دیتے اور عام نماز کی کتاب کو بے انتہا پسند کرتے اور فرقۂ پیوریٹن کے خشک اور بے مزہ طریقہ سے نفرت کرتے تھے۔ بعضوں کا خیال تھا کہ مذہب میں ضروری اصلاح لاڈ کی شکست کے بعد ہی شروع ہوئی ہے۔ ان لوگوں کی خواہش تھی کہ اساقفہ کو زیر کرلیں اور طریقہ عبادت و عشاے ربانی اور انگلستان کے مذہب کو اسکاٹ لینڈ کے طریقہ عبادت و عشائے ربانی اور مذہب کے مطابق بنادیں -

---

له و سه متعلقہ نوٹوں کو ضمیمہ میں دیکھا جائے ۱۲

ان امور میں اختلاف آرا بتدریج بڑھکر دشمنی کی حد تک پہنچ گیا۔ اگر چارلس ایک بڑا مدبر ہوتا تو ممکن تھا کہ ان میں چند روزہ صلح کرادیتا۔ لیکن اس کے خلاف چارلس کی کوشش رہی کہ اپنے دشمنوں کی مخالفت کو بڑھنے دیا جائے اس کو امید تھی کہ اس طریقہ سے اپنی کھوئی ہوئی قوت دوبارہ حاصل کرلے گا۔ اس طرح آپس کی مخالفت نے بڑھتے بڑھتے خانہ جنگی کی صورت اختیار کرلی۔

(۳) لانگ پارلیمنٹ کی بادشاہ سے لڑائی - جب خانہ جنگی شروع ہوئی تو اعتدال پسندوں کا فرقہ ہائیڈ اور فاکلینڈ کی ماتحتی میں بادشاہ کے ساتھ ہوگیا اور پارلیمنٹ کے مالک وہ انتہا پسند اراکین بن گئے جو پم اور ہیمپڈن کے زیر سیادت تھے۔ فریقین کے نیک آدمیوں کو اپنے افعال پر ملال ہوتا تھا اس لئے متعدد مرتبہ فریقین نے صلح کرنے کی کوشش کی لیکن یہ کوششیں اِن دو دشواریوں کے سبب سے جن کا ذکر ابھی ہوچکا ہے ناکام رہیں۔ بادشاہ اپنی بات پر اڑا رہا یعنے وزرا کا انتخاب اور ملک پر حکومت خود کرے گا نہ تو بادشاہ اور نہ اُس کے معاذین قواکیر[1] راضی تھے کہ مذہب کو

---

[1] چارلس اول کے معاذین کو یلیر کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ لانگ پارلیمنٹ کی لڑائیوں میں ان لوگوں نے بادشاہ کی رفاقت کی۔ جب دوبارہ شاہی قایم ہوئی تو ان لوگونکو فرقہ بادشاہ وکلیسا کا لقب ملا اور بعد کو یہی فرقہ ٹوری کے نام سے منسوب ہوا۔ اہل دربار (کورٹیرز) کے بڑے بڑے گیسو ہوتے تھے اور ہمیشہ تلوار باندھا کرتے تھے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۹ پر دیکھو)

پرِیس بیٹیرین طرز پر ترتیب ہونے دیں۔ پارلیمنٹ کے لیڈر بادشاہ کو قوت و اختیار دیتے ہوئے ڈرتے تھے۔ فریق ثانی کے رہبر اور معتقدین دونوں آمادہ ہوگئے تھے کہ ملک میں پرِیس بیٹیرین طرز کا مذہب رواج پاجائے۔ فریقین مذہبی مساوات کو قبول کرنا نہیں چاہتے تھے اِس لئے دونوں فریق ناممکن الحصول سرداری کے لئے لڑتے چلے گئے۔

اس جنگ کے شروع میں تو بادشاہ کو فتح ہوتی رہی اس پر پارلیمنٹ نے (اہل اسکاٹ لینڈ سے دوستانہ تعلقات پیدا کرکے) اُن کے مذہبی اتحاد اور عہدنامہ پر دستخط کردئے اور اُن کی فوج کو انگلستان پر حملہ آور ہونے کے لئے بُلا بھیجا۔ اس طریقہ سے پارلیمنٹ نے سب شمالی اضلاع کو فتح کرلیا۔ پرِیس بیٹیرین فرقہ کی فتح کامل کا سب کو یقین تھا لیکن انقلابات کے زمانہ میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ چند سچے سرفروش اور جانباز شخصوں کے ہاتھ میں قوت آجاتی ہے۔ انڈیپنڈنٹ[1] (آزاد) لوگوں کا نیا فرقہ اگرچہ تعداد میں کم لیکن عقل و جرات میں دوسروں سے زیادہ تھا۔ یہ لوگ اپنے عقائد و اصول مذہب کے پکے تھے۔ ان کو پرِیس بیٹیرین مذہب والوں کے ظلم و جور کی طرف سے بہت اندیشہ لگا ہوا تھا کیونکہ وہ اس سے قبل اساقفہ کی جبر و تعدی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۸) اس سبب سے ان کا نام کویلیر پڑگیا جس کا معرب تو الیر ہے ۱۲۔

[1] دیکھو نوٹ متعلقہ مندرجہ ضمیمہ ۱۲۔

دیکھ چکے تھے۔ یہ لوگ سمجھ گئے تھے کہ پریس بیٹیرین کس قدر
بیوقوف ہیں کہ چارلس کو انگلستان کی بادشاہت پر قایم
رکھنا بھی چاہتے ہیں اور اس کے اختیار و اقتدار کے
باوجود اس سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ایسی کلیسائی حکومت
کے طریقہ کو نافذ کرے گا جس کو وہ خلاف مذہب اور
قابل نفرت خیال کرتا ہے۔ اس لئے انڈیپنڈنٹ لوگ
آلیور کرامول کی ماتحتی میں اپنے خیال کے موافق منزلِ
مقصود تک پہنچ گئے۔ ۱۶۴۵ء میں سلف ڈنائینگ آرڈننس
(خودی سے انکار کرنے کی نسبت قانون) کو پاس کرکے
پہلے تو انھوں نے فوج کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اس
قانون کی رو سے پارلیمنٹ کی ہردو مجلسوں (بیت)
کے اراکین کو فوج کی سرداری سے ممانعت کردی گئی۔ اس کے بعد
انھوں نے فوج کو نئے سرے سے ترتیب دے کر چارلس کو
مقام نسبی پر شکست فاش دی۔ اس کے بعد سے فوج اور
پارلیمنٹ میں قوت کے متعلق لڑائی ہونے لگی۔ ہردو فریق نے
بادشاہ سے صلح کرلینے کی کوشش کی لیکن بادشاہ نے ایک کو
دوسرے سے لڑانا چاہا آخرکار فوج میں صبر کی طاقت
باقی نہ رہی شاہی حملہ کو جو اسکاٹ لینڈ کی جانب سے
کیا گیا تھا پسپا کرکے اُس نے بیت العوام سے سب
پریس بیٹیرین ممبروں کو نکال باہر کیا اور چارلس کی
عام ملزمین کی طرح کھلی عدالت میں تحقیقات کراکے

اور اس کو مجرم قرار دیا اور قتل کی سزا دی اور بیت الامرا کو
موقوف کیا اور انگلستان میں علی الاعلان آزاد جمہوری
حکومت قایم کردی ۔

فوج اور رمپ (تلچھٹ ۔ فضلہ) اب سیاسی قوت کے
اجارہ دار صرف فوج اور لانگ پارلیمنٹ کے باقی ارکین
بن گئے تھے ۔ آخرالذکر رمپ کے نام سے مشہور ہیں۔
قانون کے ذریعہ سے قرار دیا گیا کہ سلطنتی کاروبار کو
ایک مجلس حل و عقد جس کے اکتالیس اراکین تھے اور
بیت العوام چلایا کرے۔ بعض خارج شدہ ممبروں کو واپس
آنے کی اجازت دی گئی اور صرف اُنہی حلقہ جات انتخاب کے
پارلیمنٹ کے ممبروں کے لئے انتخابات ہوتے رہے جہاں سے
فرقہ مقتدر کے موافق و ہمخیال اراکین کے بھیجے جانے کی
امید ہوتی تھی ۔ کچھ دنوں فوج اور بیت العوام میں ایکا رہا
دشمنوں نے چوطرف سے نئی جمہوری حکومت مسمیٰ "رفاہ عام"
کو گھیر لیا تھا لیکن کرامول کی دانائی اور مستعدی کو اُن پر
غلبہ رہا ۔ آیرلینڈ اور اسکاٹ لینڈ کو فتح کرلیا گیا اور
فرقہ قوالیر جو بادشاہ کا رفیق تھا تتر بتر کردیا گیا مگر جب
خوف جاتا رہا تو فوج اور رمپ میں جھگڑا شروع ہوگیا۔
فوج کے افسروں نے ایک باقاعدہ دستور کا خاکہ اور
مسودہ جس کا نام عہدنامۂ رعایا رکھا گیا تھا بیت العوام
میں حال ہی میں پیش کیا تھا فوج چاہتی تھی کہ اُس

طرز کی باقاعدہ دستوری حکومت ملک میں قایم اور ایک
نئی پارلیمنٹ منعقد ہو اور رمپ کی خواہش تھی کہ اپنے
ہاتھ سے حکومت نہ جانے پائے۔ بالآخر کرامول نے پارلیمنٹ
سے اپریل ۱۶۵۳ء میں رمپ کے اراکین کو خارج
کر کے اس نزاع کو مٹایا۔

آلیور کرامول کی حکومت۔ اس وقت سے مرتے دم
تک کرامول ہی حقیقت میں انگلستان کا بادشاہ تھا
اگرچہ اُس کی اعلیٰ شجاعت اور قابلیت کی بہت شہرت
ہوئی لیکن سلطنت کو باقاعدہ اور مستقل بنانے میں
اس کی ہر ایک کوشش ناکام رہی۔ اس کے خیالات
زیادہ تر قدامت پسندی کے تھے۔ اگر ملک اُس کے
ادعائے شاہی کو تسلیم کر لیتا تو وہ بالکل آمادہ تھا کہ
دستوری قیود کا مطیع ہو جائے۔ وہ چاہتا تھا کہ امرا اور
شرفا مہام سلطنت میں اسی طرح شریک رہیں جیسا کہ
انگلستان کے جایز سلاطین کے زمانہ میں یہ لوگ اِن
امور میں حصہ لیتے تھے۔ اُس کی یہ بھی تمنا تھی کہ
پادریوں کو اصولی طور پر برقرار رکھا جائے اور اِن
کی پرورش کا ذریعہ وہ محصول قرار دیا جائے جو لوگوں
کے مال کا دسواں حصہ ہو اور اُن کو ایک ہی مذہب کا
پابند نہ کرنا چاہیئے۔ وہ دوسرے مذہبوں کی آزادی کا
روادار تھا بشرطیکہ غیر مذہب والے مذہبی مناظرے

نہ کریں اور شور و شغب نہ مچائیں اور قانون غیر موضوعہ کا بھی بجز چند ترمیمات کے حامی تھا مگر وہ اس بات سے واقف ہوگیا تھا کہ انقلاب پسندوں کا رہبر کبھی دستوری بادشاہ نہیں ہوسکتا۔ قوالیر اُس کو نو دولت خیال کرکے حقارت سے دیکھتے تھے اور بادشاہ چارلس کا قاتل سمجھکر اس سے نفرت کرتے تھے۔ پریس بٹیرین اس سے سخت متنفر تھے اس واسطے کہ اُس نے اُن کی چھوٹی سی حکومت کو مٹا دیا تھا۔ لیویلر[له] انا بیپٹسٹ اور دوسرے مذہبی خبط رکھنے والے لوگ بھی اس کے امن قایم کرنے سے ناراض تھے۔ اکثر اُسی کے ہم فرقہ انڈیپنڈنٹ جو اکثر جمہوریت پسند تھے اُس سے مشتبہ تھے کہ وہ بادشاہ بننا چاہتا ہے اس لئے اس کو بیوفا اور غدار سمجھنے لگے تھے۔

لٹل پارلیمنٹ (چھوٹی پارلیمنٹ)۔ کرامول اور اس کی فوج نے رمپ سے نجات پاکر ایک نئی مجلس کو طلب کیا جو لٹل پارلیمنٹ یا بیر بونز پارلیمنٹ کے نام سے مشہور ہے۔ کرامول اور فوج کے افسروں نے اس کے ممبروں کو نامزد کیا تھا جن کی تعداد ایکسو چوالیس تھی۔ آیرلینڈ سے چھ اور اسکاٹ لینڈ سے پانچ ممبر آئے تھے اکثر اس کے اراکین اس زمانہ کے معیار کے لحاظ سے راست باز اور متقی تھے۔ اس پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس

له دیکھو نوٹ متعلقہ مندرجہ ضمیمہ ۱۲۔

چوتھی جولائی ۱۶۵۳ء کو ہوا اور اُس نے خرابیوں کی اصلاح شروع کردی۔ ان ارکین کے بعض خیالات معقول اور بعض مہمل تھے۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ کام اُن کی طاقت سے زیادہ ہے تو انھوں نے ۱۲ ڈسمبر ۱۶۵۳ء کو استعفا دے کر اپنے اختیارات کرامول کے سپرد کردئے۔

دی انسٹرومنٹ آف گورنمنٹ (دستاویز حکومت)

فوج کے سربرآوردہ افسروں نے ایک نئے دستور کی نسبت جو ایک دستاویز کی شکل میں لکھا گیا تھا آپس میں عہد و پیمان کیا اور اس کا نام دی انسٹرومنٹ آف گورنمنٹ رکھا۔ اس معاہدہ کی رو سے کرامول کو جمہوری حکومت کا لارڈ پروٹیکٹر (حامی سلطنت) بنایا گیا اور اس کی مدد کے لئے ایک کونسل مقرر کی گئی جس کو اختیار تھا کہ اپنے ممبروں کی خالی جائدادوں کو خود مامور کرے اور کرامول کے جانشین کو منتخب کرے ایک نئی اور آزاد پارلیمنٹ کا انعقاد ہوا جس میں بجائے دو کے صرف ایک مجلس تھی اور جس میں انگلستان اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ تینوں ملکتوں کے نمایندے شریک تھے۔ انتخاب کرنے والوں کے شرائط اہلیت ایک ہی قسم کے تھے بلکہ ان کو کسی قدر بہتر بنایا گیا تھا۔ جن شہروں کی آبادی کم ہوگئی تھی اُن کے حقوقِ رائے زنی سلب کرلئے گئے اور جن شہروں کی

آبادی وغیرہ میں ترقی ہورہی تھی انھیں یہ حقوق دیے گئے پارلیمنٹ کی مدت سہ سالہ مقرر ہوئی اور اُس کا فرض تھا کہ کم سے کم پانچ مہینے تک مسلسل اجلاس کرے۔ کرامول نے اِس دستاویز حکومت کو منظور کرلیا اور اُس کے حامی سلطنت بننے کی رسم[1] ۱۶ ڈسمبر ۱۶۵۳ء کو ادا کی گئی۔

سلطنت زیر حمایت کی مجالس شوریٰ (پارلیمنٹیں)

اس سلطنت زیر حمایت کی پہلی پارلیمنٹ سپٹمبر ۱۶۵۴ء میں منعقد ہوئی۔ طرفداران شاہی کو اس سے خارج کیا گیا لیکن جمہوریت پسندوں کی بہت کثرت تھی۔ بریں ہم کرامول کو اس سے ان اراکین کو نکالنا پڑا جو اس کے اختیارات پر معترض تھے اس کے بعد بھی اس پارلیمنٹ سے کام نہ سنبھل سکا اور کرامول نے جس قدر جلد ہوسکا اس کو موقوف کردیا۔

سپٹمبر ۱۶۵۶ء میں اُس نے دوسری پارلیمنٹ طلب کی اس سے بھی انتہا درجہ کے جمہوریت پسندوں کو خارج کرنا پڑا۔ باقی اراکین کی خواہش تھی کہ دستور کو زیادہ تر شاہانہ بنایا جائے۔ ان لوگوں نے ایک عاجزانہ عرضداشت اور مشورہ مارچ ۱۶۵۷ء میں کرامول کی خدمت میں روانہ کیا جس میں اس کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اپنے جانشین کو نامزد کرے اور پارلیمنٹ میں ایک ہیئت الامرا

[1] دیکھو نوٹ متعلقہ رسم تدہین مندرجہ ضمیمہ ۱۲

مقرر کرے۔ لیکن جب ۱۶۵۸ء کے شروع میں یہ پارلیمنٹ دوبارہ کھلی تو اراکین عوام اُس نئے بیت الامرا کے ارکان کے ساتھ اتفاق سے کام نہیں کرنے لگے سبب یہ کہ ہر قسم کا آدمی جو کرامول کے ہاتھ لگ گیا اس نئے بیت الامرا کا رکن بن گیا۔ کرامول کو یہ پارلیمنٹ بھی برخاست کرنی پڑی۔ وہ پارلیمنٹ کے بغیر اپنے اخیر زمانہ تک حکومت کرتا رہا اور اس کی موت اسی سال سپتمبر میں واقع ہوی۔

اس کا لڑکا رچرڈ باپ کا جانشین ہوا اور اُس نے ایک تیسری پارلیمنٹ ۱۶۵۹ء میں منعقد کی لیکن اس پارلیمنٹ نے فوج کو ناراض کیا فوج نے رچرڈ کو مجبور کیا کہ اس کو برخاست کردے۔ اس پر فوج نے اُسی رمپ کو پھر بلوایا اور رچرڈ نے سلطنت زیر حمایت کی حکومت ترک کردی۔

عودِ شاہی۔ اس کے چند ہی روز بعد فوج اور رمپ پارلیمنٹ میں جھگڑا ہونے لگا۔ اس مرتبہ بھی فوج نے رمپ کو اٹھوادیا۔ اب تو ملک میں سراسیمگی اور ہر طرح کی بُرائی پھیل گئی۔ اگرچہ فوج سب فرقوں پر حاوی ہوگئی تھی لیکن ملک میں کوئی اُس پایہ کا آدمی نہیں تھا کہ اس کی صحیح طور پر رہبری کرسکتا۔ اس سال کے ختم ہونے کے قبل ہی فوج نے پھر رمپ کو بلایا۔ ۱۶۶۰ء کے شروع ہی میں جنرل

منک اُس فوج کے ہمراہ جو اسکاٹ لینڈ میں ٹھرائی گئی
تھی جنوب کی طرف روانہ ہوا اور لنڈن میں داخل ہوتے ہی
ایک آزاد پارلیمنٹ کے قایم کرنے کا اعلان دے دیا
اس پر بیت العوام کے اُن ارکین نے جو ۱۶۴۸ء میں
خارج کئے گئے تھے اور امرائے ملکی نے پارلیمنٹ میں
اپنا اپنا کام شروع کردیا۔ اس طرح لانگ پارلیمنٹ دوبارہ
مرتب ہوئی اور بالآخر خود ہی برخاست ہوگئی۔

ایک کن ونشن پارلیمنٹ یعنے ایسی پارلیمنٹ جو
شاہی حکمنامے کے بغیر باقاعدہ طور پر نہ طلب کی گئی ہو
بطورِ خود ماہ اپریل کے اختتام پر منعقد ہوگئی۔ عام طور پر
اس کی خواہش تھی کہ پھر سے شاہی مقرر کی جائے
اِس میں شک نہیں کہ اِس پارلیمنٹ کے پاس عدم
حکومت اور غدر کو فرو کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ ہی
نہ تھا۔ جنرل منک نے پہلے سے ہی چارلس (دوم) سے
جو برسلز میں جلاوطنی میں بسر کررہا تھا مراسلت شروع
کردی تھی۔ یہاں سے چارلس بریڈا ولندیزی علاقہ میں گیا اور
وہاں سے اُس نے پارلیمنٹ کو ایک اعلان روانہ کیا جس
میں آزادئ ایمان اور گذشتہ قصوروں سے معافی اور فوج کی
چڑھی ہوئی تنخواہ کی ادائی کا وعدہ تھا۔ اس اعلان کے وصول
ہوتے ہی پارلیمنٹ نے چارلس کی شاہی کو تسلیم کرلیا اور وہ
مئی میں انگلستان واپس آگیا۔

باب دہم

چارلس دوم۔ جیمس دوم۔ انقلاب اور ولیم سوم
سنہ ۱۶۶۰ء سے سنہ ۱۷۰۲ء تک کے حالات

تمہید۔ ملک کے مختلف فرقے فوجی حکومت سے ڈرکر اور دستوری حکومت کی تمنا میں آپس میں متفق ہوگئے کہ دوبارہ شاہی حکومت قایم کریں۔ جایز بادشاہ کے ساتھ مذہب اور سلطنت کے پرانے ادارات بھی بحال کئے گئے کوتاہ بینوں کو سمجھائی دیا ہوگا کہ گذشتہ خانہ جنگی اور جمہوری حکومت کے معرکوں اور شوروشغب کا کچھ بھی اثر باقی نہیں رہا۔ لیکن حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ گذشتہ واقعات کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتے تھے۔ دوبارہ قایم کی ہوئی شاہی جیمس اول اور ایلیزبیتھ کی بادشاہی سے بالکل مختلف تھی۔ قوم نے گذشتہ کامیاب شورش اور بادشاہ پر فوجداری تحقیقات اور اُس کے قتل سے اور

ان سیاسی تجربوں سے جو اُس کے بعد بغرض آزمایش کئے گئے تھے سبق حاصل کیا تھا کہ اپنی قوت کو ہر حال میں قایم رکھنا چاہیئے۔شہروں اور گاؤں کے رہنے والے متوسطین اپنی سیاسی اور فوجی قوت حاصل کرنے کے طریقے سیکھ گئے تھے۔اس لئے اب ناممکن تھا کہ ملک قدیم طرز کا ظلم سہہ سکے۔بادشاہ انگلستان کو اب اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ اگر امن وعافیت میں بسر کرنی ہے تو دستوری حدود کے باہر قدم نہ رکھنا چاہیئے۔

لیکن اسٹورٹ سلاطین تجربہ سے سبق لینا نہیں جانتے تھے۔واپس بلانے کی دیر ہی تھی کہ انھوں نے اپنی پرانی خواہش کے حاصل کرنے کے لئے چالبازیاں شروع کردیں۔چارلس دوم بخوشی اپنے آپ کو مطلق العنان بنا لیتا مگر وہ ایسا ہوشیار تھا کہ جب قوم کو کسی بات پر بہت مصر پاتا تو اپنی خواہش پر اڑا نہیں رہتا تھا۔اُس کے بھائی جیمس دوم میں اُس سے بہ نسبت عقل کم اور مستعدی زیادہ تھی۔اُس نے اپنے حرکات سے ظاہر کردیا کہ اُس کو قانون نافذہ اور رعایا کے جذبات اور میلانات طبع کا کوئی پاس نہیں ہے۔اِس لئے سب فرقے اُس کو معزول کرنے کے لئے متفق ہوگئے۔۱۶۸۸ء کے انقلاب سے لانگ پارلیمنٹ کے کام کی تکمیل ہوئی بادشاہ کے ہاتھ سے قوت نکل کر ہمیشہ کے لئے پارلیمنٹ کی

دونوں مجلسوں میں خصوصاً بیت العوام کے ہاتھوں میں چلی گئی۔
دی کن ونشن پارلیمینٹ۔ اس سبب سے کہ یہ پارلیمینٹ سیاسی فرقوں کے ربط وضبط سے بنی تھی اِس کی حکمت عملی معتدل رہی۔ فوج کو تنخواہیں دے کر برطرف کردیا گیا۔ معافی کا قانون پاس ہوکر سوائے بعض کے گذشتہ تیئس سال کے سب مجرمین کو معافی دی گئی بادشاہ اور کلیسا اور فرقۂ توالیر کی وہ سب زمینیں جن کو انقلاب پسندوں کی حکومت نے بیچ دیا تھا اُن کے مالکوں کو واپس دلائی گئیں۔ آیندہ سرکاری اخراجات کے لئے پہلے ہی سے فراہمی کا انتظام ہونے لگا ٹینیج اور پونڈیج کی بادشاہ کی حیات تک منظوری دی گئی۔
فوجی عطیات ارضی کی منسوخی۔ فوجی عطیات ارضی کو منسوخ کرکے کن ونشن پارلیمینٹ نے پایندہ اور عظیم اصلاح کی بنا ڈالی ہے۔ جب سے کہ ہنری دوم نے ذاتی خدمت کے بجائے اسکوٹیج (زرسپر) کا لینا قایم کردیا تھا فوجی عطیات اراضی کے معنے باقی نہیں رہے تھے۔ بلکہ ایڈورڈ سوم کے زمانہ ہی سے جاگیری طرز کی فوج جو جاگیرداروں اور اُن کے وابستہ لوگوں پر مشتمل ہوتی تھی موقوف ہوکر پیشہ ور سپاہ رکھی جانے لگی تھی اور اس کے افسر اور سردار امرا اور شرفا سے ہوتے تھے اور اُس میں رضاکار بھرتی کئے جاتے تھے۔ مگر ٹیوڈر سلاطین فوجی عطیات اراضی کے

ذریعہ سے اپنی کچھ آمدنی کرلیا کرتے تھے جس سے جاگیرداروں کو بہت نقصان ہوتا تھا۔ ولایت اور ازدواج کے پرانے شاہی حقوق سے لوگوں پر بہت ظلم ہوتا تھا۔ کورٹ آف وارڈز (محکمۂ نگرانی نابالغاں) جس کی نگرانی میں یتیموں کے علاقے دئے گئے تھے خرابیوں کا گھر بن گئی تھی۔ ان علاقوں کا انتظام معقول طور پر نہیں ہوتا تھا اور نگرانی کے زمانہ میں اُن کی مالگزاری ضرور گھٹ جاتی تھی۔ علاوہ بریں وہ اسباب بھی اب باقی نہیں رہے تھے جن کی وجہ سے کسی زمانہ میں نظام جاگیری کی ضرورت تھی۔ اب لوگ اس بات کے روادار نہیں تھے کہ بادشاہ اُن کے نابالغ بچوں کے لئے شوہر اور زوجہ اور ولی کا انتخاب کرے۔ قوم ان برائیوں کو اس قدر محسوس کرنے لگی تھی کہ جیمس دوم کے تخت نشین ہوتے ہی پارلیمنٹ نے تحریک کی کہ ان حقوق کے عوض میں بادشاہ سالانہ رقم معین کرلے۔ جیمس اس تحریک کے ساتھ اتفاق کرنے پر آمادہ تھا لیکن بیت العوام کی مقررہ رقم سے اُس کو اختلاف تھا۔ لانگ پارلیمنٹ نے فرمان کے ذریعہ سے فوجی عطیات اراضی کے طریقہ کو منسوخ کردیا تھا۔ امرا اور شرفا نے برسوں کے بعد اس کی اذیتوں سے نجات پائی تھی اور اس لئے وہ تلے ہوئے تھے کہ اب اُسے ہرگز قایم نہ ہونے دیں گے۔ اس واسطے کن ونشن پارلیمنٹ نے

قانون موضوعہ کے ذریعہ سے اس کی تنسیخ کی تصدیق کی اور فوجی عطیات ارضی کے لوازمات کی ادائی میں بادشاہ کے واسطے ایک موروثی مالگزاری معین کر دی۔ جو کی شراب (بوزہ) اور دوسرے قسم کی منشی اشیا پر محصول آبکاری لگا کر اس محاصل کا وصول کرنا لازمی قرار دیا گیا۔ مگر انصافاً اس آمدنی کو ان زمینوں پر محصول لگا کر وصول کرنا چاہیئے تھا جن سے جاگیری محصول کا بار اُٹھا لیا گیا تھا۔ بہرحال اس محاصل کی مقدار زیادہ نہ تھی اور سب افرادِ قوم کو ان خرابیوں کے استیصال سے جن سے زراعت کو ضرر ہوتا تھا بہت نفع پہنچا۔ تاہم بادشاہ اب بھی ملک کی سب زمین کا اعلیٰ مالک سمجھا جاتا تھا لیکن اب زمین کو زراعت کی غرض سے دوسروں کو دینے کا طریقہ نکل آیا تھا اور عطا شدہ زمین عطیہ زرعی کہلاتی تھی جسکے معطیٰ لہ یعنے قابض کو برائے نام زرلگان یا مالگزاری ادا کرنا پڑتا تھا۔ فوجی عطیات ارضی کی منسوخی انگلستان کے جاگیری اراضی کے قانون کے موقوف کرنے میں آخری مفید تدبیر تھی۔

ہائی چرچ والوں کا دوبارہ تسلط۔ انگلیکن اور پریسبٹیرین لوگوں کی متفقہ کوشش سے شاہی دوبارہ قایم ہوئی تھی اِس لئے چارلس نے آزادی مذہب کی عام طور پر لوگوں کو امید دلائی۔ واپسی کے بعد چارلس نے قومی

دین کی توسیع کے خیال سے اعلان کیا کہ اس میں دونوں فرقے شامل ہیں۔اس اعلان کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا بجز اس کے کہ ایک بیفائدہ کانفرنس ۱۶۶۱ء میں لنڈن میں بمقام سیوائے منعقد ہوئی۔اس سبب سے کہ پچھلی خانہ جنگی ایک حد تک بڑی مذہبی جنگ تھی۔فدائیان مذہب نے ارادہ کرلیا تھا کہ پیوریٹین فرقہ کا نام تک باقی نہ رکھیں گے چارلس نے اس خصومت میں دخل نہیں دیا کیونکہ اُس کی خواہش تھی کہ پیوریٹین اس بات کو سمجھ جائیں کہ پارلیمنٹ ہی اُن کے مٹانے پر آمادہ ہوگئی ہے اور اگر اُن کو اپنے بچانے کی کوئی امید ہوسکتی ہے تو وہ صرف بادشاہ کی ذات اور اُس کی عنایت ہے۔

اِس لئے اُس نئی پارلیمنٹ نے جو ۱۶۶۱ء میں منعقد ہوئی تھی اِن کو تنگ کرنے کی غرض سے متعدد قوانین وضع کئے۔

(۱) دی ایکٹ آف یونیفارمٹی (مذہبی یکسانی کا قانون) مجریہ ۱۶۶۱ء کی روسے قرار پایا کہ ہرایک پادری، کالج کا ہر ایک لایق وظیفہ یاب طالب علم اور مدرس معینہ دین کی کتاب صلوٰۃ عامہ کے ہر مضمون اور ہر لفظ کو قبول کرے۔اس قانون کے نفاذ سے دو ہزار پادریوں کی معاش موقوف ہوگئی۔

(۲) دی کارپوریشن ایکٹ (قانون شخصیہ ا

مجریہ ۱۶۶۱ء کی رو سے شخصیہ والے شہروں (انہی شہروں میں پیوریٹن کی کثرت تھی) کے بلدیہ کا ہر ایک رکن مجبور کیا گیا کہ اسکاٹ لینڈ والوں کے عہدنامہ کی تردید کرے اور سیکرمنٹ[1] (عشائے ربانی) کی رسم انگلستان کے معینہ دین کے موافق ادا کرے اور حلفاً اقرار کرے کہ بادشاہ کی مخالفت کو وہ خطا سمجھتا ہے۔

(۳) دی کان وِنٹیکل ایکٹ (نمازیوں کی تعداد کا قانون) مجریہ ۱۶۶۴ء کے ذریعہ سے ایسی عبادت کی غرض سے جو مروجہ دین انگلستان کے خلاف ہو ایسے پانچ آدمیوں سے زیادہ کا ایک جگہ جمع ہونا جو ایک خاندان کے نہ ہوں ممنوع قرار پایا جس کی خلاف ورزی کی سزا نہایت سخت تھی۔

(۴) دی فایف مائیل ایکٹ مجریہ ۱۶۶۵ء کی رو سے اُن تمام پادریوں کو جنھوں نے ایکٹ آف یونیفارمٹی پر دستخط نہ کیے ہوں یا بادشاہ کی اطاعتِ کامل کا حلف نہ اُٹھایا ہو ممانعت کردی گئی کہ کسی مدرسہ میں درس نہ دیں اور نہ کسی شخصیہ والے شہر کے حدود کے پانچ میل کے اندر داخل ہوں۔ تِوالیر کو ان تدبیروں سے امید تھی کہ وہ پیوریٹن دین کی بیخ کنی کریں گے اور کُل قوم پھر ایک دفعہ

---

[1] پہلے کسی مقام پر اس کی نسبت پروٹسٹنٹ اور کیتھلک کے اختلاف عقیدہ کو بطور نوٹ دکھلایا گیا ہے ۱۲-

ایسے دین کو اختیار کرلے گی جس میں کلیسا کی حکومت اساقفہ کے تفویض ہو۔ لیکن یہ کوشش بالکل ناکام ثابت ہوئی۔

طرفداران شاہی کا دوبارہ تسلط۔ اس پارلیمنٹ کی خصوصیت بادشاہ سے وفاداری و عقیدت اور جمہوریت سے نفرت تھی۔ اُس نے باضابطہ طور پر طے کردیا کہ بادشاہ کے بغیر پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کو قانون وضع کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور بادشاہ ہی قومی سپاہ کا خواہ وہ بحری ہو یا بری سپہ سالار ہے۔ اس سبب سے کہ مفسدوں اور بلوائیوں کے انبوہ کثیر نے عرضیاں پیش کرکے گزشتہ خانہ جنگی کی ابتدا کی تھی عرضی دینے کے حق کو سختی کے ساتھ محدود کیا گیا۔ کوئی ایسی عرضی پیش نہیں ہونے پاتی تھی جس کے پیش کرنے والے تعداد میں دس سے زیادہ ہوتے تھے۔ اگر مذہبی یا سیاسی امور میں کچھ تبدیل کرنی منظور ہوتی تو عرضی پر بیس آدمیوں سے زیادہ کے دستخط نہ ہوتے تھے اور جب تک تین اعزازی نظائے فوجداری یا گرانڈ جوری[1] کثرت آرا سے اس کو منظور نہ کرتے بادشاہ کے ملاحظہ میں نہ گذرانی جاتی۔ قانون سہ سالہ پارلیمنٹ مجریہ ۱۶۴۱ء کی تنسیخ کے لئے ایک مسودہ قانون پیش ہوا مگر داخل دفتر کردیا گیا۔ بالآخر ۱۶۶۴ء میں بادشاہ نے اس قانون کو منسوخ کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ اس کو سخت ناگوار تھا کہ پارلیمنٹ ان پابندیوں کے ساتھ منعقد ہوا کرے جو اُس میں قرار دی گئی ہیں

---

[1] دیکھو نوٹ متعلقہ مندرجہ ضمیمہ ۱۲۔

اِس واسطے اس قانون کو منسوخ کرکے ایک مبہم شرط بڑھادی گئی کہ آیندہ سے پارلیمنٹ تین سال سے زیادہ موقوف نہیں رہے گی۔

شاہی وفاداری کے خیالات کا زوال۔ اس پارلیمنٹ نے باوجود وفادار ہونے کے اس بات کو فراموش نہیں کیا تھا کہ گذشتہ بغاوت ہی کی بدولت وہ اس بلند مرتبہ پر پہنچی ہے وہ ہر بات پر اعتراض کرنا اور ہر شئے اپنے قابو میں رکھنا چاہتی تھی۔ درباریوں کی عیاشی و بدکاری عہدہ داروں کی رشوت ستانی اور ولندیزی جنگ (از ۱۶۶۵ء تا ۱۶۶۷ء) کی تباہی نے اُس کے اس ارادہ کو اور بھی مضبوط کردیا۔ اگرچہ بیت العوام نے ۱۶۶۵ء میں ایک معتد بہ رقم کی منظوری دی تھی لیکن اس کے ساتھ اس کی بھی صراحت کردی کہ وہ مصارف جنگ کے لئے مخصوص ہے۔ لینکسٹرین دور سے لےکر اب تک صرف دو مرتبہ اس قسم کی احتیاط برتی گئی تھی۔ اُس کے دوسرے سال بھی پارلیمنٹ نے اس طرح کی احتیاط کی۔ ۱۶۶۷ء میں پارلیمنٹ نے منظورہ رقوم کے حساب لینے کے متعلق ایک قانون جاری کیا۔ اس قانون کے زیر اثر کمشنران حسابات جن کے غیرمعمولی اختیارات تھے مقرر کئے گئے کہ سرکاری حسابات کی تنقیح اور دریافت کریں۔ انہی کمشنروں کی شکایت پر سرجارج کارٹیرٹ خزانہ دار بحریہ کو بیت العوام سے خارج کیا گیا۔ اُس نے بلا صحیح حکمنامہ کے

ایک رقم ایصال کی تھی۔ ہائیڈ نے جواب ارل آف کلارنڈن اور لارڈ چانسلر ہوگیا تھا کوشش کی کہ بیت العوام کی مداخلت اور زیادتی کو رد کرے لیکن اراکین عوام نے اُس پر ۱۶۶۷ء میں بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے کے الزام میں مواخذہ کیا جس سے وہ مجبور ہوکر ملک سے فرار ہوگیا۔

سازشی مخفی جماعت (کیبل) اور اعلان مراعات

جیمس اول کے عہد سے بادشاہ کی عادت ہوگئی تھی کہ نہایت ہی ضروری امور سلطنت کی نسبت اُنہی چند مشیروں سے مشورہ کرتا جن پر اُس کو پورا بھروسہ ہوتا۔ لیکن ملک اس طریقہ کو غیر دستوری خیال کرتا تھا کلارنڈن کے نکل جانے کے چند دنوں بعد چارلس نے پانچ مشیروں کو اپنے مشورہ کے لئے مخصوص کرلیا تھا۔ ان میں کے دو انٹنی اور آشلی کوپر سب سے زیادہ مشہور ہیں انہی مشیروں کو سازشی جماعت کہا جاتا تھا لفظ کیبل (Cabal) کے متعلق یہ غلط خیال قایم ہوگیا ہے کہ یہ ان لوگوں کے ناموں کے سر حرف سے بنا ہے، لیکن یہ لفظ بہت پرانا ہے اُن سے برسوں پہلے سے زبان میں موجود ہے اور اس کے معنی اُس جماعت کے ہیں جو متفق ہوکر مخفی کام کرے۔ کیبل کی مدد اور مشورہ سے چارلس نے کوشش کی کہ اپنی مرضی کے موافق حکمت عملی اختیار کرے وہ چاہتا تھا کہ امور خارجہ میں فرانس سے اتحاد پیدا ہو اور ملکی معاملات میں کیتھلک اور نان کن فرمسٹ لوگوں کے

مدد ملے۔ اُس نے ۱۶۷۲ء میں ایک اعلان مراعات جاری
کیا جس کی رو سے ایسے سب قوانین جن کی غرض غیرمذہب والوں کو
ایذا دینی تھی بے اثر اور معطل قرار دئے گئے۔ لیکن اس تدبیر سے
آزادی پسند اور متعصب دونوں قسم کے لوگ خوف زدہ ہو گئے
اِس لئے جب پارلیمنٹ ۱۶۷۳ء میں منعقد ہوئی تو اُس نے
چارلس کو مجبور کیا کہ اس اعلان کو واپس لے لے۔

قانون آزمایش بابت ۱۶۷۳ء۔ پارلیمنٹ کا مصمم ارادہ ہوگیا
تھا کہ سرکاری خدمت سے ہر ایک شخص کو جو مروجہ مذہب
انگلستان سے منحرف ہو نکال دیا جائے۔ قانون صدارت مذہبی
بابت ۱۵۵۹ء کی رو سے ہر ایک ملکی اور مذہبی عہدہ دار پر
لازم کیا گیا تھا کہ پوپ کی حکومت کو نہ ماننے کا حلف اُٹھائے
لیکن اس کی پابندی نہ کرنے کی سزا نہیں تھی اور امرا کو تو
بصراحت اس سے مستثنیٰ کیا گیا تھا۔ مگر اس قانون آزمایش
(نافذہ) نے قرار دے دیا تھا کہ کسی شخص کو ملکی خدمت نہ ملے
جب تک کہ وہ انگلستان کے مروجہ مذہب کی رسم کے مطابق
عشائے ربانی کی رسم نہ ادا کرے اور مسئلہ استحالہ کے عقیدہ
کے خلاف اقرار نہ کرے۔ اگرچہ اس قانون سے نان کن فرمسٹ
اور کیتھلک دونوں فرقے سرکاری خدمتوں سے خارج ہو گئے
لیکن اس کا منشا کیتھلک کو خاص طور پر خارج کرنے کا تھا
اِس لئے نان کن فرمسٹ نے اس قانون کی تائید کی۔
اِس امداد کے معاوضہ میں ایک مسودہ قانون پیش ہوا جس کی

غرض تھی کہ ان سب قوانین کو منسوخ کیا جائے جو نان کن فرمسٹ فرقہ کی ایذا کا باعث تھے مگر یہ مسودہ پاس نہ ہونے پایا۔ اس طرح نان کن فرمسٹ لوگ بھی سرکاری ملازمت کی ہرایک شاخ سے خارج ہوگئے۔اس آزمایش کے قانون کے نافذ ہوجانے سے جیمس ڈیوک آف یارک کو بھی امیرالبحری کی خدمت سے استعفا دینا پڑا۔اسی سبب سے کلیفرڈ خازن کے عہدہ سے مستعفی ہوگیا۔اس طرح کیبل ٹوٹ گئی۔

ڈینبی کے خلاف مواخذہ۔ کیبل (سازشی مخفی جماعت) کے جانے کے بعد سرٹامس آس برن جو بعد میں لارڈ ڈینبی ہوا خازن بنایا گیا۔اپنی مرضی کے خلاف بادشاہ کے اصراری حکموں کی بنا پر ڈینبی نے فرانس کے چودھویں لوئی سے ایک نامناسب مراسلت میں شرکت کی۔جب اس بات کی اطلاع اراکین عوام کو ہوئی تو انھوں نے ڈینبی پر بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے کا الزام لگاکر مواخذہ کیا ڈینبی نے بادشاہ کے حکم کو بطور عذر کے پیش کیا لیکن اراکین عوام نے اس عذر کو نہیں مانا اور استدلال یہ کیا کہ وزرا پارلیمنٹ کے جوابدہ ہیں۔تب ڈینبی نے معافی نامہ جس کو اُس نے بادشاہ سے مخفی حاصل کیا تھا پیش کیا تو اراکین عوام نے حجت کی کہ اگر بادشاہ کسی مجرم کو دوران مقدمہ میں اور حکم مجرمیت صادر ہونے کے قبل معافی دے تو مواخذہ کی کارروائی رک نہیں سکتی اور ایسی معافی کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔ڈینبی کو

بچانے کے لئے بالآخر چارلس نے پہلے تو پارلیمنٹ کو اپنے اختیار سے ملتوی کیا اور اس کے بعد برخاست کردیا۔ لیکن اس کے بعد کی دوسری پارلیمنٹ نے تصفیہ کیا کہ جب بیت العوام کی جانب سے ایک مرتبہ مواخذہ شروع ہوجائے تو پارلیمنٹ کے برخاست ہونے سے موقوف نہیں ہوسکتا۔ پہلے مسئلہ کا تصفیہ ۱۷۰۱ء کے قانون "تخت وتاج" کی رو سے بیت العوام کی تائید میں ہوا اور دوسرا مسئلہ بھی وارن ہیسٹنگز کے مواخذہ کے دوران میں اُسی کے حق میں فیصل ہوا۔

پوپ کی سازش اور پارلیمنٹ کی شرکت کا آزمائشی قانون مجریہ ۱۶۷۸ء۔ اس زمانہ میں ایک شخص ٹائیٹس اوٹس نامی نے پوپ کی سازش کی نسبت ایک گپ اُڑادی تھی کہ پوپ بادشاہ کو قتل کرکے انگریزوں کو رومن کیتھلک مذہب کا غلام بنانا چاہتا ہے۔ لوگوں نے اس فسانہ کو صحیح سمجھ لیا اور خوف کے مارے دیوانے ہورہے تھے۔ پارلیمنٹ جو ۱۶۶۱ء سے کام کرتی چلی آرہی تھی روز بروز بادشاہ کی دشمن اور پروٹیسٹنٹ مذہب کی سرگرم حامی بن رہی تھی۔ اس نے اب ایک قانون جاری کیا جس سے پارلیمنٹ کے ہرایک بیت کا رکن مجبور کیا گیا کہ پارلیمنٹ میں نشست سے پہلے بادشاہ کی وفاداری اور مذہبی صدارت کا حلف اُٹھائے اور مسئلہ استحالہ اور اولیا پرستی کے اعتقاد کے خلاف اقرار کرے۔ اس طرح کیتھلک مذہب والا ہرایک سرکاری خدمت

اور عزت کے عہدہ سے بجز تخت و تاج کے خارج کیا گیا۔اس کے
بعد ہی اختتام مدت پر یہ پارلیمنٹ موقوف ہوگئی۔

وگ اور ٹوری۔مسودہ قانون اخراج۔ سیاسی بےچینی اور جوش اس حد تک پہنچ گیا تھا جو کبھی ۱۶۴۰ء میں دیکھا گیا تھا۔ اس زمانہ میں پہلے پہل درباری فرقہ کو ٹوری کا نام دیا گیا مگر ابتدا میں اس لفظ کا استعمال بعض دیسی آیرش لوگوں کے لئے کیا جاتا تھا جو ڈاکہ ڈالا کرتے اور پروٹیسٹنٹ مذہب والوں کو ستایا کرتے تھے جمہوری فرقہ کو وگ کا نام دیا گیا یہ لقب انتہا درجہ کے جاہل (یا مذہبی جنون رکھنے والے) اہل اسکاٹ لینڈ کو جو "قومی معاہدہ و اتحاد" کے بانی تھے دیا گیا تھا۔ اِس مرتبہ پارلیمنٹ کے عام انتخاب میں بادشاہ کے مخالف گروہ کی کثرت ہوگئی۔اس گروہ کے رہبروں نے اُس مشہور قانون اخراج کے مسودہ کو پیش کیا جس کی غرض یہ تھی کہ بادشاہ کے بھائی اور قریب ترین وارثِ تاج ڈیوک آف یارک کو کیتھلک ہونے کے سبب سے بادشاہی سے محروم کردیا جائے قبل اس کے کہ یہ مسودہ بیت العوام میں منظور ہو چارلس نے پارلیمنٹ کو برخاست کردیا۔

دی ہیبیس کارپس ایکٹ (قانون لزوم تحقیقات محبوس) بابت ۱۶۷۹ء۔ اس چند روزہ پارلیمنٹ نے ایک یادگارِ زمانہ قانون بنایا ہے۔اصل میں یہ کوپر ارل آف شافٹسبری کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو وگ گروہ کا رہنما تھا۔پارلیمنٹ کے

مقابلہ میں بادشاہ کو انکار کی مجال نہ تھی۔جس کے سبب سے قانون مذکور منظور ہوگیا۔منشورِ اعظم میں یہ اصل اصول منضبط ہے کہ کوئی شخص بغیر تحقیقات کے غیر معین وقت تک محبوس نہیں کیا جاسکتا۔ ہر ایک ایسے شخص کو جو بلا تحقیقات قید میں رکھا جائے حق حاصل ہے کہ کنگس بنچ کی عدالت سے محافظ محبس کے نام حکمنامہ ہیبیس کارپس (لاطنی الفاظ بمعنی تم فلاں شخص کو حاضر کرو) جاری کرائے کہ وہ قیدی کو مع حکمنامہ قید کے وقت و تاریخ معینہ پر عدالت میں حاضر کرے تاکہ عدالت کو شخص محبوس کی گرفتاری کے اسباب اور اُس کے قید کی اصلیت کماحقہٗ معلوم ہوسکے۔اگرچہ یہ عدالت اس حکمنامہ کی درخواست کی تعمیل اپنا فرض سمجھتی تھی اور اگرچہ رعایا کی آزادی کی اس قانون میں بہت احتیاط کی گئی تھی لیکن اکثر اوقات بادشاہ کا تسلط قانون پر حاوی ہوجاتا تھا اور ایسے لوگ جو حکومت کی آنکھوں میں کھٹکتے تھے محبس میں بلا تحقیقات پڑے رہتے تھے مدعیان سلطنت مثلاً ارابیلہ اسٹوورٹ یا بادشاہ کی مخالف پارٹی کے سردار جیسا کہ ایلیٹ ویلنٹائن اور اسٹروڈ قید میں اتنی مدت تک رہے کہ اُن کو یا تو موت نے یا سیاسی انقلاب نے رہا کیا۔ اس واسطے شخصی آزادی کے حق کو حقیقی شکل میں لانے کے لئے مزید قانون کی ضرورت تھی ہیبیس کارپس کے قانون کا عملی اثر مابعد کے قوانین سے ترمیم ہوکر سردست یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بغاوت خلاف بادشاہ یا کسی دوسرے سنگین جرم کے الزام میں قید کیا جائے تو

حکومت کا فرض ہے کہ عدالتِ اسائیز[1] کے آئیدہ اجلاس میں اُس کا
مقدمہ چالان[2] کرے یا اُس کو ضمانت پر رہا کردے بشرطیکہ
اس بات کا ثبوت موجود ہو کہ استغاثہ کی شہادت بوقت چالان
عدالت میں نہیں پیش ہوسکتی۔ اگر ایسے ملزم کو کسی سبب
سے عدالت مذکورہ کے اجلاس کے زمانہ میں اُس کی گرفتاری
کے بعد چالان نہ کیا جائے تو ہر حالت میں اِس کی رہائی
لازمی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی ہلکے جرم میں سوائے بغاوت
خلاف بادشاہ یا کسی سنگین جرم میں ماخوذ ہو تو حکم ہے کہ
فوراً اس کی ضمانت منظور کی جائے۔ اگر ایسے شخص کو کسی
الزام لگانے کے بغیر محبس میں رکھا جائے تو وہ اِس بات
کی ضمانت داخل کر کے رہائی پاسکتا ہے کہ عدالت اسائیز
کے آئندہ اجلاس پر وہ بغرضِ تحقیقات حاضر ہوگا ایسے
جدید قانون بنائے گئے جن کی رو سے محافظ جیل کے لئے
جو کسی قیدی کو عدالت میں حاضر کرنے میں کوتاہی کرے
اور مجسٹریٹ کے لئے جو کسی مقید کی درخواست پر حکمنامۂ
حاضری محبوس (ہیبیس کارپس) کے جاری کرنے سے
انکار کرے سخت سزائیں مقرر ہوئیں۔ اسی طرح قانون نے
اُن ججوں کے لئے بھی سخت سزا ٹھہرائی جو انگریزی رعایا کو
بیرون ملک قید میں رکھے جانے کی سزا تجویز کریں۔

---

[1] دیکھو نوٹ متعلقہ مندرجہ ضمیمہ ۱۲۔
[2] دیکھو نوٹ متعلقہ گرانڈ جوری مندرجہ ضمیمہ ۱۲۔

بھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قانون ہیبیس کارپس پر عمل کرنا ممکن نہیں ہوتا مثلاً سیاسی شورش وغیرہ کے زمانہ میں اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ بعض ایسے لوگوں کو بھی جو حقیقت میں شورش میں شریک نہیں ہیں اور جن کے خلاف ان کے ارادۂ شرکت کو ثابت کرنا بھی ممکن نہیں ہوتا قید کردینا پڑتا ہے جب کبھی ایسی مخصوص حالتوں میں (انگلستان کی) (عاملانہ) حکومت وقت نے قانون ہیبیس کارپس کے اثر کو معطل رکھنے کی خواہش کی ہے تو پارلیمنٹ ایک چند روزہ قانون جاری کرکے اس قانون کو معطل کردیتی ہے۔

مسودہ قانون اخراج کا دوبارہ پیش ہونا اور اس کے خلاف ملک کی بیچینی۔ ۱۶۷۹ء میں ایک دوسری پارلیمنٹ منعقد ہوئی قانون اخراج کا مسودہ اس مرتبہ بھی پیش ہوکر بیت العوام میں تو منظور ہوگیا لیکن اب بھی بیت الامرا نے اُس کو نامنظور کیا چارلس نے اس وقت بھی جسارت کرکے پارلیمنٹ کو برخاست کردیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد ایک اور پارلیمنٹ بمقام آکسفورڈ ۱۶۸۱ء میں منعقد کی گئی۔ اس کی کارگزاری صرف اسی قدر ہے کہ چند ہی روز میں ملک اس کے جبرو تشدد اور بے احتیاطی سے واقف ہوگیا۔ چارلس نے دیکھ لیا کہ بیچینی سرعت کے ساتھ پورے انگلستان میں پھیل رہی ہے عوام کو عدالتی احکام کی بناپر رومن کیتھلک لوگوں کے بے قصور قتل کئے جانے سے ملال اور تاسف ہو رہا ہے اور وہ فریقِ مقابل کے رہبروں کی

سختی سے نفرت کررہے ہیں تو اُس نے اس پارلیمنٹ کو بھی
جراُت کرکے اٹھوادیا اور پھر کبھی کسی پارلیمنٹ کو نہیں طلب
کیا۔ پارلیمنٹ کی کامیابی سے ناامید ہوکر فریق مقابل کے بعض
رہبروں نے سازشیں تک کیں لیکن یہ مخفی نہیں رہنے پائیں
ولیم لارڈ رسل، الگرنن سڈنی اور دوسروں کو سزائے موت دی گئی۔
ضبطی اسناد۔ اس سبب سے کہ زیادہ تر بلدۂ لنڈن اور
انگلستان کے کل شہروں میں فرقۂ مخالف کے متعدد اراکین
سکونت پذیر تھے حکومت وقت نے اُن شہروں کے خلاف
اس الزام میں کہ انھوں نے اپنے اسناد کے شرایط کی
خلاف ورزی کی ہے فوجداری نالشیں کرائیں۔ اِس لئے
قدیم اسناد ضبط ہوکر جدید سندیں جاری ہوئیں جن کے
ذریعہ سے ہر ایک شہر میں استحقاق بلدی بہت تھوڑے
افراد کے لئے مخصوص کردیا گیا اور بلدی خدمتوں پر صرف
وہی لوگ مامور کئے جاتے تھے جن پر بادشاہ کو اعتماد ہوتا تھا۔ باوجود
اس پیش بندی کے کہ آیندہ پارلیمنٹ میں بادشاہ کے ہواخواہوں
کی کثرت ہوگی بادشاہ نے ارادہ کرلیا تھا کہ کسی دوسری پارلیمنٹ کو
اب نہ طلب کرے۔ جبکہ ۱۶۸۵ء میں اس کا انتقال ہوا تو
گذشتہ پارلیمنٹ کو برخاست ہوکر تین سال سے زیادہ
مدت گذر گئی تھی۔
جیمس دوم کی تخت نشینی۔ اگرچہ بادشاہ سابق کی وفات
سے کروڑ گیری کے محصولوں کی مدت منقضی ہوگئی تھی لیکن

جیمس نے جلوس کے بعد سب سے پہلا حکم یہی جاری کیا کہ
اس قسم کے محصول برابر وصول کئے جائیں۔ جیمس کا بھی
خیال تھا کہ پارلیمنٹ کے منعقد کرنے سے اس کو کوئی گزند
نہیں پہنچ سکتا۔ بنابراں اس نے ایک پارلیمنٹ کو طلب
کیا اور یہ پارلیمنٹ نہایت وفادار ثابت ہوئی اور اُس نے
تخمیناً سالانہ بیس لاکھ پونڈ کا محاصل حین حیاتی بادشاہ کو
عطا کیا۔ ارگائیل اور مان متھ کے ناکام شورشوں سے جیمس
کی قوت اور بھی بڑھ گئی۔ لیکن جیمس کی دوسری پارلیمنٹ
سرکش تھی اس نے اس کی دو عزیز تجویزوں سے سخت
مخالفت کی۔ جیمس کا قصد تھا کہ اپنے ہم مذہبوں کو
نہ صرف حکومت میں معقول حصہ دلائے بلکہ عہدہ اور
منفعت کا اجارہ انھیں کو ملا کرے۔ اس لئے وہ چاہتا تھا
کہ قانون آزمایش کو منسوخ کرے پارلیمنٹ اس کے منشا سے
واقف ہوگئی اور اس لئے اس بات میں اس سے متفق
نہیں تھی۔ جیمس بھی سمجھ گیا تھا کہ مستقل فوج کے بغیر وہ
مطلق العنان نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اس کی خواہش تھی کہ اس
چھوٹی باقاعدہ فوج میں جو اس کے سلف سے اسے ملی تھی
اضافہ کرے لیکن بیت العوام کو مستقل فوج سے سخت
نفرت تھی اس لئے اراکین عوام فوج کے مصارف کے لئے
وزراء کی خواہش یعنے اضافہ رقم کو ناپسند کرتے تھے اس لئے
جیمس نے اپنے اختیار سے پارلیمنٹ کو ملتوی کرکے ارادہ

کرلیا کہ اب وہ اپنے اختیار تمیزی سے حکمرانی کرے گا۔

مروجہ مذہب انگلستان پر بادشاہ کا حملہ کرنا۔ جیمس چاہتا تھا کہ ملک بھی اسی کا مذہب اختیار کرلے۔اس غرض کے پورا کرنے میں اُس نے اپنی مذہبی صدارت سے کام لیا مشہور اور مشتبہ رومن کیتھلک لوگوں کو مذہبی معاشیں عطا ہوئیں اور لانگ پارلیمنٹ کے نافذہ قانون کے خلاف جس کی بنا پر ہائی کمیشن کی عدالت موقوف ہوئی تھی ایک دوسری عدالت کورٹ آف ایکلی زیا سٹیکل کمیشن کے نام سے قایم ہوئی۔اس عدالت کو کامل اختیارات دئے گئے تھے کہ پادریوں کے ہر ایک فعل قبیح کی تحقیقات کرے۔سزا میں اُن کو خدمت سے معطل کیا جاتا اور اُن کی معاش ضبط کرلی جاتی تھی۔اس عدالت نے سب سے زیادہ ظلم یہ کیا کہ ماڈلین کالج واقع آکسفورڈ کے سب لایق وظیفہ یاب طلبا کو اس جرم کی پاداش میں خارج کردیا کہ انھوں نے آکسفورڈ کے اُسقف پارکر کو جس کی نسبت کیتھلک ہونے کا گمان تھا اپنا میر مجلس بنانے سے انکار کیا تھا۔

اِس کے ساتھ ہی جیمس نے بہت سے کیتھلک مذہب والوں کو علاقۂ دیوانی اور علاقۂ فوج کی خدمتوں پر مامور کردیا اور اگر پارلیمنٹ معترض ہوتی تھی تو وہ جواب میں شاہی اختیار استثنا کو پیش کرتا تھا جس کی بنا پر کیتھلک لوگ

تعزیری قوانین کے اثر سے مستثنیٰ ہوتے تھے جب اُس کو چند قاضیوں
کی برطرفی سے عدالت کی فرماں برداری اور خوشامد کا اطمینان ہوا
تو اُس نے ایک فرضی مخبر کو آمادہ کیا کہ سر ایڈ ورڈ ہیلز پر جو
رومن کیتھلک مذہب کا تھا فوج میں اعلیٰ خدمت قبول کر لینے
کے خلاف مقدمہ چلائے۔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ بادشاہ کے
اختیار استثنا کی بنا پر ہیلز سے قانون کی خلاف ورزی سرزد
نہیں ہو سکتی۔ اس فیصلہ کو حاصل کر لینے کے بعد جیمس نے پھر
قانون آزمائش کی جانب زیادہ توجہ نہیں کی۔

اعلان مراعات۔ اس زمانہ میں انگلستان میں رومن کیتھلک
مذہب والے اِس قدر کم تھے کہ جیمس اپنے کو مطلق العنان
بنانے کے لئے صرف اِنہی چند لوگوں پر بھروسہ نہیں کرسکتا
تھا اسلئے اُس نے نان کن فرمسٹ لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملانے
کی کوشش کی۔ اُس نے ایک اعلان مراعات تو ۱۶۸۷ء میں
اور دوسرا ۱۶۸۸ء میں جاری کیا۔ اُس نے ان اعلانوں کے
ذریعہ سے رومن کیتھلک اور نان کن فرمسٹ لوگوں کے خلاف
نہ صرف سخت تعزیری قوانین بلکہ ایسے قوانین بھی معطل
کردئے کہ جو ان کو ہر ایک قسم کی مذہبی معاش سے محروم
کرنے کی غرض سے وضع کئے گئے تھے۔ اگر ہم بفرض محال
اِس کو سب مذہبوں کی آزادی کا سچا روادار بھی مانیں تو
یہ ان اعلانوں کی اشاعت کی نسبت ملامت سے نہیں بچ
سکتا۔ اِس لئے کہ اس قسم کی اشاعت سے بھی مراد ہو سکتی ہے

کہ وہ کسی قانون کا پابند نہیں بننا چاہتا اور خیال کرتا تھا کہ قانون بنانے کا صرف اسی کو اختیار ہے۔ لیکن جیمس کو حقیقت میں مذہبی آزادی کی کوئی پروا نہیں تھی اس کی غرض صرف یہ تھی کہ پروٹسٹنٹ مذہب کے سب ذیلی فرقے تباہ ہوجائیں اور اس نیت سے وہ ایک فرقہ کو دوسرے سے لڑایا کرتا تھا اکثر نان کن فرمسٹ سمجھ گئے تھے کہ جیمس راست باز نہیں ہے اس واسطے ان لوگوں نے اس کی حمایت مذہب کو قبول نہیں کیا۔

جیمس کا حکم تھا کہ اس کے دوسرے اعلان کو سلطنت کے ہر ایک کلیسا میں بآواز بلند پڑھکر سنایا جائے سینکرافٹ صدر اُسقف کنٹربری اور چھ پادریوں نے اس حکم کے خلاف بطور اعتراض و داد خواہی ایک عرضی اپنی دستخطی بادشاہ کو دی جیمس نے حکم دیا کہ ان پر باغیانہ ازالۂ حیثیت عرفی کے الزام میں فوجداری کی جائے لیکن جوری نے اِن کو بری کردیا جس سے سب چھوٹے بڑے خوش ہوگئے۔

سنہ ۱۶۸۸ء کا انقلاب۔ جب تک جیمس کے کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا تھا ملک اس کے مطلق العنان حکومت کے شدائد کا تحمل کرتا تھا اور منتظر تھا کہ یہ کب فوت ہو اور اس سے پیچھا چھٹے اور کب اُس کی لڑکی میری زوجۂ ولیم شہزادۂ اورینج جو پروٹسٹنٹ تھی تخت انگلستان پر متمکن ہو۔ لیکن جب سنہ ۱۶۸۸ء میں جیمس کے لڑکا تولد ہوا تو اہلِ ملک کا رشتۂ امید ٹوٹ گیا۔ انگلستان کے سات اعیانِ

دولت نے شہزادہ اور ننج کو ایک خط روانہ کیا کہ انگلستان
کے مذہب اور آزادی کا انتقام لے۔ اُس نے دعوت قبول
کرلی اور ایک لشکر لے کر انگلستان میں وارد ہوا۔ جب جیمس کو
یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص اُس کا ساتھ دینے والا نہیں تو
وہ ملک سے بھاگ نکلا۔ شیرنیس کے چند ماہی گیروں نے
پہچان کر اُس کو روک لیا اور پھر لنڈن میں واپس لایا گیا
ولیم نے ایک بار پھر جیمس کو دہشت دلانے کی تدبیر کی
اور اُس کو بھاگنے کا موقع دیا۔ اب وہ دوسری مرتبہ بھاگ
نکلا اور ولیم نے ایک کن ونشن (مجلس) کو طلب کیا۔

اعلان حقوق اور مسودہ قانون حقوق۔ اگر جیمس دوم
انگلستان میں رہتا تو اس کو تخت سے اُتارنا مشکل ہوتا۔
اس کے اکثر مخالفین اس کے ڈیوائن رائٹ[له] (نیابت الٰہی) کا
اعتقاد رکھتے تھے اس واسطے اس کو بجبر معزول نہ کرتے۔
لیکن وہ اپنی خوشی سے فرانس کو بھاگ گیا تھا اِس لئے
ان لوگوں کو آسانی سے یہ حیلہ مل گیا کہ جیمس نے خود اپنے
اختیار سے سلطنت چھوڑ دی ہے۔ بہت بحث کے بعد
کن ونشن نے ایک اعلان حقوق جاری کیا جس میں جیمس کے
تخلیہ حکومت کے ذکر کے بعد اُس کے مخصوص ناجائز افعال
کی بُرائی تبلائی گئی تھی جو قوم کی ناراضی کا سبب ہوئی
اس کے بعد تاج و تخت ولیم اور میری کو دئے گئے جو انھوں نے

له دیکھو نوٹ متعلقہ مندرجہ ضمیمہ ۱۲۔

قبول کئے۔ کنونشن نے آپ کو پارلیمنٹ میں منتقل کرلیا اور جنوری ۱۶۸۹ء میں اجلاس شروع کردیا۔ ایک مسودہ قانونِ حقوق اعلانِ حقوق کے مواد سے تیار ہوکر بیت العوام میں پیش ہوا جس کے مخصوص دفعات (مطالب) حسب ذیل تھے۔

(۱) یہ کہ بلا رضا مندی پارلیمنٹ قوانین کو معطل کرنے یا اُن کی تعمیل کرانے کا اختیار شاہی جس کا غلط طور پر ادعا کیا جاتا ہے ناجائز ہے۔

(۲) یہ کہ لوگوں کو قوانین سے مستثنیٰ کرنے یا اُن کی تعمیل کرانے کا اختیار شاہی جس پر پچھلے دنوں عمل ہوا ہے اور جس کا غلط ادعا کیا جاتا ہے ناجائز ہے۔

(۳) یہ کہ سابق کا وہ حکم (کمیشن) جس کی رو سے کمشنروں کی عدالت قائم ہوی اور جس میں مذہبی مقدمات کی سماعت ہوتی تھی اور اسی قسم کے گذشتہ سب احکام اور عدالتیں ناجائز اور قبیح ہیں۔

(۴) یہ کہ شاہی حق کے حیلہ سے پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر بادشاہ کی ذات یا سلطنت کے اخراجات کے واسطے اُس مدت سے زیادہ کے لئے یا اُس طریقہ کے خلاف جس کو پارلیمنٹ مقرر اور منظور کرتی ہے محصول کے ذریعہ سے روپیہ وصول کرنا ناجائز ہے۔

(۵) یہ کہ بادشاہ کو عرضی دینا رعایا کا حق ہے اور (اس حق کو مدد کرنے کے لئے) رعایا کو قید کرنا اور اس پر فوجداری

کرنا ناجایز ہے

(۶) یہ کہ پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر زمانہ امن میں اندرون ملک فوج کی بھرتی کرنا اور اُس کو رکھنا خلافِ قانون ہے۔

(۷) اہل پروٹیسٹنٹ کو حفاظت خود اختیاری کے لئے ایسے ہتھیار رکھنے کی اجازت دی جائے جو ان کے مناسب حال اور قانوناً جایز ہو۔

(۸) یہ کہ پارلیمنٹ کے اراکین کا انتخاب آزادانہ ہونا چاہئے۔

(۹) یہ کہ پارلیمنٹ کی تقریروں اور مباحث اور کارروائیوں کی آزادی پر بیرون پارلیمنٹ کسی عدالت یا کسی اور مقام میں نہ تو مواخذہ ہونا چاہیئے اور نہ کسی قسم کی بازپرس۔

(۱۰) یہ کہ (ملزم کی) ضمانت اور جرمانہ بہت سنگین نہیں ہونا چاہیئے اور نہ سزا ظالمانہ اور غیرمعمولی ہو۔

(۱۱) یہ کہ اہل جوری باضابطہ طور پر طلب کئے جائیں اور واپس کئے جائیں اور بغاوت شاہی کے مقدمات کی تحقیقات کرنے والی جوری زمینداروں کے طبقہ سے ہونی چاہیئے۔

(۱۲) دوران تحقیقات میں ثبوت جرم سے قبل مخصوص اشخاص کی جائدادوں کو ضبط کرکے دوسروں کو عطا کرنے اور اس کے معاوضہ میں نذرانہ لینے کا وعدہ کرنا ناجایز اور کالعدم ہے۔

جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے تخت و تاج کی جانشینی
کے سلسلہ کو ایسے وقت میں قایم کرنا تھا جبکہ اس بات کا
ظن غالب ہوگیا تھا کہ ولیم یا آین کوئی اولاد نہ چھوڑیں گے
جو ان کے بعد بادشاہی کی وارث بن سکے۔ اس قانون میں
بعض ایسے دفعات بھی ہیں جنھیں خاص دستوری اہمیت حاصل ہے۔
اور اُن کا بیان کرنا ضروری ہے۔

(۱) فرماں روا کو مذہب مروجہ انگلستان کا پیرو ہونا چاہئے۔

قانون نے اِس بات کو طے کردیا کہ جس کسی کو انگلستان کی
بادشاہی ملے اُس کو لازم ہے کہ مذہب انگلستان کو اُسی حالت
میں جیسا کہ قانون سے مقرر ہوا ہے اختیار کرے۔ اس قانون
سے اُن قوانین کے سلسلہ کی تکمیل ہوئی جن کا مقصد انگلستان
کے معینہ مذہب کے سوائے دوسرے مذہب والوں کو حکومت
میں حصہ لینے سے روکنا تھا۔ یہ قانون بخلاف اس قسم کے
دوسرے قوانین محرومیت کے آج تک باقی رکھا گیا ہے۔ اس
کے سبب سے کبھی کسی قسم کی سختی نہیں ہونے پائی اس لئے
کہ فرماں روائے وقت ہی مذہبی صدر ہوتا ہے جیمس دوم
کی نظیر ثابت کرتی ہے کہ کوئی غیر مذہب والا بادشاہ معینہ
ملکی مذہب کی صدارت نہیں کرسکتا۔

اِس قانون سے اس بات کی نظیر ملتی ہے کہ قوم
کے اُس عقیدہ میں جو موروثی حق جانشینی کی نسبت تھا
زوال آگیا تھا۔ قرون سابقہ کے قوانین محرومیت کے مسودات کی

نامنظوریاں بھی اسی اعتقاد کا نتیجہ تھیں۔ لیکن اب ایک ٹوری پارلیمنٹ نے ایسا قانون نافذ کر دیا کہ جس سے وارث تخت و تاج اپنے موروثی حقِ جانشینی سے محروم ہو جاتا اگر وہ معینہ ملکی مذہب کا پابند نہ ہوتا۔

(۲) پریوی کونسل کو دوبارہ جاری کرنے کی کوشش

ایک اور فقرہ قانون عطائے تخت و تاج میں پریوی کونسل کو تازہ کرنے کی نسبت ہے۔ اس کی بنا پر قرار دیا گیا کہ سب سرکاری کاروبار مثلِ سابق پریوی کونسل میں ہوا کریں اور تمام تحریکات کونسل پر اُن مشیروں کے دستخط ہونے چاہئیں جنھوں نے اُن تحریکات کو منظور کیا ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ دور ٹیوڈر میں پریوی کونسل ہی اصل میں حکومت کرتی تھی اور عہد اسٹوورٹ میں بتدریج اس کی اُس چھوٹی جماعت کے ہاتھ میں قوت آگئی جس پر بادشاہ کو خاص طور پر اعتماد تھا۔ انقلاب کے بعد بھی یہی حالت جاری رہی۔ بادشاہ تو صرف چند سر برآوردہ مشیروں سے مشورہ کرتا تھا اور باقی مشیران کونسل کے لئے برائے نام امور سلطنت کی انجام دہی چھوڑ دی جاتی تھی۔ اس تغیر سے قدیم دستوری طریقہ کے موئیدین کو خوف ہوا۔ بادشاہ سے تو کوئی قصور سرزد نہیں ہوسکتا تھا یعنے اس پر الزام نہیں لگایا جاسکتا تھا صرف اُس کے مشیروں کو ذمہ دار بنایا جاسکتا تھا اس لئے اہل ملک کو اس کے مشیروں سے واقف ہونا

کثرت کی وجہ سے ملک کے خیالات اور واقعات کا اظہار ہونے لگا اور کثرت سے اہل ملک نے ملکی معاملات میں دلچسپی ظاہر کرنی شروع کی۔

قانون سہ سالہ۔ اس وجہ سے کہ بیت العوام ہی سلطنت کی اعلیٰ قوت بن گیا تھا اس بات کا بہت کم اندیشہ تھا کہ بادشاہ پارلیمنٹ کے بغیر حکومت کرے گا۔اس لئے اب ایسے قانون کے بنانے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی جیسا کہ قانون سہ سالہ مجریہ ۱۶۴۱ء تھا جس کی رو سے ہر تیسرے سال پارلیمنٹ کا اجلاس کرنا ضروری تھا تاہم بادشاہ کے لئے یہ بات ممکن تھی کہ منعقدہ پارلیمنٹ کو اپنی مرضی سے جس عرصۂ دراز تک چاہے اجلاس کرنے دے خواہ اُس کی مدت ختم ہوگئی ہو یا اُس نے قوم کی خواہشوں کی نیابت موقوف کر دی ہو۔ لہذا ایک ایسے نئے قانون جاری کرنے کی ضرورت تھی جس کی رو سے نئی نئی پارلیمنٹوں کو معقول مدتوں کے منقضی ہونے پر منعقد کیا جائے قدیم قوانین جن کی بنا پر سالانہ پارلیمنٹوں کا اجلاس ہوا کرتا تھا منسوخ ہوگئے تھے۔ ۱۶۹۴ء کے قانون سہ سالہ کی رو سے قرار پایا کہ ہر تیسرے سال کے ختم پر ہر ایک پارلیمنٹ کی مدت اجلاس کو اُس کے منعقد ہونے کی تاریخ سے تمام اور منقضی سمجھنا چاہئے اور پارلیمنٹوں کا تین سال سے زیادہ تک بغیر منعقد ہوئے رہنا اس قانون میں بھی ممنوع قرار دیا گیا۔

اصلاح ضابطہ تحقیقات بغاوت خلاف سرکار۔ انگلستان کے

قدیم قانون تعزیرات نے ملزمین کے حق میں چند نقصان عاید کئے تھے۔ عرضی نالش (الزام تحریری) کی نقل اِن کو قبل تحقیقات نہیں دی جاتی تھی۔ صفائی کے گواہوں کو حلف نہیں دیا جاسکتا تھا اور نہ ملزمین کو وکالۃً جواب دہی اور پیروی کی اجازت تھی۔ ان نامنصفانہ قواعد سے بغاوت خلاف سرکار کی تحقیقات میں ملزمین پر شدید ظلم ہوتا تھا اِس لئے کہ قضاۃ بادشاہ کے ہی زیر اثر ہوا کرتے تھے اور قابل ترین وکلا کو بھی فریق مستغیث مقرر کرلیتا تھا۔ البتہ ایڈورڈ چہارم کے عہد کے ایک قانون سے بغاوت خلاف سرکار کے ملزم کے حق میں ایک فائدہ پہنچتا تھا وہ یہ کہ اثبات جرم کے لئے دو گواہوں کی شرط تھی پوری سترھویں صدی کے دور میں بغاوت کی تحقیقات میں انتہا درجہ کی ناانصافی اور بے رحمی برتی گئی ہے۔ ۱۶۹۵ء میں قانون ترمیم تحقیقات بغاوت خلاف سرکار جاری ہوکر قرار پایا کہ ملزم کو قبل تحقیقات ایک نقل عرضی استغاثہ اور نقل اسمائے جوری دی جایا کرے اور وہ مجاز ہے کہ وکالۃً مقدمہ کی پیروی کرے اور صفائی کے گواہوں کا اظہار حلفاً لیا جائے اور یہ کہ منسوبہ الزام بغاوت کے ارتکاب کی تاریخ سے تین سال منقضی ہونے کے بعد تحقیقات نہ ہونی چاہئے بجز اس حالت کے کہ جب ملزم نے بادشاہ کو مخفی طور پر قتل کرنے کی کوشش کی ہو۔

قانون تخت و تاج مجریہ ۱۷۰۱ء۔ اس قانون کی اصلی غرض

ت کو (بجز اعلیٰ خدمت فوج) قبول کرلے تو اُس کو
م ہے کہ اپنا دوبارہ انتخاب کرائے یہ قواعد اب بھی
ذالعمل ہیں۔
ا) **ججوں کی آزادی**۔قانون نے طے کردیا کہ ججوں کی
ت ملازمت تا حیات یا جب تک وہ نیک رویہ رہیں
ل رہے اور اُن کی تنخواہیں بھی معینہ ہوا کریں۔ان کی
رفی ہردو بیوت پارلیمنٹ کی مشترکہ تحریک پر ہوا کرے
ں طرح سے ججوں کو سلاطین اسٹوورٹ کی سی تخویف سے
فوظ کیا گیا اور انگریزی عدالتوں کے اخلاق کو حقیقت میں
ں قانون نے بلند کردیا۔
اتمہ۔اُن مسلسل عظیم اصلاحات کی وجہ سے جن کا
پر بیان ہوچکا ہے بادشاہ اور رعایا کی جنگ کا خاتمہ
گیا۔امرا نے جان سے لڑکر اِس کی ابتدا کی اور ہرایک
مد میں یہ جاری رہی تا اینکہ جیمس دوم کا اخراج ہوا۔
ں وقت سے شاہی قوت رعایا کی مرضی کی (جس کا
لہار بذریعہ پارلیمنٹ ہوتا ہے) ماتحت ہوگئی ہے۔انگلستان
ں جیسا کہ کہا جاتا ہے "ایک تاجدار جمہوری حکومت"
ہوگئی۔فرماں روا کے خدم وحشم اور القاب باقی رہگئے اور
ظاہر اُس کے اختیارات شاہی بھی جن پر اُس کے
سلاف نہایت شدومد سے عمل کرتے تھے بحال رہے
ہ اب بھی مذہب اور حکومت کا صدر ہے۔اس کو اب بھی

منبع انصاف اور قومی سپاہ بری و بحری کا سپہ سالار سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ان اوصاف کے اختیارات صرف اسی وقت استعمال ہوسکتے ہیں جب کہ بیت العوام اُن کی اجازت دے اور اس کے معتمد علیہ اراکین ان کی نسبت مشورہ دیں۔

ولیم سوم کا ذاتی اثر۔ ولیم کی مستعدی نے اس دور کے سیاسی تغیرات کی حقیقی شان کو بخوبی ظاہر نہیں ہونے دیا۔ وہ بے انتہا قابل و مستعد تھا اور نام کی فرماں روائی سے مطمئن نہیں ہوتا تھا۔ اُس نے ایسے وقت میں حکومت کی ہے جب کہ فی الواقع ایک حقیقی فرماں روا کی سخت ضرورت تھی۔ وہ آپ اپنا وزیر خارجہ تھا اور اس قدر لیاقت سے ان وزارتی فرائض کو ادا کرتا تھا، اس کے قبل انگلستان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ وہ آپ اپنا سپہ سالار تھا اور بڑی بڑی فوجوں کو نہایت پامردی اور عزت سے لڑاتا تھا اور اگرچہ فتح اُس کی قسمت میں بہت کم تھی تاہم شاہی قوت کا انحطاط جو انقلاب کے بعد سے شروع ہوگیا تھا صرف اس کے مرنے کے بعد محسوس ہونے لگا۔

ضرور تھا۔ اگر ایک دفعہ بادشاہ سب کونسل سے مشورہ لینا ترک
کردے اور صرف ایک مختصر سازشی گروہ کے مشورہ پر عمل پیرا
ہو تو بدنظمی سے محفوظ رہنے کا کیا ذریعہ ہوسکتا ہے ؟
یقیناً اسی قسم کے خیالات تھے جن کے باعث سے
یہ فقرہ اس قانون میں رکھا گیا لیکن یہ قانونی پیش بندی
فطرتی رجحان کو نہیں بدل سکی پریوی کونسل کی رکنیت اکثر
ایسے لوگوں کو دیجاتی جن کی خواہش اور قابلیت امور سلطنت کو
انجام دینے کی نہ ہوتی۔ پریوی کونسل میں اُس زمانہ میں اراکین
کی ایسی کثرت تھی کہ کوئی بات جلد طے نہیں ہونے پاتی تھی
اُس میں ہر ایک گروہ کے لوگ ہوتے تھے جن کو فی زماننا
مقابل فریقوں کے سردار (لیڈرز آف دی آپوزیشن) اور وزرا
کہتے ہیں لیکن بادشاہ کے حقیقی مشیر بہت ہی تھوڑے تھے
اس کے بعد کی صدی میں غیر ذمہ دار حکومت کا خطرہ نظام
کیبنٹ کی ترقی اور استحکام سے روکا گیا۔

(۳) (شاہی) ملازمون اور وظیفہ خواروں کا دارالعوام سے اخراج۔ اس بات کو بھی اس قانون نے طے کردیا تھا کہ
کوئی شخص جو بادشاہ کے ہاں کسی منفعت پذیر عہدہ پر ہو یا وہاں
سے پنشن پاتا ہو دارالعوام کی رکنیت کے قابل نہیں ہے
دارالعوام ملک میں سب سے زیادہ مقتدر ہوگیا تھا۔ اب اس کو
کوئی دبا نہیں سکتا تھا لیکن اس میں خرابیوں کا پیدا ہونا ممکن
تھا۔ اُس پر ابھی تک کسی باخبر رائے عامہ کی نگرانی قایم

نہیں ہونے پائی تھی۔اکثر اراکین ایسے حلقہ جات انتخاب کے نائب تھے جن پر کسی مخصوص آدمی یا حکومت کا اثر ہوتا تھا۔اس کے مباحثے اور اختلاف آرا ابھی تک شایع نہیں ہوتے تھے۔کثرت والے گروہ کے رہبروں کو انتظامی خدمتیں دینے کا طریقہ ابھی تک دارالعوام میں جاری نہ ہونے سے یہ مجلس مطلق العنان تھی اور وزرا کو ستایا کرتی تھی۔اس سے وزرا میں اخلاقی خرابی پیدا ہوگئی وہ مجلس میں انتظام قایم رکھنے کی خاطر مجبور تھے کہ اراکین کی طرح طرح کی مدارات کریں۔دلجوئی مختلف شکلوں میں ہوسکتی ہے روپیہ کی رشوت یا عہدے دینے سے یا وظیفہ کی صورت میں خصوصًا دوسری قسم کی خرابیوں کو روکنے کی غرض سے یہ فقرۂ قانون تخت و تاج میں وضع ہوا ہے لیکن اس فقرہ کا مفہوم اپنے اصلی مقصد سے بہت بڑھ گیا اس نے اُن لوگوں کو بھی دارالعوام سے خارج کردیا جو بادشاہ کے ہاں نہایت مفید اور ضروری عہدوں پر مامور تھے اس طرح سے دارالعوام کو امور سلطنت کا علم حاصل کرنے کا جو موقع حاصل تھا وہ جاتا رہا چند سال کے بعد اس فقرہ کو منسوخ کرنا پڑا اور اس کے بجائے اس طرح قانون بنانا پڑا کہ صرف وہی لوگ رکنیت دارالعوام کے قابل نہیں سمجھے جائیں گے جو ایسے عہدوں پر مامور ہیں جو سنہ ۱۷۰۵ کے بعد وضع ہوے ہیں۔لیکن اس میں یہ بھی اضافہ کیا گیا کہ اگر کوئی رکن کسی سرکاری (شاہی)

اختیار کی تھیں جن سے رقم منظور کردہ مخصوص کام پر صرف ہوسکے۔لیکن ۱۶۸۸ء کی پارلیمنٹ نے سالانہ موازنہ کی رقوم کو مخصوص کرنے کی بنا ڈالی یعنے یہ کہ محاصل (ملک) کا کس قدر حصہ سرکار کے مختلف محکموں کے اخراجات کے لئے مقرر کیا جائے۔ولیم کو بارہ لاکھ پونڈ کا محاصل دے کر پارلیمنٹ نے نصف رقم سول لسٹ یعنے سول گورنمنٹ (یعنے ملکی) اور نصف فوج اور بحریہ کے لئے مخصوص کردی۔اُس زمانہ سے اس طریقۂ تخصیص کو بتدریج ترقی ہوتی گئی موجودہ زمانہ میں علاقۂ دیوانی کے مصارف کی ہر ایک مد کو بیت العوام مقرر کرتا ہے۔اسی پارلیمنٹ نے کروڑ گیری کے محصول کو صرف چار سال کے واسطے بادشاہ کے واسطے منظور کیا مثل سابق تا حین حیات منظور نہیں کیا۔اُس عظیم جنگ کے سبب سے جو فرانس کے ساتھ اُنھی دنوں میں شروع ہوئی تھی محصول زیادہ کردیا گیا اور قرضۂ قومی کی مد قایم ہوئی اس طرح حکومت منظوری رقم کے لئے بالکل بیت العوام کے ماتحت ہوگئی۔ اس وقت سے بیت العوام کو قومی فیناس (مالیہ) پر اختیار کلی حاصل ہوگیا۔

(۲) **قانون غدر**۔مسودہ قانون حقوق نے بادشاہ کو پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر مستقل فوج رکھنے سے ممانعت کردی تھی۔ اس قانون کی غرض تھی کہ مستقل فوج کو بالکل موقوف کردیا جائے۔ٹوری فرقہ اس واسطے مستقل فوج سے متنفر تھا کہ

مستقل فوج ہی نے چارلس کو سولی پر چڑھایا اور جمہوری حکومت قایم کی تھی اور وِگ فرقہ اِس لئے مستقل افواج سے ناراض تھا کہ جیمس دوم نے آپ کو مطلق العنان بنانے کے لئے ایک مستقل فوج رکھنے کی کوشش کی تھی۔ سب فرقوں کی خواہش تھی کہ ملک کی حفاظت ملے شیا (فوج ردیف) کے سپرد کی جائے لیکن یہ ہو نہیں سکتا تھا اِس لئے کہ بادشاہ فرانس سے انگریزوں نے ایک جنگ کا آغاز کردیا تھا جس کے پاس دنیا کی سب فوجوں سے اچھی اور باقاعدہ فوج تھی۔ اِس لئے ضرور تھا کہ جیمس دوم کی بناکردہ مستقل فوج کو قایم رکھا جائے۔ ظاہر ہے کہ کوئی مستقل فوج فوجی تربیت اور فوجی قواعد اور مخصوص قوانین اور عدالتوں کے بغیر جو ان کا نفاذ کراتی ہوں منتظم حالت میں نہیں رہسکتی۔ جیمس دوم کا بعض سپاہیوں کو فوجی نوکری چھوڑ دینے کی سزا میں سولی دینا خلاف قانون تھا اس واسطے جب ۱۶۸۹ء میں بعض اسکاچ سپاہیوں کی پلٹن مقیم اِپسوِچ نے غدر کیا تو پہلے قانون غدر کو جاری کرکے آیندہ کے لئے اس قسم کے جرایم کا انسداد کرنا پڑا اولاً یہ قانون صرف چھ مہینے کے واسطے نافذ کیا گیا۔ بعدازاں دوبارہ سہ بارہ وضع ہوتا گیا مگر اس کا نفاذ چھ مہینے یا ایک سال کے لئے ہوتا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ پہلے تو لوگوں کو خیال ہوا کہ مستقل فوج رکھنے کی ضرورت نہ ہوگی اور دوسرے یہ کہ پارلیمنٹ کا ارادہ تھا کہ مستقل فوج کو اپنے قابو میں رکھے

(۱۳) رفع شکایات اور قوانین کی ترمیم و تقویت اور حفاظت کے لئے جلد جلد پارلیمنٹ کا انعقاد ہونا چاہئے۔

اس مسودہ قانون میں انگریزی قوم کے ان حقوق کے ادعا کے بعد ایسے فقرے مندرج ہیں جن کی رو سے تاج برطانیہ ولیم اور میری اور ان کی اولاد کو عطا کیا گیا ہے اور اگر اُن کے اولاد نہ ہو تو شہزادی این اور اس کی اولاد کو ملے گا اور اگر یہ بھی لاولد ہو تو ولیم کی ایسی اولاد کو جو میری کے سوا کسی دوسری زوجہ کے بطن سے ہو۔

مسودۂ قانون حقوق کی اہمیت۔مسودہ قانون حقوق نے دور اسٹوورٹ کے تمام مخصوص اختلافی مسائل کو بادشاہ کے خلاف رعایا کے حق میں فیصل کیا۔اس لئے انگریزی قوانین میں یہ بھی ایک نہایت اہم قانون ہے۔یہ قانون بھی جان کی منشور اعظم اور ایڈورڈ اول کی تصدیق منشورات اور چارلس اول کے زمانہ کی "عرضی[1] حقوق" کا ہم مرتبہ ہے۔حق بات تو یہ ہے کہ یہ قانون ان سب سے فایق ہے اس لئے کہ اس نے تاج و تخت کی وراثت کو بدل کر ایسے سلاطین کے سلسلہ کو قایم کردیا جن کے استحقاق کی بنا پارلیمنٹ ہے نہ کہ توریث کوئی شخص یہ عذر نہیں کرسکتا تھا کہ ولیم یا این یا جارج اول نیابت الٰہی کے سبب سے تخت نشیں ہوئے تھے۔ایسے لوگ جن کو بادشاہوں کے نیابت الٰہیہ کا کامل اعتقاد تھا

[1] اسکے قبل لفظ "عرضی" کی "قانون حقوق" کے ضمن میں بطور فٹ نوٹ صراحت کردی گئی ہے۔

ان سلاطین کو غاصب سمجھتے تھے۔ ٹوری لوگ بھی جن کی نظروں میں بادشاہت کی بہت عظمت تھی پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے سلاطین سے رضامند نہیں تھے۔ بنابراں بادشاہ کی قوت جس قدر سترھویں صدی میں وسیع تھی اسی قدر اٹھارھویں صدی میں محدود ہوگئی اور بادشاہ انگلستان پر پارلیمنٹ کے زیر تنقید ونگرانی حکومت نہیں کرتا تھا بلکہ پارلیمنٹ کے سربرآوردہ اراکین بادشاہ کے نام سے حکمرانی کرنے لگے پارلیمنٹ اُس زمانہ تک تو اعلیٰ قوت یعنے بادشاہ کی روک تھام کرتی رہی لیکن اب خود اعلیٰ قوت بن گئی۔

تخصیص رقوم۔ قانون غدر۔ مسودہ قانون حقوق کے منظور ہونے کے بعد ہی دو نئی تبدیلیوں سے پارلیمنٹ کی کی نئی محصلہ قوت میں اور بھی اضافہ ہوا۔ اِن میں کا پہلا تغیر تو تخصیص رقوم منظور شدہ کے نام سے مشہور ہے۔

(۱) **تخصیص رقوم۔** قدیم زمانہ میں چونکہ بادشاہ عاملانہ حکومت کا صدر ہوتا تھا لہذا اپنے اختیارِ تمیزی پر اپنا موروثی محاصل اور پارلیمنٹ کے منظور کردہ رقوم صرف کردیتا تھا۔ پارلیمنٹ کو اختیار تھا کہ شاہی وزرا کی مطلوبہ رقم کو منظور یا نا منظور کرے لیکن وہ ذرا بھی اس بات پر ان کو مجبور نہیں کرسکتی تھی کہ منظور شدہ رقم اس کے متعین کردہ مصرف میں لائی جائے۔ صرف ایک یا دو مخصوص موقعوں پر جبکہ پارلیمنٹ کو بادشاہ یا اس کے وزرا کا اعتبار نہیں تھا اس نے ایسی تدبیریں

مذہب کی اپنے خیالات کے مطابق اصلاح کرنے کی قوت حاصل
کرنے کے لئے اور دوسروں سے اپنے اصلاحات بجبر قبول کرانے
کے لئے لڑتے رہے۔ شداید سے بچنے کی ایک ہی سبیل تھی کہ
اپنے اعتقاد کے خلاف دوسرے نداہب میں شامل ہوجائیں
اور یہ ہر ایک سے ممکن نہیں تھا۔

قانون نے اختلاف نداہب کو پہلی مرتبہ ایکٹ رواداری
نداہب بابت ۱۶۸۹ء کے بننے پر تسلیم کیا جو لوگ اُن اصول
و فروع و رسوم مذہبی کے خلاف عقیدہ رکھتے تھے جنھیں قوم کے
کثیر حصے نے قبول کرلیا تھا وہ مجاز تھے کہ اپنے اپنے
علیحدہ مذہبی گروہ بنالیں جن کی حفاظت قانون کے ذمہ
ہے۔ اب اس کے بعد سے انگلستان کا مروجہ مذہب جس کو
قانون نے مقرر کیا ہے اور منحرف (نان کن فرمسٹ)
ادیان جن کی رواداری کی جاتی ہے ہم پلہ سمجھے جانے لگے
اس طرح سے مذہبی امن کی بنا قایم ہوئی جس سے زمانۂ
موجودہ کے لوگ اس قدر مانوس ہوگئے ہیں کہ ہم میں سے
اکثر بھول گئے ہیں کہ یہ حالت کیونکر آہستہ آہستہ قایم
ہوئی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ رواداری کو اُس وقت بھی محدود
دائرہ ہی میں رکھا گیا تھا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ قانون سے
صرف رواداری ملی۔ مساوات ابھی حاصل نہیں ہوئی تھی۔
نان کن فرمسٹ لوگوں کو باوجود ان مراعات کے قانون کے
ذریعہ سے اب بھی سرکاری خدمات اور مذہبی معاشوں سے

خارج کیا جاتا تھا۔ تخمیناً ڈیڑھ سو برس گذرنے کے بعد سرکاری خدمتوں کا دروازہ سب مذہبوں کے واسطے کھولا گیا۔

آزادی مطابع۔ اُن تغیرات کے مقابلہ میں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ایک بہت ضروری اور مفید تبدیلی اتفاق سے انقلاب کے چند ہی سال کے بعد واقع ہوئی وہ مطبعوں کی آزادی تھی نہ صرف ٹیوڈر بادشاہوں بلکہ جیمس اول اور چارلس اول کے عہد میں بھی مطابع و مطبوعات کے ساتھ حکومت نہایت سختی سے پیش آتی تھی۔ لانگ پارلیمنٹ کے زمانہ میں بھی اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ عود شاہی کیساتھ ہی ایک قانون کے ذریعہ سے نظارت مطبوعات قائم کر دی گئی اور قانون مذکور کا وقتاً فوقتاً نفاذ ہوتا رہا یہانتک کہ اُس کی آخری مدت ۱۶۷۹ء میں ختم ہوئی۔

اس زمانہ میں چارلس دوم اور پارلیمنٹ میں اختلاف واقع ہو گیا۔ اسلئے اس کے متعلق جیمس دوم کی تخت نشینی تک کوئی نیا قانون نہیں بننے پایا۔ ۱۶۸۵ء میں پھر اجازت نامہ کو سات برس کے واسطے تازہ کیا گیا۔ ۱۶۹۲ء میں بھی (پارلیمنٹ کی)، دوسری مدت کے ختم تک یہی قانون جاری رہا۔ لیکن جب اسکی مدت ۱۶۹۴ء میں ختم ہوئی تو اس کو پھر کبھی جاری نہیں کیا گیا اس کے بعد سے سوائے قانون ازالہ حیثیت عرفی کے مطبعوں پر اور کوئی قید عائد نہیں کی گئی تھی۔ اسی قانون توہین تحریری کی اس طرح تاویل کر لی جاتی تھی کہ وہ حکومت کے خلاف ہر ایک قسم کی نکتہ چینی پر حاوی ہو سکے۔ تاہم قانون اجازت نامہ کی آخری مدت کے اختتام سے آزادی مطابع کو اصلی فائدہ پہنچا۔ اس زمانہ سے مطبع ایک بڑی سیاسی قوت بن گیا۔ ملکہ این کے عہد میں تخمیناً ہر ایک ممتاز ادیب نے سیاسی رسالے لکھے ہیں۔ اخبارات کی

۱۸۸۱ء میں قانون غدر منسوخ ہوکر قانون تربیت و ضابطۂ فوج وضع کیا گیا لیکن ہر سال اس کی تجدید کرنی پڑتی ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو فوج کی تربیت کا کوئی ذریعۂ باقی نہیں رہتا اگر کوئی سپاہی (خلاف قاعدہ پلٹن کی) نوکری چھوڑ بیٹھے تو اُس کے ساتھ صرف اُسی طرح سے پیش آنا چاہئے جیسا کہ عام مزدوروں کے ساتھ اُن کی عہد شکنی کی صورت میں کیا جاتا ہے اور جو سپاہی اپنے حاکم افسر کو مارے اُس کے خلاف اُسی طرح فوجداری نالش دایر ہوگی جیسا کہ عام ضرر جسمانی پھونچانے والے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اِس لئے مستقل فوج میں انتظام قایم رکھنے کے واسطے پارلیمنٹ کی مدد کی ضرورت ہے۔ ۱۶۸۸ء کے انقلاب کے زمانہ سے پارلیمنٹ کو مداخل (ملکی) اور فوج پر شاہانہ اختیار حاصل ہوگیا۔

قانون رواداری مذاہب مجریہ ۱۶۸۹ء۔ اکثر نان کن فرمسٹ لوگوں نے عزت کا پاس کرکے جیمس دوم کے اُس حملہ میں جس کو اُس نے مذہب انگلستان پر کیا تھا شرکت نہیں کی بلکہ انھوں نے (گذشتہ) انقلاب کی عملی طور پر تائید کی تھی اس واسطے چارلس دوم کے عہد کی سختیوں سے نجات پانے کے وہ مستحق بن گئے تھے۔ اس انقلاب کے بعد ہی ایک آخری کوشش نان کن فرمسٹ کو مروجہ مذہب میں شامل کرنے کی غرض سے کی گئی لیکن کامیابی نہ ہوئی اِس لئے کہ کسی فریق نے سرگرمی سے اس کی تائید نہ کی۔ خلاصہ یہ کہ

۱۶۸۹ء میں ایک قانون رواداری پاس ہوا۔ اس کے مطالب پورے طور پر سمجھنا دشوار ہیں جب تک کہ اُن کو تفصیل سے نہ بیان کیا جائے۔ لیکن اس کا عملی اثر یہ ہوا کہ فرقہ پروٹسٹنٹ کو نہ کہ موحدین (یونی ٹیرین) کو یہ اجازت ہوگئی کہ وہ خدا کی عبادت اپنے ضمیر اور ایمان کے مطابق کریں۔ اس طرح سے بجز موحدین اور رومن کیتھلک کے دوسرے سب مذہبی فرقوں کی سختیوں اور شدائد کا خاتمہ ہوگیا۔ اُن لوگوں کی تعداد جن کے ساتھ اب بھی سختی کی جاتی تھی بمقابلۂ آبادی ملک بہت ہی قلیل تھی۔

تعلقاتِ مذہب و حکومت کی تاریخ میں قانون رواداری مذاہب کی وہی قدر و منزلت ہے جو تعلقاتِ بادشاہ و رعایا کی تاریخ میں مسودہ قانون حقوق کو حاصل ہے۔ یہ قانون ایک نقطۂ انقلابی ہے یعنے اس قانون سے ایک دور کا ختم اور دوسرے کا آغاز ہوتا ہے۔ کیونکہ انگریزوں کے عیسائی مذہب اختیار کرلینے کے بعد سے صدیوں تک سب ملک کا ایک ہی مذہب تھا۔ سب اس بات پر متفق تھے کہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ سب باشندوں کو ایک ہی مذہب کا پیرو بنائے۔ جب انگلستان کا مذہب پروٹسٹنٹ ہوگیا تو اُس وقت بھی کیتھلک لوگوں کے عقیدۂ وحدانیتِ مذہب کو قایم رکھا گیا۔ پیوریٹن اور لاڈین فرقوں نے بھی آپس میں طے کرلیا تھا کہ غیر مذاہب کی رواداری کو جائز نہیں رکھیں گے۔ پیوریٹن اور لاڈین بھی

باب یازدہم

ایس۔ جارج اوّل اور جارج دوم

سنہ ۱۷۰۲ء سے سنہ ۱۷۶۰ء تک کے حالات

تمہید۔ مسودہ قانون حقوق اور دوسرے ضروری قوانین جو ولیم سوم کے عہد میں جاری ہوئے اُن سے انگریزی دستوری تاریخ میں اُسی طرح کے ایک دور کی بنا قایم ہوتی ہے جس طرح کہ ایڈورڈ اول کی تصدیق اسناد سے ایک نیا دور قایم ہوا تھا۔ اس زمانہ میں قوم کے مختلف فرقوں کی طولانی لڑائیوں کا خاتمہ ہوا اور مدت دراز تک امن و اماں اور سکون رہا۔ انگریزی دستور میں مسودہ قانون حقوق کی ترمیم کے بعد سے ایک سو چالیس سال تک پھر کوئی ظاہری اور اصلی تغیر نہیں ہوا۔ اور یہ مدت عظیم الشان واقعات سے مملو ہے۔ آخرکار انگلستان ہالینڈ پر سبقت لے گیا اور سب سے اپنی بحری صدارت منواکر

دنیا کی تجارت کا اصلی پیشوا بن گیا۔ اس نے فرانس سے ممالک ہند اور شمالی امریکہ کی صدارت حاصل کی۔ بالآخر اُس نے حیرت انگیز ایجادات کے سلسلہ سے دنیائے صنعت میں ایسا انقلاب پیدا کردیا کہ گذشتہ زمانہ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یقیناً ان سب کمالات کا انگلستان کے اندرونی تاریخ پر اثر پڑا اور ایک نئے دور انقلاب کے لئے راستہ کھُل گیا، لیکن ان امور کو یہاں بیان کرنا ہمارا مقصود نہیں ہے۔

اس مدت سکون میں بھی بعض دلچسپ دستوری تغیرات ہوے ہیں۔ ان کو سہل طور پر سمجھنے کے لئے اس مدت کو دو حصوں میں تقسیم کرنا مناسب ہے۔ ایک مدت تو جارج دوم (سنہ ۱۷۶۰ء) کی وفات پر یا یوں کہنا بہتر ہوگا کہ بڑے پٹ کی مشہور اور حقیقی وزارت عظمی کے خاتمہ پر اختتام کو پہنچتی ہے این۔ جارج اول اور جارج دوم تینوں کی سلطنتیں بذات خود قابل غور تھیں۔

جب این ملکہ بنی تو سنہ ۱۶۸۸ء کے انقلاب کے نتایج کی حالت کسی قدر اطمینان بخش ہوگئی تھی۔ لیکن ابھی تک اس بات کا تصفیہ نہیں ہونے پایا تھا کہ کس سیاسی فرقہ کو سلطنت میں سب سے فایق ہونا چاہیئے۔ اگرچہ این نسل اسٹوورٹ سے تھی لیکن وہ ٹوری تھی اور اوس کا ہائی چرچ والوں کا سا اعتقاد تھا اس کی رعایا میں سب سے مقتدر مارلبرو تھا لیکن اس کو کوئی شخص مشکل سے وِگ یا ٹوری

کہہ سکتا تھا۔ مثل ولیم سوم کے وہ آپ کو دونوں فرقوں سے علیحدہ رکھتا اور اُن کا صدر بن کر رہنا چاہتا تھا اور دونوں فرقوں سے وہ اپنے امور سیاست خارجہ کی وسیع تدبیروں کی تعمیل کے لئے مدد لینا چاہتا تھا۔ اولاً اُس نے اپنا رجحان ٹوری فرقہ کی جانب دکھایا اور جب ان کی نافرمانی اور سرکشی اس پر ثابت ہوگئی تو اُس نے این کو ترغیب دی کہ ان کے بجائے وگ فرقہ کو قایم کیا جائے۔ جب این مالبرو اور اس کی بیوی سے تنگ آگئی تو اُس نے دوبارہ ٹوری فرقہ کو مقتدر بنادیا۔ لیکن جب خاندان ہانور کا دور دورہ شروع ہوا تو وگ فرقہ غالب ہوگیا اور چالیس سال تک انگلستان میں اِس فرقہ نے حکومت کی۔

وگ فرقہ میں اس وقت مختلف طبقے کے لوگ تھے اولاً اس میں چند ایسے امرائے عظام اور صاحبان ثروت و املاک شریک ہوگئے تھے جو اکثر "انقلاب انگیز خاندانوں" کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے۔ دوسرے اس میں ساہوکاروں اور تاجروں کی جماعت تھی جس کی تعداد اور دولت میں روز افزوں ترقی ہو رہی تھی۔ تیسرے اس میں تمام مملکت کے نان کن فرمسٹ لوگ جمع ہوگئے تھے۔ ٹوری فرقہ میں چند بڑے اور باقی سب چھوٹے مالکان اراضی اور ادنی درجہ کے پادری اور مفلس اہل ملک تھے

جو مذہباً نان کن فرمسٹ نہیں تھے۔ اگرچہ وِگ فرقہ تعداد میں کم تھا لیکن انگلستان کی نصف سے زیادہ دولت ان کے ہاتھ میں تھی اور علم وفضل اور لیاقت میں کہیں بڑھے ہوئے تھے۔ اور یہ آزاد خیال طبقۂ امرا سے تھے۔ چونکہ جارج اول اور جارج دوم دونوں غیر ملکی تھے اِس لئے ان کے عہد میں انگلستان کی حکومت اِس فرقہ کے ہاتھ میں تھی۔ جارج سوم کی تخت نشینی سے اِن کی قوت متزلزل ہوگئی۔

این کی سلطنت۔ اس عہد کے مخصوص دستوری واقعات میں سے ایک تو انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کا اتحاد ہے جو پارلیمنٹ کے واسطہ سے عمل میں آیا اور دوسری وہ کوشش ہے جس کی غرض یہ تھی کہ چارلس دوم کے عہد کے ناگوار مذہبی طرز عمل کو از سرنو رائج کیا جائے۔

انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹوں کا متحد ہونا

(۱) **اتحاد کی نسبت ناکام کوششیں**۔ جیمس اول کو اپنی دونوں ریاستوں کی پارلیمنٹوں کو متحد کرنے کی بڑی تمنا تھی لیکن انگریزی پارلیمنٹ کی بے اعتنائی سے ناکامی ہوئی۔ اسکاٹ لینڈ کو فتح کرنے کے بعد کرامویل نے بھی دونوں پارلیمنٹوں کو ملادیا تھا لیکن یہ اتحاد اسکاچ پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر ہوا تھا اور محض فوجی قوت کا کرشمہ تھا دوبارہ بادشاہی قایم ہونے پر انگلستان اور اسکاٹ لینڈ میں علیحدہ علیحدہ پارلیمنٹیں مقرر کی گئیں۔ چند ہی روز کے بعد

اہل اسکاٹ لینڈ اُس زمانہ کو یاد کرکے کف افسوس ملنے لگے
جبکہ وہ انگریزوں کے مساوی تجارتی حقوق سے متمتع تھے۔
اسکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹ کے ایک قانون کے زیرِ اثر
بادشاہ نے ۱۶۷۰ء میں چند کمشنروں کو مقرر کیا تھا کہ
اسکاٹ لینڈ کی جانب سے پارلیمنٹی اتحاد کی تجویز کریں۔
لیکن انگریزوں کی بے توجہی سے کوئی تدبیر چلنے نہ پائی
۱۶۸۸ء کے انقلاب کے بعد ہی ولیم سوم نے بھی پارلیمنٹی
اتحاد کی تحریک کی تھی اور اسکاچ پارلیمنٹ نے ایک
قانون جاری کرکے اس کو اختیار دیا تھا کہ کمشنروں کو اس
غرض کے لئے مقرر کرے لیکن انگریزوں کی مہر خموشی
اس مرتبہ بھی نہیں ٹوٹی۔ اُس کی موت کے قبل ہی اسطرح
کے واقعات پیش آئے جن سے مترشح ہوتا تھا کہ کامل
اتحاد یا کامل افتراق کا ہونا عنقریب لازمی ہے۔ اسکاٹ لینڈ
والوں کی ایک جماعت نے ناعاقبت اندیشی سے خاکنائے
ڈارین کو جو ہسپانوی مقبوضات کے قلب میں واقع تھا
اپنی نوآبادی بنانے کی کوشش کی۔ ہسپانوی سپاہ نے
ان نوآباد باشندوں کو وہاں سے نکال دیا۔ انگریزی حکومت
نے نوآبادوں کی مدد نہیں کی تو انھوں نے انگریزوں کو
اپنی مصیبت پر ہنسی اڑانے کا ملزم ٹھرایا۔ اس واقعہ سے
یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسکاٹ لینڈ پر وہ تمام آفات
تو نازل تھیں جو آزادی کے لوازمات میں سے ہیں مگر

وہ آزادی کے اصل فوائد سے محروم تھا۔ وہ ایک ایسے انگریزی بادشاہ کے زیر حکومت تھا جس کے مشیر انگریز تھے اور وہ خود انگریزی پارلیمنٹ کے ماتحت تھا۔ باوجود ان باتوں کے اسکاٹ لینڈ کا انگریزی تجارت اور نو آبادیات میں کوئی حصہ نہیں تھا اور انگریزی بیڑوں اور افواج کی مدد سے وہ کبھی متمتع نہیں ہوسکتا تھا۔

اب ولیم نے دارالامرا سے اتحاد کے بارہ میں سفارش کی جس نے کمشنروں کے تقرر کی نسبت جن کے ذمہ انگلستان کی نیابت تھی ایک مسودہ قانون جاری کیا لیکن عوام نے نہایت غیظ و غضب میں اس مسودہ کو نامنظور کیا۔ این کے جلوس کے بعد دونوں پارلیمنٹوں نے اس ملکہ کو کمشنروں کے مقرر کرنے کا مجاز کیا اور ۱۷۰۲ء اور ۱۷۰۳ء میں متعدد کانفرنسوں کا سلسلہ قایم رہا آخر بہت جلد یہ معلوم ہوگیا کہ فریقین کے کمشنروں سے مصالحت کی کوئی امید نہیں ہوسکتی۔ اِس لئے کہ انگریز اپنے تجارتی اجارہ پر اڑے ہوے تھے اور پریس بٹیرین کو سرکاری خدمت سے خارج کرنا چاہتے تھے۔ اور اہل اسکاٹ لینڈ اپنے مذہب کے لئے بیچین تھے اور جان توڑ کوشش کررہے تھے کہ ان کو انگریزی تجارت میں حصہ ملے۔ اس لئے یہ کانفرنسیں کسی نتیجہ خیز فیصلہ پر نہیں پہنچ سکیں۔

(۲) قانون اتحاد بابت ۱۷۰۶ء۔ بالآخر اہلِ اسکاٹ لینڈ کی

خوفناک طبعیت نے اس صبر آزما مسئلہ کا فیصلہ کر دیا کچھ تو ڈآرین کا معاملہ اور طرفداری کچھ جیکو بائٹ کا اثر اور کچھ قومی تفاخر ان سب معاملات سے آسکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹ نے متاثر ہوکر ۱۷۰۴ء میں قانون طمانیت جاری کیا جس کا منشا یہ تھا کہ آین کی وفات پر آسکاٹ لینڈ کی بادشاہی انگلستان کے وارث تخت و تاج کو نہ ملے جب تک اُس کے مذہب اور تجارت کی حفاظت کی نسبت باقاعدہ ضمانت نہ پیش ہو انگریزی پارلیمنٹ نے بھی بشکل قانون اس کا جواب دیا کہ آئندہ سے اہل اسکاٹ لینڈ کو غیر ملکی خیال کیا جائے گا اور ملک میں آسکاٹ لینڈ سے درآمد (تجارت) روک دی جائے گی۔ بنابراں اہل اسکاٹ لینڈ نے اعتدال اختیار کیا اور ایک نیا کمیشن مسئلہ اتحاد پر غور کرنے کے لئے مقرر ہوا۔ ۱۷۰۶ء میں صلحنامہ اتحاد طے پاگیا۔ جس کی رو سے قرار پایا کہ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کو ملاکر ایک مملکت بنائی جائے جس کا نام برطانیہ عظمی ہو، ان دونوں کے جھنڈے ایک کر دیئے جائیں دونوں کی پارلیمنٹیں متحد ہو جائیں اور اسکاٹ لینڈ کی نیابت سولہ امرا اور پینتالیس عوام سے ہوا کرے۔ ہر ایک پارلیمنٹ کے واسطے ان امرا کو کل طبقۂ امرائے اسکاٹ لینڈ انتخاب کرے اور بادشاہ آسکاٹ لینڈ کے لئے اس تعداد سے زیادہ امرا نہ بنائے۔ آسکاٹ لینڈ کے قومی قرضہ کو انگلستان ادا کرے اگر انگلستان میں محصول زمین کے بیس لاکھ پونڈ وصول ہوں تو اسکاٹ لینڈ میں اڑتالیس ہزار پونڈ اس کے واسطے لئے جائیں

اسکاٹ لینڈ کا قومی قانون اور عدالتیں بحال وقائم رہیں اسکاچ اور انگریزی پارلیمنٹوں نے اپنے اپنے ملکوں کے مقررہ مذہبوں کی حفاظت وصیانت کے لئے علیحدہ علیحدہ قوانین بنائے جن کو پارلیمنٹ کی تصدیق شرائط اتحاد میں شامل کر دیا گیا۔ اتحاد کا نفاذ ۱۷۰۷ء سے ہوا۔ اُس وقت کی انگریزی پارلیمنٹ میں اسکاچ نائبین شریک ہوئے جو برطانیہ عظمیٰ کی پہلی پارلیمنٹ بنی۔

پروٹسٹنٹ مذہب کو قایم رکھنے کی فکر اور اسٹوورٹ سلطنت کے عود کا اندیشہ اصل وجہ تحریک اِس صلح اتحاد کی ہوئی ہے۔ کل اہل اسکاٹ لینڈ نے اس کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا اور نہ دوسری کوئی کامل نیابتی طرز کی پارلیمنٹ ہی اس کو قبول کرتی لیکن جس طرح کی اسکاچ پارلیمنٹ اس وقت تھی وہ کسی طرح سے قوم اسکاچ کی نائب نہیں ہوسکتی تھی اور اگر اسکاٹ لینڈ کی جدائی کا اندیشہ نہ ہوتا تو انگلستان میں بھی صلح اتحاد کو درجہ قبول حاصل نہ ہوتا۔ بہر حال دونوں ملکوں کو فائدہ ہوا انگلستان کو ایک علیحدہ سرحدی حکومت کے دائمی خطرہ سے نجات ملی اور اسکاٹ لینڈ کو انگریزی تجارت اور نوآبادیات کے منافع میں پورا حصہ مل گیا۔ بوقت اتحاد یورپ کے ممالک میں وہ سب سے زیادہ مفلس ملک تھا لیکن اس کے

بعد سے متمول ملکوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔

ہائی چرچ والوں کا دوبارہ تسلط ۔این کے عہد سلطنت کا ٹوری فرقہ عود شاہی کے خیالات کے لحاظ سے فرقہ قوالیر[1] کے مشابہ تھا۔ انقلاب کے زمانہ کی دستوری آزادیوں نے ان کو بالکل مطمئن کر دیا تھا لیکن وہ دل سے چاہتے تھے کہ نان کن فرمسٹ لوگوں کو جن کی امداد کی بدولت یہ آزادیاں حاصل ہوئی تھیں نیست و نابود کر دیں۔ ٹوری فرقہ اس مدعا کو پیش نظر رکھکر وقتاً فوقتاً ایک مسودہ قانون اتفاقیہ مطابقت یا مذہبی یکسانی روکنے کی نیت سے پیش کرتا رہتا تھا۔ نان کن فرمسٹ مذہب رکھنے والے اکثر قانون آزمایش کی تعمیل سے اس طرح گریز کر جاتے تھے کہ عشائے ربانی کو مذہب انگلستان کے رسوم کے مطابق ادا کرنے کے بعد اپنے کو عہدہ سرکاری کا متصف و مستحق ٹھراکر پھر اپنی طرز کی عبادت شروع کر دیتے تھے۔ اس لئے ان کے اس فعل کو مستوجب سزا قرار دینے کی تحریک ہوئی۔ مذکورہ مسودہ (قانون) کو دارالعوام نے شرف قبول بخشا لیکن دارالامرا نے جہاں کہ وگ فرقہ کی بہت کثرت تھی اس پر کوئی توجہ نہیں کی۔ آخر کار ۱۷۱۱ء میں وگ لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ ٹوری وزارت فرانس سے صلح کرلے گی۔ لہذا انہوں نے جنگ جاری

---

[1] دیکھو نوٹ متعلقہ مندرجہ ضمیمہ۔ چارلس اول کے حالات میں اس فرقہ کا ذکر آچکا ہے۔

رکھنے کے متعلق ٹوریوں کی رائے (ووٹ) حاصل کرنیکی خاطر نہایت فرومائیگی سے اپنے دوستوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور انسداد مطابقت اتفاقیہ کے مسودہ قانون کو منظور کر لیا۔ ۱۷۱۱ء میں ٹوری وزارت نے اس سے بھی زیادہ بُرا قانون مسمی بہ قانون افتراق مذہبی جاری کیا اس کی غرض یہ تھی کہ نان کن فرمسٹ لوگوں کو مدرسی و معلمی کی خدمتوں سے علحدہ رکھے۔ حالت یہ ہو گئی تھی کہ لوگونکو قانون روا داری مذاہب کے منسوخ ہونے کا اندیشہ ہو گیا تھا۔

خاندان ہانور کی تخت نشینی۔ وگ گروہ کا عروج۔ این کی وفات نے ٹوری لوگوں کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ نئے شاہی خاندان کو ٹوری فرقہ کی بے التفاتی کا بخوبی علم ہوگیا تھا اور وہ اس بات کو بھی سمجھ گیا تھا کہ وگ گروہ کو اپنی بقا کی خاطر ہمارا ساتھ دینا لازم ہے۔ ولیم سوم بھی اپنی اس حالت کو جانتا تھا لیکن جارج اول اُس کے بہ نسبت انگریزی امور سیاست سے کم واقف تھا وہ انگریزی زبان سے نابلد تھا اور سررابرٹ والپول (وزیر اعظم) سے لاطینی میں گفتگو کرتا تھا۔ جارج اول کو جرمنی کے سیاسیات سے خصوصاً اُس ملک کے اور ہانوور کے تعلقات سے خاص دلچسپی تھی اور اس کے خلاف ولیم سوم کو بشمول انگلستان سب ممالک یورپ کے سیاسیات سے عام طور پر ذوق تھا۔ ان وجوہ کے لحاظ سے جارج اول نے انگلستان کی حکومت کی ذمہ داری بخوشی ان لوگوں کے تفویض کر دی جن پر اُس کو کامل وثوق تھا

کہ وہ اس کے حق (تاج وتخت) شاہی کی حفاظت کریں گے۔
انگریزی سیاسیات سے اس کی بے التفاتی نے دوضروری اور
عظیم نتیجے پیدا کئے ایک تو عارضی اور دوسرا دوامی تھا۔
عارضی اثر تو یہ ہوا کہ انگلستان کے سب فرقوں میں وگ
گروہ فائق ہوگیا اور مستقل نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ کی طاقت
جو انقلاب کے بعد سے بہت محدود ہو گئی تھی اور بھی
گھٹ گئی۔

وگ فرقہ کی قانون سازی ۔ حکومت پر واپس آتے ہی
وگ گروہ نے نان کن فرمسٹ لوگوں کو ملکہ این کے
زمانہ کے اذیت رساں قوانین سے نجات دی اور قانون
مطابقت اتفاقیہ اور قانون افتراق مذہبی کی تنسیخ ہوئی۔
وگ پارٹی کے رہبر قانون آزمائش اور قوانین شخصیات
کو بھی بخوشی منسوخ کرکے نان کن فرمسٹ لوگوں کو بھی
ہائی چرچ والوں کی طرح سرکاری عہدے پانے کا مستحق
بنا دیتے لیکن ان کے احباب نے مشورہ دیا کہ اگر
اس سے زیادہ مذہبی آزادی دی جائیگی تو اس کا اثر
معکوس بہت بُرا ہوگا اور وگ گروہ حکومت سے نکال دیا
جائیگا اور خاندان ہانوور معرض زوال میں آجائے گا۔
اس لئے ان لوگوں نے تنسیخ کو نامناسب خیال کیا اور
یہ قوانین صرف کتاب قانون موضوعہ میں باقی رہ گئے لیکن یہ بات
عادت میں داخل ہو گئی ہے کہ ہر سال ایک قانون

معافی جاری ہوتا ہے اور اُن لوگوں کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے جو اس کے زیر اثر مجرم ہوسکتے ہوں۔

قانون ہفت سالہ۔ جارج اول کے جلوس کے بعد ہی طرفداران جیمس دوم نے اسکاٹ لینڈ اور شمالی انگلستان میں ایک خطرناک شورش برپا کردی اور لوگوں کو خاندان اسٹوورٹ کے عود کرنے کا اندیشہ ہونے لگا۔ قانون سہ سالہ کی باضابطہ پابندی سے اُس وقت کی پارلیمنٹ کو ختم مدت پر برخاست کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ ملک کا غلغشار ترقی پر تھا نہایت نا مناسب بات تھی اس لئے ایک قانون جاری کیا گیا جس سے پارلیمنٹ کی مدت اجلاس کو زیادہ سے زیادہ سات سال تک جائز قرار دیا گیا اور اس وقت کی منعقدہ پارلیمنٹ کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے اجلاس کو اس مدت تک قائم رکھ سکتی ہے۔ اس قانون کے آخری حصہ پر ملک نے بہت ملامت کی لیکن اُس زمانہ سے سب کا اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ اسکا بھی پارلیمنٹ کے جائز اختیارات میں شمول ہوسکتا ہے۔

مسودۂ قانون امارت۔ بادشاہ کی کمزوری اور اکثر وِگ لوگوں کی امیرانہ حکومت کی امنگ کے اظہار میں ایک اور تحریک کا ذکر کیا جاتا ہے جو کبھی قانون نہیں بننے پائی۔ ۱۷۱۹ء کے دوران پارلیمنٹ میں وزرا نے ایک مسودہ قانون بادشاہ کے اختیار امراء سازی کو محدود کرنے کی نیت سے

پیش کیا۔ اس مسودہ میں تجویز ہوئی تھی کہ اراکین امرا کی تعداد اُس وقت کے اراکین امرا سے کبھی چھ سے زیادہ نہ ہونے پائے اور بادشاہ کو اسی قدر اختیار ہونا چاہئے کہ وہ اسی حد تک امرا اراکین کی تعداد کو رکھے۔ اسکاٹ لینڈ کے سولہ نیابتی امرا کے بجائے پچیس موروثی امرا کی تجویز تھی۔ اگر یہ مسودہ پاس ہو جاتا تو امارت ایک محدود گروہ کا حق ہو جاتی اور چند بڑے خاندانوں میں بہت بڑی حکومت چلی جاتی اور اس کا آخری نتیجہ بیت الامرا کے لئے بہت تباہ کن ہوتا۔ اکثر اراکین عوام خصوصاً وال پول نے اس مسودہ سے سخت اختلاف کیا جس کے سبب سے وہ کبھی قانون نہ ہوسکا۔

کیبنٹ کا استحکام۔ فرقہ بندی کی حکومت ۔ اس دور کے ہر ایک قانونی تغیر سے زیادہ اہم کیبنٹ کا استحکام و ترقی ہے جس کو ۱۶۸۸ء کے انقلاب کا بلا واسطہ نتیجہ سمجھنا چاہئے۔ لیکن اُن مدبرین میں سے جنہوں نے اس انقلاب میں حصہ لیا تھا کسی نے اس نتیجہ کی پیش بینی نہیں کی تھی۔ کسی ایک شخص یا متعدد اشخاص کے غور و فکر سے کیبنٹ کی ایجاد نہیں ہوئی، زمانہ کی ضرورتوں سے اس کو بتدریج نشو نما ہوتا رہا۔ اٹھارھویں صدی کے مورخین کو انگلستان کی دستوری تاریخ میں کیبنٹ کی نسبت کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ قانون نے آجتک

کیبنٹ کے وجود کو تسلیم نہیں کیا ہے تاہم یہی کیبنٹ سلطنت کا محور ہے اس لئے اس کی تاریخ بیان کرنے کے قابل ہے۔

کیبنٹ کی دو ہیئتیں۔ انگریزی کیبنٹ کی تعریف اس طرح ہو سکتی ہے کہ وہ وزرا کی ایک چھوٹی کونسل (مجلس) ہے جس سے قانون واقف نہیں ہے لیکن سلطنت کو یہی چلاتی ہے۔ انگریزی تاریخ کے مختلف زمانوں میں ایسی مجلس مختلف طریقوں سے بنی ہے۔ سترھویں صدی میں اس مجلس کو بادشاہ ان اشخاص کی رکنیت سے بنایا کرتا تھا جن پر اس کو کامل اعتماد ہوتا تھا۔ اٹھارھویں صدی میں یہ ان لوگوں سے بنتی تھی جن پر بیت العوام کے اکثر اراکین کو بھروسہ ہوتا تھا۔ پہلی شکل میں تو کیبنٹ کا بانی بادشاہ اور دوسری شکل میں پارلیمنٹ ہے۔ کیبنٹ کی یہ دوسری شکل انقلاب کے طفیل وجود میں آئی۔

کیبنٹ کی ابتدائی شکل۔ سترھویں صدی سے کیبنٹ نے اس صورت کو اختیار کرلیا تھا۔ لفظ کیبنٹ لارڈ بیکن کی تحریرات میں پایا جاتا ہے ہم بیان کرچکے ہیں کہ پریوی کونسل (مستشار شاہی) ممبروں کی کثرت سے کام نہیں کرسکتی تھی اس کے اکثر اراکین کام کی مستعدی علم اور لیاقت سے جن کی ضرورت کسی حکومت میں عملی طور پر کام کرنے کے وقت ہوتی ہے معرا تھے۔

خاندان اسٹوورٹ کے وقت سے انگریزی سلاطین کی عادت ہوگئی تھی کہ امور سلطنت میں صرف اعیان دولت یا بعض نہایت لائق و فائق اشخاص یا شاہی مقربین سے مشورہ لیتے تھے۔ جو کچھ اس چھوٹی جماعت میں طے ہو جاتا اسی کو بطور تحریک بڑی پریوی کونسل میں پیش کیا جاتا تھا۔

ابتدائی حالت میں کیبنٹ کا نامقبول ہونا۔ قانون نے پریوی کونسل کی اندرونی چھوٹی جماعت کے وجود کو کبھی تسلیم نہیں کیا اور نہ اس کے اراکین سے عوام الناس ہی واقف تھے اس لئے یہ غیر دستوری سمجھی جاتی تھی۔ اس کی نسبت عام خیال یہ تھا کہ اس کو مخصوص لوگوں نے اپنے منصوبوں کا آلہ بنا لیا ہے تاکہ راست باز آزادمنش مدبرین کی نکتہ چینیوں سے خود محفوظ رہیں۔ اس کی آڑ میں وہ وہ کام کئے جاتے تھے جن کی ذمہ داری کوئی مرد عاقل اپنے سر لینا پسند نہیں کرسکتا۔ اگر کسی بادشاہ کو سچا اور نیک مشورہ لینے کی ضرورت ہو تو وہ ہرگز پریوی کونسل کی ایک سازشی جماعت سے مشورہ نہیں لیگا۔ جملہ اراکین پریوی کونسل بادشاہ کو رائے دینے کے مستحق و مجاز تھے کیونکہ قانون نے پریوی کونسل کو بادشاہ کا جائز مشیر مان لیا تھا اور ہر ایک شخص اراکین پریوی کونسل کو جانتا تھا۔ اگرچہ پریوی کونسل والوں کو رازداری کی سخت تاکید تھی تاہم

اگر بادشاہ بری عادتوں یا افعال پر اصرار کرے تو پارلیمنٹ اس کے ارکین سے ان امور کی نسبت بازپرس کرتی تھی لیکن پارلیمنٹ یا عدالتیں کس طرح ایک ایسی بے نام و نشان جماعت کی گرفت کرسکتی ہیں جیسی کہ بادشاہ کی مخفی کونسل تھی

کیبنٹ کونسلوں کی روزافزوں ترقی ۔ ہونے والی بات کسی کے روکے سے نہیں رکتی ۔ پریوی کونسل کی عدم قابلیت کے سبب سے اُس جماعت سے رجوع کرنا پڑا جو حکومت کرنے کے قابل تھی ۔ عودِ شاہی کے بعد پری کونسل کی ناموزوں کثرت کو کم کرنے اور اُس کو زیادہ مفید بنانے کی کوشش کی گئی اور مختلف محکمہ جات سرکاری کی نگرانی اور فائدہ کی غرض سے اُس کی کمیٹیوں میں تقسیم کر دی گئی مثلاً مجلس تجارت و نوآبادیات ۔ مجلس امور خارجہ ۔ آجکل بھی اس تدبیر پر عمل ہوتا ہے مگر ایسے عام حکمت عملی کے مسائل کو جن کی نسبت متفقہ قوت کی ضرورت ہو اس طرح طے نہیں کیا جاتا ہے ۔ ایسے معاملات میں بھی چارلس دوم ابھی تک چند ہی آدمیوں سے مشورہ لیا کرتا تھا ۔ اس کی ابتدائی سلطنت میں کلارنڈن آرمنڈ سوتھمپٹن اور نکولس کی ایک قسم کی وزارت بن گئی تھی ۔ کلارنڈن کے زوال کے بعد چارلس غور و فکر کے معاملہ میں اُن پانچ مشیروں سے اکثر صلاح و مشورہ

کرتا تھا جن کو سازشی جماعت یعنے کیبل کا قبیح نام دیا گیا تھا۔ ان لوگوں کی بدنامی کے سبب سے سرولیم ٹمپل کو پریوی کونسل کی مزید اصلاح کی طرف توجہ ہوئی جس کی تحریک تھی کہ صاحبان ثروت سے تیس اراکین کی ایک نئی کونسل بنائی جائے جس کے نصف ارکان تو سرکاری ملازم اور نصف غیر سرکاری ہوں۔ لیکن اصلاح شدہ پریوی کونسل میں ممبروں کی کثرت اور نااتفاقی نے اس کو کام کرنے سے بیکار بنا دیا تھا اور وہ بہت جلد ٹوٹ گئی۔ جیمس دوم نے بھی اسی طریقہ کی تقلید کی۔ انقلاب کے بعد ولیم سوم پریوی کونسل کی طرف ملتفت نہیں ہوا اور اپنی حکمت اعلی کو چند معتبر مشیروں کی مدد سے طے کر لیا کرتا تھا۔ قانون تخت و تاج کا تاکیدی فقرہ کہ سلطنتی امور کو مثل سابق پریوی کونسل ہی انجام دیا کرے "قانون منسوخ العمل" کی حیثیت رکھتا ہے

اخیر زمانہ کی کیبنٹ کی شکل ۔ اُس زمانہ میں بھی کیبنٹ باقاعدہ طور پر اُسی گروہ کی رکنیت پر مشتمل نہیں ہوتی تھی جن کی بیت العوام میں کثرت ہوتی تھی نیز اس روایت کا اثر کہ بادشاہ اپنے وزرا آپ انتخاب کرتا ہے زائل نہیں ہوا تھا۔ ابھی تک اس بات کی نوبت نہیں آئی تھی کہ بادشاہ ملک کی قوی تریں جماعت سے

وزرا کا انتخاب کیا کرے۔ وزرا اپنی نیک نامی کے لئے اس بات
کو کافی سمجھتے تھے کہ دارالعوام کا فرقہ کثیر ان کے خلاف
مواخذہ نہ کرنے پائے۔ ابھی تک یہ بات ان کے فرائض
میں داخل نہ ہونے پائی تھی کہ کل وزرا کو لازم ہے کہ
فرقہ کثیر کا اعتماد حاصل کریں کیونکہ ابھی تک مقبولہ اصول
کچھ اور تھا یعنے بادشاہ کا کام حکومت کرنا اور بیت العوام
کا فرض بادشاہ کو بری حکومت کرنے سے روکنا خیال
کیا جاتا تھا۔ لیکن ۱۶۸۸ء کے انقلاب نے اس اصول
کو پلٹ دیا۔ بلکہ اس انقلاب نے ایسی حالت پیدا کردی
کہ انگلستان میں کوئی حکومت یعنے وزارت بیت العوام
کے کلی اور دائمی اتفاق کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔
اس اتفاق کے حاصل کرنے کے خیال سے بادشاہ کو
لازم ہوا کہ وہ اُن مدبرین کو اپنی وزارت کے لئے
پسند کرے جن پر اراکین عوام اعتماد رکھتے ہوں یا
بالفاظ دیگر وزرا کو فرقہ کثیر کا ہم خیال ہونا ضرور ہے۔

ولیم سوم تھوڑے عرصہ تک اس نتیجہ آخری کی
سخت مخالفت کرتا رہا۔ اس کی خواہش تھی کہ پوری
قوم پر شاہی کرے نہ کہ صرف ایک فرقہ کا صدر
بنا رہے۔ اُس نے اپنی اس خواہش کو اس طرح پورا
کرنا شروع کیا کہ سب سے زیادہ لائق اشخاص کو تو
وہ اپنے وزرا کے لئے منتخب کرلیتا مگر اُن کی رائے

اور خیالات کا کچھ لحاظ نہ کرتا تھا بالآخر اُس کو معلوم ہوگیا کہ
جو وزارت اس طرح سے بنائی جاتی ہے وہ بذات خود کمزور
ہوتی ہے اور پارلیمنٹ کا برتاؤ بھی اس سے منصفانہ
نہیں ہوتا۔

لارڈ سنڈرلینڈ جیسے دیرینہ تجربہ کار اور تیزفہم مدبر
نے بھی اُس کو (ولیم کو) سمجھایا کہ اگر بیت العوام کے
فرقہ کثیر سے بادشاہ اپنے سب وزرا انتخاب کرے گا تو
اُس کی دشواریاں بہت کم ہوجائیں گی۔ ۱۶۹۳ء اور ۱۶۹۶ء
میں اُس نے بتدریج وگ فرقہ سے وزارت بنائی۔ لیکن
جب وگ لوگوں کی اس بیتِ پارلیمنٹ میں کثرت باقی
نہیں رہی تو بادشاہ کو پھر نقصان اٹھانا پڑا کیونکہ ٹوری
لوگوں کی وزارت اُس کی تجاویز سے متفق نہیں ہوتی تھی۔

جب ولیم سوم فوت ہوا تو مارلبرو اُس کی حکمت
عملی کو چلاتا رہا۔ مارلبرو نے جو ہمیشہ سے ٹوری تھا پہلے
تو کوشش کی کہ اپنے فرقہ کی مدد سے حکومت کرے
لیکن جنگ فرانس کے ساتھ جب اس کو انکی بے اعتنائی
اور اختلاف کا حال معلوم ہوا تو اُس نے وگ لوگوں کو
حکومت میں بتدریج بھرنا شروع کردیا حتیٰ کہ ۱۷۰۸ء میں کل
وزارت وگ فرقہ کے ہاتھ میں آگئی۔ مگر دو سال کے بعد
انتخاب عام میں ٹوری فرقہ کو کامیابی ہوئی۔ اور وگ فرقہ
کی وزارت برہم ہوکر ٹوری فرقہ کی وزارت قائم ہوئی۔

این کی وفات کے بعد قسمت نے پھر پلٹا کھایا یعنے
جارج اول کے سب امرا وگ تھے۔
اس طرح کسی کی کوشش اور مشورہ کے بغیر محض
تسہیل کار کی ضرورت سے اس بات کا بتدریج رواج
ہوا کہ وزارت کے لئے وہی اراکین منتخب ہوں جنکا
فرقہ بیت العوام میں سب سے زیادہ قوی ہو۔ جب
ایک مرتبہ اس کا رواج ہوگیا تو اس کے تعجب خیز نتائج
پیدا ہوئے۔ سابق میں وزرا کی ذات سے صرف اس قدر
امید کی جاتی تھی کہ اُن کو بادشاہ کی وفاداری لازم ہے
اور اب یہ توقع کی جاتی ہے کہ ان کو اپنے فرقہ کا
ساتھ دینا چاہئے جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ یہ ایک
دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ بظاہر تو وہ بادشاہ کے
ملازم اور مشیر تھے اور ہیں مگر حقیقت میں یہ لوگ اس
زمانہ سے بیت العوام کے فرقہ کثیر کے ملازم و مشیر
ہو گئے ہیں۔
چونکہ بادشاہ اپنے مرتبہ کے لحاظ سے کسی ایک
فرقہ کا طرفدار نہیں ہو سکتا تھا لہذا فرقہ بندی کی حکومت
اُس وقت تک مکمل نہ ہوئی جب تک کہ بادشاہ امور
سلطنت میں دخل دینے سے بالکل محروم نہ کردیا گیا۔ اس
حالت پر پہنچنے میں ایک اتفاقی واقعہ سے بھی مدد ملی یعنے
جارج اول انگریزی زبان نہیں بول سکتا تھا۔ اس واسطے

اس نے خیال کیا کہ کیبنٹ کے اجلاسوں کی صدارت اُس کے لئے بیفائدہ ہے ۔ انگلستان کا یہی پہلا بادشاہ ہے جو ان جلسوں سے غیر حاضر رہتا تھا ۔ اس طرح یہ اُس رواج کا بانی ہو گیا جو اب بالکل مستحکم ہوگیا ہے یعنے کیبنٹ بادشاہ کے بغیر خود آپس میں صلاح و مشورہ کرتی ہے ۔ لیکن جب ایک بار بادشاہ نے کیبنٹ میں اجلاس کرنا موقوف کر دیا تو اُس کے واسطے ضرور تھا کہ کسی دوسرے میرمجلس کا انتظام کرے ۔ اس مجلس کے لئے لازم تھا کہ اس عہدہ کے لئے اُس وزیر کو منتخب کرے جو اُن سب میں زیادہ معزز ہوتا ۔ اس طرح سے مقتدر فرقہ کا رہنما وزیر اعظم ہونے لگا اور عرصہ دراز تک یہ طریقہ انگلستان میں ناپسندیدہ خیال کیا گیا ۔ لوگ وزیراعظم کو بری نظروں سے دیکھا کرتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ وہ نہایت حریص آدمی ہے جب ہی تو اُس نے اپنی ذات سے بادشاہ تک رعایا کی رسائی ہونے میں رکاوٹ پیدا کی ہے ۔ اُن وزرا نے بھی اس نام سے کراہت ظاہر کی ہے جنہوں نے حقیقت میں وزیراعظم کی خدمت انجام دی ہے ۔ سرکاری تحریرات میں بھی برلن کی کانگریس واقع ۱۸۷۸ء کے قبل اس کا استعمال نہیں ہونے پایا تھا ۔

وزیر اعظم ۔ انگلستان کے دستور میں فی زماننا وزیر اعظم

سلطنت میں سب سے زیادہ مقتدر شخص ہوتا ہے۔ قانون
نے اُس کے فرائض کی تعریف نہیں کی ہے بلکہ ملکی رسم
نے ان کو معین کیا ہے۔ اصل میں اس کے تین
فریضے ہیں۔ تمام عاملانہ حکومت پر عام نگرانی رکھنا،
بادشاہ اور کیبنٹ کے درمیان رسل ورسائل کا ذریعہ بننا
اور اسی طرح پارلیمنٹ اور کیبنٹ میں واسطہ ہونا۔

(۱) عاملانہ حکومت پر وزیر اعظم کی نگرانی ۔ وزیر اعظم
کے لئے کسی ایک سرکاری محکمہ کا صدر ہونا لازمی نہیں
ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک وزیر اعظم تو محکمہ خارجہ
کا وزیر اور دوسرا چانسلر آف دی اسچیکر (وزیر مال) رہا
ہے۔ بعض ایسے وزرا نے آسان فرائض کے عہدے اپنے
ہاتھوں میں لئے ہیں مثلاً فرسٹ لارڈ آف دی ٹریژری (وزیر خزانہ)
کی خدمت کو اکثر وزیر اعظم اپنے لئے مخصوص کرلیتا ہے۔
ہر ایک وزیر اعظم کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ جس کسی
خدمت کو چاہے اپنے لئے اختیار کرے۔ لیکن ہر ایک
وزیر اعظم سب محکموں پر عام نگرانی رکھتا ہے۔ اس
قسم کی نگرانی کا ہر ایک محکمہ کے تفصیلی انتظام سے
تعلق نہیں ہوتا ہے جس کو اُس محکمہ کا صدر خود اپنے
لئے تجویز کرتا ہے لیکن جب کبھی کوئی اصولی مسئلہ
پیش ہو تو ہر ایک صدر محکمہ کا فرض ہے کہ اُس کی
اطلاع وزیر اعظم کو دے اور اُس کی رائے کا منتظر رہے

خصوصاً اس حالت میں ایسا کرنا لازم ہے جب اخراجات ملک میں کسی تغیر کی نسبت تحریک پیش کرنی ہو کیونکہ وزیر اعظم ہی مختلف محکموں کی رقمی ضرورتوں اور مداخل قومی میں توازن قائم رکھتا اور بحیثیت حکَمَ محکمہ جات مذکورہ کے جائز و ناجائز مطالبات کا تصفیہ کرتا ہے۔ وزیر اعظم کی ذات سے یہ بھی توقع کی جاتی ہے کہ وہ خصوصاً امور خارجہ پر توجہ کرے۔ وزیر خارجہ کا فرض منصبی ہے کہ ہر ایک سرکاری روبکار موصولہ و مجاریہ کو وزیر اعظم کے ملاحظہ میں لائے۔

(۲) وزیر اعظم کا کیبنٹ اور فرماں روا کے درمیان رسل و رسائل کا ذریعہ بننا۔ وزیر اعظم کا دوسرا فرض یہ ہے کہ فرمان روا کو کیبنٹ کی رائے اور خیال سے مطلع کرے اور کیبنٹ کو فرماں روا کی رائے اور مرضی سے آگاہ کرے۔ اس کا کوئی ساتھی اس کام میں مداخلت کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ فرمانروا اکثر کسی ایک محکمہ کے صدر سے سرکاری طور پر اطلاع حاصل کرنے کی غرض سے راست معاملت کرسکتا ہے۔ لیکن اگر بادشاہ کسی عام حکمت عملی کے مسئلہ کی نسبت اس طرح کسی افسر محکمہ سے راست معاملہ کرے تو اس کا فعل غیر دستوری سمجھا جائیگا اور وزیر اعظم اپنے ساتھی وزیر (محکمہ مذکور) کو استعفا پیش کرنے پر مجبور کریگا ورنہ خود

مستعفی ہو جائیگا۔

(۴) وزیر اعظم کا کیبنٹ اور پارلیمنٹ کے درمیان رسل ورسائل کا ذریعہ ہونا۔ عہدہ کے لحاظ سے جو نسبت بادشاہ اور وزیر اعظم میں ہے وہی نسبت وزیر اعظم اور پارلیمنٹ میں ہے۔ کیبنٹ کی رائے اور خیالات سے پارلیمنٹ کو مطلع کرنا وزیر اعظم کا فرض ہے۔ اس کام کو یا تو وہ بذات خود انجام دیتا ہے یا اپنے علم و منظوری سے کسی دوسرے ذریعہ سے ادا کرتا ہے۔ کسی خاص محکمہ کا صدر صرف سرکاری طور پر اُس بیت پارلیمنٹ کو اطلاع دے سکتا ہے جس کا وہ خود رکن ہو۔ وزیر اعظم جس بیت پارلیمنٹ کا رکن ہوتا ہے عموماً اُسی کا رہنما بھی ہوتا ہے۔ اگرچہ رہبری کی خدمت معزز و اہم ہے لیکن اس کی تعریف غلط طور پر کی گئی ہے۔ اس عہدہ کے سبب سے وزیر اعظم کو چند مراعات حاصل ہیں جن سے اُس بیت پارلیمنٹ میں بوقت ادائی جوابات و بیانات وہ خاص طور پر استفادہ کرتا ہے۔

وزیر اعظم کا کیبنٹ کے ہر ایک رکن کے ساتھ تعلق۔ وزیر اعظم اور کیبنٹ کے ہر فرد کے تعلق کی تعریف کرنی بہت مشکل ہے۔ بادشاہ نے وزیر اعظم کو اس کے شریک وزرا کے انتخاب کرنیکا حق دیا ہے۔ وہ اپنے اختیار تمیزی سے اس فرض کو انجام دے سکتا

ہے لیکن اُس کو اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ اپنے
فرقہ کے لائق ترین اور با اثر لوگوں کو منتخب کرے۔
اگرچہ اس ضرورت سے اس کا اختیار تمیزی محدود ہوتا
ہے لیکن یہ مجبوری حقیقت میں نہایت خفیف ہے۔
جب ایک دفعہ وزیر اعظم اپنے شرکاء کو چن لے تو
ہر ایک عام فائدہ اور ضرورت کے مسئلہ کی نسبت
اس کو ان ساتھیوں سے مذاکرہ و مشاورہ کرنا پڑتا ہے۔
اگر کسی فرد کو وزیر اعظم اور باقی اراکین کیبنٹ سے کسی
رائے کے متعلق اختلاف ہو تو اُس کو لازم ہے کہ مستعفی
ہو جائے یا بہ مجبوری اپنے خیال کو ضبط کرکے دیانت
اور وفاداری سے اُس کے اجرا و تعمیل میں دوسروں کا
شریک رہے۔ اسی قاعدہ کا اطلاق اُس حالت میں بھی
ہوتا ہے کہ جب چند اراکین کو وزیر اعظم اور باقی
اراکین کیبنٹ سے اختلاف ہو کیونکہ دستوری عادت کی
بنا پر وزیر اعظم کو حق ہے کہ جب تک بیت العوام
کے اراکین کی کثرت اس کے ہم خیال رہے یہ
ملک پر حکومت کر سکتا ہے۔ ایسے ساتھیوں کو جو
اس کے طرزِ عمل کو ناپسند کرتے ہوں مستعفی ہونے کے
بعد اختیار ہے کہ اس کو شکست دینے کے لئے پارلیمنٹ
میں بیحد مخالفانہ کوشش کریں۔ اگر یہ لوگ با اثر ہوتے ہیں
تو اُن کی ایسی کوشش بار آور ہوتی ہے اور وہ اسکو استعفا

پیش کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں لیکن دستوری عادت کا مقتضا یہ ہے کہ جب تک یہ لوگ کیبنٹ میں رہیں وفادارانہ طور پر اس کی مدد کریں اور بادشاہ اور پارلیمنٹ کو اس کی مخالفت پر آمادہ کرنے سے باز رہیں۔

مشاورات کیبنٹ۔ کیبنٹ کے ارکان ہمیشہ پریوی کونسل (مستشار شاہی) کے ارکان ہوتے ہیں اور اس حیثیت سے ان کو حلف اٹھانا ہوتا ہے کہ وہ امور سلطنت کے مباحثوں میں سے کسی بات کا افشا نہ کریں گے۔ اجلاسی کارروائیوں کو بطور یادداشت قلمبند نہیں کیا جاتا۔ بلکہ یہ بے تکلفانہ اور بے ضابطہ ہوتی ہیں ان میں اور پارلیمنٹ کی کارروائیوں میں کوئی مشابہت نہیں ہوتی۔ لمبی چوڑی پہلے سے سوچی ہوئی تقریر کرنے کا بھی اس میں رواج نہیں ہے اور نہ بصورت اختلاف غلبہ آرا سے تصفیہ کرنے کا طریقہ ہے۔ اس کے ہر ایک رکن حاضر کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دوسرے اراکین کے رجحان طبع کو دریافت کرکے خود کو ان کا ہم خیال بنائے۔ آخری تحریک کو ہر رکن منظور کرلیتا ہے۔ اگر وزیر اعظم لائق اور مستعد شخص ہوا تو اکثر مباحثوں میں اسی کے ہاتھ میدان رہتا ہے۔

نظام کیبنٹ کا عمل۔ اس نظام حکومت کی ایک خاص شان ہے۔ یہ کیبنٹ ہی کا کام ہے (جیسا کہ اوپر بیان ہوا

کہ وہ ایک مطلق العنان شخصی حکومت کے اوصاف یکجہتی
رازداری اور مستعدی کو ایک دوسری بڑی نیابتی مجلس
کی نیک نگرانی کا کامل ماتحت بنادیتی ہے اگر بیت العوام
غیر متفق اور منافق منفرد شخصوں یا چھوٹی چھوٹی سازشی
جماعتوں پر مشتمل ہوتا تو کیبنٹ کے لئے اس کا ماتحت
بن کر ملک پر حکومت کرنا ناممکن ہو جاتا لیکن بیت العوام
کو ایسا بہت کم موقع پیش آیا ہے۔ عموماً یہ دو فرقوں
میں منقسم ہوتا ہے۔ جس کے ہر فرقہ کے افراد قدیم
روایات و قومی خیالات و مقاصد و خوش نظمی کی وجہ
سے باہم متحد رہتے ہیں۔ ایک معمولی رکن اپنے فرقہ
کو ترک نہیں کرے گا جب تک کہ وہ حد درجہ کا
بدظن نہ ہو جائے اور ایسا ہی کوئی فرقہ اپنے رہنما
کا جس کی لیاقت تجربہ اور نیکنامی سے وہ متمتع ہوتا
رہا ہو ساتھ نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اُس سے کامل
بدظنی پیدا نہ ہو جائے۔ انہی اسباب کی بنا پر کیبنٹ
بیت العوام کی ماتحتی میں کام کر سکتی ہے۔ نظام کیبنٹ
خصوصاً نظام فرقہ بندی پر مبنی ہے۔ اس لئے جب کبھی
بیت العوام کا فرقہ قلیل کثرت کے سبب سے برسر حکومت
ہوتا ہے اور اس کی جانب سے سابقہ طرز عمل پر نکتہ چینی
کی جاتی ہے تو کیبنٹ کو اپنا پہلا طرز تبدیل کرنا ہوتا ہے۔
اگر یہ دونوں فرقے سلطنت کے اکثر نہایت ضروری اور اصلی

خیالات یا منصوبوں میں متفق نہ ہوں تو اس قسم کا اعتراض کیبنٹ کے لئے مہلک ہوگا۔ اگر یہ فرقے مثل کیتھلک اور پروٹیسٹنٹ یا قوالیر اور سرمنڈوں (رونڈ ہیڈز) کے مانند ایک دوسرے کے مخالف ہوتے تو فرقہ بندی کی حکومت کو دائمی انقلاب سے کبھی نجات نہ ملتی۔ اس لئے نظام کیبنٹ سوائے اُس ملک کے جہاں سیاسی اختلافات اور سیاسی جذبات قابو میں رکھے جا سکتے ہوں کسی دوسرے ملک میں خوبی کے ساتھ کام نہیں دے سکتا۔

نظام کیبنٹ میں وزرا کی ذمہ داری۔ نظام کیبنٹ میں وزرا کی ذمہ داری نے ایک نئی شکل اختیار کی ہے۔ جب تک کہ وزرا کا عزل و نصب بادشاہ کے ہاتھ میں تھا تو وہ صرف مواخذہ کے ذریعہ سے بیت العوام کے کسی وزیر کو اُس کے عہدہ سے علٰحدہ کرسکتا تھا۔ اسی طرح بیت العوام کو اگر وہ کسی وزیر کی حکمت عملی سے ناراض ہوتا تو اُس پر فوجداری الزام لگانے کی تدبیر اختیار کرنی پڑتی اور دعویٰ کو ثابت کرنے کی غرض سے اُس کو نہایت شرمناک اور خود مختارانہ طریقہ سے قانون خصوصاً قانون بغاوت خلاف سرکار کی تعبیر و تاویل کرنی ہوتی تھی۔ لیکن جب سے کہ بیت العوام کے فرقہ کثیر اور کسی ایک وزیر کے مختلف الرائے ہونیکی صورت میں وزیر مذکور کے مستعفی ہونے کا طریقہ نکل آیا

ارکان عوام نے صرف انہی وزرا کے خلاف مواخذہ کیا ہے جو اصل میں قانون کے خلاف عمل کرتے تھے اور جنکو سزا دلانا مقتضائے انصاف سمجھا جاتا تھا۔ کسی معزول وزیر کو اب جان و مال کے خوف کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی حتیٰ کہ نوجوان اراکین عوام نے (بطور مزاح) بادشاہی مشیروں کو تبر اور کندے (یعنے قتل) سے ڈرانا چھوڑ دیا۔

بالآخر نظام کیبنٹ کا غالب آنا۔ نظام کیبنٹ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اپنے ہر ایک شعبہ میں انیسوی صدی کے قبل مکمل نہیں ہونے پایا جارج اول اور جارج دوم کے عہد سلطنت میں زمانہ نے اس کا سرسری نقشہ تیار کر دیا تھا۔ آج کل کی اصطلاح میں سر رابرٹ وال پول کو پہلا وزیر اعظم کہنا نا مناسب نہ ہوگا۔ اس عہدہ کی طویل مدت میں (۱۷۲۱ء سے ۱۷۴۲ء تک) وہ دعویٰ کرتا رہا کہ وہ پارلیمنٹ اور شاہی خلوت میں وزرا کی جانب سے گفتگو کرتا ہے یعنے ان کا وکیل ہے اور وہ اس بات پر بہت زور دیا کرتا تھا کہ اُس کا ہر ایک شریک (وزیر) اُس کی ماتحتی کو مانے۔ اگر ان میں سے کوئی شخص اس طریقہ کے خلاف آزاد ہونا چاہتا جیسا کہ وزرا اور مشتار شاہی کو اس کے قبل کامل آزادی حاصل تھی تو اپنے عہدہ سے برطرف کر دیا جاتا تھا۔

نظام کیبنٹ کے خلاف لوگوں کا اجماع ـ اگرچہ وال پول اس خیال سے کہ انگریزوں کو وزیر اعظم کے نام تک سے بیحد نفرت تھی اس کے استعمال سے سخت انکار کرتا رہا تاہم اُس کی مسلمہ صدارت نے لوگوں کو اس کے خلاف مشتعل کر دیا ـ دونوں فرقے وگ اور ٹوری بلا وجہ نظام کیبنٹ کو ناپسند نہیں کرتے تھے ـ حسب و نسب ثروت اور سلطنت میں موروثی اثر رکھنے کے غرہ و نخوت کے سبب سے وگ فرقہ کے سرداروں کے لئے لازمی تھا کہ ایسی طرز حکومت کی مخالفت پر دل سے آمادہ ہو جائیں کہ جس میں صرف ایک حریص رکن بیت العوام کی خواہش ان سب کی خواہشوں پر غالب آ جائے ـ قدیم روایات سے متاثر ہوکر کہ بادشاہ مملکت کا حقیقی نہ کہ برائے نام صدر ہے ٹوری فرقہ تو ایسے نظام حکومت کا بالطبع دشمن بن گیا تھا کہ جس میں شاہی اختیار محض برائے نام تھا ـ بریں ہم یہ فرقہ ہانور خاندان کے سلاطین کی قوت گھٹانے پر راضی ہو جاتا اگر اس تدبیر کے ساتھ ان لوگوں کو سرکاری عہدوں سے یک لخت اور ہمیشہ کے لئے خارج نہ کر دیا جاتا ـ اسی وجہ سے ٹوری فرقہ جو خود وزارت کا خواہشمند تھا وگ فرقہ سے مل گیا جس کو وزارت سے نکال دیا گیا تھا ـ لارڈ بالنگ بروک نے فریق مخالف کے دستوری قیاس کو

اپنی مشہور کتاب "محبِ وطن بادشاہ" میں نہایت موثر پیرایہ میں دکھایا ہے۔ جس کی یہ غرض تھی کہ بادشاہ انگریزی شخصی حکومت کے روایات کو پھر قائم کرے، فرقہ مقتدر کا کوئی لحاظ نہ ہو اور ایسے اشخاص کو وزیر بنائے جو اُس کی ماتحتی میں رفاہ عام کا کام کرنے کے لئے رضامند ہوں۔

آخر کار فریق مقابل وال پول کو خدمت سے علیحدہ کرنے میں کامیاب ہوا لیکن اُس نے بالنگ بروک کے اصولی مسائل کو موثر بنانے میں جیسی چاہئے ویسی کوشش نہیں کی۔ متضاد طبع حریص آدمیوں کے مل جانے سے چند سال تک حکومت میں کمال ضعف اور بدنظمی رہی اور بالآخر ضرورتوں اور واقعات نے اپنا فطرتی راستہ اختیار کرلیا اور نظام کیبنٹ مستحکم ہوگیا۔

سلطنت کے جلیل القدر عہدوں میں تغیر و تبدل۔

مستشار شاہی کے اختیارات کے زوال سے عہدۂ لارڈ پریزیڈنٹ (میر مستشار) کی قدر جاتی رہی۔ اب یہ عہدہ برائے نام ہے اس کے سپرد کوئی خدمت نہیں اور ایسے شخص کو دیا جاتا ہے جس کا عوام پر اثر ہوتا ہے اور کیبنٹ اُس کی رکنیت سے فائدہ اُٹھا سکتی ہے اگر وہ وزارت کے نازک فرائض قبول کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔

اسی دور میں لارڈ ٹرژرر (خازن) کا عہدہ بھی منسوخ ہوگیا

ڈیوک آف شروسبری آخری خازن تھا جس کا تقرر ملکہ این نے اپنے بستر مرگ پر کیا تھا۔ اسی سال اکٹوبر میں جب اُس نے استعفا پیش کیا تو خزانہ دار کی خدمت پر کمشنروں کا تقرر کیا گیا۔ اُس وقت سے یہ عہدہ اسی طرح چلا آرہا ہے اور کمشنروں کے ذمہ کسی قسم کا مالی انتظام نہیں ہے۔ عموماً وزیر اعظم فرسٹ لارڈ آف دی ٹریژری (وزیر خزانہ) کی خدمت اپنے لئے اختیار کرتا ہے اس واسطے کہ یہ معزز اور اعلیٰ عہدہ ہے اور پھر محنت و مشقت بھی نہیں۔ کم درجہ کے (جونیر) امرائے خازنین کے ذمہ دوسرے فرائض ہیں مگر یہ لوگ بھی مالیات کا کچھ کام نہیں کرتے۔ محاصل (ملکی) کا اصل مرکز چانسلر آف دی اکسچیکر ہے۔ یعنے وزیر مال ہے جسکا عہدہ ہنری سوم کے عہد سلطنت میں قائم ہوا لیکن اس وزیر کی اہمیت جارج اول کے عہد سے محسوس ہونے لگی۔ وزیر مال ہمیشہ امرا سے نہیں بلکہ عوام سے مقرر کیا جاتا ہے مگر جب سے کہ خزانہ کا کام کمشنروں کے حوالہ کیا گیا ہے وزیر مال بیت العوام کا رکن ہوتا ہے۔

باب دوازدہم

جارج سوم سنہ ۱۷۶۰-۱۸۲۰ء

تمہید - جارج سوم کے عہد سلطنت سے وہ وقفہ پورا ہو جاتا ہے جو وگ فرقہ کی قوت اور اُس تغیر حالات کے درمیان گذرا ہے - جس کے بعد برطانیہ میں جمہوری خیالات کا آغاز ہوا - اس عہد کی دستوری حکومت میں دو باتیں خاص دلچسپی کی ہیں - سلطنت کے پہلے حصہ میں تو بادشاہ کوشش کرتا رہا کہ حکومت پارلیمنٹ کی ترقی کو روکے نئے نظام کیبنٹ میں دست اندازی کرے اور شاہی اقتدار کو دوبارہ حقیقی طور سے قائم کرے - سلطنت کا دوسرا حصہ دستوری تاریخ کے لحاظ سے کسی ضروری اور یادگار واقعہ سے خالی ہے بجز اس کے کہ اس عرصہ میں آیرلینڈ کے ساتھ اتحاد ہو گیا - تاہم یہ مدت مہتم بالشان دستوری تغیرات کی تیاری کی تھی - امریکہ کی جمہوریت کی بنیاد فرانسیسی انقلاب

کا آغاز فرانس کے ساتھ عظیم معرکہ آرائی میں مصائب کی برداشت اور سب سے بڑھ کر انگریزی تجارت اور صنعت کی حیرت انگیز وسعت نے جس کا باعث کلوں کے اختراعات کا عجیب سلسلہ تھا انگریزی قوم اور انگریزی سیاسی حالت میں فرق عظیم پیدا کر دیا۔ اگرچہ انقلابی جوش کو سردست دبا دیا گیا تھا لیکن اصل میں جنگ فرانس کے خاتمہ اور جارج سوم کی وفات تک وہ اندر ہی اندر بڑھتا رہا اور اس کے بعد بڑے زور شور سے اس کا اظہار ہوا۔

جارج سوم کا جلوس اور وگ فرقہ کا زوال — اس نوجوان بادشاہ میں غیر معمولی قابلیت نہیں تھی لیکن یہ بات ضرور تھی کہ وہ بالطبع محنتی، ارادہ کا پکا اور مطلق العنان تھا۔ اس کا باپ فریڈرک زمانۂ ولیعہدی ہی میں انتقال کر گیا تھا اس کی ماں ولیعہد بیگم شاہی حقوق کی عظمت کی نسبت اس کے کان بھرتی رہتی اور یوں کہا کرتی تھی کہ "جارج بادشاہ بن کر دکھا" اس لئے جارج پہلے ہی سے آمادہ ہو گیا تھا کہ اپنے خاندان کے پہلے دو بادشاہوں کی بہ نسبت وہ اپنے کو زیادہ مقتدر بنکر دکھائے۔ وہ ہرگز اُس تقسیم قوت پر قانع نہیں تھا جس کے سبب سے حقیقی حکومت تو وگ امرا کے ہاتھ میں چلی گئی تھی اور مجازی بادشاہ کے حصّے میں آئی تھی اور نہ مثل جارج اول اور جارج دوم کے وہ وگ فرقہ کا ماتحت تھا۔ جارج سوم پیدا بھی انگلستان

میں ہوا اور یہیں پرورش بھی پائی - ایک نئی پارلیمنٹ کے جلسۂ افتتاحیہ میں اس نے اپنی پہلی تقریر میں نہایت صفائی سے کہدیا کہ برطانیہ کا نام اسکے لئے باعث فخر ہے - وہ اپنی رعایا خصوصاً ٹوری فرقہ میں ہر دلعزیز تھا اس فرقہ کے اکثر لوگ جیمس دوم کے پُرجوش اور سچے طرفدار نہیں تھے ۔ ۱۷۴۵ء کی بغاوت کی ناکامی کے بعد سے حقیقت میں طرفداران جیمس دوم مفقود ہوگئے تھے اسلئے ٹوری لوگ اپنے حسب دلخواہ اقتدار شاہی کو بڑہانے اُٹھ کھڑے ہوئے اور نوجوان بادشاہ کے زیر حکم متفق ہو گئے ۔ وگ لوگ کثرت ثروت کی خرابیوں میں مبتلا ہوگئے تھے - چونکہ جارج اول اور جارج دوم کے عہد میں انکو اپنے اقتدار اور اثر کی جانب سے پورا اطمینان حاصل تھا - انہوں نے آپس میں لڑنا شروع کردیا تھا ۔ اسلئے ان میں متعدد چھوٹی چھوٹی جماعتیں بن گئیں اور ہر ایک جماعت بجائے اسکے کہ کسی بڑے مسئلہ سیاسی کی وکالت کرتی کسی ایک بڑے قدیم خاندان کی قائم مقام بن گئی - بڑے پٹ نے بیشک انگریزی سیاسی وقار کو بڑھایا تھا اور انگریزی قوم نے اُسکی اس درخواست کو قبول بھی کیا - یہ اسوقت ایک محکمہ کا وزیر[1] اور حقیقی وزیر اعظم بھی تھا ۔ اُسنے انگلستان کو اس بلندی تک پہنچایا جس بلندی پر کسار لبرو نے اُسکو پہنچایا تھا

---

[1] دستور برطانیہ کی رو سے پانچ وزرا کی خاص شان ہے - وزیر داخلہ وزیر خارجہ وزیر جنگ وزیر نوآبادیات اور وزیر ہند - سکرٹری آف اسٹیٹ یا پرنسپل سکرٹری سے انہی میں سے کسی ایک سے مراد ہوتی ہے ۱۷۹۴ء کے پہلے اسطرح کے صرف دو وزیر ہوتے تھے لیکن اُس سال اور ۱۸۵۸ء کے درمیان اس قسم کی مزید تین وزارتوں کا تقرر ہوکر سب سے آخر میں وزیر ہند کا عہدہ قائم ہوا لہذا ہی سکرٹری آف اسٹیٹ کا ترجمہ وزیر محکمہ اور کہیں وزیر سلطنت ترجمہ کیا گیا ہے ۱۲

لیکن جارج سوم کو صاحبان فراست سے بالطبع نفرت تھی اور اُس نے ٹھان لیا تھا کہ ملک میں کسی آزاد رائے والے (آزاد منش) کو بر سر حکومت نہیں رہنے دیگا۔ اُس نے سب سے پہلے اسی طرح پٹ پر ہاتھ صاف کیا کہ پارلیمنٹ کے جلسۂ افتتاحیہ کی تقریر کو اُس نے اس وزیر محکمہ کے مشورہ کے بغیر تیار کیا یہ ایک خلاف دستور بات تھی۔ اور اس کے بعد اس نے دوسرے وزرا کے حسد سے فائدہ اُٹھایا جن کے دلوں میں پٹ کی طرف سے بغض و کینہ پیدا ہو گیا تھا۔ پٹ نے ہسپانیہ سے برسرِ پیکار ہونے کی تحریک اس وجہ سے کی کہ وہ فرانس کے ساتھ اتحاد اور انگلستان سے جنگ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ پٹ کے شرکا نے اس دلیرانہ تدبیر کے اختیار کرنے میں پس و پیش کیا، بادشاہ نے ان کی مدد کی اور پٹ کو بمجبوری مستعفی ہونا پڑا۔ بادشاہ نے پٹ کے لئے وظیفہ مقرر کیا اور اُس کی زوجہ کو بیرنس (Baroness) کا مرتبہ بخشا۔ لیکن اس ظاہری عنایت سے لوگوں کی نظروں میں پٹ اور بھی سبک ہو گیا۔ تب لارڈ بیوٹ وزیر محکمہ اور اصلی وزیر اعظم بنایا گیا۔ بادشاہ کی تائید کی وجہ سے اُس نے اپنے مقدور بھر اپنے شرکا کو تنگ کیا جو اپنی بے بسی کو محسوس کرتے مگر اس کا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ ڈیوک آف نیو کاسل جو وزیر خزانہ اور مشہور انقلاب انگیز خاندانوں کی

یادگار تھا پٹ کے وظیفہ پاتے ہی استعفا دینے پر مجبور کیا گیا۔ اس کے بعد لارڈ بیوٹ وزیر اعظم ہوا اور ساتھ ہی اُس نے صلح کے متعلق فرانس سے گفتگو شروع کر دی جس کسی نے صلح کو نا منظور کرنے کی جسارت کی اس کو شاہی ناراضی کا خمیازہ اٹھانا پڑا۔ اس جرم کی پاداش میں نہ صرف مستشار شاہی اور آیرلینڈ وغیرہ کے لارڈ لفٹیننٹ (نواب) علحدہ کئے گئے بلکہ ادنیٰ درجہ کے سرکاری ملازم بھی برطرف ہوئے۔

شاہی رفقا ۔بادشاہ کی غیر دستوری حکمت عملی چلانے کی لیاقت اور ضروری استقلال لارڈ بیوٹ میں نہ تھا اس لئے اس کو بہت جلد خدمت سے علحدہ کر دیا گیا لیکن بادشاہ کی اب بھی نیت تھی کہ خود مالک و مختار بنا رہے۔ جب اس کا منشا ایک سے پورا نہیں ہوتا تو وہ دوسرے مدبر سے رجوع ہوتا اور مدد لیتا تھا مگر اُس کے ماتحتین اس درجہ مطیع نہیں تھے جس قدر کہ اس کو ضرورت تھی۔ جب کبھی اس کے وزرا اپنی رائے سے کوئی کام کرنا چاہتے تو بادشاہ کی سازشوں سے ان کے معاملات میں الجھن پڑ جاتی اور بالآخر ناکام ہوتے تھے۔ جس درجہ وہ ان وزرا کو بے اعتماد سمجھتا اسی قدر ایسے دوسرے مدبرین پر بھروسہ کرتا جو پارلیمنٹ میں کسی طرح ذمہ دار نہ ہوتے تھے ظاہر ہے کہ ایسے لوگ پارلیمنٹ میں وزارت کی مجوزہ حکمت عملی

کی تائید میں نہیں بلکہ بادشاہ کی پسندیدہ حکمتِ عملی کے واسطے
رائے دیا کرتے تھے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا جاتا تھا بلکہ یہ لوگ
پارلیمنٹ کے دُوسرے ارکین کو بھی پہلے سے آگاہ کر دیتے
کہ وزارت سے پیش ہونے والی تدبیروں کو بادشاہ پسند
نہیں کرتا ہے۔ وزرا کے خلاف اظہار رائے کے لئے پہلے
سے دُوسرے ارکین کو اُبھارا جاتا اور وعدہ وعید سے ارکین
مقابلہ کو تقویت دیجاتی تھی۔ یہ لوگ "شاہی رفقا" کے لقب سے
مشہور تھے۔

نظام کیبنٹ پر حملہ۔ اُس زمانہ میں بادشاہ کی غرض
وزرا کی حکومت پر اُس موثر اختیار کو دوبارہ حاصل کرنی
تھی جو انقلاب کے پہلے کے سلاطین کو میسر تھا۔ وہ
چاہتا تھا کہ وزرا کو خود انتخاب کرے اور طرز عمل کی
نسبت اُن کو خود ہی ہدایت کرے اور جب وہ اُسکی
خواہشوں کی تکمیل کرنی موقوف کریں تو خدمت سے اِن کو
برطرف کر دیا کرے۔ اِسطرح سے بادشاہ اور نئے نظام
کیبنٹ میں جسکا بیان پچھلے باب میں ہوا ہے لڑائی
شروع ہوگئی۔ اِس طرز حکومت میں بیت العوام کا فرقہٗ
کثیر حقیقت میں اِن وزرا کو منتخب کرتا ہے اور اِس
فرقہ کی کثرت نہیں رہتی تو یہہ لوگ اپنے عہدوں سے
ہٹا دئے جاتے ہیں۔ یہہ نیا طریقہ انگلستان کی سیاسی حالت
کے کچھ ایسا موافق آیا تھا کہ چندہی روز میں (حکومت میں)

اس کی جڑیں مضبوط ہوگئیں۔ جارج سوم اس کو منسوخ کر سکا
اور نہ اس کی ترقی اُس سے رک سکی۔ البتہ اس نے
اِس کی سیدھی سادی اور اصلی طرز عمل میں ریشہ دوانیوں
اور اکثر ناجائز ذریعوں سے روڑے اٹکائے۔ اور یہ دشواریاں
بھی بیت العوام پر اثر ڈالکر پیدا کی جاتی تھیں۔ بذاتِ خود
تو بادشاہ سلامت اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکتے تھے۔ اس
سے ظاہر ہے کہ پارلیمنٹ کی طرز حکومت پر حملہ کرنیکے لئے
بھی بادشاہ کو پارلیمنٹ کی طرز کے اسلحہ استعمال کرنے پڑے تھے۔

بیت العوام اور شاہی اثر۔ چونکہ نظام کیبنٹ بیت العوام
کی صدارت پر مبنی ہے بادشاہ کا یہ توقع کرنا کہ اول الذکر
مجلس کے بچاؤ کے لئے اراکینِ عوام متفق ہو جائیں گے
بیجا نہ تھا اس لئے اُس نے بجائے متفقہ مخالفت مول
لینے کے بیت العوام میں اپنی تائید پر اراکین کی کثرت کو
مہیا کرلیا۔ اس کے تین وجوہ تھے۔

(۱) **نظام کیبنٹ کا جدید ہونا**۔ ابھی تک لوگ کیبنٹ کے
نظام سے مانوس نہیں ہوئے تھے اور نہ اُس کی ضرورت کو کسی
نے تسلیم کیا تھا۔ ملک کی عدالتیں، روایات اور جذبات
کیبنٹ کی طرف بے توجہی کرتے اور بادشاہ کو عاملانہ حکومت
کا صدر ٹھیراتے تھے ٹوریوں نے بالنگ بروک کے اصولی
مسئلہ کو جو کتاب "محب وطن بادشاہ" میں مرقوم ہے قبول
کرلیا تھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ بادشاہ لایق اشخاص کو

بلا لحاظ فرقہ بندی ملازم کرے۔ وگ لوگوں کو اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ انہوں نے کس حد تک تغیر کو موثر بنا دیا ہے۔

(۲) **عامہ خلایق کی بے التفاتی**۔ بجز لنڈن اور دوسرے چند بڑے شہروں کے تمام اہل ملک کو بادشاہ اور وگ لوگوں کے اختلافات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اگرچہ وگ فرقہ کے جمہوری خیالات تھے لیکن وہ برسر حکومت امرا کی جماعت تھی اس واسطے ادنیٰ درجہ کے طبقات رعایا پر ان کو اختیار نہ تھا۔ پٹ نے بھی اپنے زمانہ میں جمہور پر حکومت کی ہے لیکن پٹ کسی طرح وگ فرقہ کا رہنما نہیں تھا۔

(۳) **پارلیمنٹ کی رشوت ستانی**۔ چونکہ شاہ جارج کے منصوبوں سے بظاہر کسی طبقۂ ملک کی جانب سے مخالفت نہ ہوئی لہذا وہ اراکین عوام کو ترغیب و تحریص اور تخویف دے کر اُن سے اپنے اکثر کام نکالا کرتا تھا۔ رشوت کی تدبیر کوئی نئی بات نہ تھی۔ سلاطین اور وزرا برابر ”عود شاہی“ کے بعد سے اس پر عمل کرتے آئے ہیں۔ اُس صدی میں جو جارج سوم کی تخت نشینی کے قبل گذری ہے بیت العوام نے قوم کا جوابدہ ہونے کے بغیر معاملات سلطنت پر اختیار حاصل کرلیا تھا۔ اُس کے مباحث اور اختلاف آرا مخفی رکھے جاتے تھے۔ اس کے

اکثر اراکین ایسے شہروں کی جانب سے نیابت کرتے جن کو
برائے نام حق انتخاب حاصل ہوتا - چونکہ بیت مذکور پر
رائے عامہ کا اثر نہیں ہوتا تھا اس لئے اس کو رشوت
کے ذریعہ سے (اپنے) قابو میں رکھا جاتا تھا - سنہ ۱۶۸۸ء
کے انقلاب کے بعد سے اس خیال کو کہ بیت العوام کو
رشوت کے ذریعہ سے مطیع کرنا چاہئے اور بھی تقویت ہوئی -
اس بات میں وال پول بلا وجہ بدنام ہوا کہ اُس نے
رشوت ستانی کو تکمیل کو پہونچایا - جارج سوم کچھ وال پول
سے کم نہ تھا - اُس نے رشوت دینے میں اس قدر روپیہ
صرف کیا کہ باوجود اس کی سخت کفایت شعاری اور
پارلیمنٹ کے رقوم کثیرہ منظور کرنے کے جو عہدہ داران حکومت
کی ماہواروں پر صرف ہوتی تھیں اُس کو بہت قرض لینا
پڑتا تھا - وہ دونوں تدبیروں یعنے تخویف اور رشوت سے
کام لیتا تھا - ہر ایک ضروری اختلاف رائے کو وہ اپنا
ذاتی معاملہ سمجھتا اور اراکین کو اپنی خواہشوں سے واقف
کرا دیتا تھا - اس کے بعد بھی اگر اس کی خواہشوں سے
اختلاف کیا جاتا تو رائے دیتے وقت اختلاف کرنیوالوں
کی فہرستوں کی جانچ پڑتال کی جاتی اور اپنے موافقین پر
نزول عنایات اور مخالفین کو سزائیں دی جاتی تھیں - سنہ ۱۷۶۴ء
میں جنرل کان وے (General Conway) اور دوسرے
عہدہ داران فوجی بادشاہ کے خلاف مرضی بعض امور پر رائے

دینے کی وجہ سے اپنی خدمتوں سے برطرف کئے گئے۔
(۴) **پارلیمنٹ کی نیابت کی حالت**۔ نیابت پارلیمنٹ بھی انہی اسباب و وجوہ کی بنا پر جن کا اس کے قبل ذکر اکثر ہو چکا ہے نہایت خراب حالت میں تھی۔ اضلاع اور شہروں کے نائبیں کی تعداد میں ابتدا سے غیر متناسبت چلی آرہی تھی اس پر طرہ یہ ہوا کہ سلاطین ٹیوڈر اور اسٹوورٹ نے اپنے زیر اثر لانے کے لئے کثرت سے ایسے شہروں کو حق نیابت عطا کیا جن کو بسبب قلتِ آبادی و عدمِ اہمیت حق مذکور نہیں دیا جا سکتا تھا اس لئے ان کا نام شہرہائے غیر آباد پڑ گیا اور بہت سے قدیم شہروں کے ویران ہو جانے سے جہاں سے نمائندے پہلے آیا کرتے تھے بادشاہ کے اختیار میں کثرت سے پارلیمنٹ کے اراکین کی خالی جگہیں آگئیں اور اس سے زیادہ جگہیں حقیقت میں غیر سرکاری لوگوں کی خانگی ملک بن گئیں۔ بعض مقتدر خاندان تو چھ اور آٹھ بلکہ دس تک نائب بھیجا کرتے تھے۔ اس طرح سے بیت العوام کے ایک ثلث ارکان کو مخصوص لوگ یا بادشاہ مقرر کرتا تھا۔ ازبسکہ بیت العوام ملک میں سب سے زیادہ مقتدر و موثر تھا اس لئے اُس کی رکنیت کے لئے لوگ جان دیتے تھے اور اسی سبب سے اہل دولت کی کوشش ہوتی کہ ان کو ساکنان شہر اپنی نیابت

ے (Borough) کی نوٹ مندرجۂ ضمیمہ میں غیر آباد شہر کی صراحت کردی گئی ہے۔

کے لئے انتخاب کریں۔ اس لئے دولت مند لوگوں سے شہروں کو بہت روپیہ ملتا تھا۔ اول الذکر اشخاص کو سیاسیات سے کچھ مطلب نہ تھا اُن کی نظر صرف معاوضہ پر رہتی تھی۔ جب یہ لوگ بطور نائبین شہر بیت العوام میں آتے تو درباری گروہ کے ساتھ رائے دیتے تھے۔ اس لئے کہ درباری گروہ وضع دار اور ذی وجاہت خیال کیا جاتا تھا۔ ایسے[1] چند شہروں کے نائبین کے سوائے جن کی بلدیات کا بھی تقرر بادشاہ کی جانب سے ہوتا تھا۔ کثیر تعداد ایسے شہروں کی بھی تھی جو ابھی تک آزاد تھے لیکن ان میں انتخاب کرنے والے تعداد میں کم اور راشی تھے۔ یہ لوگ اپنی رایوں کو معمولی طور پر بیچا کرتے تھے۔ اگر رشوت پہونچانے کی سبیل ہوجاتی تو سرکاری امیدواروں کی کامیابی میں شک نہ ہوتا۔ ان حالات کے سبب سے بیت العوام میں حکومت اپنا انتظام کرنے میں کامیاب ہوتی تھی۔ جان ولکس کی طویل اذیتوں کی وجہ سے جو اس کو پہونچائی گئیں ظاہر ہوتا ہے کہ بیت العوام بادشاہ کی ہر ایک قسم کی مدد کرنے کو تیار رہتا تھا۔

جان ولکس کا مقدمہ۔ جان ولکس ہوشیار مستقل مزاج اور انتہا پسند وگ تھا۔ وہ آئلسبری (نام مقام) کا نائب اور ایک اخبار مسمی نارتھ برٹن کا مالک تھا جس میں وہ لارڈ بیوٹ

---

[1] (Nomination borough) کی نسبت برو کی نوٹ مندرجۂ ضمیمہ میں تصریح کردی گئی ہے ۱۲

پر لعن و طعن کیا کرتا تھا اس اخبار کی اشاعت نشان ۴۵
میں لارڈ بیوٹ کے مستعفی ہونے کے بعد بادشاہ کی تقریر پر
جس میں کہ بادشاہ نے فرانس کے ساتھ صلح ہو جانے پر پسندیدگی
ظاہر کی تھی حملہ کیا گیا تھا۔ وہ توہین آمیز تحریر کے الزام
میں ماخوذ کرلیا گیا مگر یہ ناجائز تھا اس لئے کہ رکن پارلیمنٹ
کو بغاوت خلاف سرکار یا کسی سنگین جرم یا نقض امن کے
الزام کے سوائے کسی دوسرے الزام میں نہیں گرفتار
کیا جا سکتا تھا۔ علاوہ بریں اس کی گرفتاری عام حکمنامہ
گرفتاری کی بنا پر عمل میں آئی تھی یعنے ایسا حکمنامہ جس میں
کسی خاص شخص کا حوالہ نہیں دیا گیا تھا لیکن اخبار مذکورہ
کے لکھنے والوں، طبع کرنے والوں اور اشاعت دینے والوں
کو گرفتار کرنے کا حکم تھا۔ اس قسم کے حکمنامہ کے ذریعہ سے
اکثر ناکردہ گناہ بھی گرفتار ہو سکتے تھے ۱۷۶۵ء میں کنگس
بنچ کی عدالت نے اس قسم کے حکمناموں کو ناجائز ٹھہرایا۔
۱۷۶۶ء میں اس کے ججوں کے خلاف بیت العوام نے اظہار
نفرت کی تحریک کو وگ فرقہ کی وزارت کے زیر اثر جو
اس وقت اس پر مامور ہو گیا تھا منظور کیا۔
۱۷۶۳ء میں بیت العوام نے فیصلہ عدالتی تک کا انتظار
نہ کیا بلکہ اس نے اشاعت نشان ۴۵ اخبار نارتھ برٹن
کی نسبت باغیانہ توہین تحریری کی رائے دے دی اور
اخبار مذکور کو جلاد کے ہاتھوں جلوا دینے کا حکم دے دیا۔ اور

ولکس کو بیت العوام سے خارج کر دیا۔ لیکن جب اہل لنڈن
کو یہ معلوم ہوا کہ ولکس کے ساتھ بہت سختی ہو رہی ہے تو
وہ اس کے طرفدار بن گئے تاہم ولکس کو حکومت اور
بیت العوام کے غیظ و غضب کے مقابل میں اس قدر جرات
نہ ہو سکی کہ عدالتی تحقیقات کے نتیجہ کا انتظار کرتا وہ انگلستان
سے بھاگ گیا اور توہین تحریری کے الزام کی تحقیقات
نہ کرانیکے جرم میں اس کے لئے اخراج کی سزا تجویز ہوئی
چند سال کے بعد وہ انگلستان واپس ہوا اور مڈل سیکس
کی جانب سے پارلیمنٹ میں بطور نائب روانہ کیا گیا۔ اس
دفعہ بھی لارڈ وی متھ وزیر سلطنت کے خلاف توہین تحریری کی
اشاعت کی پاداش میں بیت العوام سے اس کو خارج کر دیا
گیا۔ جب ضلع مڈل سیکس نے اس کو دو بارہ انتخاب کیا
تو اراکین عوام نے اس کو رکنیت کے لئے نا اہل قرار دیکر
اُس کے حریف کرنل لٹریل کو منتخب کر لیا۔ یہ اُن کا فعل
غیر دستوری تھا اس لئے کہ کسی بیت پارلیمنٹ کو اپنا رکن
آپ انتخاب کرنیکا حق حاصل نہیں ہے۔

پارلیمنٹ کے مباحث کی اشاعت ۔ باوجود خود مختارانہ
طبیعت کے بیت العوام کو ایک جدید تغیر ماننا پڑا جس سے
پارلیمنٹ کے اعمال پر رائے عامہ کا زیادہ اثر ہونے لگا۔ یہ
تغیر مباحثوں کی اشاعت سے عمل پذیر ہوا۔ اس کے قبل
بیت العوام کے مباحث حتی المقدور مخفی رکھے جاتے تھے اور اُس کا

ایسا کرنا حق بجانب تھا۔ کوئی رکن اپنی ذات کو اپنے دلی خیالات کے اخفا کے بغیر محفوظ و مصئون نہیں خیال کر سکتا تھا۔ بہت احتیاط سے اخفاے راز کرنے کے بعد بھی خوشامدی اور غلامی پسند اراکین اُن لوگوں پر جو زیادہ آزادی سے بحث کیا کرتے تھے مخبری کر کے شاہی عتاب نازل کراتے تھے۔ اس واسطے اراکین عوام کی بادشاہ سے مستقل درخواست تھی کہ اگر پارلیمنٹ کی کارروائیوں کی خبریں اراکین کی تصدیق و منظوری کے بغیر بادشاہ تک پہونچیں تو وہ اُن پر توجہ نہ کیا کرے۔ اگر کوئی شخص اس قاعدہ کے خلاف پارلیمنٹ کی خبریں پہونچاتا تو اُس کو اراکین عوام کے خاص اختیارات کی خلاف ورزی کا مجرم تصور کیا جاتا تھا۔

لیکن مطابع کی ایجاد کے بعد سے نیز اُن تغیرات کی وجہ سے جن سے بیت العوام کی قوت میں اور بھی ترقی ہوئی بادشاہ اور اس کے وزرا سے زیادہ دوسروں کو پارلیمنٹ کے مباحث کا علم حاصل کرنے کا اشتیاق ہوا۔ لانگ پارلیمنٹ کے رہنماؤں نے اس اشتیاق سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ ۱۶۴۱ء میں پارلیمنٹ نے اپنی کارروائیوں کی اشاعت کی اجازت تو دے دی مگر یہ شرط لگائی کہ اشاعت بلا اجازت خلاف ورزی قانون متصور ہو گی۔ اس طرح سے انقلاب کے بعد سے پارلیمنٹ کی اور عوام کی خواہشوں میں مسلسل اختلاف ہوتا رہا۔ اگرچہ اخبارات میں مباحثوں

کی خبریں پہونچتی تھیں لیکن (رپورٹر) کیفیت نویس کو نقصان
و ضرر برداشت کرنا پڑتا تھا۔ اور اُن کو ایسی دشواریاں
پیش آتی تھیں جن سے وہ مباحثہ کے وقت خبروں کو مکمل و
مفصل طور پر نہیں لکھ سکتے تھے۔ اس لئے کہ مختصر نویسوں کو
مباحثوں میں شریک ہونے کی اجازت نہ تھی پھر کیونکر ممکن
تھا کہ تقریروں کو بے کم و کاست ٹھیک طور پر قلم بند
کیا جاتا۔ خبر نویس جن باتوں کو پارلیمنٹ کی تقریروں میں
سنتے اُن کو اپنے حافظ کی مدد سے اور اپنے فرقے کے خیالات سے
رنگ کر پارلیمنٹ کی خبروں کے نام سے اخبارات کو دیدیا
کرتے تھے اس لئے ایسی خبریں اکثر غیر صحیح اور غیر مکمل ہوا کرتی
تھیں۔ ان خرابیوں کی وجہ سے ارکان پارلیمنٹ کو خبروں کی
طبع کے خلاف اصرار تھا۔

لیکن ۱۷۷۱ء میں وِلکس نے بعض اخبارات کو اکسایا
اور ترغیب دی کہ بیت العوام کی تقریروں کو اسمائے
مقررین کے ساتھ شایع کیا کریں جس پر بیت مذکورہ نے
اُن اہل مطابع کی گرفتاری کا حکم جاری کردیا۔ مطبع والوں
نے اس حکم کی توہین کی اور اپنے آپ کو حوالہ نہیں کیا
بنابراں بیت مذکورہ نے بادشاہ سے درخواست کرکے اِن کی
گرفتاری کا فرمان جاری کرایا۔ مگر جب ہٖلر اور وہیبل اشخاص
مندرجۂ فرمان گرفتار ہوئے تو وِلکس لندن کے شریک میرلبد
(ایلڈرمین) آف دی سٹی) کی حیثیت سے اور خود میرلبد (لارڈ میئر) نے

فرمان مذکور کو جس میں کسی جرم قانونی کی تخصیص نہیں تھی جائز تسلیم کرنے سے صاف انکار کردیا اور ان دونوں قیدیوں کو رہا کردیا۔ مگر یہ دونوں بیت العوام کے ارکان تھے اس لئے بیت العوام نے ان کو اپنے نشستوں پر بذات خود حاضر ہونیکا حکم دیا۔جب یہ لوگ پارلیمنٹ میں پہونچے تو اُن کو اسی مقام پر گرفتار کرکے ٹاور (محبس) میں بھیجدیا۔ مگر ان کی تائید میں اراکین مقابل اور شہر لنڈن نے اس قدر جوش و خروش ظاہر کیا کہ بیت العوام نے اس معاملہ کو اسی حد تک پہونچاکر چھوڑ دینا مناسب سمجھا۔صحیح تقریروں کے چھاپنے کی نسبت اس زمانہ سے پھر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا گیا لیکن خبر نویسوں کو اجنبی لوگوں کے طور پر مباحثوں میں حاضر رہنے کی اجازت تو تھی مگر کوئی رکن تحریک کرتا تو وہ جلسہ سے اٹھا دیے جاتے تھے۔اس بیت پارلیمنٹ میں تقریروں کو بطور یادداشت لکھنا ممنوع تھا اس واسطے اس کی خبریں یقینا غیر مکمل ہوتی تھیں۔

جب تک کہ ۱۸۳۴ء میں پارلیمنٹ کی قدیم عمارت نہ جلی ایک علیحدہ گیلری (برآمدہ نما طویل کمرہ) خبر نویسوں کے لئے نہیں بننے پایا۔ اگرچہ اہل مطابع کے جھگڑے سے صرف بیت العوام کو تعلق تھا لیکن بیت الامرا کی نسبت بھی اطلاع دہی کی آزادی اسی وقت قایم ہوگئی لیکن بیت العوام میں تحریک سے اختلاف کرنے والوں کے ناموں کی

فہرستیں ۱۸۳۶ء کے قبل اور بیت الامرا میں اسی قسم کی فہرستیں ۱۸۵۷ء کے قبل باقاعدہ شایع ہونے کا انتظام نہیں تھا۔

اگر دستوری ترقی اور اہمیت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو پارلیمنٹ کے مباحثوں کی خبر رسانی کی آزادی کم قابل قدر نہیں ہے البتہ حق نیابت کی اصلاح کو اس پر ترجیح ہے۔ پارلیمنٹ کے مباحثوں کی اشاعت اور تحریکات سے اختلاف کرنے والوں کے ناموں کے چھپ جانے سے اخبارخوانوں کو سیاسی مباحثوں میں شرکت کا موقع ملتا ہے اس کے پہلے سیاسیات کی نسبت لوگوں کے معلومات اس قدر وسیع نہ تھے اور نہ متقدمین کو ان سے اس قدر دلچسپی تھی۔ اُس وقت سے گویا بیت العوام کی قوت کا زوال اور مطابع کی قوت کا عروج شروع ہو گیا۔ جب پارلیمنٹ کے مفصل حالات چھپنے لگے تو لوگوں میں اخبار بینی کا بیحد شوق پیدا ہوگیا اور جب اخبارات کو نکتہ چینی کے لئے زیادہ مواد ملنے لگا تو اُن کو تنقید کا بھی زیادہ موقع ملنے لگا۔

فاکس کا قانون توہین تحریری بابت ۱۷۹۲ء۔

پارلیمنٹ کی خبروں کی آزادی اشاعت مروج ہونے کے کئی سال بعد پارلیمنٹ نے ایک قانون جاری کیا جس سے اخباروں میں سیاسی امور پر بحث کرنے کی آزادی اور قوت میں مزید ترقی ہو گئی۔ احتساب مطابع کی سرگرمی کم ہونے کے بعد سے نامہ نگاروں کے لئے کوئی امر مانع آزادی

نہ تھا۔ بجز اس کے کہ وہ قانون توہین تحریری کی پابندی کریں۔ لیکن توہین تحریری میں بہت کچھ گنجائش تھی۔ جس بات کو بیت العوام کے ارکان مقابل واجبی اعتراض بتاتے تھے فرقہ برسرِ حکومت اُس کو باغیانہ توہین آمیز تحریر خیال کرتا تھا۔ سیاسی مضامین نگاروں کی آزادی اور حرّیت زیادہ تر اُن مقتدر اشخاص کے میلان طبع پر منحصر ہوتی تھی جن کے تفویض منسوبہ الفاظ توہین آمیز کا فیصلہ کرنا ہوتا تھا عدالت نے توہین تحریری کے استغاثوں میں بارہا طے کیا کہ جوری کو صرف اس بات کا تصفیہ کرنا لازم ہے کہ ملزم نے منسوبہ توہین تحریری کی اشاعت کی یا نہیں۔ اس سے زیادہ اُس کو کوئی اور فیصلہ نہ کرنا چاہئے۔ اور اشاعت توہین آمیز تحریر ہے یا نہیں اس کا فیصلہ کرنا جج کے ذمہ ہے اور چونکہ جج کا خیال پہلے ہی سے بادشاہ کی طرفداری میں ہوتا تھا اس قاعدہ سے سیاسی مضامین نگاروں کو سخت نقصان پہونچتا تھا۔ آرشکن مشہور سرکاری وکیل نے اس کی دھجیاں اڑائیں۔ جس کے بعد فاکس کے قانون توہین تحریری نے اس کو منسوخ کردیا۔ قانون مذکور کی بنا پر قرار پایا ہے کہ اس واقعہ تنقیحی کا فیصلہ کرنا کہ تحریر منسوبہ توہین آمیز ہے کہ نہیں جوری کا کام ہے نہ کہ جج کا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیاسی مباحثہ کے لئے اب کوئی قید باقی نہ رہی اور سیاسی مضمون نگار اب بالکل آزاد ہو گئے۔ "جایز اعتراض"

کے عذر کی اُس کو ضرورت نہیں وہ نہایت بے احتیاطی سے حکومت وقت کو برا بھلا کہہ سکتا ہے بشرطیکہ اُس کی اشتعال انگیز تحریر نقض امن کی حد تک نہ پہونچتی ہو۔

امریکہ کے ساتھ جنگ۔ بادشاہ کی طرف سے حکومت پر قابو پانے کی کوشش میں کبھی کمی نہیں ہوئی۔ بادشاہ کو جس قسم کے وزیر اعظم کی ضرورت تھی وہ لارڈ نارتھ کی ذات سے پوری ہوئی۔ لارڈ نارتھ قابل اور متدین اور نہایت نیک نفس آدمی تھا مگر اُس میں اخلاقی جرات نہیں تھی۔ بادشاہ اور وزراے سابقہ نے انگلستان کو شمالی امریکہ کی نوآبادیوں سے لڑوا دیا تھا اور جنگ کا سبب یہ ہوا کہ اہل امریکہ پر ان کی رضامندی کے بغیر محصول لگا دیا تھا۔ بادشاہ صلح کرنے پر کسی طرح آمادہ نہیں تھا بلکہ چاہتا تھا کہ نوآبادیوں کو فوجی غلبہ سے زیر کرے اور لارڈ نارتھ باوجود اِس رائے سے متفق نہ ہونے کے اس کے انصرام کے لئے بادشاہ کے ہاتھ میں کٹ پتلی بن گیا تھا۔ فرانسیسیوں نے نوآبادیوں کی مدد کی اور انگریزوں کو شکست کھانی پڑی۔ جنگ جاری رکھنے سے قوم خستہ و خراب ہو گئی تھی اور اراکین مقابل نے دوہری قوت سے حملہ کرنا شروع کر دیا جس کے سبب سے لارڈ نارتھ کو اپنی خدمت سے ہٹنا پڑا۔ اس طرح بادشاہ کا باغی نوآبادیوں کے ساتھ صلح کرنے سے انکار کرنا اس کے لئے ایک تازہ

مصیبت کا باعث ہوا اور اُس کو اپنے قدیم دشمن وِگ فرقہ کا دست نگر بننا پڑا۔

وزرا سے بادشاہ کی مخالفت کا ازسرِ نو آغاز۔ لارڈ نارتھ کی کنارہ کشی پر لارڈ راکنگہم نے وِگ وزارت کو ترتیب دیا لیکن اس کے بعد وہ ایک سال بھی زندہ نہیں رہنے پایا کہ فوت ہوگیا اور اس کی بناکردہ کیبنٹ اس طرح ٹوٹ گئی کہ اُس میں کے اکثر ارادہ کے پکے اور اصول کے پابند وِگ وزرا اپنے رہبر چارلس فاکس کی ہدایت کے بموجب اس سے دست بردار ہوگئے۔ لارڈ شیلبورن نے جس کی قابلیت اور سیاست دانی مسلمہ تھی۔ ایک نئی وزارت ترتیب دی لیکن وہ غیر جانبدار تھا اس واسطے اُس پر دونوں میں سے کسی ایک فرقہ کو بھی اعتماد نہ تھا۔ اگر وِگ لوگ عقلمند ہوتے اور صبر سے کام لیتے تو اُن کے لئے بھلائی کا زمانہ آتا اور پھر اُن کی صدارت قایم ہو جاتی۔ لیکن اُن کے رہنما فاکس نے بے صبری کرکے لارڈ نارتھ کے ساتھ ایک متفقہ وزارت بنالی لطف یہ کہ اسی لارڈ نارتھ کو چند روز قبل یہی حضرات شدومد سے برا بھلا لکھا کرتے تھے۔ لارڈ شیلبوَرن کے ساتھیوں نے اُسکو مستعفی ہونے پر مجبور کیا اور خود اِس مشہور "وزارت متفقہ" میں شریک ہوگئے لیکن قوم ان کی بے احتیاطی اور حرص کے سبب سے ان سے متنفر ہوگئی۔ اس وزارت نے ہند کی نسبت ایک مسودہ قانون بیت العوام میں پیش کیا جس سے بادشاہ کو

سخت رنج و تعب ہوا اس لئے کہ مسودہ مذکورہ میں "شاہی حق" کی نسبت بعض مقامات پر حملے کئے گئے تھے۔ جب بادشاہ اس مسودہ (قانون) کو بیت العوام میں نہ روک سکا تو اس نے بیت الامرا میں اس کو شکست دینے کی ٹھان لی۔ اور ارل ٹیمپل کو اختیار دیا کہ ارکان امراسے بیان کرے کہ جو کوئی مسودہ قانون ہند کی تائید میں راے دے گا بادشاہ کا دشمن سمجھا جائے گا۔ بنابراں ارکان امرانے مسودہ کو نامنظور کیا مگر جب بادشاہ کا کام نکل گیا تو اُس نے فاکس اور نارتھ دونوں کو برطرف کر دیا۔

بیت العوام سے بادشاہ کی مخالفت۔ فاکس اور نارتھ کے زیر اثر بیت العوام میں متقدر اراکین کی کثرت تھی۔ ان دونوں کو اپنے اثر کی بنا پر یقین ہو گیا تھا کہ بادشاہ جس کسی کو وزیر اعظم بنائے گا ہم اُس کو علیحدہ کرا دیں گے لیکن بادشاہ نے اس مرتبہ نہایت عقلمندی کی کہ اُس نے ولیم پٹ بڑے لارڈ چیتھم کے دوسرے فرزند کو اس خدمت کے لئے منتخب کیا جس کی عمر اُس وقت چوبیس سال کی تھی۔ پٹ چند مہینوں تک منتظر رہا کہ مناسب موقع پاکر پارلیمنٹ کو برخاست کر دے۔ لیکن اس مدت میں وہ بیت العوام

کے فرقہ کثیر کے خلاف مرضی حکومت کرتا رہا۔
اُن دنوں بھی یہ طریقہ غیر دستوری خیال کیا جاتا تھا
اور زمانہ مابعد میں صرف ایک مرتبہ اس کی تقلید
کی گئی ہے۔ لیکن ارکان مقابلہ نے سخت غلطی کی
کہ حریف پر ظاہر کردیا کہ ملک سے دادخواہی کرنیکا
نتیجہ ان کے لئے خطرناک ہے۔ اس لئے ملک کی مرضی
دریافت کرنے کی غرض سے پارلیمنٹ برخاست کردی گئی
اور پٹ کے حسب خواہش ۱۷۸۴ء کے عام انتخاب
نے ایسے اراکین بیت العوام میں بھیجے جو اُس کے
ہم خیال تھے۔ وگ فرقہ ۱۶۸۸ء کے انقلاب سے
برسر حکومت تھا لیکن اس انتخاب نے اس کو ہمیشہ
کے لئے ختم کردیا۔ اور بجز عرصہ قلیل کے چھیالیس
سال تک وگ لوگ خدمت سے محروم رہے۔
ان کو دوبارہ قوت اُس وقت حاصل ہوئی جبکہ
انگلستان کی سیاسی و معاشرتی حالت بالکل بدل گئی
سلطنت کے اخیر زمانہ میں بادشاہ کا اثر۔ بادشاہ
نے وگ لوگوں کو شکست تو دی لیکن یہ شکست
اُس شخص کی بدولت نصیب ہوئی جو نارتھ اور
بیوٹ سے بالکل مختلف تھا۔ پٹ تحکم کا متحمل نہیں
ہو سکتا تھا اور بادشاہ بھی ایسے وزیر پر حکومت
چلانے کی جرات نہیں کرتا تھا جس نے اس کو

بچایا ہو۔ اس طرح وہ پٹ کے منصوبوں میں دست اندازی کرنے سے باز رہتا تھا۔ مگر ایک موقع پر پٹ کے اصرار کرنے اور سمجھانے کا اُس پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ انگلستان اور آیرستان میں اتحاد پیدا کرنے کی غرض سے پٹ نے امید افزا خیال ظاہر کیا تھا کہ کیتھلک کو پارلیمنٹ میں داخل کرلیا جائے گا۔ لیکن جب اس نے اپنا وعدہ ایفا کرنا چاہا تو اس کو معلوم ہوا کہ بادشاہ کیتھلک کی آزادی کو سُننا تک نہیں چاہتا۔ اس لئے پٹ نے استعفا تو پیش کردیا لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی خدمت پر واپس آگیا اور مبادا بادشاہ کے عقل و حواس پر بُرا اثر پڑے اُس نے اس مضمون پر دوبارہ زور نہیں دیا۔ پٹ کی وفات کے بعد ۱۸۰۷ء میں بادشاہ نے گرین وِل کی وزارت سے اس بات کا وعدہ لینے کی کوشش کی کہ پارلیمنٹ میں کیتھلک کی شرکت کی کبھی تحریک نہ ہونے پائے گی۔ جب ان وزرا نے وعدہ کرنے میں عذر کیا تو انہیں اپنی خدمات سے معزول کردیا گیا۔ لیکن بادشاہ جنون کی وجہ سے اپنی عمر کے آخر حصہ میں امور سیاست میں مسلسل شریک ہونے سے باز رہا۔

پارلیمنٹ کی اصلاح کی نسبت ملک کی خواہش کا

بڑھتا جانا۔ وگ فرقہ بادشاہ کے ہاتھ سے شکست پاکر اس بات سے بخوبی واقف ہو گیا تھا کہ ملک کی نیابت پارلیمنٹ میں کافی طور پر نہیں ہوتی ہے۔ چیتھم اور وِلکس دونوں نے نیابت پارلیمنٹ کی اصلاح کی خواہش کی تھی۔ چھوٹے پِٹ نے خدمت پر آتے ہی ایک مسودہ قانون اصلاح پیش کیا تھا۔ اُس کی تجویز تھی کہ چھوٹے شہروں سے بہتّر اراکین چن کر اضلاع اور بڑے شہروں کی نیابت کے لئے تقسیم کر دیے جائیں۔ بہرحال وہ اس بات پر بھی راضی تھا کہ پاکیٹ بروز کے مالکوں کو جن کی منسوخی منظور تھی معاوضہ دلایا جاے۔ ایسی معتدل اصلاح کی علانیہ مخالفت کی بادشاہ میں ہمت نہیں تھی لیکن اس نے پِٹ کو پست ہمت کرنا چاہا۔ پِٹ کے پیرو اس کے مخالف تھے اور اس لئے اُنھوں نے مسودہ کو نامنظور کیا۔ اس کے بعد بھی پارلیمنٹ کی اصلاح کے متعلق کبھی کبھی تحریکات ہوتی رہیں لیکن مخالفین اصلاح انقلاب فرانس کی زیادتیوں کے اثر سے اسقدر متاثر ہوئے تھے کہ انہوں نے ان تحریکوں کو آگے نہ بڑھنے دیا۔

مذہبی آزادی میں ترقی۔ مذہبی تعصب کی شدت جیسی کہ سترھویں صدی میں تھی ویسی اٹھارھویں صدی میں باقی نہیں رہی تھی۔ لوگوں کو کیتھلک اور پروٹیسٹنٹ۔ چرچ میں (مذہبی رسم پرست) اور نان کن فرمسٹ کے پُرانے مذہبی مناظروں میں لطف نہیں آتا تھا۔ خاندان ہانوور کے عہد سے تو نان کن فرمسٹ بالکل مذہبی آزادی کے ساتھ بسر کر رہے تھے

اور کیتھلک کے خلاف اذیت رساں قوانین آخری مرتبہ جارج اول کی حکومت میں بنے تھے تاہم عوام میں ابھی اسقدر تعصب باقی رہگیا تھا کہ ان قوانین کو منسوخ کرنا خطرناک سمجھا جاتا تھا۔ سر جارج سیوائیل کے قانون مجریہ ۱۷۷۸ء کی رو سے رومن کیتھلک کو جائداد غیرمنقولہ رکھنے کی اجازت دیگئی اور کیتھلک پادری کی سزائے حبس دوام بپاداش ادائی رسم مذہبی منسوخ ہوئی۔ کیتھلک کو اسطرح آزادی مل جانے سے ان کا فرقہ مقابل برہم ہوکر ہنگامے برپا کرنے لگا چنانچہ ۱۷۸۰ء کی مشہور شورشیں جو گارڈن کی سرکردگی میں ظہور میں آئیں اسی قانون کا نتیجہ تھیں۔ بہر حال مذہبی رواداری کی ترقی جاری رہی یہانتک کہ ۱۷۹۳ء میں کیتھلک اور ڈسنٹرس کی عبادت تعلیم اور حصول ملک پر سے ہرایک قسم کی قید اٹھالی گئی۔ مگر انقلاب فرانس کے معکوس اثر نے اس سے زیادہ ترقی نہیں کرنے دی۔

برطانیہ عظمیٰ اور آیرستان کا پارلیمنٹی اتحاد۔ برطانیہ عظمیٰ اور آیرستان کے پارلیمنٹی اتحاد کو ۱۸۰۰ء میں عملی جامہ پہنایا گیا۔ ۱۷۸۲ء تک آیرستانی پارلیمنٹ کی محض ماتحتانہ حالت رہی۔ ایک آیرستانی قانون کی رو سے جو بزمانہ ہنری ہفتم سرایڈورڈ پائی ننگز لارڈ ڈپٹی کے عہد حکومت میں نافذ ہوا تھا آیرستانی پارلیمنٹ کو سوائے مسودات (قانون) مالیہ

کسی دوسرے قسم کے قانون بنانے اور نافذ کرنے کی اجازت نہ تھی جبتک کہ قانون مذکور کی نسبت پہلے سے انگریزی مستشار شاہی سے منظوری حاصل نہ کرلی جائے

جارج اول کے عہد کے ایک انگریزی قانون میں یہ ادعا کیا گیا ہے کہ برطانیہ عظمیٰ کی پارلیمنٹ کو آیرستان کے لئے قوانین وضع کرنے کا حق حاصل ہے۔ ہنری گراٹن آیرستانی رضا کاروں کی مدد سے اور امریکہ کی نو آبادیوں کی بدنصیب جنگ کے موقع کو غنیمت جان کر ان قوانین کی تنسیخ کا طالب ہوا۔ بنابراں ۱۷۸۲ء میں راکنگہم کے عہد حکومت میں اُن کی تنسیخ عمل میں آئی اور اِس طرح حکومت انگلستان نے آیرستانی پارلیمنٹ کے کامل اختیارات کو تسلیم کر لیا مگر آیرستان کو اب بھی قومی آزادی حاصل نہیں ہوئی اِس کا پہلا سبب یہ تھا کہ اراکین پارلیمنٹ کے انتخاب اور رکنیت پارلیمنٹ کا حق صرف پروٹیسٹنٹ مذہب والوں تک محدود تھا اور دوسرا سبب یہ تھا کہ آیرستانی بیت العوام کی کثیر تعدادِ اراکین کا انتخاب بادشاہ یا با اثر خاندانوں کا اختیاری تھا جو عموماً پروٹیسٹنٹ ہوا کرتے تھے۔ تیسرا یہ کہ عاملانہ حکومت کے اعلیٰ عہدہ دار لارڈ لفٹننٹ (نائب شاہ) اور اوس کے معتمد خاص کے اختیارات کا مبدا آیرستانی پارلیمنٹ نہیں بلکہ بادشاہ یعنے اپنے اپنے زمانہ کی انگریزی وزارت تھی۔ اس واسطے آیرستانی امور سیاسی پر انگلستان کا

بہت اثر ہو گیا تھا اور مدتوں جاری رہا۔

چند سال تک تو دونوں ملکوں کے تعلقات میں کوئی تغیر نہیں ہونے پایا۔ آیرستانی پارلیمنٹ کی حکمتِ عملی کیتھلک کے حق میں بہ نسبت پہلے کے زیادہ فیاضانہ اور حرّیت پسند ہوگئی اور اس نے اُن قوانین کو منسوخ کیا جنکے سبب سے کیتھلک کی آزادی عبادت، تعلیم اور جائداد غیر منقولہ کے حق حصول میں خلل اندازی کیجاتی تھی۔ اگرچہ اِس پارلیمنٹ نے ان کو حق انتخاب تو دیا لیکن اب بھی یہ لوگ منتخب ہونیکے حق سے محروم رکھے گئے۔ تاہم کیتھلک کی حالت نہایت غیر اطمینان بخش تھی۔ ملک کا اکثر حصہ اُنہی لوگوں سے آباد تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہی پرانی آیرستانی قوم تھی جس کو انگریز اور اِسکاچ نو آبادانِ آیرستان سے مختلف سمجھنا چاہئے۔ تاہم متواتر ضبطیوں کے ذریعہ سے ان کو بالکل اراضی سے محروم کردیا گیا تھا۔ ہر عہدہ و اقتدار نیز پارلیمنٹ کے ہر ایک بیت اور شخصیات بلدی کی رکنیت سے اِن کو خارج رکھا جاتا تھا۔ حکومت کے معینہ مذہب کے اخراجات کے لئے اِن کو سالانہ دسواں حصہ اپنی آمدنی کا بطور محصول دینا پڑتا تھا حالانکہ یہ لوگ اس کو الحاد سمجھتے تھے۔ چند برس پہلے تک اِن کو کسی پیشہ و حرفہ کی اجازت نہیں تھی اور نہ اُن کی ملکِ و املاک کی حفاظت کیجاتی تھی۔ ان باتوں کا لازمی نتیجہ تھا کہ آیرستانی کیتھلک انگلستان اور پروٹسٹنٹ

کی دشمنی پر تلے ہوئے تھے۔ اگر پروٹسٹنٹ کے تفوق کو
اُٹھا دیا جاتا اور کیتھلک کو اُن کے حسب مقدور حکومت میں
شریک کر لیا جاتا تو اِس بات کا یقین تھا کہ برطانوی
پارلیمنٹ کیساتھ آیرستانی پارلیمنٹ اتفاق و اتحاد سے کام کو
نچلا سکتی۔ اسپر بھی جدید خیالات حُریت و بے تعصبی کے
اثر سے پروٹسٹنٹوں کا تفوق فطرتی طور پر گھٹ رہا تھا۔ اکثر
پروٹسٹنٹ گراٹن کی اتباع میں خود ہی اِس تفوق کو گھٹا رہے
تھے۔ جسطرح کہ اُس وقت کے لائق اور نیک نفس انگریز
مدبرین کا خیال تھا پِٹ نے بھی کیتھلک کی حالت درست
کرنی چاہی اور اب وہ وقت آگیا تھا کہ آیرستان کی
پارلیمنٹ بادشاہ اور پروٹسٹنٹ حکومتِ امرا کی ماتحت نہیں
رہ سکتی تھی۔ اچھا تو دونوں ملکوں میں اتحاد قائم رکھنے کا
اب کونسا ذریعہ باقی رہ گیا تھا؟

انقلاب فرانس کے سبب آیرستانی سیاسیات کی
بہت نازک حالت ہوگئی تھی اہل ملک فرانسیسی خیالاتِ
حریت کے دلدادہ ہوگئے تھے۔ آیرستان کے نان کن فرمسٹ
اور کیتھلک آپس میں متفق ہوکر اپنے ملک کی جمہوری حکومت
جمہوری اصول پر قائم کرنا اور برطانیہ عظمی سے آزاد ہونا چاہتے
تھے۔ ۱۷۹۸ء کی شورش نے اِس تحریک کا خاتمہ کردیا اسطرح
کہ اکثر نان کن فرمسٹ لوگوں نے فرانس سے امداد قبول
کرنے پر اِس تحریک سے دست بردار ہونے کو ترجیح

دی۔ ۱۷۹۸ء کی بغاوت کی بھی وہی حالت ہوئی جو کہ ۱۶۴۱ء
اور ۱۶۸۸ء کی شورشوں کا حشر ہوا تھا۔ در اصل آیرستانی
کیتھلک کی یہ بغاوت اپنے پروٹیسٹنٹ فاتحیں کے خلاف
تھی۔ اِس کے فرو ہوتے ہی پیٹ نے پروٹیسٹنٹ کے
تفوق کو زائل کرنے اور آیرستان کو وضع قوانین کی آزادی
دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ آیرستان کی پارلیمنٹ کو رشوت
(مابہ الاحتضاظ) کے ذریعہ سے ترغیب دی گئی کہ ایک
قانون جاری کرکے اپنی ہستی کو معدوم کردے۔
بموجب شرایط اتحاد طے پایا کہ آیرستان انگریزی
بیت العوام میں سو ارکان اور بیت الامرا میں چار مذہبی
اور اٹھائیس ملکی امرا بھیجا کرے۔ کل امرا کا طبقہ ان ملکی
امرا کو انتخاب کرے اور پارلیمنٹ میں یہ اپنے حین حیات
نیابت کریں۔ حکومت کا مقرر کردہ مذہب آیرستان میں
بحال رکھا گیا۔ انگلستان اور آیرستان کے اصول قانون
ایک ہی ہونے سے آیرستان کے قانون کے جواز
کے لئے احتیاطی قانون بنانیکی ضرورت واقع نہیں ہوئی۔
دونوں سلطنتوں کو باہمی تجارت کے لئے کامل آزادی حاصل
ہوگئی۔ پیٹ چاہتا تھا کہ کیتھلک برطانوی پارلیمنٹ کی
رکنیت کے قابل ہو جائیں تاکہ جمہور آیرستان کے دلوں
میں اِس اتحاد سے الفت پیدا ہو لیکن اِس مقصد میں
جارج سوم کی ضد سے اِس کو کامیابی نہیں ہوئی۔ اِسکے

انتیس سال بعد کیتھلک کو آزادی نصیب ہوئی اور وہ بھی بہت کشت و خون کے بعد جبکہ آیرستانی کیتھلک فرقہ کی مخاصمت انگلستان سے اُسی پرانی حالت پر پہنچ گئی تھی۔

جمہوری خیالات کا استحکام۔ اِن تغیرات سے جو وضع قانون کا نتیجہ ہوسکتے تھے زیادہ اہم قومی اور سیاسی اثرات تھے جو جارج سوم کی سلطنت کے زمانہ میں محسوس ہونے لگے اس وقت سے زمانہ حال کے جمہوری خیالات کا آغاز ہوتا ہے۔ اِن خیالات کا کسی ایک مخصوص قوم پر اثر نہیں ہوا بلکہ یورپ کی کل قوموں کی گویا یہہ مشترکہ ملک تھی۔ اگرچہ عام اسباب کی بناء پر جن کا ذکر کرنا یہاں ممکن نہیں اِن خیالات کو ترقی ہوتی گئی لیکن بعض مخصوص وجوہ بھی اِن خیالات کے باعث ہوئے۔ (۱) اٹھارہویں صدی کے مشہور فرانسیسی مصنفین کی تحریرات کا اثر (۲) ریاستہائے متحدہ امریکہ کی جمہوری حکومت کا قائم ہونا (۳) انقلاب فرانس واقع ہونا (۴) انگلستان کی صنعت و حرفت کا حیرت انگیز انقلاب۔ اگر کوئی شخص انیسویں صدی کی انگریزی دستوری تاریخ کو بخوبی سمجھنا چاہتا ہے تو اُس کے لئے ضرور ہے کہ اِن اسباب کی نسبت بھی مجملاً علم حاصل کرے لہذا ذیل میں مختصر طور پر اُن کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) اٹھارہویں صدی کے مشہور فرانسیسی مصنفین کا اثر۔ اٹھارہویں صدی کے فرانسیسی مصنفین اول اول سیاسی اور قومی

مسائل کی بحث میں انگلستان کے بہت معترف تھے
اس لئے کہ انگریزی ادارات کی نسبت علم حاصل کرنیکا
اقوام یورپ میں جدید شوق پیدا ہوا تھا۔ ۱۶۸۸ء کے
انقلاب تک اور اس کے بعد بھی کچھ عرصہ تک بیرون
ملک انگریزی ادارات سے لوگوں کو کسی قسم کی دلچسپی
نہیں پیدا ہونے پائی تھی بلکہ غیر قومیں اِس سے واقف
تک نہ تھیں ۔ انقلاب مذکور کے چند ہی سال بعد
انگلستان کی تیز رفتار ترقی نے دنیا کو خواب غفلت
سے چونکا دیا اور لوگ اِن (اداروں) کی طرف
توجہہ کرنے لگے ۔ ولیم سوم اور این کی لڑائیوں نے
فرانس کو کمزور کر کے انگلستان کو دول یورپ میں
سب سے اعلیٰ بنا دیا ۔ دوسری قوموں خصوصا فرانسیسیوں کے
افلاس کے مقابلہ میں انگریزوں کی مرفہالحالی نے دنیا کو حیرت
میں ڈال دیا ۔ اِس تقابل نے فرانسیسیوں پر جو انگریزوں
کے ناکام رقیب اور بہت قریب کے پڑوسی تھے گہرا
اثر کیا ۔ فرانسیسیوں کے لئے انگریزی قوم کے حالات کی
تحقیق کرنیکا یہ پہلا ہی موقع تھا ۔ اِس کے بعد اُن کو
معلوم ہو گیا کہ انگریزوں کو سیاسیات، مذہب اور صنعت
و حرفت میں اُس درجہ آزادی حاصل ہے جس کی ہوا تک
فرانسیسیوں کو نہیں لگی اِس لئے اہل فرانس کے لئے
لازمی تھا کہ اِن اسباب کی بنا پر مبالغہ آمیز نتیجہ مستنبط

کریں کہ انگلستان کی عظمت کا اصلی سبب اُس کی حُریت ہے۔

انگریزی ادارات کے مطالعہ سے فرانس میں آتش شوقِ حریت مشتعل ہو گئی۔ لیکن فرانسیسی اہلِ قلم حریت مانگنے میں انگریزوں سے کہیں آگے نکل گئے۔ فرانسیسیوں میں بہ نسبت انگریزوں کے زیادہ جوش ہے۔ فرانسیسی بہ نسبت انگریزوں کے زیادہ مغلوب الغضب ہوتے ہیں۔ علاوہ بریں سیاسی تجربہ کی کمی اور ملک کی بد انتظامی سے وہ اِس قابل نہیں رہے تھے کہ صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں کہ ملکی خرابیوں کا علاج صرف ایک حریت نہیں ہو سکتی۔ فرانسیسی ماہرین علم معیشت نے مسائل اقتصادی کو اِس قیاس پر گھڑنا شروع کر دیا کہ اگر فطرت کو اس کی اصلی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو پیداوار کی بے انتہا کثرت اور دولت نہایت عمدگی کے ساتھ (انسانوں میں) تقسیم ہو گی۔ یہ ساری خرابیاں تجارت اور صنعت میں قانون بنا کر مداخلت کرنے سے پیدا ہو گئی ہیں۔ رُسو نے جس کا مولد جنیوا تھا اور جس نے فرانس کو اپنا وطن بنا لیا تھا یہاں تک لکھدیا ہے کہ انسانی افلاس کا اصلی سبب تہذیب ہے۔ جس زمانہ میں کہ انسان وحشیانہ حالت میں تھا وہ نیک طینت عقلمند اور خوش حال ہوتا تھا۔ موجودہ زمانہ کی تہذیب و تمدن کے ساتھ

موجودہ حکومتیں بھی اُس کے نزدیک قابل نفرین تھیں۔ اُس کے خیال میں عام انتخاب کے دوران کے سوا ہر وقت انگریز بھی آزاد نہ تھے۔ اُس نے دنیا کو سکھانا چاہا کہ محکوم کی رضامندی پر حکومت بنانا چاہئے اور اِس بات پر غور نہیں کیا کہ تاریخی اسباب کی بنا پر مختلف قسم کی حکومتوں کو مختلف وقتوں اور ملکوں میں قابل ترجیح خیال کیا جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اس کے نزدیک کسی قسم کی حکومت اچھی نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اُن "فطرتی[1] حقوق" کے مناسب و موافق ہو جو بقول روسو ہر انسان کی سرشت میں پائے جاتے ہیں۔

۲۔ ریاستہائے متحدہ کی بنیاد۔ غیر ملکوں کے واقعات سے انگلستان کے طریقۂ سیاسیات پر بہت ہی کم اثر پڑا ہے۔ قرون وسطیٰ میں تقریباً تمام یورپ میں مطلق العنان شخصی حکومتیں قایم تھیں لیکن انگلستان اور اِس کی ہمسایہ سلطنتوں میں سمندر حائل ہونے کی وجہ سے اُس زمانہ کے آزاد ادارات کو انگریزی حکومت نے بر قرار رکھا۔ ہالینڈ اور سوئٹزرلینڈ کی جمہوری سلطنتیں اِس قدر چھوٹی تھیں کہ مشکل سے انگریزی سیاسی خیالات پر اُن کا اثر پڑ سکتا تھا۔ علاوہ بریں اِن میں امرا حکمراں تھے۔

---

[1] نیچرل رائیٹ (حق فطرتی - Natural right) اسکی تشریح ضمیمہ کتاب میں دیکھی جائے۔

لیکن ریاستہاے متحدہ کے قیام سے آبائی ملک کے سیاسی امور پر گہرا اثر پڑا اِس واسطے کہ اہل امریکہ انگریزوں کے خویش و اقارب تھے جن کو علٰحدہ ہوکر زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور ابھی تک اُن کے پاس انگریزی قانون اور دستور باقی تھے اور اُن کی جمہوری حکومت سے جس میں شاہی امارت اور مذہب کا سرکاری طور پر تعین نہیں ہوا تھا اہل برطانیہ کے دماغوں میں ایسے خیالات تازہ ہو گئے جو کرا مویل کی جمہوری حکومت کے خاتمہ کے بعد سے اُن کے دلوں میں پنہاں تھے۔ اِس طرزِ حکومت کا اثر انگلستان پر بہت زیادہ ہوا اِس لئے کہ یہی خیالات بالآخر اُن مخصوص مذہبی خیالات کی فرع تھے جن کو اکثر انگریز نا پسند کرتے تھے۔ چونکہ بانیانِ اتحادِ امریکہ نے جدید فرانسیسی ادب خصوصاً رُوسو کے تحریرات کا مطالعہ کیا تھا اِس لئے انہوں نے اپنے ملکی دستور کی بنا اُن فرضی اصول کو قرار دی جن کا ہر ایک ملک و ملت پر اطلاق ہو سکتا ہے۔ اہل انگلستان نے آزادی کو ہمیشہ اپنا حق موروثی تصور کر کے اُس کا مطالبہ کیا ہے جس کی حفاظت ملکی رواج، منشورات شاہی اور قانون موضوعہ جیسے اسلحہ سے کی گئی ہے۔ مگر اہل امریکہ کے خیال میں حریت انسان کا حق فطرتی ہے یعنے اُس کی ہستی کے ساتھ اِس حق کی بنا قائم ہوتی ہے اِس لئے یہ حق نا قابل انتقال ہے

لہذا ایک شخص کی حریت کو دُوسرا زایل نہیں کر سکتا۔

۴۔انقلاب فرانسہ۔ انقلاب فرانس اصل میں رُوسو اور دُوسرے فلسفیوں کے اُن اصول کے عمل میں لانے کی کوشش تھی جس کی انہوں نے تعلیم وتلقین کی تھی۔ ریاستہاے متحدہ کے قیام نے اس کی رفتار کو اور بھی تیز کر دیا۔ پہلے تو انگریزوں نے اس کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا اور اُن کا خیال تھا کہ اِس کے ذریعہ سے فرانس میں دستوری حکومت کی بنا قائم ہو گی لیکن دوران انقلاب میں بعید از عقل مسائل کی اشاعت اور شدائد و مظالم کی کثرت سے اکثر انگریزوں کو اس سے مخالفت و منافرت ہو گئی اور ان کے نزدیک فرانسیسی جمہوری حکومت لوئی چہاردہم سے زیادہ جابر اور ظالم ثابت ہوئی اور خود پِٹ جس کی سچی خواہش تھی کہ فرانسیسی معاملات میں دست اندازی نہ کرے فرانس سے جنگ کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اِس جنگ میں انگلستان اور فرانس کے درمیان تئیس برس تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔اس کے سبب سے انگلستان کو سخت مصائب جھیلنے پڑے۔مصیبتوں کا نتیجہ عام بےچینی ہوئی اور بےچینی کے بڑے نتائج کو روکنے کے لئے جبر استعمال کرنا پڑا۔ دوسری خرابی یہ ہوئی کہ عرصہ دراز تک آشوبِ فرانس کی یاد لوگوں کے دلوں میں تازہ رہنے سے انگلستان میں آزادی کے متعلق کوئی مفید قانون نہیں بننے پایا۔ حکومت اندنوں اس قدر خایف ہوگئی تھی کہ مسئلہ اصلاح کو خواہ

کتنے ہی معقول وجوہ پر کیوں نہ طلب کیا جاتا حکومت کی دشمنی اور بدنظمی پر محمول کیا جاتا تھا۔ تاہم انقلاب فرانس کا آخری اثر انگلستان کے جمہوری خیالات کے حق میں مفید ثابت ہوا۔ انگریزوں کے ایک بڑے پڑوسی ملک میں جمہوریت کی فتحمندی نے اُن کی جمہوریت کی ترقی میں مدد دی۔ انیسویں صدی میں انگریزی انتہا پسند فرانس اور ریاستہائے متحدہ سے جوش و ولولہ کا سبق حاصل کرتے تھے۔

۴۔ صنعت و حرفت میں انقلاب۔ اٹھارھویں صدی کے درمیانی حصہ میں صنعت و حرفت میں انقلاب شروع ہوا۔ اس کے قبل اہل انگلستان کا خاص مشغلہ زراعت تھا۔ ملک میں ضرورت سے زیادہ غلہ کی پیداوار ہوتی تھی اس واسطے اس کی بڑی مقدار ممالک غیر کو جاتی تھی۔ مصنوعی اشیا دست کاری سے تیار ہوتی تھیں جن کو کاریگر اکثر اپنے گھروں میں تیار کرتے تھے۔ دست کاری زیادہ تر دیہات میں رائج تھی۔ اِن کا مالک خود مزدوروں کے ساتھ شریک رہکر کام کرتا تھا۔ دستکاری کے ساتھ ساتھ اِس کا مالک ایک آدھ کھیت کی کاشت بھی کرتا تھا۔ کلوں کا بہت کم استعمال ہوتا تھا۔ بڑے بڑے کارخانوں کا اُس وقت نام و نشان تک نہ تھا۔ شہر بھی بہت ہی کم اور چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے۔ صرف بڑے بندرگاہوں کے سوائے جیسا کہ لنڈن اور برسٹل تھے۔

دوسرے مقامات پر اُس درجہ کے بڑے تجار اور ساہوکار نہیں نظر آتے تھے جس درجہ کے کہ مالکانِ اراضی مالدار ہوتے تھے ۔ ابھی تک زمین ہی مایۂ دولت و وجاہت سمجھی جاتی تھی اور اس وقت بھی مالکانِ اراضی ہی کا فرقہ سلطنت میں سب سے زیادہ مقتدر تھا۔

اٹھارھویں صدی کے درمیانی حصہ اور اُس کے بعد سے حالات میں تغیر پیدا ہونے لگا۔ ہر ایک ضروری اور مفید صنعت میں جیسے جیسے زمانہ کو ترقی ہوتی گئی ویسے ہی کلوں کا استعمال ہونے لگا۔ کلوں کی ترقی سے کارخانوں کی ابتدا ہوئی اور اِن کے سبب سے چھوٹے پیمانے کے بجائے وسیع پیمانہ پر مصنوعات تیار ہونے لگے۔ مالک (کارخانہ) پہلے کی بہ نسبت زیادہ کاریگر نوکر رکھ سکتا تھا اور بجائے اس کے کہ خود دستکاری میں مصروف رہتا اپنا زیادہ وقت کارخانہ کے اہتمام اور کام کی نگرانی میں صرف کرنے لگا۔ صنعت میں اس قدر جلد تغیر اس لئے ہوا کہ لوگ بھاپ کا زیادہ استعمال کرنے لگے جو قوتِ محرک کا کام دیتی ہے ۔ دخانی قوت کے استعمال سے وہی ملک دوسرے سب ملکوں پر فوقیت لیجاتا ہے جس میں جلانے کے لئے ایندھن کثرت سے ہو۔ اِس طرح صنعت و دستکاری میں انگلستان کا درجہ دُنیا کے سب ملکوں سے بڑھ گیا اور یہاں کے صناع اور

تجار دولتمندی میں مالکانِ اراضی سے سبقت لے گئے۔ طبقۂ متوسطین کو ایسی قومی اور سیاسی وجاہت حاصل ہوئی جو اُن کو پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

صنعت و دستکاری، کان کنی اور جہازرانی کی ترقی کے سبب سے شہر اور دیہات کی آبادی کی نسبت میں بھی فرق پیدا ہونے لگا۔ اگرچہ اضلاع کی آبادی میں بھی اضافہ ہوا لیکن جس سرعت سے شہروں کی آبادی میں ترقی ہوئی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ صنعتی اغراض سے مالکِ صنعت کو مزدوروں کی جماعتوں کے قریب رہنا پڑتا تھا اِس طرح اکثر مقامات میں اور خصوصاً شمالی انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کے پست حصہ میں بڑے بڑے شہر بن گئے۔ اس تغیر نے یادگارِ زمانہ اثرات پیدا کئے ہیں۔ بڑے شہروں کے رہنے والوں کا بہ نسبت اضلاع والوں کے سیاسی تغیرات کی طرف ہمیشہ زیادہ میلان ہوتا ہے اور وہ زیادہ طباع اور نکتہ چین ہوتے ہیں۔ اُن لوگوں پر رسم و رواج کا بھی کم اثر ہوتا ہے اور جلد گھبرا جاتے اور برہم ہو جاتے ہیں۔ انگلستان میں یہ فرق زیادہ نمایاں نظر آتا تھا اس لئے کہ اکثر شہر بالکل نو آباد تھے۔ ان شہروں میں نہ تو قدیم ادارات اور روایات تھے اور نہ ایسی کوئی جماعت تھی جو صدیوں تک ساکنین بلاد کی رہنما رہی ہو۔ اس واسطے ایسے

شہر جمہوری خیالات کا مرکز بن گئے۔

بعض ایسے شہر جن کی عظمت صنعتی انقلاب کے سبب سے پیدا ہو گئی تھی قدیم زمانہ میں پارلیمنٹی بلاد تھے اور وہ بیت العوام میں اراکین بھیجا کرتے تھے۔ چونکہ ان میں کے اکثر شہر اُس زمانہ کے لحاظ سے جب قدیم طرز کا حق نیابت بلاد کے لئے قایم ہوا تھا معمولی قریے تھے اس لئے اس زمانہ میں اُن شہروں سے بلحاظ آبادی و وسعت گویا پارلیمنٹ میں نمایندے نہیں بھیجے جاتے تھے۔ چنانچہ لیڈز اور مینچسٹر جو قدیم سے ممتاز چلے آتے تھے انہیں (نمایندے) نہیں بھیج سکتے تھے۔ اس طرح سے ملک کے ایک بڑے تجارتی اور صنعتی حصہ کی پارلیمنٹ میں بہت کم نیابت ہوتی تھی حالانکہ یہ لوگ عقل و ہنرمندی اور مستعدی میں اُن چند خاندانوں سے بہت بڑھے ہوئے تھے جو پاکٹ بروز کے مالک تھے اور جنہیں بلا وجہ نیابت کا زیادہ حق حاصل تھا۔ اس لئے اصولِ انتخاب میں اصلاح کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اصلاحِ پارلیمنٹ کو صنعتی انقلاب کا پہلا نتیجہ سمجھنا چاہئے۔

اس انقلاب کا دوسرا نتیجہ اصلاح بلدیہ ہے اس لئے کہ اُن نوآباد اور ترقی یافتہ شہروں میں مقامی حکومت کا کوئی معقول طریقہ نہیں تھا۔ اُس وقت کی عظیم الشان بندرگاہوں اور صنعتی شہروں کی ضرورتوں کے لئے حصۂ ضلع اور پیرش اور موضع کے قدیم زمانہ کے اِدارات نہایت

ناموزوں تھے۔ اِن شہروں میں کثرت سے مفلس آدمی اس درجہ عسرت میں بسر کرتے تھے کہ اِن کے لئے نہایت معمولی شہری طرز کی زندگی کی ضروریات کا مہیا کرنا بھی ممکن نہ تھا۔ سڑکوں کی ہر دو جانب پیدل چلنے والوں کے لئے راستے کا اور مکانات کی بدرووں کا کوئی معقول انتظام نہ تھا اور نہ پولیس ہی کافی مقدار میں تھی کہ جرایم کا انسداد کرسکتی اور نہ عوام کی تفریح و تفرج کے واسطے باغات اور محصور سبزہ زار تھے۔ شہروں کے وہ محلے اور حصے جہاں مزدور اور کاریگر رہا کرتے تھے نہایت کثیف حالت میں تھے اور بیماری اور تکلیف کا گھر بنے ہوئے تھے۔ ابتدا میں تو ہر ایک شہر نے اپنی انتظامی حالت درست کرنے کے لئے منفرداً کوشش کی اور پارلیمنٹ سے اپنے لئے مخصوص قانون کو جاری کرانا چاہا لیکن جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا اس بات کی ضرورت محسوس ہونے لگی کہ پورے ملک کے لئے باقاعدہ طور پر حکومتِ بلدی کا انتظام ہونا چاہئے۔

باب سیزدہم

جارج چہارم ۔ ولیم چہارم اور وکٹوریہ

۱۸۲۰ء سے ۱۹۰۱ء تک

تمہید:۔ اُس مدت میں جو جارج سوم کی وفات سے شروع ہو کر ہمارے زمانہ تک پہنچتی ہے اِس کثرت اور وسعت سے دستوری تغیرات عمل میں آئے ہیں کہ انگلستان کی تاریخ میں اُن کی نظیر نہیں مل سکتی۔ قانونی تغیرات اور جدت کے لحاظ سے اُس دور کا نارمن فتح کی مدت یا اصلاح مذہب کے زمانہ سے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اُس زمانہ کے تمام تغیرات اور جدتوں کے معائنہ سے پایا جاتا ہے کہ اُن سب کی منزلِ مقصود ایک ہی ہے یعنے یہ سب نشانِ قدم ہیں جن پر چلنے سے سالک آستانۂ جمہوریت تک پہنچ سکتا ہے ۔ جب تک کہ انگریز حریت اور ملک گیری کے لئے فرانسیسیوں سے نبرد آزمائی

کرتے رہے جمہوریت قائم کرنے والی قوتیں دبی رہیں اور جب فتحِ واٹرلو نے اُس جنگ کا خاتمہ کر دیا تو اُن قوتوں کو اُبھرنے کا موقع ملا اور اُس زمانہ سے ابتک یہہ قوتیں ملک کے دستور پر اپنا عمل کر رہی ہیں -

پرانی مذہبی خصومتوں کے مٹ جانے سے اب لوگ جس کسی بات میں اپنا فائدہ دیکھتے اُس کو اختیار کرنے کے لئے آزاد ہو گئے تھے - اضلاع اور دیہات کی آبادی کا ایک بڑا حصہ صنعتی انقلاب کی بدولت شہروں میں آباد ہوگیا تھا ظاہر ہے کہ دیہاتی لوگ رسم و روایات کے زیادہ پابند ہوتے ہیں اور ساکنینِ شہر کو عام طور پر اپنی حالت کی درستی کا خیال لگا رہتا ہے جس انقلاب کے سبب سے پیشہ ور اور مزدور بڑی بڑی تعداد میں ایک مقام پر دولت (یعنے اشیاء تجارتی) کی پیداوار کے لئے بس گئے تھے اُسی انقلاب کے باعث اُن میں یک جہتی اور خوش نظمی پیدا ہو گئی اور اب یہ شرحِ اجرت بڑھانے اور سیاسی حالت میں تغیر پیدا کرنے کے لئے باہمی امداد کرنے لگے - پڑھنے اور لکھنے کی عام اشاعت اور اخباروں کی غیر معمولی کثرت اور سیاسی فرقوں کی تنظیم میں قابلیت کے اظہار نے جمہور میں سیاسیات کا غیر معمولی شوق پیدا کر دیا - دوسرے ملکوں کے جمہوری خیالات کی ترقی نے بھی انگلستان پر اپنا اثر ڈالا -

اِس دور کی تمام قانون سازی کو صرف ایک باب میں مفصل بیان کرنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اس لئے اس کی نسبت سرسری اور مجمل طور پر لکھنا مناسب ہے۔ مخصوص دستوری تغیرات کو حسب ذیل فصلوں میں منقسم کیا جاتا ہے:-

۱۔ ترقی مساوات مذہبی۔

۲۔ اصلاح پارلیمنٹ۔

۳۔ حکومت کیبنٹ کا مزید استحکام اور محکمہ جاتِ عاملانہ میں تبدیلیاں۔

۴۔ مقامی نظم و نسق کی اصلاح۔

۱۔ ترقی مساوات مذہبی۔ اوپر ذکر آچکا ہے کہ جنگ فرانس کے شروع ہی زمانے میں کیتھلک اور نان کن فرمسٹ کی عبادت اور اُن کے بچوں کی تعلیم اور اُن کے حصولِ مِلک پر سے سب قسم کے قیود اٹھا دئے گئے تھے۔ اُس کے شروع زمانہ سے جارج سوم کی وفات تک مذہبی مساوات کی ترقی رُکی رہی۔ تاہم چند رعایتیں ضرور ملیں۔ ۱۸۱۳ء میں آئرش کیتھلک کو اجازت ملی کہ اگر کوئی کیتھلک دونوں پارلیمنٹوں کے متحد ہونے کے قبل آئرستان میں دیوانی یا فوجی خدمت پر مامور ہو سکتا تھا تو انگلستان میں بھی اُس کو دیوانی یا فوج کے علاقہ میں خدمت مل سکتی ہے۔ فوجی اور بحری عہدہ داروں کا قانونِ حلف بابتہ ۱۸۱۷ء

کی رُو سے کیتھلک اور نان کن فرسٹ کو فوج اور بحریہ میں ایک قسم کا عہدہ ملنے لگا۔ لیکن قوانینِ آزمائش (مذہبی تشخصیات جنکی رو سے سرکاری مذہب انگلستان کے مطابق رسمِ عشائے ربانی ادا کرنا لازم تھا (اور جو سرکاری اور بلدی ملازمت کے لئے شرط اہلیت سمجھا جاتا تھا) ابھی تک منسوخ نہیں ہونے پائے تھے لیکن جن لوگوں کو بہ مجبوری اِن قوانین کی خلاف ورزی کرنے کی ضرورت ہوتی اُن کو قانونِ معافی جاری کرکے اُن کے اثر سے بچایا جاتا تھا۔ بادشاہ کی صدارتِ مذہبی کا حلف لینے کی ضرورت ابھی تک باقی تھی اس واسطے کیتھلک نہ تو سرکاری خدمتوں پر مامور ہوتے اور نہ بلدیات کی رکنیت کو انجام دے سکتے تھے۔ اور اولیا کی پرستش نہ کرنے اور مسئلۂ استحالہ کے خلاف اقرار کرنے کی ضرورت سے ابھی تک کیتھلک پارلیمنٹ کے ہرایک بیت کی رکنیت کے قابل نہیں تھے۔ کیتھلک کو پارلیمنٹ میں منتخب نائبین روانہ کرنے کا حق آیرستان میں حاصل ہوچکا تھا لیکن انگلستان میں یہ لوگ اِس حق سے محروم تھے مختصر یہ کہ کیتھلک اور نان کن فرسٹ کو قانون کی باریکیوں اور خصوصیات کی وجہ سے بہت کڑی مصیبتیں جھیلنی پڑتی تھیں۔ اِن مصائب کو اُس موقع پر بیان کیا جائیگا جبکہ ہم اِن خرابیوں کے رفع کرنے کی تدبیروں کا ذکر کریں گے۔

۱۸۲۸ء میں آزمایش عشائے ربانی کا اٹھا دیا جانا۔ قوانینِ آزمایش اور شخصیات کی تنسیخ کی نسبت بارہا مشورہ دیا گیا اور اُس کے متعلق آخری تحریک پیش ہو کر چالیس سال گزر چکے تھے۔ جارج چہارم کے عہد سلطنت میں وگ لوگوں کی قوت اُس ضعف اور در ماندگی کے بعد جو فاکس کی جلد بازی اور انقلاب فرانس سے پیدا ہو گئی تھی۔عود کرنے لگی تھی۔ ان کے رہنما لارڈ جان رسل نے مذہبی مساوات کی لڑائی کو ۱۸۲۸ء میں تازہ کیا اور تحریک کی کہ قوانینِ آزمایش و شخصیات پر غور کرنے کے لئے ایک مجلس قائم کی جائے۔ باوجود ویلنگٹن کی حکومت کی جانب سے خفیف مخالفت کے یہ تحریک بغلبہ آرا منظور ہو گئی۔ اِس کے بعد ہی رسل نے ایک مسودہ قانون عشائے ربانی کی تنسیخ کے متعلق پیش کیا۔ انگلستان میں سرکاری خدمت پر کوئی شخص مامور نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ وہ عشائے ربانی کو حسب رواج مذہبِ سرکاری (پروٹیسٹنٹ) نہ لیوے مسودہ مذکور کی دوسری قرأت بھی بیت العوام میں بلا مخالفت منظور ہو گئی۔ مسٹر پیل جو بعد کو سر رابرٹ پیل ہوا ٹوری فرقہ کا بیت العوام میں رہبر تھا اور دل سے مذہبی آزادی کا حامی تھا اُس نے اُن فرقوں کو جو لارڈ جان رسل کے مسودہ کے سخت مخالف تھے سمجھا کر راضی کر لیا کہ وہ ہر ایک نو مامور عہدہ دار سے اس بات کا اقرار لیں کہ وہ قانون کا

مقرر کردہ (پروٹیسٹنٹ) مذہب کو اپنی حکومت، اختیار، اور اثر سے جو اس سرکاری خدمت کی وجہ سے اُس کو حاصل ہوتے ہیں کسی طرح کا گزند نہیں پہنچائیگا۔ اِس اقرار میں "عیسائی مذہب کو سچا سمجھکر اقرار کرتا ہوں" کے الفاظ اضافہ کئے جانے سے یہودی اس قانون سے مستفید نہ ہو سکے۔ لیکن نان کن فرمسٹ لوگوں کو بلدیات اور سرکاری ملازمت میں شریک ہونیکی کامل آزادی مل گئی۔

قانون رفع عدم قابلیت کیتھلک مجریہ ۱۸۲۹ء ۔ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ انگلستان اور آیرستان کے اتحاد کے بعد پٹ کا ارادہ کیتھلک لوگوں کو کامل سیاسی آزادی عطا کرنے کا ہو گیا تھا لیکن اُس کو بادشاہ کے اصرار کے مقابلہ میں زک اُٹھانی پڑی۔ رومن کیتھلک کے دلوں سے پٹ کے امید افزا وعدے کبھی محو نہیں ہوئے تھے۔ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کے کیتھلک تو کم ہونے کے سبب سے مذہبی مساوات مانگتے بھی تو کیا اثر ہو سکتا تھا البتہ آیرستانی کیتھلک کی کثرت سے انگریزوں کو غدر کا اندیشہ ہونے لگا۔ ڈینیل اوکانیل آیرستان کے ایک بیرسٹر نے کیتھلک لوگوں کی ایک انجمن قائم کی جس کے اکثر اراکین آیرستان کے کیتھلک تھے۔ ملک میں جا بجا کیتھلک کے جلسے منعقد ہونے لگے اور کیتھلک مقررین نے اشتعال انگیز تقریریں کرنی شروع کردیں۔ اِس کیتھلک انجمن کی قوت پہلے پہل اُس وقت محسوس ہوئی جب

۱۸۲۸ء میں ضلع کلیر کی نیابت پارلیمنٹ کے لئے انتخاب ہوا ہے۔ مسٹر ویسی فٹز جیرالڈ نے جو پروٹیسٹنٹ تھا اور جس کی ذات سے اُس کے ہموطن خوش تھے ڈیوک آف ویلنگٹن کی حکومت میں مجلس تجارت کی صدارت قبول کر لی تھی اس لئے اُس کی بیت العوام کی رکنیت ختم ہو گئی تھی اور اسکو اپنے آپ کو دو بارہ منتخب کرانے کی ضرورت تھی۔ اوکانیل نے اُس کے مقابل میں اپنے کو منتخب کرانا چاہا۔ اس کو اس بات کا پہلے سے علم تھا کہ اگر اس کا انتخاب بھی ہو جاتا تو وہ پارلیمنٹ میں نہ بیٹھ سکتا۔ لیکن اپنے کو مد مقابل بنانے سے اس کو یقین کامل تھا کہ انتخاب کا نتیجہ کیتھلک کی قوت کو ثابت کریگا اور پارلیمنٹ کا رکن منتخب ہونے کے بعد اگر اس کو لینے سے انکار کیا گیا تو یہ امر اُس کے مقصد و تحریک (حریت کیتھلک) میں مد و معین ہوگا۔ اس کے حریف کے مقابل میں اس کا انتخاب بے انتہا کثرت آرا کے ساتھ کیا گیا۔ اس انتخاب کے جوش سے ڈیوک آف ویلنگٹن اور اُس کی کیبنٹ کی آنکھیں کھل گئیں اور ان سے مقابلہ کرنے کی دشواری محسوس ہونے لگی اور بغاوت کرنے پر تمام اہل آئرستان آمادہ ہو گئے۔ لیکن شورش کو فرو کرنے کے لئے برطانیہ عظمی کی پوری متفقہ قوت کی ضرورت تھی مگر برطانیہ عظمی کے مختلف فرقے اس مسئلہ مقاومت پر متفق نہ تھے۔ بالآخر ڈیوک آف ویلنگٹن اور سر رابرٹ پیل کے لئے دو صورتیں تھے

سوائے تیسری شکل کار برآری کی موجود نہ تھی یا تو اُن کو خانہ جنگی کے لئے تیار ہونا پڑتا یا کیتھلک کی خواہش کی تکمیل کرنی پڑتی ۔ انھوں نے صورتِ ثانیہ کو اختیار کرنے کا فیصلہ تو کرلیا لیکن دوسروں کو ترغیب دینی بہت مشکل تھی چنانچہ شاہ جارج چہارم لفظ رعایت کو کیتھلک کے حق میں سننا تک نہیں چاہتا تھا اور ایسا ہی اکثر ساقفہ اس تجویز کے سخت مخالف تھے اور بہت سے امرائے دنیوی اورحسب بیانِ پیل اکثر عوام انگلستان کے مخالفینِ رعایت کے ہم خیال ہو گئے تھے مگر وگ فرقہ کے وزارت کے ساتھ ہو جانے سے موافقین رعایت کی بیت العوام میں کثرت ہو گئی ۔ بیت الامرا نے بھی اس کثرت اور ولنگٹن کے ذاتی اثر کے سبب سے زیادہ مخالفت نہیں کی ۔ بادشاہ بھی اپنے انکار پر ان اثرات کے مقابل میں زیادہ زور نہ دے سکا علاوہ بریں اس مسودہ کی نسبت انگلستان کے کل جمہور کی رضامندی بذریعہ برخاست پارلیمنٹ و انتخابِ نوحاصل نہیں کی گئی تھی لہذا اُن کی خواہشوں کی نیابت نہ ہونے سے مسودہ مذکور کی مخالفت اس حد تک ختم ہو گئی اور یہ مسودہ جس کی خاص غرض کیتھلک کی دلجوئی تھی منظور ہوکر قانون بن گیا۔ جس کی رو سے برطانیہ عظمٰی کے فرقہ کیتھلک کو حق انتخاب حاصل ہوا اور برطانیہ عظمٰی اور آیرستان کے کیتھلک پارلیمنٹ میں شریک

کرائے گئے اور یہ لوگ بجز مذہبی عدالتوں اور تین جلیل القدر عہدوں کے ہر ایک قسم کی سرکاری اور بلدی خدمت پانے کے مستحق قرار دئے گئے۔ جن بڑے عہدوں سے کیتھلک خارج سمجھے جاتے ہیں وہ لارڈ لفٹننٹ آف آیرلینڈ اور انگلستان و آیرستان کے لارڈ چانسلر (میر مجلس نصفت) کی خدمتیں ہیں۔ سرگرم پروٹیسٹنٹوں کے وسوسے کم کرنے کی غرض سے نہ کہ سیاسی ضرورت کی بنا پر اس قانون میں بعض فقرے جیزوٹ اور دوسرے چھوٹے مذہبی فرقوں کے خلاف داخل کئے گئے ہیں۔ اگرچہ اس قانون سے رومن کیتھلک اور پروٹیسٹنٹ کو ایک ہی درجہ کی سیاسی آزادی مل گئی لیکن جبر و تشدد کے خوف سے مجبور ہوکر قانون مذکور کو بعد از وقت جاری کرنا پڑا اگر یہی ایک قرن بیشتر نافذ ہوگیا ہوتا تو زیادہ مفید نتائج پیدا ہوتے۔ اس لئے اہل آیرستان کی بےچینی کم کرنے کے بجائے اس نے اُن کے مطالبات میں اور بھی اضافہ کردیا اور اہل آیرستان کو اس سے سبق سیکھنے کا موقع ملا کہ حکومت وقت سے کسی امر کی اصلاح کرانی ہو تو لوگوں کو چاہئے کہ اس کے خلاف انجمنیں یا اتحاد قائم کریں۔

کوے کر (Quaker) مورے وئین (Moravian) اور سپریٹسٹ (Separatists) فرقوں کا پارلیمنٹ میں شریک کرلیا جانا ۔ ان مذہبی فرقوں کو کسی خاص

قانون کی بنا پر پارلیمنٹ کی شرکت سے نہیں محروم کیا گیا تھا
بلکہ ان کے اخراج کا باعث پارلیمنٹی طرز عمل تھا۔ ہر ایک
رکن کو پارلیمنٹ میں بیٹھنے کے قبل بادشاہ کی وفاداری کا
حلف کرنا ضرور تھا اور یہ جماعتیں اپنے عقائد کی بنا پر حلف
کو عام طور پر مکروہ و ناجائز خیال کرتی تھیں بہر حال سنہ ۱۸۳۳ء
کے قبل ان کے ساتھ کوئی قانونی رعایت نہیں برتی گئی
لیکن اسی سنہ میں پہلی اصلاح شدہ پارلیمنٹ نے ایک کویکر
مشٹر پیز کو اجازت دی کہ اس مستمرہ حلف کے بجائے وہ
ایک سادہ اقرار صالح کرے اسی سنہ کے ایک قانون
اور ۱۸۳۷ء کے ایک دوسرے قانون کی رو سے جملہ
نان کن فرمسٹ لوگ جنہیں مثل کویکرون کے حلف لینے
سے مذہبی احتیاط مانع ہو اجازت ہو گئی کہ اقرار صالح
کرکے پارلیمنٹ کی نشست اور دوسری خدمتوں کے واسطے
جن کے لئے حلف لینا ضروری ہے اہل بن سکتے ہیں۔
اس کے بہت عرصہ کے بعد یعنے ۱۸۸۸ء میں ہر ایک شخص کو
بلا لحاظ مذہب اور بلا لحاظ وجوہ اجازت دے دی گئی کہ اگر اُس کو حلف
سے بدعقیدگی ہو تو بوقت ضرورت وہ اقرار صالح کرسکتا ہے۔

شرکت یہود بہ پارلیمنٹ ۔ جن مذہبی آزمائشوں کے ذریعہ
سے کیتھلک اور نان کن فرمسٹ کو اقتدار اور مرتبہ سے روکا
گیا تھا اُن کا ضمنی اثر یہودیوں پر بھی پڑا تھا اور وہ بھی
ملازمت سرکاری سے محروم ہو گئے تھے۔ لیکن ان کی منسوخی

کے بعد بھی یہودی جاہ و مرتبہ پانے کے اہل نہ بن سکے
اس واسطے کہ پارلیمنٹ کی رکنیت کے لئے انجیل و توراۃ
کو ہاتھ میں لیکر وفاداری کی قسم کھانی پڑتی تھی اور سرکاری
ملازمت اور بلدی خدمت کے لئے ایک اقرار کرنا پڑتا تھا
جس میں الفاظ "حسب مذہب حقہ مسیحی" جو عشائے ربانی کی
آزمائش کے بجائے اضافہ کئے گئے تھے کہنے پڑتے تھے ۱۸۳۰ء
میں مسٹر گرانٹ نے یہودیوں کی عدم قابلیت رفع کرنے کے لئے
پہلا مسودہ قانون پیش کیا لیکن اس کی دوسری قرأت نامنظور
ہوئی اور شومی طالع سے اس کے بعد کے مسودات کا بھی
یہی حشر ہوا۔ اس پر بھی ۱۸۴۵ء میں حکومت بلدی میں
یہودیوں کو شریک کرنے کا ایک قانون جاری ہو ہی گیا
۱۸۴۷ء میں بیرن دی راتس چائیلڈ بیت العوام کی رکنیت کے
لئے شہر لنڈن سے منتخب ہوا لیکن اس کو شرکت کی اجازت
نہیں ملی اس واسطے کہ وہ مقررہ طرز پر حلف اُٹھانے پہ
مجبور تھا۔ قانون آزادی یہود مجریہ ۱۸۵۸ء نے یہودیوں کو شرکت
پارلیمنٹ کی اجازت دی اور ۱۸۶۶ء میں الفاظ "حسب مذہب
حقہ مسیحی" ہر ایک قسم کے اقرار اور حلف ناموں سے
حذف کئے گئے۔

نان کن فرمسٹ کا مخصوص تعلیم گاہوں میں شریک کیا جانا۔

کیتھلک اور نان کن فرمسٹ کو انگریزی مخصوص
تعلیم گاہوں کے پورے فوائد سے بہرہ اندوز ہونے کا

موقع مل جانا قانونی مساوات قائم کرنے کی تدبیروں میں سے ایک آخری علاج تھا۔ ۱۵۸۱ء سے جامعۂ اکسفورڈ میں کسی طالب علم کو جب تک کہ وہ پروٹسٹنٹ مذہب کے انتالیس اصول پر دستخط نہ کرے شریک نہیں کیا جاتا تھا۔ ۱۶۱۶ء سے جامعۂ کیمبرج میں بھی صرف اُن طلبا سے جن کو ڈگری یعنے طیلسان لینا ہوتا (نہ کہ ابتدائی جماعت کے طالبعلموں سے) اس قسم کے دستخط کرائے جاتے تھے کیمبرج اور اکسفورڈ ہر دو جامعات میں وظائف تعلیمی و امتیازی، عہدے اور اعزازات صرف سرکاری (مقررہ) مذہب رکھنے والوں کو دئے جاتے تھے۔ پہلے قانونِ اصلاح کے منظور ہونے کے دو سال بعد ہی اس حالت کو بدلنے کے لئے اول مرتبہ کوشش کی گئی لیکن ۱۸۵۴ء کے قبل کوئی تدبیر کامیاب نہ ہو سکی۔ اس سنہ میں اکسفورڈ اور کیمبرج دونوں نے نان کن فرسٹ کو علمی ڈگریاں لینے کی اجازت دے دی۔ قانون آزمائشات جامعہ مجریہ ۱۸۷۱ء کی رو سے ہر دو تعلیم گاہوں میں ان لوگوں کو بجز چند خدمتوں کے دوسرے سب عہدے ملنے لگے۔

جبری کلیسائی محصول کی منسوخی بابت ۱۸۶۸ء اس زمانہ سے جبکہ انگلستان میں ایک مذہب تھا یہ رواج ہوگیا تھا کہ پیرش کے گرجے کی تعمیر و ترمیم کے واسطے ساکنین پیرش سے محصول لیا جاتا تھا۔ اس محصول کی منظوری پیرش

کی مذہبی انتظامی مجلس سے صادر ہوتی تھی اور گرجے کے مہتمم اُس کو وصول کیا کرتے تھے۔ نان کن فرمسٹ کا کلیسائی محصول ادا کرنے میں عذر کرنا بجا تھا اس لئے کہ وہ پیرش کے گرجے سے فائدہ نہیں اُٹھاتے تھے اور دوسرے یہ کہ اُن کو اپنی عبادت گاہوں کے اخراجات برداشت کرنے ہوتے تھے۔ ناراضی مخالفت کی حد کو پہنچ گئی تھی۔ کئی وزارتوں نے مصالحت کرانے کی برسوں بیفائدہ کوشش کی بالآخر مسٹر گلاڈسٹن کی کیبنٹ نے ۱۸۶۸ء میں جبری کلیسائی محصول کی منسوخی کا قانون جاری کیا لیکن اس میں اس امر کا انتظام بھی کر دیا گیا کہ رضا و رغبت سے ادا کرنے والوں سے کلیسائی محصول لیا جائے۔

آیرستان کے مذہب (پروٹیسٹنٹ) کے سرکاری انتظامات اور اوقاف کی موقوفی ۱۸۶۹ء — اگرچہ آیرستان کے مذہب پروٹیسٹنٹ کو سرکاری انتظامات کے ذریعہ سے برقرار رکھنے کی قانون اتحاد کی رو سے طمانیت دی گئی تھی لیکن اس کا وجود ہمیشہ خطرناک تھا۔ آیرستان میں کیتھلک گرجوں کے اوقاف کو پروٹیسٹنٹ گرجوں پر اہل آیرستان کی رضامندی سے نہیں بلکہ وہاں کے نوآباد انگریزوں کی خواہش پر منتقل کیا گیا تھا۔ اکثر اہل آیرستان سرگرم کیتھلک تھے اور پروٹیسٹنٹ مذہب نے ان کو اپنے دین میں لانے کی مستقل کوشش بھی نہیں کی تھی۔ علاوہ بریں

خود پروٹیسٹنٹ کی قلیل جماعت مذہب کی حمایت کے لئے آپس میں متفق نہیں تھی اس واسطے کہ ان نو آبادوں میں کے اکثر آدمی اسکاچ لوگوں کی نسل سے تھے جو اپنے آبائی پریس بیٹیرین عقائد پر قائم تھے اس طرح سے سرکار کے مقرر کئے ہوئے مذہب سے معدودے چند اہل ملک کی ضرورتیں پوری ہوتی تھیں۔ اگرچہ اس بات کا اظہار کیا جاتا تھا کہ سرکاری مذہب تمام ملک میں قائم ہوگیا ہے اور اسی بنا پر اکثر قدیم مذہبی اوقاف اس کو مل گئے تھے لیکن اُس کے پادریوں اور محاصل کی مقدار اُس کے کار مفوضہ سے بہت زیادہ تھی۔ اٹھارھویں صدی میں اس میں کثرت سے خرابیاں پھیل گئی تھیں جس سے اس کی ظاہری شان بہت بگڑ گئی تھی۔ اُنیسویں صدی میں اس میں اصلاح کی گئی لیکن اس کے بعد بھی خرابیوں کا پورے طور سے انسداد نہیں ہونے پایا اور کیتھلک کو اُسی طرح اُس سے نفرت تھی اور پریس بیٹیرین اس کو ویسا ہی ناپسند کرتے تھے۔ جس وقت سے کیتھلک کی مجبوریوں کو اُٹھا دیا گیا تھا آیرستان کے پروٹیسٹنٹ مذہب کے سرکاری انتظامات کی موقوفی کا لوگوں کو یقین ہو گیا تھا۔ جب سے کہ قانون اصلاح بابت ۱۸۶۷ء جاری ہوا لبرل فرقہ بر سر حکومت ہو گیا تھا۔ مسٹر گلاڈسٹن نے آیرستان کے کیتھلکوں کے ساتھ مصالحت آمیز حکمت عملی اختیار کی

تھی اس لئے انہوں نے ۱۸۶۹ء میں ایک قانون کو نافذ کرکے آیرستان کے مذہب کے سرکاری انتظام اور اوقاف کو موقوف کر دیا۔ انگلستان کی دستوری تاریخ میں یہ قانون اُس زمانے کی بڑی یادگار ہے اور اپنی نظیر نہیں رکھتا ایک اور بات بھی اس میں یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اُس نے امرائے دینی کی تعداد میں چار ارکان کی کمی کی ہے۔

کیتھلک اورنان کن فرمسٹ کا عقد نکاح اور تجہیز وتکفین ۔ انگلستان کا قانون غیر موضوعہ اس وقت بنا تھا جبکہ کل ملک کا ایک مذہب تھا اس لئے اس قانون میں مذہب مروجہ سے اختلاف رکھنے والوں کے عقد نکاح اور کفن دفن کے رسوم کی نسبت قواعد نہیں بننے پائے تھے اور نہ ولادت و وفات و عقد نکاح کے واقعات کو سرکاری طور پر اندراج کرنے کی نسبت احکام نافذ تھے۔ ہر ایک پیرش کے گرجے میں بپتسمہ، عروسی اور دفن اموات کی نسبت ایک رجسٹر ہوتا تھا جب تک کہ قوم اور مذہب کا ایک ہی دائرۂ عمل رہا لوگوں کو اس طرز عمل سے کسی قسم کی شکایت نہ تھی۔ لیکن جب مذہب میں تفریق ہونے لگی تو اس حالت میں کیتھلک اور نان کن فرمسٹ لوگ بہت متردد اور پریشان ہوئے۔ اولاد کی صحت نسب کے لئے ان کو بھی مثل دوسروں کے قانونی شہادت کا انتظام کرنا ہوتا تھا لیکن یہ انتظام اُسی صورت میں ممکن تھا کہ اگر وہ

اپنے بچوں کی بپتسمہ کی رسم پیرش کے گرجے میں ادا کرتے
بعض نان کن فرمسٹ اور تمام کیتھلک لوگوں کو اس کی تعیل میں
سخت عذر تھا۔ شادی بیاہ کے لحاظ سے نان کن فرمسٹ لوگوں
کی حالت اخیر زمانہ میں بہت قابل رحم ہو گئی تھی۔ لارڈ ہارڈ وِک
کا قانون ازدواج بابت ۱۸۵۳ء کے پاس ہونے کے قبل تک
عقد نکاح کا پیرش کے گرجے میں ہونا لازمی نہیں تھا۔ اس
قانون ازدواج کی رو سے سوائے یہود اور کویکر لوگوں کے
سب فرقوں کے لئے ضروری تھا کہ اُن کی عروسی کی رسم
پیرش کے گرجا میں ادا ہو۔ اس طرح سے سرکاری مذہب
کے پادری اپنے خلاف مرضی مجبور کئے گئے تھے کہ اُن لوگوں
کا نکاح بھی پڑھائیں جن کے عقیدے میں مقررہ مذہب انگلستان
کے طرز کی عقد خوانی نا جائز ہے۔ چونکہ پیرش کے جملہ
قبرستانوں کی زمینیں بوجہ حرمت و تقدس ، پیرش کے
متولی پادری کے نام وقف ہوتی تھیں، اس لئے کسی
میت کو مذہب سرکاری کی نماز جنازہ کے بغیر دفن نہیں
کیا جاتا تھا۔

لارڈ جان رسل کی بدولت اس سلسلہ کی پہلی اور دوسری
شکایتوں کا ۱۸۳۶ء میں انسداد ہوا جس نے ایک قانون
جاری کرکے ممات ولادت اور ازدواج کے واقعات کے
اندراج کے لئے افسران قانونی کو حکم دیا۔ اس طرح
پر لوگوں کو اپنی اولاد کے صحیح النسب ہونے کی جائز شہادت

پیرش کے گرجا میں بچوں کا بپتسمہ کرانے کے بغیر جدوست ہونے لگی۔ اس نے ایک اور قانون نافذ کیا جس کے سبب سے لوگوں کو اجازت مل گئی کہ جس طریقہ پر اور جس کسی مقام پر چاہیں عقد نکاح کر سکتے ہیں لیکن عروسی کے واقع کے لئے اندراج قانونی کا ہونا لازمی قرار دیا گیا اور اگر کسی گرجا میں کسی کی عقد خوانی ہو تو گرجا کے پادری کا فرض ہے کہ ناظم (محکمۂ ازدواج و ممات و نکاح) کے یہاں اندراج مذکور روانہ کردے۔

اس کے کئی سال بعد تک نان کن فرمسٹ کی شکایت دفن اموات کی نسبت رفع نہیں ہوئی جن مقامات میں نان کن فرمسٹ کی کثرت تھی وہاں انہوں نے اپنے قبرستان علیحدہ بنا لئے تھے اور اپنے طریقہ پر میتوں کو دفن کرسکتے تھے لیکن ہر ایک مقام پہ ان لوگوں کی کافی تعداد نہیں ہوسکتی تھی کہ بطور خود قبرستان کا انتظام کرسکتے لہذا انہوں نے انگلستان میں بھی آیرستان کے مثل نان کن فرمسٹ کی میتوں کو پیرش کے قبرستانوں میں دفن کرتے وقت اپنے پادریوں کو ساتھ رکھنے اور اُن کے ذریعہ سے دفن کرنے کا مطالبہ کیا۔ بالآخر سنہ ۱۸۸۰ء میں اُن کو یہ رعایت قوانین دفن کی ترمیم کے بعد نصیب ہوئی۔ اس مرمہ قانون کے زیراثر منتظم میت کی مرضی کے موافق اُس کا دفن عمل میں آسکتا ہے۔ اگر منتظم میت چاہے تو میت کو بلا کسی مذہبی رسم کے

یا کسی عیسائی یا کسی دوسرے مذہب کے طریقہ پر جس کو وہ پسند کرے دفن کر سکتا ہے۔

ادخال شہادت بہ عدالت ۔ قانون غیر موضوعہ کی رو سے صرف اُسی شخص کا بیان قابل ادخال سمجھا جاتا تھا جو حلفاً لیا جائے اور حلف بھی وہی صحیح ہو سکتا تھا جو مروجہ طریقہ پر ادا کیا جائے ۔ اس قاعدہ کا نتیجہ یہ تھا کہ ایسے لوگ جو مروجہ طریقہ کے مطابق حلف اُٹھانے پر راضی نہیں ہوتے تھے یا جو حلف سے مطلقاً بچنا چاہتے تھے قانون کی امداد سے مستفید نہیں ہو سکتے تھے ۔ ایک عرصہ سے کویکر مورے وِئین اور سپریٹسٹ کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ رکھا گیا تھا۔ لارڈ ڈین میں کے قانون مجریہ ۱۸۳۹ء نے عام اجازت دے دی کہ ہر ایک شخص اپنے ایمان کے مطابق حلف اٹھا سکتا ہے۔ ۱۸۶۱ء سے فوجداری کارروائیوں میں ہر ایک شخص کو اگر وہ مذہبی عقیدہ کی بنا پر حلف کو ناجائز سمجھتا ہو اجازت ہو گئی تھی کہ حلف کے بجائے اقرار صالح کرے۔ ۱۸۸۸ء کے قانون نے جس کا ابھی ابھی اوپر حوالہ دیا گیا ہے عام طور پر ایسے گواہ کو جس کے نزدیک حلف کی پابندی لازم نہیں اجازت دی ہے کہ اقرار صالح کرے۔

۲۔ اصلاح پارلیمنٹ ۔ ہم نے جن خرابیوں اور بدعنوانیوں کا پارلیمنٹری نیابت کی نسبت ذکر کیا ہے جارج چہارم کی وفات تک ان میں اور ترقی ہوتی گئی ۔ ان نقائص اور

بے ضابطگیوں کی دو قسمیں تھیں (۱) تقسیم نائبین اور (۲) حق رائے کی شرائط اہلیت۔

(۱) **تقسیم نائبین** - ایڈورڈ اول کے عہد سلطنت سے ہر ایک ضلع اور ہر ایک پارلیمنٹی شہر سے پارلیمنٹ کو دو نائب روانہ ہوتے تھے اور اس قاعدہ کے مستثنیات بہت کم تھے مگر جب ملک ویلز کے ضلعوں اور شہروں کو پارلیمنٹ کی نیابت کا حق دیا گیا تو کم رقبہ اور آبادی کے سبب سے ان کی نیابت محدود ہو گئی اور ان میں سے ہر ایک مقام کو ایک ایک نائب انتخاب کرنے کی اجازت ہوئی۔ شہر لنڈن کو اُس کی آبادی اور عظمت کے سبب سے صدیوں سے چار نائب روانہ کرنے کا خاص حق حاصل تھا۔ اس طرح کی ایک دو مستثنےٰ حالتوں سے اس کلیہ (قاعدہ) میں کوئی اصلی تغیر نہیں ہو سکتا تھا مگر اس کے سبب سے اضلاع کی نیابت ان کے رقبہ اور آبادی کی عدم مساوات کی وجہ سے ناموزوں تھی۔ اور اسی طرح شہروں کی نیابت میں بھی ربط و مناسبت نہ تھی اور ان دونوں سے زیادہ تو اضلاع اور شہروں کو بلا لحاظ رقبہ و آبادی صرف ایک ایک نمایندہ روانہ کرنے کا حق دیا جانا نہایت غیر موزوں و مہمل تھا۔ بادشاہ کے طرز عمل اور مداخلت کے سبب سے شہروں کی نیابت کی اصلاح ہونے کے بجائے اور خرابی بڑھ گئی۔ یہ سچ ہے کہ ایڈورڈ اول کے زمانہ میں بعض ادنیٰ درجہ کے شہروں

سے حق نیابت لے لیا گیا تھا لیکن ان محروم شدہ شہروں کی
تعداد سے زیادہ دوسرے ادنیٰ درجہ کے شہروں کو نیابت کے
حقوق عطا کئے گئے تھے۔ ہنری ہشتم کے جلوس سے چارلس
دوم کی وفات تک شہروں کے ایک سو اسی نائبین کا
بیت العوام میں اضافہ ہوا تھا۔ ان نئے شہروں میں سے
بعض با وقعت اور مفید مقامات اور باقی معمولی قریئے
تھے جن کو اس واسطے حق انتخاب عطا کیا گیا تھا کہ نائبین
کو پارلیمنٹ میں روانہ کرکے بادشاہ کے اثر کو بڑھائیں۔
اس مدت میں حق نیابت رکھنے والے پرانے شہر زمانہ
کے تغیر سے یا تو ترقی کر گئے تھے یا مٹ گئے تھے۔
ان میں کے بعض تو بڑے شہروں کی حیثیت پر پہنچ گئے
تھے اور بعض بالکل نیست و نابود تو نہیں ہوئے مگر ان کی
دولت اور آبادی ترقی کرکے دوسرے مقامات کو منتقل
ہو گئی جس کے سبب سے اُن کی پہلی شان وشوکت باقی
نہیں رہی تھی۔ باقی شہر تو اپنی مخصوص صنعت و
حرفت کھوکر قعر گمنامی میں پڑے تھے۔ یا ان کا نصف
سے زیادہ حصہ سمندر کے تھپیڑوں سے بہہ گیا تھا۔ اور
بعض شہر بالکل کھنڈر ہو گئے تھے۔ اسی اثنا میں بہت سے
قریئے ترقی کرکے شہر بن گئے تھے۔ صنعتی انقلاب کے
آغاز سے نہایت گنجان آبادی کے شہر اکثر ایسے غیر آباد
ساحل کے حصوں اور دور دراز وادیوں میں بس گئے تھے

کہ جہاں کی زمینوں کو کسی زمانہ میں چرواہے اور شکاری اپنی ضرورتوں کے لئے پٹہ پر لے لیا کرتے تھے - ان ہی تغیرات کے سبب سے شہروں کی نیابت پارلیمنٹ میں حقیقی طور پر نہیں ہوتی تھی -

اسکاچستان اور آیرستان کے نمایندوں کی تقسیم بھی انہی اسباب سے متاثر ہوئی تھی جن سے انگلستان کے نائبین کی تقسیم ناموزوں اور بیقاعدہ ہو گئی تھی -

(۲) **حق رائے کے شرایط اہلیت** - حق رائے کے شرایط اہلیت بھی ایک زمانہ سے بلا نظر ثانی چلے آرہے تھے اس واسطے نو جوانوں یا جدید خیال والوں کے لئے ناموزوں ہو گئے تھے -

اہل ضلع کا حق رائے - اضلاع میں ہر ایک زمیندار کو جس کی تحصیل (مالگزاری) چالیس شلنگ سالانہ ہوتی پارلیمنٹی انتخاب کے وقت رائے دینے کا حق ہوتا تھا - روپیہ کی قیمت گھٹ جانے سے یہ شرط بہت ہی ادنیٰ ہو گئی تھی اور ہر ایک زمیندار اس شرط میں آ سکتا تھا - لیکن اٹھارہویں صدی میں بڑے بڑے علاقوں کے وجود سے اکثر زمیندار مفقود ہو گئے اور جو باقی رہ گئے وہ اضلاع کی آبادی کا نہایت ہی قلیل حصہ تھے - اس کے برعکس عوام کی وہ جماعتیں جو دیہات میں رہتی تھیں اپنی کثرت تعداد اور خوش حالی کے سبب سے با وقعت و صاحب اثر ہو گئی تھیں لیکن

انتخابات میں شریک نہیں ہوتی تھیں اور ان کے سوائے
دیہات میں عوام کی ایسی جماعتیں بھی تھیں جنکو نقلداری (کاپی ہولڈ
Copy hold) کی بنا پر زمینیں عطا ہوئی تھیں۔ عطیہ نقل داری
اور جماعت نقل داران کا اب بھی رواج ہے۔ گو نقل دار
یعنی زمین کا تقریباً مالک ہے لیکن جاگیردار (معطی) کی چند
خدمتیں بجا لانا اور اس کو کچھ رقوم ادا کرنا اس کا فرض ہے۔
اس قسم کا کام اور نذرانہ زمیندار سے نہیں وصول کیا جاتا ہے۔
ان کے علاوہ ایسے مزارعین کی بھی جماعتیں تھیں جن کے
پٹے کی مدت بہت طویل یا سالانہ ہوتی تھی اور
انگلستان کی زمین کے دس میں سے نو حصوں پر یہ لوگ
کاشت کرتے تھے اور ان سب کے بعد مزدوروں کا طبقہ
تھا جو اجرت پر کام کرتا تھا۔

شہروں کا حق رائے۔ شہروں کے حق رائے کے شرائط
اہلیت مختلف قسم کے تھے۔ چونکہ ان شرائط کو کسی عام قانون
موضوعہ کے ذریعہ سے نہیں طے کیا گیا تھا ہر ایک شہر کے شرائط
اہلیت اس کی تاریخی اور شاہی سند کے حالات پر مبنی ہوتے
تھے بعض شہروں میں تو ہر ایک صاحب خانہ کو ایک رائے
حاصل تھی اور دوسروں میں بلدیہ کے رکن کے سوائے کسی
اور کو رائے دینے کا حق نہ تھا۔ بلدیہ بذات خود ایک مختصر
(اور تنگ خیال) جماعت ہوتی تھی جو اپنے ارکان آپ
انتخاب کرتی تھی اور بعض میں کچھ اور درمیانی طریقے مروج

تھے ٹیوڈر سلاطین کی تخت نشینی سے شہروں کے حق رائے میں
ایسی ترمیم ہوئی کہ یہ اور بھی محدود ہوگیا تھا اور ایڈورڈ
سوم کے عہد سے زیادہ جارج سوم کی سلطنت میں اس حق
میں خلل کیا گیا۔ اس قسم کے جملہ نقایض شہروں کی آئے
دن کی حیرت انگیز ترقی کے سبب سے لوگوں کی نظروں
میں زیادہ کھٹکنے لگے تھے۔

نیابت کی بیقاعدگی اور ناموزونی کے نتائج۔ ہم نے جن
بیقاعدگیوں کے عملی نتائج بیان کئے ہیں وہ اصل میں دو قسم
کے تھے۔ پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ مالکان زمین یعنے صاحبان جائداد
غیر منقولہ کو رائے دینے کا وسیع اختیار حاصل ہوگیا۔ مالکان
اراضی نے اس اختیار کو اسامیوں پر اپنا اثر ڈالکر حاصل
نہیں کیا کیونکہ اُس زمانہ میں کسی اسامی کو خواہ اُس کی
اراضی کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہو رائے دینے کا حق نہیں
تھا بلکہ یہ اختیار اُن کو اُس اقتدار کی وجہ سے ملا تھا جو
بڑے مالکان اراضی کو شہروں کی نیابت پر حاصل تھا۔ چنانچہ
ڈیوک آف رٹ لینڈ چھ، لارڈ لنڈیل نو اور ڈیوک آف نارفک
کم سے کم گیارہ نمایندے پارلیمنٹ میں بھیج سکتے تھے۔ دوسرا
نتیجہ یہ تھا کہ ملک کی نیابت کا معتدبہ حصہ بادشاہ یعنے
کیبنٹ کے اختیار میں تھا۔ اس دوسرے دباؤ کی حالت
نے ملک پر اس قدر اپنا رنگ جمالیا تھا کہ جب پہلا مسودۂ
اصلاح منظور ہوکر قانون بن گیا تو اکثر اہل الرائے کو اندیشہ

ہونے لگا تھا کہ نہ تو بیت العوام کو کوئی وزارت اپنے قابو میں رکھ سکے گی اور نہ اُس میں کثرت موثرہ ہی قائم رہ سکے گی مراد یہ کہ بیت العوام میں اُس قسم کے ارکان کی کثرت نہ ہوگی جو کیبنٹ کے اغراض کی تائید کریں۔

اصلاح پارلیمنٹ کے اسباب۔ یہ کہنا دشوار ہے کہ نیابت کا یہ عجیب و غریب طریقہ زمانہ امن میں کب تک جاری رہتا۔ اس کے نتائج ابھی اس درجہ افسوسناک نہیں تھے جیسا کہ خیال کیا جاتا تھا۔ جب کبھی جوش بڑھ جاتا تو عوام الناس عموماً ایسی تدبیریں نکال لیا کرتے تھے کہ اسی بُری بھلی پارلیمنٹ سے اپنی خواہشیں منوا لیا کرتے تھے۔ معمولی اوقات میں تو کارفرمایان پارلیمنٹ کی دور اندیشی اور اعتدال پسندی نے ان کو دوسروں کے حق میں ظالم و جابر نہیں بننے دیا۔ لیکن جارج سوم کے عہد میں آنے والے انقلاب کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔ صنعتی انقلاب کے سبب سے ملک کی آبادی میں اضافہ ہو رہا تھا مگر اُس کی کثیر مقدار نیابت سے محروم تھی طویل جنگ، فصل غلہ کی خرابی اور غیر موزوں قانون امداد مفلسین کی وجہ سے ان باشندوں کی بڑی مصیبت اور پریشانی میں گذرتی تھی اس لئے یہ لوگ برہم اور بے قابو ہو گئے تھے۔ دوسرے ملکوں میں جو جمہوری ادارات کا رواج اور جمہوری خیالات کی اشاعت ہوئی تو انگلستان کی رائے عامہ پر بھی اُس کا اثر پڑا۔ انگریزی پارلیمنٹ کے نظام میں انقلاب

پیدا کرنے کے لئے ہر ایک قسم کا مادہ تیار تھا۔

قانون اصلاح مجریہ ۱۸۳۲ء - جارج چہارم کی وفات سے نئی پارلیمنٹ کے انتخاب کی ضرورت ۱۸۳۰ء میں درپیش ہوئی اور اُسی سال کا انقلاب فرانس جدید تغیر کی تحریک کا سبب ہوا جس کی بنا پر ملک نے زیادہ جدت وحریت پسند اراکین نئے بیت العوام میں بھیجے۔ اُس وقت کی قدامت پسند حکومت وزرا کو مستعفی ہونا پڑا جس کے سبب سے ارل گرے اور اصلاح پارلیمنٹ کے موید برسر حکومت ہوگئے۔ اُن لوگوں نے ۱۸۳۱ء کے موسم بہار میں ایک مسودہ قانون اصلاح پیش کیا جس کی دوسری قرات بھی بیت العوام میں منظور ہوگئی لیکن جب تیسری قرأت کے لئے بیت العوام کی کمیٹی کے سپرد کیا گیا تو کمیٹی مذکورہ نے اُس کو نامنظور کیا۔ اس لئے پارلیمنٹ کو ملک کی خواہش دریافت کرنے کے لئے برخاست ہونا پڑا اور انتخابات کا نتیجہ مصلحین کے مفید مطلب برآمد ہوا۔ اب ایک اور نیا مسودہ اصلاح پیش ہوکر بیت العوام میں منظور ہوگیا مگر بیت الامرا نے اس کو رد کردیا۔ اس سے سلطنت کے اکثر حصوں میں بد امنی اور بےچینی پھیل گئی۔ اس کے بعد کے اجلاس میں ایک تیسرا مسودۂ اصلاح اراکینِ امرا پر اثر ڈالکر منظور کرایا گیا اور جن امرا سے جن ارکان نے مخالفت کی تھی اُن کو مصلحتاً اپنے اختلاف کو واپس لینا پڑا۔

قانون اصلاح مجریہ ۱۸۳۲ء کے انتظامی مطالب ۱۸۳۲ء کے

قانون اصلاح نے ایسے چھپّن شہروں سے جن میں سے ہر ایک کی مردم شماری دو ہزار سے کم تھی بالکل حقوق انتخاب لے لئے۔ اور ایسے تیس شہروں سے جن کی ہر ایک شہر کی آبادی چار ہزار نفوس سے کم تھی ایک ایک نائب کم کردیا اور ریل کم رہے جس اور ڈی متھ کو ملاکردو نائب دئے اس سے قبل یہ دونوں شہر چار نائب مشترکاً بھیجا کرتے تھے۔ اس طرح سے ایک سوتینتالیس نمایندے قابل تقیسم بچ گئے جنکی ذیل کے طریقہ پر تقسیم ہوئی۔ بائیس نئے حق نیابت رکھنے والے شہروں میں سے ہر ایک کو خواہ وہ کوئی بڑا شہر ہو یا چھوٹا اور لندن کو دو نمایندے دئے گئے اور اکیس شہر جو ان سے کم رتبہ کے تھے ان میں سے ہر ایک کو ایک نمایندہ ملا۔ اضلاع کے نمایندوں میں پینسٹھ کا اضافہ کیا گیا اور باقی میں سے اسکاچستان کو آٹھ اور آیرستان کو پانچ نمایندے دئے گئے۔ اضلاع میں حق رائے سے نقل دار اور پٹہ دار اور ایسے پٹہ لینے والے جن کے پٹہ کی مدت پٹہ دینے والے کی مرضی پر منحصر ہوتی ہے اور جو پچاس پونڈ اور اُس سے زیادہ رقم مالگزاری ادا کرتے ہوں بہرہ اندوز ہوئے۔ شہروں میں اُن سب صاحبان خانہ کو جو دس پونڈ یا اُس سے زیادہ کرایہ ادا کرتے ہوں حق رائے دیا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مختلف مقامی حقوق رائے زنی کی تنسیخ عمل میں آئی۔ اسکاچستان اور آیرستان کے واسطے علحدہ قوانین

اصلاح جاری کئے گئے۔

نتائج قانون اصلاح مجریہ ۱۸۳۲ء۔

(۱) وزرائے کیبنٹ اور مالکان جائداد غیر منقولہ کے اثرات میں کمی ۔ ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح نے راٹن بروز (کم آباد اور ویران بلاد) کی نیابت موقوف کر کے بڑے شہروں کو حق نیابت بخشا اور سب شہروں میں مستکرِی کے حق رائے کو قائم کر کے پارلیمنٹ سے وزرا کے اثر کو زائل کیا اور نائبین بلاد کے داخل ہونے سے مالکان اراضی کے اثرات جاتے رہے۔ یہ سچ ہے کہ ضلع کی نیابت میں اضافہ ہونے اور مزارعین قولدار کو جو ایک حد تک اپنے زمینداروں کے زیر اثر تھے حق رائے مل جانے سے مالکان زمین کا ضرور فائدہ ہوا لیکن نقصان کے مقابل فائدہ بہت کم تھا اس لئے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی تھی بلکہ اُن پینتیس سال تک جو قانون اصلاح کے بعد گزرے ہیں زمام حکومت اُن متوسط الحال لوگوں کے ہاتھوں میں رہی جنکی تعداد میں انقلاب صنعتی کے سبب سے بے انتہا اضافہ ہوا تھا۔

(۲) بیت العوام اور بیت الامرا کے مابین اختلاف آرا ۔ چونکہ طبقۂ متوسطین بیت العوام میں مقتدر ہوگیا تھا۔ اور مالکان اراضی کا بیت الامرا میں حسب حال اقتدار بحال رہا اُن دونوں بیوت میں عام حکمت عملی کے مسائل پر آپس میں بہت کچھ اختلاف ہوا کرتا اور اکثر بیت الامرا کو ہی مخالفت سے دست بردار ہونا پڑتا

تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسے زمانہ میں جبکہ لوگوں کے سروں میں
ہوائے جمہوریت بھری ہوئی تھی ارکان موروثی کے بیت
بہ نسبت ارکان منتخبہ کے بیت کے زیادہ کمزور ہونا لازم تھا۔
امرا اکثر ڈیوک آف ولنگٹن کے سمجھانے پر لڑائی کی نوبت
نہیں آنے دیتے اور بیت العوام کی خواہشوں کو مان لیتے تھے۔
ڈیوک مذکور پر بخوبی ثابت ہوچکا تھا کہ قوت کا مرکز
اب بدل گیا ہے اور پہلے مقام پر نہیں رہا ہے اسلئے وہ مصلحت آمیز
صلح دونوں بیوت میں کرا دیتا تھا۔ اس کے تابعین اسکی
جرأت اور وفاشعاری کی یہاں تک قدر کرتے تھے کہ
اس کے کہنے پر ناگوار سی ناگوار تدبیر اور قانون کے قبول
کرنے میں ان کو انکار نہیں ہوتا تھا۔

(۴) اصلاح شدہ پارلیمنٹ کا اعتدال ۔ اگرچہ اہل نظر
سنہ ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح سے خائف تھے لیکن (خوشی کا مقام
ہے کہ) اس کے سبب سے کوئی زبردست انقلاب نہیں ہونے
پایا۔ اس قانون میں ایک کمی رہگئی تھی وہ یہ کہ اس نے
مزدوروں کی جماعت کو حق نیابت سے زیادہ فائدہ نہیں
پہنچایا۔ اُن شہروں میں کہ جہاں پہلے ہر ایک صاحب خانہ
یعنے متسکر کو رائے دینے کا حق تھا اس قانون نے اکثر
مزدوروں کو رائے دینے سے محروم کردیا۔ جن نئے لوگوں
کو اس قانون کے زیر اثر رائے دینے یعنے نمائندوں کے
انتخاب کرنے کا حق ملا تھا وہ اکثر خوشحال تھے۔ اور گو حالات

کی درستی اور تبدیل تو چاہتے تھے مگر انکا ہرگز منشا نہیں تھا کہ
ملک میں بدامنی اور عدم حکومت کا تسلط ہو۔ اس حکمت عملی
کو اُن کے نمائندوں نے بھی پارلیمنٹ میں قائم رکھا جس کے
سبب سے سرگرم مصلحین کو اصلاح شدہ مگر قدامت پسند بیت العو
سے بہت مایوسی ہوئی اس پر بھی اُس نے سب سے عظیم
اور حیرت انگیز کام یہ کیا کہ تجارت کو بالکل آزادی دیدی

قانون اصلاح مجریہ ۱۸۶۷ء کے اسباب۔ ۱۸۳۲ء کے

قانون اصلاح جاری ہونے کے بعد سے چند سال تک لوگ
پارلیمنٹی اصلاح کے مضمون کو بھول گئے تھے لیکن وہ اسبا
جن کی بنا پر یہ قانون بنا تھا اُس کے بعد بھی موجو
تھے، صنعتی انقلاب اب بھی ترقی پر تھا۔ ممالک متحد
کی کل ریلوں کا سلسلہ اور اُن کے متعلق جس قدر منصو
باندھے گئے ان سب کی ابتدا ۱۸۳۲ء سے ہوتی ہے۔ آزا
تجارت قائم ہوجانے سے ۱۸۴۶ء سے ۱۸۶۰ء تک زراع
کی آمدنی یا تحصیل مالگزاری بہت گھٹی رہی اسکے خلاف تجا
اور دوسری صنعتوں کی طرف لوگوں کو غیر معمولی تحر
ہوئی ۔ ملک کے زرعی حصوں کی آبادی کا بڑھنا بالکل م
ہو گیا اور شہروں کی مردم شماری روز افزوں ترقی کر
گی اور ملک کے وسیع قطعات کان کنی اور صنعت
کے قرئیے بن گئے ۔ اس طرح سے قوم کے اُس حصہ
اقتدار جس کا ذریعۂ معاش زمین تھی گھٹنا شروع

اور قوم کے اُس حصہ کا اقتدار و اثر جس کی وجہ معاش تجارت اور صناعی تھی بڑھنے لگا تھا۔

اسی زمانہ میں کاریگروں کو بھی سیاسی اختیارات پانے کی امنگ پیدا ہوئی۔ قوم میں ابتدائی تعلیم کا مذاق ہر طرف پھیل گیا تھا اور عوام کا معیارِ آسائش و آرام زیادہ بڑھ گیا تھا اور جمہوری خیالات کی ہر مقام پر ترقی ہو رہی تھی جنکی وجہ سے اقلیم یورپ میں تو ایک عام انقلاب ہوتے ہوتے رہ گیا مگر انگلستان میں ان خیالات کا اثر طالبان منشور کی[1] ولولہ خیز تحریک کی شکل میں ظاہر ہوا۔ بانیان تحریک اس منشور کے ذریعہ سے چند باتوں کو حاصل کرنا چاہتے تھے جن کو اس منشور قومی کے چھ عنوانوں میں بیان کیا گیا تھا اور اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ہر ایک شخص کو رائے دینے کا مجاز سمجھا جائے۔ حق نیابت رکھنے والے حصص ملک کی مساوات۔ قرعہ اندازی سے رائے کا دیا جانا۔ پارلیمنٹ کا سالانہ انعقاد۔ پارلیمنٹ کی رکنیت کے واسطے ملکیت کی شرط کا اُٹھا دیا جانا۔ ارکان پارلیمنٹ کے لئے تنخواہ کا مقرر ہونا۔ گرانی اشیاء مایحتاج اور افلاس کے سبب سے لوگوں پر طالبان منشور کے خیالات اثر جما رہے تھے لیکن جب خوشحالی کا زمانہ آیا تو یہ تحریک خود ہی مفقود ہو گئی۔ تاہم جمہوری جذبات

---

[1] Chartists کے متعلق ضمیمہ میں صراحت کردی گئی ہے ۱۲ س۔ع۔ر

کا نشو نما اس وجہ سے جاری رہا کہ طالبان منشور کے فقدان سے لوگوں کو شورش و بغاوت سے اندیشہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

قانون اصلاح بابتہ ۱۸۳۲ء نے صدیوں کی قدیم عادت و روایت کا قلع قمع کردیا تھا جس کے سبب سے قوم ہمارے بیقاعدہ نیابتی طریقہ کو بدلنا نہیں چاہتی تھی۔ مقننین و مدبرین کا خیال تھا کہ اصلاح پارلیمنٹ کی نسبت ایک نیا قانون بناکر ملک کا اعتماد و ہمدردی حاصل کریں کیونکہ ۱۸۳۲ء کے قانون جاری ہونے سے ایک قرن پہلے وگ لوگوں کو شاذ و نادر اقتدار نصیب ہوا لیکن اس قانون کے نفاذ کے ایک قرن بعد وگ فرقہ کا کوئی فرد مشکل سے غیر مقتدر رہا ہوگا۔ اس قسم کی ترغیب و تحریک کی بنا پر لارڈ جان رسل نے ایک اور مرتبہ پارلیمنٹری اصلاح کے متعلق ایک تحریک پیش کی لیکن ایک عرصہ تک ان مباحثوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ رکن پارلیمنٹ کے لئے صاحب جائداد ہونے کی شرط جس پر ایک مدت سے عمل نہیں ہوتا تھا بالآخر ۱۸۵۸ء میں از روئے قانون اُٹھا دی گئی۔

قانون نیابت عوام بابتہ ۱۸۶۷ء ۔ اس سلسلہ کا یہ دوسرا قانون ہے جس کے بننے کا سبب جدت (و حریت) پسند اور قدامت پسند فرقوں کا عوام کی تائید حاصل کرنے کے لئے باہمی مقابلہ ہے۔ اس کے اجرا کا سہرا مسٹر ڈسرائیلی کے سر ہے جو اندنوں لارڈ ڈربی کی کیبنٹ کے رکن تھے

اس قانون کی رو سے بعض چھوٹے شہروں کا حق رائے
قطعاً ضبط کر لیا گیا اور بعض کے حقِ رائے میں تخفیف
کی گئی۔ گیارہ نئے شہروں کو حق نیابت دیا گیا اور
بعض بڑے بلاد اور شہروں کو بحساب فی شہر ایک نائب
مزید عطا ہوا۔ انگلستان کے اضلاع کے نائبین میں پچیس
کا اضافہ ہوا اور جامعہ لنڈن کو ایک اور نمائندہ مل گیا۔
اسی قانون سے اس بات کا بھی انتظام کر دیا گیا کہ اضلاع
اور شہروں میں جہاں سے فی مقام تین نائبوں کا انتخاب
ہوتا تھا ہر ایک رائے دینے والے پر لازم کیا گیا کہ
بجائے تین کے دو کے واسطے رائے دیا کرے۔ رائے
دینے کے حق کے شرائطِ اہلیت میں بھی اس قانون نے
عظیم تغیرات پیدا کئے۔ اضلاع میں تو رائے دینے کے
حق کو اُن قابضین اراضی تک وسعت دی گئی جو بارہ
پونڈ مالگزاری ادا کریں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی کسانوں
کی پوری جماعت جو پٹے پر کاشت کرتی تھی رائے دینے
کی مستحق ہو گئی۔ شہروں میں تو ہر ایک مستکر اور منزلگزیں
کو خواہ اُس کی کچھ بھی حیثیت ہو حق رائے مل گیا بشرطیکہ
وہ کم سے کم دس پونڈ سالانہ اپنے مکان یا کمروں کا کرایہ
ادا کرتا ہو۔ اسی طرح شہروں کے لائق اور ہوشیار کاریگروں
کی ایک کثیر مقدار بھی اس سے بہرہ اندوز ہوئی۔ لیکن
طبقۂ متوسطین کا وہ سیاسی اقتدار جو اُن کو پہلے قانونِ اصلاح

سے ملا تھا اس قانون کے سبب سے زائل ہوگیا۔ علیحدہ قوانین بن جانے سے اسکاچستان اور آئرستان کے شہروں کو ۱۸۶۷ء میں حق رائے متکر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی انگلستان سے پانچ اور آئرستان سے دو نائبوں کی تخفیف ہوئی اور اسکاٹ لینڈ کے نائبین کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔

جن اسباب کا نتیجہ ۱۸۶۷ء کا قانون (اصلاح) تھا اُنہی کی بدولت اس کے چند سال بعد اس سے زیادہ عظیم اور وسیع تغیرات ظہور پذیر ہوئے۔ جبکہ شہروں کو حق رائے متکر دیا گیا تو اضلاع کو محروم نہیں رکھا جاسکتا تھا اور جبکہ تقسیم نائبین میں جن کی تعداد قدیم سے یکساں چلی آرہی تھی دو مرتبہ ترمیم ہوئی تو مصلحین کے لئے تعداد نفوس اور اُن کی نیابت میں مناسبت پیدا کرنے کا راستہ نکل آیا۔ اگر کسی دو مقاموں کی آبادی مساوی ہو تو اُن کے نائبوں کی تعداد میں بھی مساوات ہونی چاہئے۔

قانون نیابت عوام مجریہ ۱۸۸۴ء ۔ اس قانون کا تینوں ریاستوں کے حق رائے پر اثر ہوا ہے۔ اس کے سبب سے اضلاع کو بھی متکر اور منزل گزیں کے حقوق رائے عطا ہوئے ہیں۔ اس طرح سے انگلستان اور اسکاچستان کے سب مزدور پیشہ مزارعین اور آئرستان کے چھوٹے درجہ کے کسانوں کو رائے دینے کا حق مل گیا۔ اگرچہ اس قانون کے دوسرے مطالب ایسے مفید و ضروری نہیں تھے تاہم

حق رائے مستکر اور حق رائے منزل گزیں اضلاع کو دیا جانا بذات خود ایک انقلاب تھا۔

قانون جدید تقسیم نائبین بابت ۱۸۸۵ء۔ انگلستان اسکاچستان اور آئرستان کی تینوں ریاستیں اس قانون کے زیر اثر ہیں۔ اسکے اجرا سے ایسے شہروں سے جنکی منفرداً آبادی پندرہ ہزار نفوس سے کم ہو حق نیابت لے لیا گیا اور ان شہروں سے جنکی منفرداً آبادی بچاس ہزار نفوس سے کم ہو فی شہر ایک نائب کم کردیا گیا اور شہر لنڈن سے دو نمائندوں کی تخفیف ہوئی لیکن ہر ایک شہر کے دو نمائندے جن کی آبادی بچاس ہزار سے کم اور ایک لاکھ پینسٹھ ہزار سے زیادہ نہیں تھی بحال رہی اور رٹ لینڈ سے جو انگریزی اضلاع میں سب سے چھوٹا ضلع ہے ایک نمائندے کی کمی ہوئی۔ ان خالی شدہ جائدادوں کی ایک نئے طریقہ پر تقسیم عمل میں آئی یعنے جن اصول پر ازمنہ وسطی میں مقامات کو حق نیابت عطا ہوتا تھا ان کے خلاف سب مقامات کو اس قانون کی روسے بلا لحاظ تعداد نفوس و رقبہ مساوی نیابت ملی۔ اور موجودہ زمانہ کے لحاظ سے آبادی اور نیابت میں تناسب قائم کرکے اس کے اصول کو مرغوب بنایا گیا۔ ریاست ہائے متحدہ کی لنڈن اور اُن شہروں کے سوائے جن کے منفرداً دو ارکان بحال رکھے گئے ہیں ایسے حصوں میں تقسیم ہوئی ہے جنکی آبادی تقریباً مساوی ہے اور ہر ایک حصہ پارلیمنٹ

میں ایک رکن بھیجتا ہے۔ چنانچہ لورپول کے شہر کی جو نائبین کے انتخاب کرنے کا پہلے صرف ایک مقام تھا اور جو ۱۸۶۷ء سے تین اراکین بھیجتا تھا اس قانون کی رو سے نو ایسے حصوں میں تقسیم کی گئی ہے کہ جہاں سے فی حصہ منفرداً ایک رکن انتخاب ہونے لگا۔ اسی طرح سے مڈل سیکس کے تعلقہ کی سات حصوں میں تقسیم ہوئی۔

لیکن اس قانون میں جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں قدیم طرز کی تقسیم کے اصول کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے اس واسطے اُس تقسیم (اراکین) کی بنیاد جو اس قانون کے ذریعہ سے عمل میں آئی ہے بالکل تعداد نفوس پر نہیں قائم کیگئی ہے۔ اسکاچستان کو بھی مزید بارہ ارکان مل گئے اس طرح سے اسکاچستان کے نائبوں کی تعداد بہتر ہوگئی اور بیت العوام کے جملہ اراکین کی تعداد چھ سو ستر تک پہنچ گئی۔ اسکاچستان ویلز اور آئرستان بہ نسبت اپنی مردم شماری کے اب انگلستان سے زیادہ ارکان پارلیمنٹ میں بھیجتے ہیں۔ آکسفورڈ اور کیمبرج کے جامعون کی نیابت کو بھی اس قانون نے نہیں بدلا ہے۔

نیابت عوام کے قانون بابت ۱۸۸۴ء اور تقسیم جدید کے قانون بابت ۱۸۸۵ء کے ذریعہ سے انگریزی دستور میں ایسے مفید اور ضروری تغیرات عمل میں آئے ہیں کہ قوانین موضوعہ کی تاریخ میں ان کی نظیر نہیں مل سکتی

اور نہ کسی شخص کو ان قوانین کے ضروری اور مفید نتیجوں سے کبھی انکار وشبہہ ہو سکتا ہے۔ لیکن ان نتیجوں کی نسبت اس وقت پیشین گوئی کرنا ناممکن ہے۔

انتخابات کے وقت رشوت ستانی میں کمی۔ قوانین اصلاح کی بدولت حلقہ جات انتخاب میں اضافہ ہونے سے انتخاب کرنے والوں کی رشوت ستانی میں ایک نئی دشواری پیدا ہوگئی رائے دینے والوں کی اب فراوانی ہوگئی تھی اس لئے رائے کی خریداری میں پہلی سی آسانی نہیں رہی تھی۔ قوم کا سیاسی مذاق زیادہ سلیم ہوگیا تھا اور انتخاب کرنے والوں کی کثیر مقدار ایسی تھی کہ اپنے فرقہ کا لحاظ کرتی تھی اور اس کا ساتھ چھوڑنے کے لئے فرقہ مقابل سے روپیہ لینا پسند نہیں کرتی تھی اس اصلاح کا سبب ایک حد تک اخبارات کی کثرت اشاعت تھی اور اس سے بڑی ایک اور وجہ یہ تھی کہ کامیاب امیدواروں کے مقابل میں ناکام لوگوں کی عرضیوں کی تحقیقات کا طریقہ جاری ہوگیا تھا۔ اٹھارھویں صدی کے نصف سے زیادہ زمانہ تک بیت العوام کے پورے ارکان کی مجلس میں انتخاب کی نسبت شکایات کی تحقیقات ہوتی تھی لیکن مجلس مذکور واقعات دریافت کرنے کی زحمت گوارا کئے بغیر اس فریق کے حق میں فیصلہ کردیتی تھی جس کے خیالات فرقہ کثیر کے ساتھ متفق ہوتے تھے۔ جارج گرین وِل نے ۱۷۷۰ء میں

ایک قانون جاری کیا جس کی رو سے انتخاب کی نسبت شکایتی عرضیوں کی تحقیقات ایک ایسی مجلس کے تفویض کردی گئی جس کے ارکان تیرہ ہوتے تھے۔ ان ارکان کو اُن چالیس ارکان میں سے انتخاب کیا جاتا تھا جن کے نام اس سے قبل قرعہ اندازی کے ذریعۂ سے منتخب ہو چکے تھے۔ ان تیرہ ارکان کی مجلس میں فریقین مقدمہ ایک ایک رکن اپنے حقوق کی نگہداشت کے لئے اضافہ کرتے تھے۔ اس مجلس سے جو اس طرح مرتب ہوتی تھی پورے بیت العوام کی مجلس کی بہ نسبت زیادہ انصاف اور ذمہ داری کی امید ہوتی تھی لیکن یہ بھی جنبہ داری کے عیب سے بری نہیں تھی۔ اس لئے ۱۸۶۸ء میں انتخاب کی نسبت شکایتوں کی تحقیقات اعلیٰ عدالتوں (کے ججوں) کے تفویض کی گئی۔ انتخاب کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے قانون بتدریج سخت کرنا پڑا ۱۸۸۳ء کے قانون کی رو سے جو اس بارے میں سب قوانین سے اخیر میں جاری ہوا ہے انتخاب میں پرانی طر[ز] کی رشوت ستانی بہت دشوار اور خطرناک ہوگئی ہے۔ بہر حال مخفی اور بالواسطہ ذریعوں سے انتخاب کرنے والو[ں] خیالات کو متاثر کرنا ممکن ہے لیکن رشوت وغیرہ کے مذم[وم] طریقہ کا بالکل انسداد ہو گیا ہے۔

انتخابات پر اثر نا جائز۔ قانون قرعہ اندازی بابت ۱۸۷۲ء

مدتوں اس بات کی شکایت رہی کہ جب تک پارلیمنٹی انتخا[ب]

میں علانیہ رائے لی جائیگی اکثر انتخاب کرنے والے ناجائز اثرات سے متاثر کئے جائیں گے۔ کہا جاتا تھا کہ اسامی اپنے مالک زمین اور کاریگر اپنے آقا کا خوف اور ہر ایک حاجتمند اپنے حاجت روا کا لحاظ کرے گا۔ انہی خیالات اور بیرون ملک کی جمہوریت کے سبب سے طالبان منشور کو رائے زنی کے ایک مخفی طریقہ کی ضرورت پڑی اور انہوں نے منشور کی پانچ شرائط میں سے ایک شرط اس مضمون کی رکھی۔ لیکن جدت پسند اور قدامت پسند فرقوں کے اکثر لائق آدمی اس طرز کی رائے دینے کے خلاف تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ گو مخفی طریقہ سے رائے دینے میں رائے دینے والے کو اثر ناجائز سے نجات تو ملتی ہے لیکن عوام کی مرضی سے بھی وہ اپنے کو چھپائے رکھتا ہے یعنے عوام کی مدح و ذم کا اُس پر کچھ اثر نہیں ہوسکتا۔ دوسرے یہ کہ مخفی طریقہ سے رائے دینے میں انتخاب کرنے والے کو پوری آزادی تو حاصل ہے لیکن وہ اپنے فرقہ کی کامیابی کے لئے ذمہ داری کو بھول جاتا ہے۔ لیکن عوام کو مخفی طریقہ سے رائے دینے کی جانب اس قدر رغبت تھی کہ ان دلیلوں کا اُن کے دلوں پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ بالآخر سنہ ۱۸۷۲ء میں مخفی طریقہ سے رائے دینے کا قانون جاری ہوگیا۔ اگرچہ یہ قانون عارضی تھا لیکن اُس زمانہ سے برابر تجدید ہوتی رہی ہے۔

ارکان پارلیمنٹ کی مذموم عادتیں۔ پارلیمنٹ کے ارکان

کی رشوت، وظیفہ اور خدمتیں قبول کرنے کی بُری عادتیں حقیقت میں اٹھارھویں صدی کے ختم ہونے سے پہلے ہی موقوف ہوچکی تھیں۔ ہرووپٹ اور برگ جیسے بلند حوصلہ مدبرین کی ذات حمیدہ صفات نے اِس مسرت خیز نتیجہ کے لئے نظیریں قائم کردیں۔ اس کے سوائے دوسرا سبب مباحثوں کی اشاعت تھی۔ اب ہرایک آدمی کو اس بات کے اندازہ کرنے کا موقع ملتا ہے کہ ارکان اُن اصول کے کہانتک پابند رہتے ہیں جن کا وہ اپنے انتخاب کرنے والوں پر اظہار کیا کرتے ہیں۔ ایک تیسرا سبب سیاسیات سے عوام کی دلچسپی تھی جس کی وجہ سے اُن کی بصیرت بڑھتی گئی نیز قانون کے وضع ہونے سے بھی ایک حد تک ان خرابیوں کا انسداد ہوا ہے۔ ۱۸۳۲ء سے مشاہرہ بلا عمل خدمتوں کی تعداد میں بھی بتدریج کمی کی گئی۔ ولیم چہارم کے جلوس کے وقت بادشاہ کے جملہ موروثی محاصل قوم کے حق میں بحال ہوگئے اور اُن کے معاوضہ میں شاہی جیب خرچ کے لئے مناسب رقم مقرر کی گئی جس میں ملکہ وکٹوریہ کی تخت نشینی کے زمانہ سے مزید تخفیف ہوگئی اور عہدہ داران سلطنت و ملازمانِ شاہی کے وظائف کی رقم میں بھی کمی ہوئی اس طرح سے جارج سوم کے بعد سے کسی دوسرے بادشاہ کو اُس کی سی حکمت عملی اختیار کرنے کی جرأت اِس

سبب سے نہ ہو سکی کہ اُس کے یہاں پارلیمنٹ کے ارکان کو متاثر کرنیکا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا تھا۔ قانون اصلاح بابت ۱۸۳۲ء کے بعد سے جس کے باعث غیر آباد[1] یا ویران شہروں کی نیابت کی موقوفی عمل میں آئی ہر ایک رکن پارلیمنٹ اپنی خیریت قوم کی سرپرستی میں سمجھتا اور اُس کی نظر عنایت کو اپنے قیام رکنیت کا ذریعہ خیال کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہی قانون ان ارکان کو بادشاہ اور وزرا کے ناجائز دباؤ سے بچاتا ہے۔

بیت العوام اور رائے عامہ۔ نیابت پارلیمنٹ اور تقسیم نائبین کی نسبت قانون بن جانے سے بیت العوام کی قوت میں اضافہ تو ہوا مگر دوسرے تغیرات نے رائے عامہ کو اس مجلس کے ارکان پر مقتدر کر دیا۔ پارلیمنٹ کے مباحثوں کی مکمل اور صحیح کیفیتوں کی اشاعت سے پڑھے لکھے لوگوں کو سیاسیات ملک سے واقف ہونے کا موقع ملنے لگا اور پارلیمنٹ کی ہر ایک کارروائی اور تحریر کے شائع ہونے سے اخبار نکالنے والوں کے لئے سیاسی بحث کے لئے کثیر مواد بہم دست ہونے لگا۔ ۱۸۵۵ء میں اخبار کے کاغذ مہر کی اور ۱۸۶۱ء میں محصولِ کاغذ کی تنسیخ سے اخبارات کی کثرت اور ارزانی ہوگئی۔ مشہور مدبرین ایسی فصیح و بلیغ تقریریں

---

[1] Borough کی Rottenborough لوٹ مندرجہ ضمیمہ میں کی تصریح کر دی گئی ۱۲ س ع ر۔

اب عام جلسوں میں کرتے ہیں جو بیت العوام میں ہوا کرتی ہیں ۔ سیاسی مسائل کی نسبت مباحثے اور اُن کا تصفیہ ایک حد تک بیت العوام کے باہر ہی ہوتا ہے اور ارکان پارلیمنٹ کی شہرت اور عظمت جو پہلے خاص علم اور خاص قابلیت کی وجہ سے تھی وہ اب دن بدن کم ہو رہی ہے ۔

فرقوں کی تنظیم ۔ ہر ایک آزاد ملک میں کم و بیش سیاسی فرقے ہوتے ہیں ۔ انگریزی پارلیمنٹ میں بھی چارلس اول کے زمانہ سے مشہور و مستند فرقے ہوتے چلے آئے ہیں ۔ مگر یہ فرقہ بندی پارلیمنٹ کے دائرہ تک ہی محدود تھی اور بیرون پارلیمنٹ فرقہ بنانے کی اٹھارھویں صدی کے وسط سے پہلے بہت کم کوشش کی گئی تھی ۔ یہ فخر تو انیسویں صدی ہی کو حاصل ہے اور جب سے کہ لوگوں کو کثرت سے حق رائے دیا گیا تو لوگ عمریں صرف کر کے سیاسی فرقوں کی تنظیم کو بطور ہنر کے کسب کرنے لگے ۔ فی زماننا ہر ایک فرقہ کی یہ کوشش رہتی ہے کہ رائے کی نسبت کمال درجہ کی کفایت شعاری برتی جائے ہر ایک حلقہ نیابت میں احتیاط کے ساتھ دریافت کر لیا جاتا ہے کہ انتخاب کرنے والوں میں سے کون کون آدمی کس کس فرقہ کی مدد کریگا ۔ ہر ایک فرقہ کے سرداروں کو دانشمندی اور تدبر سے ایسی حکمت عملی اختیار کرنی پڑتی ہے جو عموماً اُن کے فرقہ کے لئے مفید ہو ۔

سرداران فرقہ اور منتظمین مقامی میں مراسلت کا مستقل سلسلہ قائم رہتا ہے۔ امیدواروں کے انتخاب کرنے میں فرقہ کے مقاصد واغراض کا حد درجہ لحاظ کیا جاتا ہے اور قبل اس کے کہ ان کے لئے رائے دی جائے اُن سے ہر ایک ضروری و مفید مسئلہ کے متعلق حتمی وعدہ لے لیا جاتا ہے اسی وجہ سے منتخب ہونے کے بعد ان نائبین کو اپنے طور پر کسی بات کو انجام دینے کی بہت کم آزادی رہتی ہے۔ روز بروز ان لوگوں کی حالت ایسے معمولی وکلا کی سی ہورہی ہے جنکے ذمے منظم فرقوں کی خواہشوں کا اظہار کر دینا ہو۔

مخصوص سیاسی مقاصد کے واسطے فرقہ کا تنظیم پانا۔

جس انتظام کا ذکر ابھی کیا گیا ہے۔ اسکا تعلق ہر ایک فرقہ کے عام مقاصد سے ہوتا ہے لیکن موجودہ زمانہ میں دوسرے قسم کے انتظامات اور ترکیبیں بھی عمل میں لائی جاتی ہیں تاکہ کوئی خاص نتیجہ حاصل ہوسکے اور حصول مقصد کے بعد ان کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح کے انتظام کی مثالوں میں سے ایک انجمن کیتھلک کی مثال ہے جو کیتھلک فرقہ کی عدم قابلیت کو فسوخ کرانے کی غرض سے بنائی گئی تھی۔ علاوہ اس کے پارلیمنٹ کی اصلاح کے واسطے چند سیاسی اتحادوں اور غلہ کے قانون کے خلاف اتحاد کا قائم ہونا اور اسی قسم کی چند حالیہ متحد جماعتیں ہوسکتی ہیں۔ اس قسم کی انجمنیں انیسویں صدی کے سیاسی معاملات میں

مختلف طریقوں سے اثرات پیدا کرا کے یادگار زمانہ ہو گئی ہیں۔ کبھی تو انہوں نے ملک کی رائے عامہ کو اپنے موافق بنا لیا اور کبھی عام شورش پیدا کردی اور جب کبھی اپنے مطالبات کو ناکام ہوتے دیکھا تو حکومت کو زبردست بغاوت کی دھمکی دی۔

۴۔ کیبنٹ کی حکومت میں مزید استحکام اور محکمہ جات عاملانہ میں تغیرات۔ قوانین اصلاح کے سلسلہ نے پارلیمنٹ کی حکومت کو بہت کچھ ترقی دی ہے۔ ۱۸۳۲ء سے بیت العوام نے حکمت عملی کے عام اصول کو اور اس سے زیادہ حکومت کے تفصیلی ابواب کو بتدریج اپنے عنان اختیار میں لے لیا ہے۔ اُس کو اس بات کے تصفیہ کا کامل اختیار ہے کہ کون کون شخص حکومت کریگا۔ اگرچہ وزرا کے انتخاب میں فرمان روا کا اختیار تمیزی کوئی اثر نہیں رکھتا لیکن وہ ہمیشہ اُسی فرقہ کے رہبر کو وزیر اعظم کی خدمت پر مقرر کرتا ہے جس کی بیت العوام میں کثرت ہوتی ہے وزارت کا دار و مدار اسی کثرت پر ہے اور جب یہ وزرا کی تائید کرنا موقوف کردیتی ہے تو ان کو مستعفی ہونا پڑتا ہے۔ ۱۸۶۸ء سے وزرا (بیت العوام کی) بے اعتمادی کی باضابطہ تحریک منظور ہونے کا انتظار نہیں کرتے ہیں چنانچہ چار مرتبہ انہوں نے صرف اس بنا پر استعفا دیدیا کہ عام انتخاب کا

نتیجہ ان کے خلاف برآمد ہوا تھا بلکہ ان کو نئے بیت العوام کا منعقد ہونا بھی گوارا نہیں ہوا اور وہ فوراً مستعفی ہوگئے۔ چونکہ بیت العوام کے کامیاب فرقہ کی کثرت کیبنٹ کی معاون ہوتی ہے کیبنٹ اندنوں پہلے کی بہ نسبت زیادہ مطلق العنان ہوگئی ہے۔ اس کی قوت بھی ضرورۃً بیت العوام کی قوت کے ساتھ ساتھ بڑھتی گئی ہے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ بیت العوام جیسی بڑی جماعت کے فرقہ کثیر کی تائید ضرور غیر مستقل ہوگی۔ جب پہلا قانون اصلاح جاری ہوا تو بادشاہ کے زیر اثر حق نیابت رکھنے والے شہروں کی موقوفی کے سبب سے لوگوں کو اندیشہ تھا کہ مبادا کیبنٹ اپنے منصوبوں میں بیت العوام سے کثرت آرا نہ حاصل کرسکے جس کے سبب سے پارلیمنٹ کی حکومت کی بنیاد متزلزل ہو جائیگی۔ (خوشی کا مقام ہے کہ) یہ اندیشہ حقیقت کے درجہ تک نہ پہنچ سکا۔ پرانی طرز کے شاہی اثر کے بجائے اس سخت طریقہ سے کام لیا جاتا ہے جس کو تنظیم فرقہ کہتے ہیں اور جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

امرا کے ایسے چند خاندان جو ۱۸۳۲ء سے پہلے بیت العوام کے ارکان کو مقرر کرتے تھے اور اپنے ذاتی خیالات سے زیادہ متاثر ہوتے تھے اس سبب سے اُن کا وزارت کی مدد کرنا یقینی نہیں تھا لیکن اب ان کا کام ماہر منتظمین

فرقہ سے لیا جاتا ہے جو اپنے احساسات کو سیاسیات میں دخل نہیں دینے دیتے اور جن کا خاص مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح اپنے فرقہ کے ارکان کی پارلیمنٹ میں مستقل کثرت ہو جائے۔ پہلے زمانہ میں شہروں کی جانب سے ایسے نائب بھی پارلیمنٹ میں شریک رہتے تھے جن کو ان شہروں پر کامل اختیار ہوتا تھا اس لئے ان کو آزادی سے کام کرنے میں اپنی نیابت کے تلف ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے برخلاف اندنوں پارلیمنٹ کا کوئی رکن اپنے فرقہ کے خواہشوں کی بجاآوری کئے بغیر محفوظ و مصئون نہیں ہوسکتا۔ اگر ہم اس زمانہ کی پارلیمنٹوں کا اٹھارھویں صدی کی پارلیمنٹوں کے ساتھ مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ میں ایسے آدمیوں کی کثرت ہے جنکی حیثیت اور شان بیت العوام کی رکنیت کے سبب سے بلند ہوگئی ہے اس لئے اپنے فرقہ کے انجاح مقاصد میں یہ لوگ ہر وقت نہایت احتیاط سے کام لیتے ہیں اور اُس کی تائید کرنے میں کبھی دریغ نہیں کرتے کہ مبادا اُن کا یہ اکتسابی امتیاز جاتا رہے۔

کیبنٹ اور وضع قوانین۔ اگر کسی کو کیبنٹ کی دورنگی دیکھنی ہو تو اس کے لئے قانون سازی کے مسئلہ پر غور کرنے سے بہتر کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ موجودہ زمانہ کی کیبنٹ قانون بنانے میں بالکل بیت العوام کی

ماتحت رہتی ہے اور جب اُس (مجلس) کی تائید سے
قانون بنجاتا ہے تو یہ بالکل خود مختار ہو جاتی ہے۔ ۱۸۳۲ء
کے قانون اصلاح جاری ہونے سے قبل کوئی کیبنٹ کبھی
اس بنا پر مستعفی نہیں ہوئی کہ کسی قانون کے وضع کرنے
کی نسبت اس کی تحریک نا منظور ہوئی۔ مگر فی زمانہ
اگر کیبنٹ کی کوئی اہم تحریک نا کام رہے تو کیبنٹ
کے لئے لازم ہے کہ وہ مستعفی ہو جائے یا ملک سے
استدعا کرے۔ ایسی صورت میں پارلیمنٹ برخاست ہوکر
نیا عام انتخاب عمل میں آتا ہے جس کے ذریعہ سے قوم
کی مرضی دریافت کی جاتی ہے۔ اگر قوم کی خواہش تحریک
مذکورہ کی تائید میں ہوتی ہے تو تقریباً اُنہی نائبین کا
انتخاب ہوتا ہے جو اس سے پہلے پارلیمنٹ میں تھے اور
کیبنٹ کے ارکان بھی وہی وزرا ہوتے ہیں جو پہلے تھے
بصورت ثانیہ قوم دوسرے نائبین کا انتخاب کرتی ہے
اس پر بھی نئی تحریکات قانونی پیش کرنے پر کیبنٹ کو
عملاً پورا اختیار حاصل ہوگیا ہے۔ دستور سلطنت کے الفاظ
کے لحاظ سے تو ہر ایک رکن کو خواہ وہ دونوں میں
سے کسی ایک مجلس سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو یہ
حق ہے کہ کسی مسودہ قانون کو جسے وہ مناسب سمجھتا ہو
پیش کرے لیکن حکومت وقت (کیبنٹ) کی جانب سے
اس کثرت سے مسودات قوانین پیش ہوتے ہیں کہ بیت العوام

کا تمام وقت ان پر بحث و غور کرنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب تک وزارت کے ذریعہ سے نہ پیش ہو کسی غیر سرکاری رکن کا پیش کردہ مسودہ قانون سرسبز نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اس کی نسبت نہ تو بحث کرنے کا ہی موقع ملتا ہے اور نہ جاری کرانیکا۔ مجموعی طور پر بہر حال یہی طریقہ نہایت مناسب ہے۔ اس واسطے کہ ہمارے قانون موضوعہ کی ضخامت بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اس میں ایسے قانون کے اضافہ سے جو بلا غور و فکر اور جلدی میں بنا ہو سخت غلطی ہو گی۔ مسودہ قانون کے لئے اُن لوگوں کی منظوری اور تائید لینے میں جن کے تفویض حکومتی امور ہوتے ہیں یہ فائدہ ہے کہ قانون بنانے میں ایک حد تک جہالت اور غفلت سے حفاظت ہو سکتی ہے۔

کیبنٹ کا اندرونی و باہمی اتفاق و اتحاد۔ انہی اسباب کی بدولت جن سے کہ کیبنٹ اور بیت العوام کے اتفاق میں استحکام ہوا ہے کیبنٹ کے ارکان اور اُس کا سردار ایک دوسرے کے ساتھ نہایت اتحاد اور یگانگت سے پیش آتے ہیں۔ اب اس سبب سے کہ بادشاہ کو وزرا کے عزل و نصب سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے ناممکن ہے کہ "رفقائے شاہی" کے مانند کوئی فرقہ کسی کیبنٹ میں پیدا ہو جو اپنے سردار کی

تائید کرنے کا تو اظہار کرتا ہو لیکن اصل میں اُسکی مخالفت پر آمادہ ہو۔ اب ملک میں سیاسی فرقوں کی ایسی کثرت ہے اور وہ اس قدر تربیت یافتہ اور شایستہ ہوگئے ہیں کہ اُن سے کیبنٹ میں تمرد اور بغاوت پیدا ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا خواہ اُس کے ارکان کیسے ہی خاندانی اور متکبر یا کیسے ہی مستقل مزاج اور ثابت قدم کیوں نہ ہوں۔اگر ارکان مذکورہ سے اس قسم کا تمرد اور نخوت پسندی ظاہر ہو تو وہ موقوف کر دئے جاتے ہیں جس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اُن کو قومی معاملات سے ہمیشہ کے لئے محروم ہونا پڑتا ہے۔ ایسا ہی وزیراعظم کے مطلق العنان ہو جانے کے خلاف بھی ایک رکاوٹ ہے۔اس کو اس بات کا اندیشہ لگا رہتا ہے کہ اگر اُس کا کوئی شریک اُس سے ناراض ہوکر مستعفی ہو جائے تو اُس کو اس کی قابلیت اور مستعدی کے فوائد سے محروم ہونا پڑے گا۔ ایک حد تک یہ رکاوٹ ضرور موثر ہوتی ہے۔ ایسے ناراض شریک کی مخالفت کی وجہ سے وزیراعظم کو کیبنٹ کونسل میں اپنے منصوبوں کو ترمیم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بیرون کیبنٹ اس کے کُل وزرا کو ہر ایک معاملہ میں وزیر اعظم کی موافقت کرنی ہوتی ہے۔ نظام کیبنٹی کے آسانی سے چلنے کا خاص سبب اُسکی یک جہتی اور اتحاد ہے۔ یقیناً یہی وجہ ہے کہ بعض وقت کیبنٹ کے ارکان

بہ ظاہر مسائل پیش شدہ پر نہایت شوق اور وثوق سے ان کی تائید میں بحث تو کرتے ہیں لیکن باطن میں ان تجاویز کو ضرور بے سود اور اذیت رساں خیال کرتے ہیں۔

محکمہ جات عاملانہ ۔ اس دور میں عاملانہ حکومت کے کاموں میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ نئے محکمہ جات نئے فرائض کی تعمیل کے لئے بنائے گئے اور پرانے محکموں کو اس لئے ازسر نو تہذیب دی گئی کہ ان میں زیادہ مستعدی اور خوش اسلوبی سے کام ہو سکے۔

وزرائے سلطنت ۔ انگلستان اور اسکاچستان کے متحد ہونے کے زمانہ تک صرف دو وزیر سلطنت تھے اور اس اتحاد سے شروع ہوکر ۱۷۴۵ء کی بغاوت کے رفع ہوئے تک ایک تیسرا وزیر سلطنت بھی اسکاچستان کے کاروبار کی انجام دہی کے لئے رہا ہے۔ نو آبادیوں کے متعلق ایک تیسرا وزیر سلطنت اُس وقت مقرر ہوا جب کہ انگریزی سلطنت جنگ ہفت سالہ (۱۷۵۶ء تا ۱۷۶۳ء) کے سبب سے زیادہ وسیع ہوئی لیکن یہ خدمت ۱۷۸۲ء میں اکثر امریکہ کے برطانوی مقبوضات نکل جانے کے بعد موقوف ہو گئی اور باقی دو وزیروں میں فرائض کی نئی تقسیم کر دی گئی اس طرح سے کہ ایک کے سپرد دفتر داخلہ مع انتظام آئیرستان و نوآبادیات اور دوسرے کے تفویض دفتر خارجہ کر دئے گئے۔ اُس عظیم جنگ کے زمانہ میں جو فرانس

کے ساتھ جاری تھی ایک زائد وزیر کا نو آبادیوں کے متعلق تقرر عمل میں آیا اُسی کو کچھ فوجی انتظام بھی سپرد ہوا۔ جنگ کریمیا کے شروع ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ صرف فوجی معاملات کے انصرام میں وزیر کو اپنا پورا وقت صرف کرنے کی ضرورت ہے اس واسطے نئی آبادیوں کے انتظام پر ایک چوتھا وزیر مقرر ہوا اور ۱۸۵۸ء میں ایک پانچواں وزیر ہندوستان کے لئے قرار پایا جبکہ ہند کی حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی سے نکل کر ملکہ وکٹوریہ کے ماتحت کی گئی اس طرح سے اب کل پانچ وزرائے سلطنت ہیں۔ وزیر داخلہ۔ وزیر خارجہ، وزیر جنگ، وزیر نو آبادیات اور وزیر ہند۔ ان میں کا ہر ایک وزیر دوسرے کے کام کو انجام دینے کا قانوناً مجاز ہے۔ اور یہ بھی ہمیشہ کا معمول ہے کہ یہ سب کیبنٹ کے ارکان ہوتے ہیں۔

وزیر داخلہ کے فرائض متعدد اور مختلف ہیں۔ وہ سب عرائض اور مراسلت جن کا تعلق بادشاہ کی ذات سے ہوتا ہے اور ان کے جوابات جو بادشاہ کی جانب سے ادا کئے جاتے ہیں اسی وزیر کے توسط سے گذرتے ہیں۔ تمام مملکت میں امن قائم رکھنا اور داد رسی کا انتظام کرنا اس کے فرائض میں داخل ہے۔ محابس اور دارالحکومت کی کوتوالی اسی کے عنان اختیار میں ہے اور اسی کے مشورہ سے بادشاہ اپنے حق معافی و ترحم پر عمل کرتا ہے۔

اگرچہ ان معاملات میں تو انگلستان اور آیرستان دونوں ریاستوں کے واسطے وہ برائے نام ذمہ دار ہے لیکن اصل میں آیرستان کے امور کے متعلق وہاں کا صدر معتمد (چیف سکرٹری) ذمہ دار ہے۔ گو یہ بظاہر وہاں کے لارڈ لفٹیننٹ کا ماتحت ہوتا ہے لیکن چند سال سے اس کی حیثیت ایک خود مختار وزیر کی سی ہوگئی ہے۔ وزیر خارجہ کا کام ہے کہ ریاست متحدہ کے ساتھ دنیا کی دوسری آزاد سلطنتوں کے تعلقات پر نگرانی رکھے سفیروں اور ایلچیوں کے تقررات کی نسبت بادشاہ کو مشورہ دے، غیر ممالک کے ساتھ خط وکتابت کرے اور ریاست غیر میں برطانوی رعایا کے جسمانی و مالی نقصانات کی تلافی کے لئے چارۂ کار اختیار کرے۔ وزیر جنگ کو اس زمانہ میں اُن سب امور پر جن کا تعلق افواج شاہی سے ہو پورا اختیار حاصل ہے۔ ملک آبائی اور نو آبادیات کے تعلق سے جن امور کا وجود ہوا ہے وہ وزیر نوآبادیات کے تفویض ہیں نوآبادیات کے گورنروں (والیوں) کے تقرر اور اُن کی بازطلبی کے موقع پر نیز کسی نو آبادی کی پارلیمنٹ کے بھیجے ہوئے مسودہ قانون کی نامنظوری کے وقت کیونکہ بادشاہ باجلاس کیبنٹ اسکا مجاز ہے اور ایسی ہر ایک مراسلت کی نسبت جو کسی خود اختیاری حکومت رکھنے والی نو آبادی اور ریاست متحدہ کے درمیاں واقع ہو بادشاہ اس وزیر سے مشورہ کرتا ہے۔ وزیر ہند

کی عام نگرانی میں سلطنت ہند کے جملہ امور انصرام پاتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ گو ہندوستان میں وائسرائے کو باجلاس کونسل ایک مطلق العنان فرمان روا کے مساوی اختیارات حاصل ہیں لیکن وائسرائے کا عزل و نصب کیبنٹ کا اختیاری ہے اور جس کا ایک رکن وزیر ہند ہے ۔

وزیر بحریہ ۔ قدیم زمانہ میں شاہی بیڑے کا انتظام صدر امیر البحر کے سپرد تھا لیکن اس خدمت کو ۱۷۰۸ء میں ایک مجلس کے تفویض کیا گیا اور اس کے بعد صرف ایک مرتبہ تھوڑی مدت کے واسطے صدر امیر البحر کی خدمت دوبارہ قائم ہوئی ۔ اس عہدہ کے فرائض ایک مجلس بحریہ کو منتقل کیے گئے اور بحریہ کے انتظام کی اس میں اور دوسرے مجالس میں تقسیم کی گئی تھی ۔ صرف ۱۸۳۲ء میں مجلس بحریہ کو کل شاہی جہازوں اور ان کے افسروں اور ملاحوں کا انتظام تفویض ہوا ہے ۔ موجودہ زمانہ میں اس کا صدر یعنے وزیر بحریہ حقیقت میں خود مختار ہے اور دوسرے ارکین کی حیثیت مشیروں سے زیادہ نہیں ہے ۔ وزیر بحریہ کو بیڑے اور بحری فوج سے وہی نسبت ہے جو وزیر جنگ کو فوج سے ہے ۔

میر مجلس تجارت ۔ عرصہ دراز تک مجلس تجارت پریوی کونسل کی ایک کمیٹی رہی ہے ۔ ۱۸۶۲ء میں اس کے موجودہ نام کی بنیاد پڑی اور ۱۸۶۷ء میں اُس کی موجودہ ترتیب و تنظیم

عمل میں آئی۔ اس مجلس کے فرائض متعدد اور اہم ہیں۔ یہ محکمہ ایسے اعداد فراہم کرکے شائع کرتا ہے جن سے امید ہوتی ہے کہ تجارت اور فلاحت کو نفع پہنچے۔ یہی اوزان اور پیمانہ جات کے معیار کی بھی نگہداشت کرتا ہے۔ زیادہ تر اسی محکمہ کو اختیار ہے کہ قانون اختراعات و صنائع اور قانون دیوالہ کی لوگوں سے تعمیل کرائے۔ ریلوے اور ٹرام وے کی کمپنیوں اور اُن کمپنیوں پر جو آب رسانی، گیس کی روشنی، برقی روشنی کا کام کرتی ہیں اور سب تجارتی جہازوں پر اس محکمہ کی نگرانی رہتی ہے۔ بندروں اور بحری مناروں کا بھی انتظام اس کے سپرد ہے۔ اس محکمہ میں بھی میر مجلس کے اختیارات کل مجلس کے اختیارات سمجھے جاتے ہیں۔ وہی ہر ایک کام کو کرتا ہے مجلس کچھ بھی نہیں کرتی۔

میر مجلس حکومت مقامی۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ انگلستان میں مقامی حکومتوں کو اُن کے اہم اور ضروری فرائض کی بجا آوری کے لئے صدر حکومت کی نگرانی اور ہدایت کی ضرورت ہے۔ ۱۸۳۴ء کے قبل اس قسم کی نگرانی اور ہدایت کا نام و نشان تک نہ تھا۔ قانون ترمیم امداد مفلسین کے ذریعۂ سے جو اُسی سال جاری ہوا امداد مفلسین کے انتظام پر نگرانی رکھنے کے لئے کمشنر مقرر کئے گئے اور ۱۸۴۷ء میں ان کمشنروں کو موقوف کرکے مجلس قانون

امداد مفلسین قائم ہوئی۔ ۱۸۴۸ء میں مجلس حفظان صحت اس غرض سے قائم کی گئی کہ مقامی حکام امراض کی روک تھام کے لئے مناسب انتظام کیا کریں مگر ۱۸۵۸ء میں یہ مجلس ٹوٹ گئی اور اس کے فرائض وزیر داخلہ اور پریوی کونسل میں تقسیم ہو گئے۔ لیکن جب مقامی حکومتوں کی تعداد اور اختیارات اور مستعدی میں ترقی ہوئی تو لازم ہوا کہ اُن کے انتظام کے واسطے ایک نئے محکمہ کی بنا ڈالی جائے۔ اس لئے ۱۸۷۱ء کے ایک قانون کی رو سے طے پایا کہ مجلس قانون امداد مفلسین اور وزیر داخلہ اور پریوی کونسل کے فرائض جنکا تعلق حفظان صحت سے تھا ایک نئی مجلس حکومت مقامی کے تفویض کئے جائیں۔ محکمہ جات سرکاری میں مجلس حکومت مقامی کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ لیکن مجلس کو وجود معطل سمجھنا چاہئے اس کے اصل اختیارات کو اُس کا میر مجلس استعمال کرتا ہے جو بحیثیت عہدہ کیبنٹ کا رکن ہوتا ہے۔

میر مجلس تعلیمات ۔ پہلے پہل صرف ۱۸۳۴ء میں حکومت کی جانب سے ابتدائی تعلیم کو رقمی امداد دی گئی اور جب ۱۸۳۹ء میں امداد میں اضافہ ہوا تو پریوی کونسل کی ایک کمیٹی اس غرض سے مقرر کی گئی کہ امداد کی رقم کے صحیح مصرف کو جانچے۔ ۱۸۵۶ء کے ایک قانون کے ذریعہ سے کونسل مذکورہ کے ایک نائب میر مجلس کو۔ اس کمیٹی کا

صدر بنایا گیا۔ ۱۸۷۰ء کے قانون تعلیم ابتدائی اور اس کے بعد کے قوانین کی وجہ سے اس محکمہ کے کام میں بہت کثرت ہو گئی تھی اس واسطے ابتدائی تعلیم کو صدر حکومت کے تفویض کیا گیا اور رقمی امداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ اب حکومت کو بھی موقع مل گیا کہ وہ ثانوی تعلیم اور صنعت و حرفت اور جامعہ کی تعلیم کی طرف زیادہ متوجہ ہو اس لئے اس محکمہ کو از سر نو تنظیم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ۱۸۹۹ء کے ایک قانون کی رو سے پریوی کونسل کی کمیٹی کے بجائے تعلیمات کا ایک محکمہ قائم کیا گیا اور کونسل کے نائب میر مجلس کے عوض اس میں ایک میر مجلس بنایا گیا پہلے نائب میر مجلس کی طرح اس کو بھی محکمہ کے پورے اختیارات حاصل ہیں۔ اور اس کے لئے کیبنٹ کی رکنیت لازم نہیں ہے۔ بلکہ وہ حسب ضرورت رکن بنایا جا سکتا ہے

دوسرے محکمہ جات عاملانہ ۔ ایک دوسرا محکمہ جو موجودہ زمانہ میں روز افزوں ترقی کر رہا ہے وہ سررشتۂ ڈاک ہے۔ اس کا اعلیٰ افسر صدر ناظم ڈاک ہے جس کو اصل میں ڈاک کے کار و بار کا صدر منتظم سمجھنا چاہئے۔ محکمہ تعمیرات اولاً ۱۸۵۱ء میں قائم ہوا۔ اس کے ذمہ شاہی محلوں اور بستان سراؤں اور ایسے سرکاری عمارتوں کی نگہداشت ہے کہ جن پر دوسرے محکموں کی نگرانی نہ ہوتی ہو۔ محکمہ کے

کل اختیارات کا مالک پہلا کمشنر تعمیرات سمجھا جاتا ہے۔ ۱۸۸۹ء
کے ایک قانون کے ذریعہ سے فلاحت کا محکمہ قائم ہوا
جس کے اختیارات انواع و اقسام کے ہیں جو اُس نے مختلف
محکموں اور مجلسوں سے حاصل کئے ہیں۔ اس کا کام ہے کہ
مویشی میں امراض کو نہ پھیلنے دے اور اطلاع عام کی غرض
سے زرعی اعداد شائع کرے۔ اس محکمہ کے بھی اختیارات
اور فرائض اسی کے صدر کو حاصل ہیں۔

کیبنٹ پر محکمہ جات کی تعداد میں اضافہ ہونے کا اثر۔ محکموں کی کثرت ہونے سے کیبنٹ کو بھی وسیع
کرنا پڑا۔ یہ صحیح ہے کہ ہر ایک محکمہ کا صدر اس مجلس کی
رکنیت کا ادعا نہیں کر سکتا۔ وہی پانچ وزرائے سلطنت
جن کا ذکر ہو چکا اور وزیر بحریہ ہمیشہ اس کے رکن ہوتے
ہیں۔ محکمہ خزانہ کا مجازی سردار یعنے وزیر خزانہ جو عموماً وزیراعظم
ہوتا ہے اور اُس کا حقیقی سردار یعنے وزیر مال بطور لزوم کیبنٹ
کے وزرا ہیں۔ اسی طرح ناظم عدالت نصفت اور میر مجلس
پریوی کونسل ارکان کیبنٹ ہیں لیکن دوسرے محکموں کے
صدر جن کے نام اوپر آچکے ہیں بعض وقت وزرائے کیبنٹ
ہوتے اور بعض وقت نہیں ہوتے ہیں۔ تاہم حکومت کا
میلان ہے کہ جس قدر ہو سکے محکموں کے صدر افسروں کو
کیبنٹ میں شریک کرے۔ اس واسطے آجکل کی کیبنٹیں
بتدریج بڑھتی جا رہی ہیں اور ظن غالب ہے کہ وہ وقت

عنقریب ہے کہ ایک دوسری زیادہ محدود (اندرونی) کیبنٹ بنائی جائے جو صرف وزیر اعظم اور اُس کے اُن شرکاء پر مشتمل ہو جن کو وہ مفید سمجھتا ہو۔

۴۔ **اصلاح حکومت مقامی** ۔ سلاطین ٹیوڈر کے زمانہ سے انگلستان کی حکومت مقامی کی ایک سی حالت چلی آرہی تھی لیکن جارج سوم کی وفات کے بعد اس کی اصلاح کی طرف قوم کو توجہ ہوئی ۔ اس انتظام کو (۱) پیرش (۲) شخصیہ والے شہر اور (۳) ضلع کی حکومتیں چلایا کرتی تھیں۔

پیرش ۔ شہروں اور گاؤں کے لئے پیرش ہی مقامی خود اختیاری حکومت کا ابتدائی رقبہ تھا ۔ پیرش کی حکومت ایک مجلس پر مشتمل تھی جس کے ارکان ایسے کرایہ داران اکنہ ہوتے تھے جو اغراض پیرش کے واسطے محصول ادا کرتے تھے اور گرجا کے لباس خانہ میں بغرض مشورہ جمع ہونے سے مجلس مذکور ویسٹری کہلاتی تھی۔اس ویسٹری (مشورت خانہ) کا صدر نشین پیرش کا مہتمم ہوتا تھا ۔ نتظین گرجا ، ناظران مفلسین اور شاہ راہوں کے پیمائش کرنے والے اس کے مخصوص عہدہ داروں میں شمار کئے جاتے تھے ۔ پیرش کی حکومت کے مخصوص فرائض میں مفلسین کی امداد اور سڑکوں کی ترمیم و تعمیر شمار کی جاتی تھی اُس زمانہ میں اور اب بھی پیرشوں کی وسعت آبادی دولت اور ہوشیار و رفاہ عام سے دلچسپی رکھنے والے کرایہ داران

امکنہ کی تعداد میں اختلاف تھا اور ہے۔ اکثر پیرشوں کی حکومت مقامی غفلت شعار اور عہدہ دار نا قابل کار تھے۔

بلاد شخصی - تقریباً ہر قدیم زمانہ کے ہر شہر میں شخصیہ قائم ہو چکی تھی۔ ہر ایک شہر کا مخصوص دستور تھا جو منشورات شاہی اور رواج مقامی پر مبنی تھا۔ ان دستورات کے تفصیلی ابواب میں بیحد اختلافات تھے لیکن عام طور پر ان میں تنگ خیالی اور علیحدگی کی روح پھونکی گئی تھی اور انہی امور میں ان میں مشابہت تھی۔ چنانچہ عام قاعدہ ہو گیا تھا کہ ہر ایک شہر کے ایک بلدیہ کی حکومت مختصر گروہ کے ہاتھوں میں رہا کرتی تھی یا ایسی مجلس کے قبضہ میں چلی جاتی تھی جس کو اپنے ارکان آپ انتخاب کرنے کا حق تھا۔ اس قسم کی مجلسیں عموماً ناکارہ اور کاہل ہوتی تھیں۔ ان کے اکثر ارکان راشی تھے اور قوم کا روپیہ اپنے ذاتی اغراض میں اڑایا کرتے تھے۔ جب کبھی ان لوگوں کے سروں میں رفاہ عام کا خیال بھی سماتا تو یہ بیچارے عدم اختیارات کے سبب سے مجبور ہو جاتے تھے۔ ان کی حالت اس قابل نہیں تھی کہ جب شہروں کے رقبہ اور آبادی میں اضافہ ہو تو یہ اُن کی وسعت وغیرہ میں مناسب حال ترقی دے سکتے۔ علاوہ بریں اکثر نئے شہر جو صنعتی انقلاب کی بدولت آباد ہو گئے تھے ابھی تک شخصیہ سے محروم تھے اور ان کا نظم و نسق اُسی پرانی طرز کا تھا جس طرح کی پرگنہ اور

پیرش اور تعلقہ کی تنظیم تھی ۔ انہی وجوہ کی بنا پر اگر کسی شہر کو کسی سرکاری عمارت یا پل وغیرہ تعمیر کرانے کی ضرورت ہوتی تو اس کو اپنے خاص اختیارات کے واسطے پارلیمنٹ سے مخصوص قانون جاری کرانا ہوتا تھا ۔

اضلاع ۔ ہر ایک ضلع کی مقامی حکومت ایک مجلس کے سپرد تھی جس کے ارکان اعزازی نظمائے فوجداری ہوتے تھے اور جنکو ضلع کے لارڈ لفٹننٹ (نائب شاہ) کی سفارش پر بادشاہ مقرر کرتا تھا۔ اور حکومت مقامی کی رکنیت کے لئے ان لوگوں کی شرائط ملکی کا لحاظ کیا جاتا تھا۔ سوائے عدالتی اختیارات کے جو ابھی تک باقی رہ گئے ہیں ان کو مختلف قسم کے انتظامی اختیارات بھی حاصل تھے جن کا دیا جانا ان کے لئے ایک حد تک مفید و اہم تھا ۔ اکثر معاملات میں یہ لوگ پیرش کے حکام کی نگرانی کرتے تھے ۔ ان کی دیانت اور کفایت شعاری کی نسبت کسی کو بدگمانی نہ تھی ۔ مگر انتظامی امور میں یہ لوگ اس قدر مستعد نہ تھے ۔ اس واسطے ان کے انتظامی اختیارات سے لوگوں میں بے اطمینانی نہیں پھیلنے پاتی تھی اور پیرشوں اور شخصیہ یافتہ شہروں کی اصلاح ہونے کے مدتوں بعد تک ان اختیارات پر کوئی نکتہ چینی نہیں ہونے پائی ۔

اگر ہم مقامی حکومت کے دوبارہ ترتیب پانے کو کسی عالیشان عمارت سے تعبیر کریں تو قوانین ذیل سے

اُس کی مخصوص منزلوں کی شناخت ہو سکتی ہے ۔ مرمہ قانون امداد مفلسین مجریہ ۱۸۳۴ء، قانون شخصیات بلدی بابت ۱۸۳۵ء، قوانین صحت عامہ جن کا سلسلہ ۱۸۴۸ء سے شروع ہوکر ۱۸۷۵ء پر ختم ہوتا ہے، قانون مجلس ضلع بابت ۱۸۸۸ء اور قوانین حکومت مقامی بابت ۱۸۸۸ء و ۱۸۹۴ء ۔

مرمہ قانون مفلسین مجریہ ۱۸۳۴ء ۔ ارل گرے کی وزارت نے قانون مفلسین کی خرابیوں کی تفتیش کے لئے ایک کمیشن قائم کیا اور جس قدر شبہہ کیا جاتا تھا اس سے کہیں زیادہ خرابیاں نکلیں ۔ مفلسین کی امداد کا انتظام کچھ ایسے برے اصول اور اسراف سے کیا جاتا اور قوم کا روپیہ اس طرح سے غبن ہوتا تھا کہ ملک کو اس بات کی سخت تشویش تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سب مزدورپیشہ لوگ اس امداد کے عادی ہو جائیں اور مالگزاری کی تمام آمدنی اسی شعبہ میں صرف ہو جائے کمشنروں کی کیفیت پیش کرنے پر مرمہ قانون مفلسین بابت ۱۸۳۴ء کی بنیاد قائم ہوئی جس کے سبب سے منفرد پیرش سے امداد کا انتظام لے لیا گیا اور متعدد پیرشوں کے متحدہ حلقوں پر منتقل ہوا اس قانون کے زیر اثر پندرہ یا بیس پیرشون کو اکھٹا کرکے ایک حلقہ بنایا گیا ہے اور ہر ایک حلقہ سے چند اشخاص منتخب ہوکر محکمہ اولیائے مفلسین میں اُس حلقہ کی نیابت کرتے ہیں ۔ اس طرح سے مفلسین کی امداد کا کام کار فرماؤں کے کم ہو جانے

سے بالکل سادہ اور آسان ہوگیا ہے اور امداد کا انتظام اعلیٰ
تعلیم یافتہ اور اچھے اطوار و اخلاق کے لوگوں کے سپرد ہونے
سے اس کی خرابیاں رفع ہوگئی ہیں۔لیکن پیرش کی پہلی سی
عظمت اور وجاہت جبکہ وہ حکومت خود اختیاری کا پہلا زینہ
سمجھا جاتا تھا باقی نہیں رہی۔

ہم بیان کرچکے ہیں کہ مرمہ قانون مفلسین کے سبب سے
حکومت ہائے مقامی پر حکومت مرکزی کی نگرانی کا قاعدہ
نکل آیا ہے۔اس قانون کے نافذ ہونے سے پہلے حالت یہ
تھی کہ جب تک مقامی حکومتوں سے علانیہ کسی قانون کی
خلاف ورزی نہ ہو ان کی کارروائیوں میں کسی قسم کی دست اندازی
نہیں کی جاتی تھی۔پیرش کے حکام پر صرف ضلع کے اعزازی
نظمائے فوجداری کی نگرانی ہوتی تھی اور وہ بھی سختی سے نہیں
کی جاتی تھی اور یہ نگرانی بھی سب جگہ ایک طرز کی نہ تھی
مگر ضلع کی حکومتیں اور شخصیات بلدی تو کسی نگرانی کے
ماتحت ہی نہ تھے۔اگر مقامی حکومتوں کے ارکان جاہل ہوں
تو اُن کی جہالت رفع کرنے کی اور اگر وہ کاہل ہوں
اُن کو مستعد بنانے کی جانب ملک کو کچھ بھی توجہ نہ تھی
اسی طرح اگر وہ راشی اور خائن ہوں تو تھوڑی چالاکی سے
وہ آپ کو بدنامی اور سزایابی سے بچا سکتے تھے۔ان حالات
کے لحاظ سے مقامی حکومتیں ملک رانی کے قابل نہ تھیں
لیکن ۱۸۳۴ء سے جبکہ ان پر حکومت مرکزی کی نگرانی قائم

اور جب سے کہ نگرانی محکمہ حکومت مقامی کے تفویض ہوئی ہے
ارکان حکومت مقامی کے علم و فراست اور پبلک جہتی کے معیار
میں اضافہ ہوا ہے۔ اس طریقہ کی مقبولیت کے لئے اس کے
نتائج شاہد ہیں۔ اس بات کا ظاہر کر دینا ضرور ہے کہ یہ طریقہ
قدیم انگریزی خود اختیاری حکومت کے طرز سے بالکل مختلف ہے۔
قانون شخصیات بلدی مجریہ ۱۸۳۵ء ۔ جب تک پرانی طرز
کے شخصیات بلدی کی زور شور سے بیت العوام میں نیابت
ہوتی رہی انہوں نے اپنے انتظامات میں اصلاح نہیں ہونے
دی لیکن جب ان کی سیاسی قوت قانون اصلاح بابت ۱۸۳۲ء
کے سبب سے زائل ہوگئی تو اب اُن کو تغیر سے بچنے
کے لئے کوئی موقع نہ رہا۔ ۱۸۳۵ء میں لارڈ میل بورن کی
حکومت نے لنڈن کے سوائے دوسرے بڑے اور چھوٹے
شخصیہ یافتہ شہروں کے قدیم دستورات کو منسوخ کرکے اُنکے
بجائے ان سب شہروں کو ایک ہی قسم کا دستور دیئے جانیکی
نسبت بیت العوام میں ایک مسودہ قانون پیش کیا۔ بالآخر
جب اس کی منظوری بیت الامرا سے صادر ہونے پر یہ قانون
بن گیا تو اس کی رو سے طے پایا کہ بلدیہ کے ارکان کا انتخاب
ایسے سب باشندے کیا کریں جو اس قانون کے نفاذ کے تین
سال پہلے سے امداد مفلسین کا محصول ادا کرتے ہوں۔ یہ کہ
ارکان بلدیہ کی جانب سے مقررہ تعداد سے زیادہ آلڈر میں
(شرکاء امیر بلد) کا انتخاب نہ ہوا کرے۔ یہ کہ ارکان بلدیہ اور

شرکاء امیر بلد ملکر اپنے میئر (Mayor - میر بلد) کا انتخاب کریں میر بلد ایک سال اور شرکاء میر بلد چھ مہینے اور ارکان بلدیہ تین سال کے لئے مقرر کئے جائیں - بلدیہ ان تینوں گروہ پر شامل ہوا کرے اور ان کی جملہ کارروائی علانیہ کی جائے اور اُن کے حسابات کی سرکاری خزانہ سے جانچ ہوا کرے۔ اس قانون کے زیر اثر ان مجلسوں کے مخصوص فرائض میں شہروں کی روشنی اور حفاظت کا انتظام تھا لیکن اکثر قوانین ما بعد خصوصاً صحت عامہ کے قوانین اور اُن قوانین سے جن کا تعلق مزدوروں اور کاریگروں کے امکنہ سکونتی سے ہے ان مجلسوں پر جدید اور زیادہ اہم فرائض عائد کئے گئے ہیں -

اکثر چھوٹے شہروں کو اس قانون کے اثر سے مستثنیٰ کرکے اُن کے قدیم طرز کے دستورات برسوں بحال رکھے گئے تھے لیکن ۱۸۸۳ء کے ایک قانون کے ذریعہ سے اِن شہروں کی تنسیخ عمل میں آئی اور اُن کے باشندوں کو آزادی مل گئی کہ بادشاہ باجلاس کونسل کو عرضی دیکر اپنے شہروں کی حکومت کی نسبت نئے طرز کی سند حاصل کریں اور بعض چھوٹے شہروں میں جن کو صحیح معنوں میں قرئے یا گاؤں کہنا چاہئے اُن کے قرب و جوار کی مقامی حکومتوں کی طرز کی حکومت جاری ہوگئی ہے۔ صرف شہر لنڈن کی بلدیہ پرانی طرز پر باقی رہ گئی ہے -

لنڈن کا صرف ایک حصہ اس قدیم طرز کے شخصیہ کے

زیر حکومت ہے۔ اُس کی باقی آبادی کے لئے ۱۸۵۵ء میں ایک مخصوص حکمراں مجلس بنائی گئی اور اسی سال کے ایک قانون کے ذریعۂ سے لنڈن کے بیرونجات کی ترقی و آرائش کے واسطے **تعمیرات دارالحکومت** کے نام سے ایک محکمہ قائم ہوا۔ اس محکمہ کے ارکان کو ضلع لنڈن کے مختلف پیرشوں کی انتظامی مجلسیں انتخاب کرتیں جن کے ارکان کو امداد مفلسین کی بابت محصول ادا کرنے والے ساکنین لنڈن انتخاب کرتے تھے۔ ۱۸۸۸ء میں محکمہ تعمیرات منسوخ ہوکر مجلس ضلع لنڈن کا قیام ہوا جس کے اراکین کا راست انتخاب ہوتا ہے اور جنکے اختیارات پہلے کی بہ نسبت زیادہ ہیں۔ لنڈن کی کوتوالی اب بھی حکومت (مرکزی) کے ماتحت ہے۔

اسکاٹستان اور آئرستان کے شخصیہ والے شہروں کی بھی اسی طرح ناگفتہ بہ حالت تھی۔ اسکاٹستان کے شخصیات کی اصلاح ۱۸۳۵ء اور آئرستان کے بلدیات کی درستی ۱۸۴۰ء میں قانون بنکر عمل میں آئی۔ جن اصول پر انگریزی شخصیات کی اصلاح مبنی تھی وہی اصول ان دونوں ملکوں کی اصلاح میں پیش نظر تھے۔

قوانین صحت عامہ بابت ۱۸۴۸ء و ۱۸۷۵ء ۔ پرانی طرز کی مقامی حکومت میں صحت عامہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس قسم کا انتظام سب سے پہلے انیسویں صدی میں قوانین صحت عامہ کے ذریعہ سے قائم ہوا۔ ان قوانین کے زیر اثر شخصیہ والے

شہروں کا انتظام صفائی اُن کے بلدیات اور پیرش کے دیہاتی حلقوں کا اُن کے مجالس اولیا کے سپرد کیا گیا ہے۔ بعض آباد مقامات کی صفائی جو کسی شخصیہ والے شہر میں واقع نہ ہوں مقامی انتخابی مجلسوں کے تفویض ہوئی ہے۔ جملہ مجالس صفائی کو اختیارات حاصل ہیں کہ آب رسانی اور بدروں کی تعمیر کا انتظام اور امور باعث تکلیف عام کا انسداد اور شفاخانوں اور قبرستانوں کے قیام کا بندوبست کریں۔ بلدیات والے شہروں اور حکومت مقامی والے ضلعوں کی مجالس صفائی کے اختیارات میں اب اضافہ ہو جانے سے وہ سڑکوں پر مال تجارت راہ رؤں اور سواریوں کے حمل و نقل کے متعلق قواعد و ضوابط بناتی ہیں اور شارع عام کی صفائی اور اُن کے ترمیم کی مجاز ہو گئی ہیں۔ مختصر یہ کہ شہروں کی آرائش و درستی کی نسبت وہ ہر قسم کا انتظام کر سکتی ہیں۔ ان اختیارات پر جو ان قوانین سے ملے ہیں شہروں میں تو بوقت ضرورت نہایت شد و مد سے عمل ہوتا ہے۔ بلدیات کے تمام شعبوں میں سب سے زیادہ مصارف اور سب سے زیادہ وسیع کام صیغہ صفائی کا ہے۔

قانون حکومت مقامی مجریہ ۱۸۸۸ء - جمہوری خیالات کی اشاعت اور اکثر انگریزی ادارات کی بالآخر جمہوری طریقہ پر از سرِنو ترتیب پانے سے ملک میں حکومت ضلع کو انتخابی طریقہ پر چلانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور طریقہ انتخاب

قانون حکومت مقامی بابت ۱۸۸۸ء کے ذریعۂ سے جاری ہوا۔ اس کی روسے تمام انگلستان کی حکومتی ضلعوں میں تقسیم ہوئی ہے۔ ان کی دو قسمیں ہیں بعض ان میں سے مستقل و مکمل ضلع ہیں اور بعض اُن ضلعوں کے حصے ہیں جو پہلے سے اغراض نظم ونسق کے واسطے بنے تھے مثلاً یارک شائر کے حکومتی حلقے (رائڈنگز - Ridings)۔ ہر ایک حکومتی ضلع میں ایک مجلس شخصیہ والے شہر کی مجلس کے مانند مقرر کی گئی۔ ارکان مجلس کی ایک مقررہ تعداد کو ضلع کے محصول ادا کرنے والے باشندے انتخاب کرتے ہیں اور یہ ارکان شرکاے میربلد کو منتخب کرتے اور یہ شرکائے میربلد اور ارکان مجلس ملکر ایک صدرنشین کا انتخاب کرتے ہیں۔ صدرنشین ایک سال شرکاء میربلد چھ مہینے اور ارکان مجلس تین سال کے واسطے اپنی خدمتوں کو انجام دیتے ہیں اور مجلس ضلع انہی تین جماعتوں سے بنتی ہے۔ کوتوالی کی نگرانی اور منشی عرقیات کی بیع کے اجازت ناموں کی اجرائی کے سوائے اعزازی نظائے فوجداری کے جملہ فرائض مجلس ضلع کو منتقل ہوگئے ہیں۔ ان کے علاوہ اس کے ذمہ بعض ایسے فرائض بھی ہیں جن کو ادنیٰ درجہ کی مقامی حکومتیں انجام دیتی تھیں اور بعض ادنیٰ فرائض[1] جن کو مرکزی حکومت انجام دیا کرتی تھی مجلس ضلع سے متعلق اسباب ہلاکت

---

[1] کارونر (Coroner) کی نسبت ضمیمہ میں تصریح کردی گئی ہے ۱۲ س-ع-ر

کا انتخاب اور تقرر ہوتا ہے۔ مگر اس قانون کے پہلے اس عہدہ دار کو ضلع کے زمیندار لوگ انتخاب کرتے تھے۔ جیسا کہ اوپر کسی مقام پر ذکر آچکا ہے اس قانون کے ضمن میں لنڈن کے اس حصہ کے نظم و نسق کے لئے جو حدود شہر سے خارج متصور ہوتا ہے ایک مجلس ضلع مقرر ہوئی ہے اور اس کے نہایت وسیع اختیارات ہیں۔

ہر شہر کو جس میں شخصیہ تھی اور جس کی آبادی پچاس ہزار نفوس سے زیادہ تھی حکومتی ضلع سے خارج ہو کر ضلع کے اختیارات ملے ہیں جس کے سبب سے اُس کی شان بڑھ گئی اور اس کا لقب کونٹی برو (County borough) ہو گیا اس قسم کے شہروں میں بلدیہ کے بجائے مجلس ضلع قائم ہوئی ہے۔

قانون حکومت مقامی مجریہ ۱۸۹۴ء ۔اس قانون کی غرض یہ تھی کہ حکومت مقامی کو جمہوری طرز پر ڈھالا جائے ہر دیہاتی پیرش میں اس قانون کے ذریعہ سے وہاں کی مجلس حکومت (ویسٹری[1] Vestry) موقوف کی گئی اور پیرش کے ایسے باشندوں کی مجلس مقرر کی گئی جن کو رکن کے انتخاب کرنے کا حق حاصل ہو یا اولیائے مفلسین اور ارکان مجلس ضلع کے انتخاب کا استحقاق رکھتے ہوں۔ اگر کسی پیرش کی تین سو سے زیادہ مردم شماری ہو تو پیرش کے باشندوں

---

[1] پیرش کی نوٹ مندرجہ ضمیمہ میں ویسٹری کی تشریح کر دی گئی ہے ۱۲ س ع ر

مجلس کو اختیار ہے کہ اُس پیرش کے نظم ونسق کے واسطے
ایک مجلس کا انتخاب کرے ۔ پہلے اس مجلس کا صدرنشین
گرجا کا منتظم پادری ہوتا تھا مگر اب اس کا انتخاب
ہوتا ہے اور گرجا کے مہتموں کے فرائض، مذہبی امور کی
انجام دہی کے سوائے کچھ اور نہیں ہیں ۔ اس طرح سے
علاقہ دیوانی کے حکومتی اغراض کے واسطے پیرش کو پادری
یا کلیسا کے علاقہ سے اب کوئی تعلق نہیں رہا ۔ اس کے
ساتھ ہی پیرش کی حکومت کے اختیارات میں بھی اضافہ
ہوا ہے ۔ پہلے تو اعزازی نظمائے فوجداری کی جانب سے
ناظرانِ مفلسین کا تقرر ہوتا تھا لیکن اس قانون کے نفاذ
کے بعد سے ان کو مجلس پیرش مقرر کرتی ہے ۔ چونکہ
شہروں اور بلاد کے حالات اضلاع و تعلقات سے مختلف
ہوتے ہیں اس لئے مرکزی حکومت نے مناسب نہیں سمجھا
کہ اس قانون کے اثر کو اول الذکر مقامات تک وسعت
دی جائے ۔

خاتمہ ۔ اس باب کے مطالعہ سے تم پر ظاہر ہوچکا ہوگا
کہ جارج سوم کی وفات کے بعد سے اکثر انگریزی ادارات
سیاسی کی ازسرنو جمہوری اصول پر ترتیب ہوئی ہے اور بعض
قدیم ادارے جو باقی رہ گئے ہیں اور جن پر جمہوریت کا
اطلاق نہیں ہو سکتا ان کا پہلا سا اثر و اقتدار نہیں رہنے
پایا ۔ اس پر بھی ایسے انقلاب کے نتائج کا جس کا بہت

دور تک اثر پہنچ چکا ہو اس زمانہ میں صحیح اندازہ کرنا ممکن نہیں اس لئے کہ ہر ایک زمانہ کے عظیم سیاسی تغیرات کو اُس زمانہ کے لوگ یا اُس سے قریب میں آنے والے بخوبی نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن یہ بات نہایت اطمینان بخش ہے کہ بلوہ اور شورش اور ایک قدیم اور مشہور قوم کے روایات کو درہم و برہم کرنے کے بغیر یہ تغیرات تکمیل کو پہنچ گئے۔ اس لحاظ سے انگلستان کو نہایت خوش نصیب سمجھنا چاہئے اور اس بات میں وہ اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ باوجود بیرونی حملوں اور خانہ جنگیوں اور مذہبی ظلم و جور کے انگریزی سیاسی زندگی کا رشتہ برطانیہ کی جرمن فتح کے بعد سے کبھی ٹوٹا نہیں۔ انگریزی ادارات کی تاریخ کا سلسلہ چودہ سو برس سے برابر چلا آرہا ہے۔ ان اداروں کے سبب سے انگریزی قوم کو وہ امن و آسائش نصیب ہوئی ہے جس کی نظیر کسی دوسری قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ لیکن یہ گمان کرلینا کہ اچھے اداروں ہی کی بدولت کسی قوم کو سیاسی مرفہ الحالی نصیب ہو سکتی ہے عین خطا ہے۔ ادارات کی بذات خود کچھ حقیقت نہیں ہے ان سے صرف وہی لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جو ان کے صحیح استعمال سے واقف اور قوم میں عقل و انصاف اور حلم کی روح پھونک سکتے ہوں۔ گذشتہ زمانہ میں انگریزوں کی قوم میں ان خوبیوں کا قحط نہیں تھا۔ اگر ا

ان خوبیوں کو برقرار رکھیں تو امید ہے کہ ان کا مستقبل اس سے بھی زیادہ روشن اور شاندار ہوگا اور وہ زیادہ خوش و خرم رہیں گے۔

تمت

انابپٹسٹ Anabaptist زوونگلی ساکن زورخ مصلح سوئٹزرلینڈ کے زیر صدارت ۱۵۲۳ء میں اس عیسائی فرقہ کا وجود ہوا۔ اس فرقہ کے عقاید مذہبی جن کی وہ اشاعت کرتے تھے حسب ذیل ہیں۔

(۱) چونکہ شیر خوار بچوں کی بپتسمہ کی نسبت انجیل میں حکم نہیں ہے لہٰذا کم سن بچہ کا بپتسمہ موثر نہیں ہوسکتا۔

(۲) ابتدا میں کلیسا یا دین مسیحی ولیوں سے بنا تھا یعنے اُن سچے مسیحیوں سے جنہوں نے دین مسیحی کا اقرار کیا اس اظہار مذہب کے بعد ان کو بپتسمہ دیا گیا نہ کہ قبل اظہار۔

(۳) سلطنت اور کلیسا میں کسی قسم کا اتحاد نہیں ہونا چاہئے اور نہ مذہبی معاملات میں حکومت کی دست اندازی جائز ہوسکتی ہے۔ ہر ایک ملک نے اس فرقہ پر سخت ظلم کیا جس کے باعث اس کا شیرازہ بکھر کر دو حصے ہو گئے۔ ایک فریق تو تصوف کا قائل ہوا اور دوسرا شدید متعصب بنگیا۔ جرمنی کی جنگ مزارعین واقع ۱۵۲۵ء میں متعصب فرقہ نے کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ صوبہ ویسٹ فالیہ میں ان لوگوں نے بمقام منسٹر ۱۳۲۵ء میں جمع ہوکر ایک حکومت قائم کی جس کا نام کنگڈم آف زئی اِن (سلطنت الٰہی) رکھا اور آپس میں اصول کو

مساوی حصوں میں تقسیم کیا یعنے اشتراک مالی (کمونیٹی آف گڈز) کے مسئلہ کو جاری کیا - تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ لوگ عیش پسندی اور حرام کاری میں دلیر تھے ان کی یہ حالت اس وقت تک جاری رہی جب اس شہر کو ۱۵۳۵ء میں رومن کیتھلک کے ایک اسقف نے فتح کیا - ابتدائی اناباپٹسٹ فرقہ کے لوگ بپتسمہ کے لئے اس شخص پر جس کو بپتسمہ دیا جاتا تھا پانی چھڑکنا اور اس کو اُس پانی میں غوطہ دینا فرض سمجھتے تھے لیکن موجودہ زمانہ میں انہی کی اولاد کے عقیدہ میں بپتسمہ لینے والے شخص کو صرف پانی میں غوطہ دیدینا ہی کافی ہے -

رسم تدہین - انائنٹنگ (Anointing) یورپ میں دین مسیحی کے قبل سے رسم تاج پوشی مروج تھی - عیسایت کے بعد سے اس رسم میں چند مذہبی فرائض کا اضافہ کیا گیا مثلاً رسم بنی ڈکشن (اسقف کا بادشاہ یا کسی دوسرے کو خیر و برکت کا عطا کرنا)

اور رسم تدہین (انائنٹنگ) یعنی تیل ملنا - اس کا ماخذ توراۃ کو قرار دیا جاتا ہے جس میں پیغمبروں اور اسقفوں اور بادشاہوں کی رسم تدہین کا ذکر ہے اور اس رسم کو مرور زمانہ کے ساتھ فریضہ مذہبی کا جزو اعظم خیال کیا جانے لگا - ازمنہ وسطی میں لوگونکا عقیدہ تھا کہ مدہون ہونے کے سبب سے بادشاہ میں مذہبی اور دنیوی امور انجام دینے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ رسوم مذہب اور طریقت کے سرانجام دینے کا مثل پادریوں کے اہل ہو جاتا ہے اس لئے وہ مذہبی امور کے بجا لانے

میں پادریوں کے ساتھ شریک ہوتا تھا اور اس کو مذہبی معاش بھی
دی جاتی تھی فرانس وغیرہ میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے لیکن انگلستان
میں اس عقیدہ کو زیادہ ترقی نہیں ہونے پائی - جو چکنائی یا تیل
کہ رسم تاجپوشی کے وقت چڑھایا جاتا ہے اُس کو خدا کی طرف
منسوب کرکے مقدس بنایا جاتا ہے اور اس کے لئے مخصوص نام
رکھے گئے ہیں - بادشاہ کے سر پر پہلے اس تیل کو صدر اسقف
لگاتا ہے اور اس کے بعد جسم کے دوسرے مقامات جیسا ہاتھ
اور کہنیوں وغیرہ پر تیل چھوایا جاتا ہے - اہل مغرب کا خیال
ہے کہ تیل یا چربی ملنے کے سبب سے انسانِ مدہون میں اُس کی
روح جس کے نام سے یہ روغن منسوب کیا جاتا ہے اپنا اثر
کرتی ہے اس لئے بادشاہ کو مدہون کرنے سے اس کا منصب
اَور مقدس بن جاتا ہے - وہ ممسوح یعنے مسیح ہوتا ہے اور اس
میں برگزیدگی پیدا ہو جاتی ہے -

برو (Borough مشتق از لفظ انگلو سیکسن burg and burh
بمعنی قلع - گڑہی و شہر) کا اطلاق ابتدا میں قلعہ گڑہی اور قلعہ
مع قصر پر ہوتا تھا بعد ازاں اس سے مراد ایسا چھوٹا شہر
لیا جانے لگا جس میں فصیل و برج اور چھوٹا سا قلعہ ہو - زمانہ وسطی
میں یہ لفظ مختلف معنوں پر استعمال ہوا ہے چنانچہ ۱۳۹۰ء
میں بڑی عمارت کو بھی برو کہتے تھے اور ۱۴۲۵ء میں اس کے
صحیح مفہوم کی نسبت تحقیق نہیں ہو سکتی - بہر حال برو سے
مراد قریہ اور گاؤں نہیں بلکہ چھوٹا شہر ہے جو بلدہ سے کم رتبہ کا

ہو۔ برو کی دو قسمیں ہیں ایک میونپل برو (Municipal borough) یعنے ایسا شہر جس کو بادشاہ یا پارلیمنٹ کی طرف سے حکومت بلدی عطا ہو اور دوسرا پارلیمنٹری برو (Parliamentary borough) یعنے ایسا شہر جو پارلیمنٹ میں نمایندے روانہ کرتا ہو۔ شہر بلدی اور شہر پارلیمنٹی کے حدود ارضی عموماً یکساں نہیں ہوتے پارلیمنٹی شہر کا رقبہ آبادی کے لحاظ سے مقرر ہوتا ہے اور بلدی شہر کی وسعت دیگر امور پر منحصر ہوتی ہے۔

قانون اصلاح بابتہ ۱۸۳۲ء سے پہلے شہروں کی نیابت کے متعلق کسی عام قانون کے نہ بننے سے ان کی نیابت کی عجیب و غریب کیفیت تھی۔ ہر ایک شہر کی نیابت کی خاص تاریخ ہے بعض شہروں کو ان کے اسناد کے شرائط کے مطابق حق نیابت حاصل تھا اور بعض رسم قدیمہ کی بنا پر اپنے نائب پارلیمنٹ میں روانہ کرتے تھے۔ ان شہروں کے ساکنین کے رائے دینے یعنے نائب کو انتخاب کرنے کا حق مختلف شرائط اہلیت پر مبنی تھا۔ بعض شہروں میں جن کو اسناد شاہی کے ذریعہ سے ضلع کا رتبہ بخشا گیا تھا ضلع کے شرائطِ اہلیت رائج تھے۔ اس طرح کے کونٹی کارپوریٹ (County corporate) یعنے ضلع کے اختیارات رکھنے والے شہر علاوہ لندن کے اس وقت سترہ ہیں۔ مثل ضلع کے ساکنین کے ان کے باشندوں کی شرط اہلیت چالیس شلنگ تحصیل زینداری مقرر تھی۔ بعض شہروں میں

نائب کے انتخاب کرنے کا حق برگیج عطیات Burgage tenure پر منحصر تھا - ولیم اول نے فتح کے بعد انگلستان کے بعض قدیم اور ویران شہروں کی زمینات اپنے تابعین وغیرہ کو عطا کی تھیں - اس عطا میں اور عطیات زرعی یا زمینداری میں زیادہ فرق نہ تھا مگر لوگ قرون وسطی میں اس کی اس لئے قدر کرتے تھے کہ معطی لہ زمین کو بذریعۂ وصیت ہبہ کرسکتا تھا زراعتی زمینوں کی حالت اس کے برعکس تھی - اس کا معطی لہ اپنی زمین کی نسبت اُس زمانہ میں کسی قسم کی وصیت نہیں کرسکتا تھا - دوسری شرط اہلیت کرایہ کے مکانوں کی سکونت تھی تیسری شرط اہلیت اسکاٹ (Scot - کسی محصول یا رقم) کا ادا کرنا اور لاٹ (lot - خدمت) کا بجا لانا مثلاً شہر کے بلدیہ میں رکن کی حیثیت سے ملک کی خدمت کرنا یعنے میر بلدیا شریک میر بلد یا محافظ شہر بنکر ملک کی خدمت کرنا - امداد مفلسین کے محصول کی ادائی سے موجودہ زمانہ میں اسکاٹ کی ادائی سمجھی جاتی ہے - ایک عجیب و غریب رسم الخط کی غلطی کی بنا پر ایسے لوگوں کو بھی حق رائے (نائب کے انتخاب میں ووٹ دینے کا حق) مل گیا تھا جو پاٹ والرز (Potwallers) کہلاتے تھے - پرانی طرز میں W کو B کی طرح لکھا کرتے تھے - لوگوں نے B کے بجائے W پڑھ لیا - اصل میں صحیح لفظ پاٹ بائلرز (Pot boilers) بمعنی ہانڈی پکانے والا یعنے بالکل مفلس جس کے یہاں رہنے کے لئے صرف ایک کمرہ ہو

اور وہ اپنے آتشدان سے نہ صرف آگ تاپے بلکہ اپنا کھانا بھی پکا لے۔
اس حالت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ کا انگریزی دستور
جمہوری بن گیا تھا کیونکہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کو بھی اس شکل
میں حق رائے مل گیا تھا۔ ایک تیسری قسم شہروں کی ایسی
تھی جن میں اس شہر کے "آزاد اناس" یعنے شخصیات بلدی کے
ارکان ہی رائے دینے کے مجاز تھے اور ان شہروں کے
شخصیات کا منشورات شاہی کی بنا پر وجود ہوا تھا۔ اکثر شہر
اس نوعیت کے تھے۔ رکنیت شخصیہ مختلف طریقوں سے حاصل
کی جاتی تھی۔ بعض لوگ تو پیدائشی آزاد ہوتے تھے یعنے
ان کی رکنیت شخصیہ موروثی تھی اور بعضوں کو شادی بیاہ کے
ذریعہ سے اس کی رکنیت مل جاتی تھی اور بعض کسی تاجر یا صنعت گر
کے اصلی یا برائے نام شاگرد بنکر اس کو حاصل کرتے تھے اور بعض
مقامات پر تو آزادی شہر یعنے رکنیت شخصیہ بیچی جاتی یا مفت عطا
ہوتی تھی لندن کے بلدیہ کی رکنیت کے لئے کسی تجارتی یعنے لیوری
کمپنی (جس کی صراحت اسٹیشنری کمپنی کے ضمن میں
اسی ضمیمۂ تشریحات میں کردی گئی ہے) کی رکنیت لازم
کر دی گئی تھی۔ سب سے اخیر اور چوتھی قسم کے شہروں کا
لقب کلوز بروز (Close boroughs) تھا۔ منشورات
شاہی کے ذریعہ سے صرف شہر کے حکمراں گروہ کو حق رائے
(نائب انتخاب کرنے کا حق) دیا جاتا تھا اکثر یہ گروہ شرکاء میر بلدیہ
کی ایک مختصر جماعت پر مشتمل ہوتا تھا اور یہی لوگ اپنے جانشینوں کا

انتخاب کرتے تھے ۔ ان منشوروں کو زیادہ تر ٹیوڈر اور اسٹوورٹ بادشاہوں نے عطا کیا تھا اور جن کی غرض تھی کہ اُس وقت کی پارلیمنٹ کو اپنے دست نگروں اور ہوا خواہوں سے بھر دیں تاکہ اُس کے ارکان انکی مطلق العنانی میں کسی طرح سے مزاحم نہ ہوں اس پر بھی یہ بادشاہ اپنے منصوبوں میں کامیاب نہ ہوسکے اس لئے کہ اس قسم کے شہر بتدریج بڑے بڑے زمین کے مالکوں اور جاگیرداروں کے اثر میں آکر پاکٹ بروز (Pocket boroughs ۔ جیب پرکن شہر) ہوگئے یعنے پارلیمنٹ کے رکن کو انتخاب کرنے کا اختیار اس قسم کے شہر کے بلدیہ سے نکل کر کسی ایک جاگیردار یا چند با اثر مالکان اراضی کے ہاتھ آگیا اور یہ با اثر شخص یا جماعت اپنی رائے کو بیچ کر اپنے جیب بھرنے لگی ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کے بعد بھی ایسے چند جیب پرکن شہر باقی رہگئے ہیں ۔

چونکہ اس قسم کے شہروں کا وجود بادشاہ کے منشور کی بنا پر ہوتا تھا. اس لئے زمانہ وسطی میں ان کو نامی نیشن بروز (Nomination boroughs ۔ بادشاہ کے نامزد یا بنا کردہ شہر) کہتے تھے اور بادشاہ اس زمانہ میں مجاز تھا کہ اس قسم کے نئے نئے شہر قائم کرے یعنے جس شہر میں چاہے مخصوص شرائط کے ساتھ سند کے ذریعہ سے بلدیہ قائم کردے ۔
اسی طرح جن شہروں کی آبادی کم ہوگئی تھی یا بعض وجوہ سے وہ ویران ہوگئے تھے ان کا حق رائے ۱۸۳۲ء کے قانون

اصلاح کے پہلے باقی رہ گیا تھا۔ اس قسم کے شہر راٹن بروز
(Rotten boroughs - شہر غیر آباد یا ویران) کہلاتے
تھے۔ قانون مذکورہ اور ۱۸۸۴ء کے قانون اصلاح سے بہت
کچھ اس قسم کی نیابت کی خرابیوں کا انسداد ہو گیا ہے۔

"طالبان منشور" (چارٹسٹ Chartists) سیاسی مصلحین
کا ایک فرقہ جس نے ۱۸۳۶ء سے ۱۸۴۸ء تک اصولی اصلاحات
کی نسبت جن کا خاص مقصد مزدور پیشہ اور اہل حرفہ کی تمدنی
معاشرتی اور صنعتی حالت کی بہبودی اور ترقی تھا ایک تجویز
پیش کی تھی۔ ان تحریکات کو ایک دستاویز میں قلمبند کیا
گیا تھا جس کا نام نیشنل یا پیپلس چارٹر رکھا گیا تھا فرانسیس
پلیس نے جو اس فرقہ کا سرغنہ تھا اس کا مسودہ چارٹر
یا قانون پارلیمنٹ کی شکل میں تیار کیا تھا جو ۸ مئی ۱۸۳۸ء
کو شائع ہوا اور اصلاحات کی اسکیم چھ عنوانوں میں ترتیب
دی گئی تھی جن کا اصل کتاب میں ذکر ہے۔

کارونر (Coroner) کرون (Crown - بمعنی تاج)
سے مشتق ہے۔ چونکہ انگلستان کے بادشاہ کے لئے لفظ "تاج" مجازاً
استعمال ہوتا ہے اس لئے پلیز آف دی کراؤن Pleas of the
crown لفظی معنی تاج کے مقدمات) سے مراد مقدمات
یا نالشات فوجداری ہوتی ہے۔ حالیہ اقوام یورپ کے مختلف
نظامات قانونی کا ماخذ قانون روما (Roman Law) سمجھا جاتا
ہے۔ رومیوں کے اصول قانون کے مطابق ارتکاب جرم سے

حکومت کے حق کو جو اپنے افراد کی ہر ایک معاملہ میں نیابت
کرتی ہے صدمہ یا گزند پہنچتا ہے مثلاً الف نے ب کے مال
کا سرقہ کیا تو گویا الف نے حکومت (State) کے خلاف
جرم کیا، کیونکہ حکومت ب کے نائب کی حیثیت رکھتی ہے۔ ب
کو حق حاصل ہے کہ وہ تمام دنیا کے مقابل اپنے مال پر
قابض و متصرف رہے یعنے اس سے متمتع ہو ب کے اس حق
کو الف کے سرقہ سے نقصان پہنچتا ہے یعنے وہ اپنے مال
کے تمتع سے محروم ہو جاتا ہے۔ حکومت (State) جو ب
کی نائب ہے (اور یہ بھی خیال اس کے پیش نظر ہے کہ اگر
ب کو الف سے مال وصول کرلینے دیا جائے تو دونوں میں
لڑائی بھڑائی ہوکر ملک میں بد امنی پھیلے گی اور قانون یعنے منظم حکومت
کی صدارت مٹ جائیگی) ب کے عوض الف کے مقابل مدعی
بن جاتی ہے اور عدالت میں استغاثہ سرقہ اپنے نام سے
پیش کرتی ہے۔ ب کی حیثیت ایک گواہ کی ہو جاتی ہے
اور اگرچہ ب مال مسروقہ پانے کا مستحق ہے لیکن دعوے
سے دست بردار نہیں ہو سکتا بہر حال اس موقع پر قانونی
نکات سے بحث کرنی منظور نہیں مطلب یہ کہ انگلستان نے
بھی قانون روما کی تقلید میں اپنے ہاں کا تعزیری قانون اک
رومیوں کے اصول پر بنایا اور چونکہ ملک میں شخصی حکومت
تھی اس لئے حکومت کے بجائے "تاج" جو مجازاً بادشاہ کے
لئے بولا جاتا ہے فوجداری مقدموں میں مدعی یعنے مستغیث

بنتا ہے۔ اسی طرح فوجداری مقدمے بھی پلیز آف دی کرؤن یعنے تاج کے مقدمے کہلانے لگے۔ قدیم زمانہ میں فوجداری مقدمات کی تحقیقات کارونر سے تفویض تھی اور وہ کسٹوس پلیسی ٹوریم کاروئے
Custos placitorum Coronae محافظ
مقدمات تاج) کہلاتا تھا۔ اسی بنا پر اس عہدہ دار کا نام کارونر (Coronerَ) پڑ گیا جس کے ذمہ اُن میتوں کی تفتیش دی گئی جو قتل ضرر شدید بلوہ و فساد یا زہر وغیرہ کے ذریعہ سے ہلاک ہوئے ہوں یعنے جن کی موت کا باعث قضائے الہی نہ ہو۔

ابتدا میں کارونر (مفتش اسباب ہلاکت) ایک معمولی عہدہ دار سمجھا جاتا تھا لیکن اب اُس کا عہدہ معزز ہوگیا ہے اور وہ اپنی عدالت کا ناظم ہے۔ انگلستان اور ویلز کے عموماً ہر ایک ضلع اور ہر ایک ایسے شہر میں جس کی حکومت (اختیارات) ضلع کے حکومت کے مساوی ہے اور بعض دوسرے شہروں میں جہاں کوارٹر سیشن یعنے سہ ماہی فوجداری عدالتیں قائم ہیں کارونر کی عدالت ہوتی ہے۔ اس عدالت کی مخصوص جوری ہوتی ہے جو Coroner's Jury کہلاتی ہے۔ کارونر کے اختیارات نہایت وسیع ہوتے ہیں چنانچہ وہ مثل ایک اعلیٰ ناظم عدالت کے فراہمی شہادت کے لئے نہایت سخت احکام جاری کر سکتا اور گواہوں وغیرہ کو بجبر طلب کر سکتا ہے۔ عدول حکمی کرنے والوں کو تحقیر عدالت کی سزا

دے سکتا ہے ۔ میّت کا عمل جراحی کے ذریعۂ سے امتحان کرا سکتا ہے ۔ حکومت کی جانب سے جن لوگوں کے سر اُڑائے جاتے ہیں یا جو محبس میں مرتے ہیں ان کے اسباب موت کی تفتیش بھی کارونر کرتا ہے ۔ برآمد شدہ دفینے اور ایسی مچھلیوں کی جو راج مچھلی (Royal fish) کہلاتی ہیں یعنے ویل مچھلیوں وغیرہ کی تحقیقات اور ان کی ملکیت کا تصفیہ کارونر ہی کرتا ہے ۔

کارپوریشن ۔ (Corporation) لاطینی کارپس بہ معنی جسم وبدن ۔ اس کے سمجھنے کے لئے شخص کے قانونی مفہوم سے بھی واقف ہونے کی ضرورت ہے ۔ قانون میں "شخص" کی دو قسمیں ہیں شخص حقیقی اور شخص غیر حقیقی یا قانونی ۔

شخص حقیقی کا اطلاق اس انسان پر ہوتا ہے جس کو قانون حصول حقوق اور ادائے فرائض کے قابل تصور کرے خواہ ایسا انسان پیدا ہوچکا ہو یا نہ پیدا ہو یعنے ماں کے رحم میں ہو اور شخص غیر حقیقی وہ ہے جسے قانون نے ایک قانونی شان عطا کی ہو اور وہ "ایک ردائے شخص اوڑھے ہوئے ہو" اور مثل شخص حقیقی کے اس کو حقوق اور فرائض کے قابل سمجھا جائے ۔ اشخاص غیـــر حقیقی کی دو قسمیں ہیں ۔

(ا) ۔ ایک مجمع اشخاص جیسے کوئی سلطنت یا جامعہ آکسفورڈ یا الہ آباد یا اور کوئی سند یافتہ جماعت یعنے تجارتی کمپنی یا بلدیہ یعنے مجلس صفائی ۔

(۲) مجمع اشیا۔ مثلاً وہ رقوم جو کسی امین کو تفویض کرنیکے بغیر امور مذہبی کے لئے وقف کر دی گئی ہوں اور ترکۂ غیر صیغی قبل از اہتمام یا کسی دیوالیہ کی جائداد۔ قسم اول کے لئے ضروری ہے کہ اعلیٰ حکومت یعنے فرماں روا کی جانب سے کسی عام یا خاص قانون کے ذریعۂ سے اُس کی قانونی شان یعنے اس کے حقوق اور فرائض قائم کئے جائیں۔ مثل قانون کمپنی ہائے ہند مصدرہ ۱۸۸۲ء کی رو سے ہندوستان میں ہر سات آدمیوں کا مجمع جس پر شرائط مندرجہ قانون مذکور کا اطلاق ہو جماعت سند یافتہ ہو سکتا ہے برعکس اس کے الہ آباد یونیورسٹی کا قیام ایک خاص قانون یعنے ایکٹ مجریہ ۱۸۸۶ء کی بنا پر ہوا ہے۔ قسم دوم میں لفظ شخص قانونی کا استعمال جو کیا گیا ہے وہ محض مجازی ہے۔

تمام مجامع کی ایک خاصیت ہے کہ تبدیل اجزا سے اس میں کوئی تغیر نہیں واقع ہو سکتا مثلاً کسی کمپنی یا بلدیہ کے ارکان کے بدل جانے سے اس مجمع پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اسی طرح سے کارپوریشن سول (Sole) ہے کہ اس کا منصب تو قائم رہتا ہے لیکن صاحب منصب تبدیل ہوتا رہتا جیسا کہ بادشاہ یا لارڈ میئر یا کلیسا کا اسقف وغیرہ۔ انگلستان میں جہاں کارپوریشنز سے شہروں کی حکومتی کمیٹیوں سے مراد لی جائے وہاں انکو خود اختیاری حکومتیں سمجھنا چاہئے اِس لئے کہ پندرھویں صدی تک کارپوریشن کا صحیح قانونی

مفہوم قائم ہوگیا ہے اور اس کے بعد سے ان کارپوریشن کے معنی کسی شہر کو حکومت خود اختیاری عطا کرنے کے ہوتے ہیں ۔ چارلس دوم کے عہد سلطنت تک تو حکومت خود اختیاری کی عطا میں ہی اس حق کا شمول بھی تصور ہونے لگا کہ وہ اپنے نائبین پارلیمنٹ کو روانہ کرے ۔ لہذا ان کارپوریشن کے لئے عطائے شخصیہ اور کارپوریشن یا کارپوریشن اگریگیٹ کے واسطے شخصیہ یا شخصیہ اجتماعی اور کارپوریشن سول کے لئے شخصیہ انفرادی الفاظ تجویز کئے جاتے ہیں ۔

سرخ و سفید پھولونکی لڑائیاں ۔(Wars of the Roses- وارز آف دی روزیس) ۔ یہ لڑائیاں خاندان یارک اور خاندان لینکسٹر کے باہم (۱۴۵۵ء سے ۱۴۸۵ء تک چار بادشاہوں کے عہد میں) جاری رہیں ۔ سفید گلاب خاندان یارک اور سرخ گلاب خاندان لینکسٹر کی نشانیاں تھیں ۔ ان میں سے ہر ایک خاندان کے طرفداروں اور اُس کی فوج کو ان نشانیوں کو بطور تمغہ استعمال کرنا لازم تھا ۔

ضلع (County) ۔ ایسا حصہ ملک انگلستان جو غیر معینہ تعداد تعلقات سے بنا ہو ۔ اس کا ماخذ کومز (comes) یعنے قوم فرانک کا کونٹ (Count) ہے جس کو سیکسن لوگ ارل یا ایلڈرمین (نواب) کہتے تھے اور جو اپنے ماتحت شائر (ضلع) پر حکومت کرتا تھا ۔

County borough (ضلع کے اختیارات رکھنے والا شہر ۔

قانون حکومت مقامی بابت ۱۸۸۸ء کے تیسرے جدول میں ایسے اکسٹھ بلاد کے نام تبلائے گئے ہیں جو بذات خود پہلے سے کونٹی (ضلع) تھے (ذیل کی نوٹ میں کونٹی کارپوریٹ کو دیکھو) یا جن کی مردم شماری بحساب فی کونٹی برو پچاس ہزار سے کم نہ ہو۔ قانون محولہ کے دفعہ ۳۱ کی روسے ان شہروں کو انتظامی اضلاع (اڈمنسٹریٹیف کونٹیز) بنایا گیا ہے۔

(ضلع کے اختیارات رکھنے والا شہر۔ (County corporate)

کونٹی کارپوریٹ اس شہر یا بلد کو کہتے ہیں جس میں کم و بیش ملک کا کچھ حصہ ملحق ہو اور جس کو شاہان انگلستان نے بمراحم خسروانہ خاص طور پر کونٹی (ضلع) کے اختیارات عطا کئے ہوں اور جو کسی اور ضلع میں شامل نہ رہا ہو بلکہ اس کی حکومت اسی کے شیرف اور حکام شہر کے تفویض رہی ہو اس طرح سے کہ اس نام کے ضلع کے حکام کو اس شہر کی حکومت میں کبھی دست اندازی کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔ اس قبیل کے بلاد لندن یارک نارویچ وغیرہ ہیں۔ جارج سوم ۳۸ سنہ جلوس کے ایک قانون کے دفعہ ۵۲ کی روسے اور اس کے بعد اکثر قوانین موضوعہ نے بھی طے کر دیا ہے کہ ہر ایک قسم کا بنائے دعویٰ اور جرایم جو ایسے شہر میں واقع ہوں ان کی سماعت اور تحقیقات کسی دوسرے متصل کے مستقل ضلع میں ہوسکتی ہے۔

کونٹی پیلاٹائن (خود مختار ضلع۔ ضلع دارائے امتیازات سلطانی) County Palatine — اس نام سے چیسٹر ڈرہم اور

لینکشر کے اضلاع منسوب ہیں - قدیم زمانہ میں ان اضلاع کے مالکوں یعنے ارل آف چیسٹر صدر اُسقف ڈرہم اور ڈیوک آف لینکسٹر کو اُس قسم کے اعلیٰ اختیارات حاصل تھے جس قسم کے بادشاہ اپنے محل (Palatio, a palace) میں استعمال کرتا تھا۔
بغاوت خلاف سرکار اور سنگین جرایم کے مرتکبین اور قاتلوں کو تک یہ امرا معافی دے سکتے تھے - ہر ایک حکمنامہ عدالتی خواہ اس کا تعلق دیوانی مقدمہ سے ہوتا یا فوجداری سے انہی کے نام سے جاری ہوتا تھا - انگریزی قانون کے خلاف مرتکب جرم ہونا گویا بادشاہ کے خلاف جرم کرنا سمجھا جاتا ہے - اسی طرح اِن اضلاع میں فوجداری مقدمات میں بجائے بادشاہ یا تاج کے ان امرا کے نام سے فوجداری نالشیں عدالتوں میں دائر ہوتی تھیں اور جرائم ان کے امن کے خلاف نہ کہ بادشاہ کے امن کے خلاف سرزد ہوتے تھے - لیکن اکثر امور میں ان اضلاع کا اب انگلستان میں شمول ہو گیا ہے - قانون عدالت العالیہ مجریہ ۱۸۷۳ء فقرہ ۱۶ کی روسے اُن کے کل عدالتی اختیارات سلب ہوکر اول الذکر عدالت کو منتقل ہو گئے ہیں لیکن لینکشر اور ڈرہم کی ایکویٹی (یعنے لصفت) کی عدالتوں کے اختیارات میں اس قانون نے کوئی تغیر پیدا نہیں کیا -

کورٹ آف اسائز - (Court of Assize) - اسائز کا ماخذ لاطینی لفظ Assideo ہے جس کے معنی ملکر بیٹھنے کے ہوتے ہیں اس لئے جوڈیشیل اسمبلی یعنے مجلس قضاۃ جو بحکم شاہی اجلاس

کرے اس کو بھی اسایز کہنے لگے ۔ اُس عدالت کو بھی اسایز کہتے تھے جو کسی جوری کو برائے انفصال مقدمہ طلب کرے بہرحال کورٹ آف اسایز کے مساوی ہند میں کوئی عدالت نہیں ہے البتہ ایک دو باتوں میں ہند کی عدالتِ سیشن کسی قدر مشابہ ہے ۔ ہندوستان کی عدالتِ سیشن اور انگلستان کی کورٹ آف اسایز میں بلحاظ اختیارات سماعت و نوعیت فصل خصومات جزئی اختلافات ہیں ۔ لیکن دورہ کے لحاظ سے دونوں میں بہت مشابہت ہے ۔ ہند کی عدالتِ سیشن مخصوص سنگین ابتدائی فوجداری مقدمات کی جو ماتحت عدالتوں سے سپرد ہوتے ہیں ابتدائی تحقیقات اور دوسرے فوجداری مقدماتِ مرافعہ کی سماعت کرتی ہے ۔ مجسٹریٹ تنہا کام کرتا ہے لیکن انگلستان کی کورٹ آف اسایز شاہی کمیشن (حکم) کی بنا پر سال میں متعدد مرتبہ اجلاس کرتی ہے ۔ اس عدالت کے کمشنر قدیم زمانہ کے دورہ کرنے والے قضاۃ کے جانشین ہیں ۔ ہر ایک اجلاس دو یا دو سے زیادہ کمشنروں پر مشتمل ہوتا ہے ۔ ان عدالتوں کو چار مختلف قسم کے اختیارات ہیں:

(۱) بغاوت خلاف سرکار قتل عمد اور کل سنگین جرایم کی تجویز کا اختیار ۔

(۲) ہر ایک محبوس ملزم کی تحقیقات کا اختیار خواہ وہ کسی قسم کے الزام میں ماخوذ ہوا ہو ۔

(۳) مقام واردات یعنے مقام ارتکاب جرم سے بارہ اشخاص کو بطور جوری طلب کرنے کا اختیار اور اُن سب دیوانی مقدمات کی

سماعت اور فیصلہ کا اختیار جو عدالت العالیہ کے کسی ایک صیغہ میں دایر ہوئے ہوں اور جن میں عدالت نے تنقیحات قائم کی ہوں۔
(۴) اپنے ماتحت ضلع یا اضلاع دورہ میں امن قائم رکھنے کا اختیار جس کے باعث اُس ضلع کے کل جسٹیسیز آف دی پیس (اعزازی ناظم فوجداری) پابند ہیں کہ ان کمشنروں کے دورہ کے زمانہ میں ان کے اجلاسوں میں موجود رہیں مگر بجز ایسی صورت کے کہ کسی معقول اور جایز وجہ سے اس شرکت سے معذور ہوں۔ اگر بلا وجہ موجہ غیر حاضر ہوں تو کمشنران مذکور ان پر جرمانہ کرنے کے مجاز ہیں۔ ہر ایک ضلع کے شیرف کا بھی فرض ہے کہ عدالتہائے مذکورہ میں اصالتاً یا وکالتاً حاضر رہے۔

علاقہ صرف خاص۔ (Demesne Land – ڈیمین لینڈ)۔ شاہی ذاتی علاقہ۔ اس قسم کی اراضی کو بادشاہ شیرف کو بالمقطعہ یا پٹہ پر دیتا یا خود اس کی کاشت کرواتا تھا اور اُس زمانہ کے موافق مالگزاری یا فوجی خدمت اس کے معاوضہ میں لی جاتی تھی۔

ڈسپنسنگ پور Dispensing Power "اختیار استثنا"۔
زمانہ سلف میں انگلستان کے بادشاہوں کا دعویٰ تھا کہ وہ جس ملزم کو چاہیں قانون تعزیری کے اثر سے مستثنیٰ کر سکتے ہیں۔ کیتھلک لوگوں کو جو از روے قانون محروم کئے گئے تھے سرکاری عہدوں اور پارلیمنٹ کی رکنیت پر لانے کے لئے جیمس دوم نے اس اختیار پر عمل کیا ہے۔ انقلاب سلطنت کے بعد "اختیار استثنا" منسوخ ہوا۔

ڈیوائن رایٹ ـ Divine Right - نیابت الٰہی۔ازمنہ وسطیٰ اور اس کے قبل یورپ میں یہ خیال لوگوں کے دلوں میں جم گیا تھا کہ چونکہ بادشاہ کو اس کا شاہی منصب خدا کی جانب سے نہ کہ اس کی قوم یا رعایا کی طرف سے ملتا ہے اس لئے بادشاہ اپنے افعال کا ذمہ دار اور جواب دہ صرف خدا کے نزدیک ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر اگر رعایا کسی ملکی معاملہ میں بادشاہ کی مخالفت کرتی تو اس کو معصیت خیال کیا جاتا تھا۔ اس مسئلہ کا لب لباب پیسف اوبی ڈنیس (Passive Obedience - اطاعت تامہ) تھی یعنے رعایا کو اگر بادشاہ کے ہر ایک فعل سے اتفاق نہ ہو تو اس کی مخالفت بھی نہیں کرنی چاہئے۔ عہد اسٹوورٹ میں اکثر وہ انگریز جن کا مقررہ مذہب پروٹیسٹنٹ تھا اس عقیدہ کی عوام میں تلقین کرتے تھے۔

"فہرست موافقین و مخالفین تحریک" ڈیویژن لسٹ (Division List)

اہم معاملات کا فیصلہ دونوں بیوت پارلیمنٹ میں بذریعۂ ڈیویژن یعنے "تقسیم" ہوتا ہے۔ جو ارکان کسی تحریک کی تائید میں رائے (ووٹ) دینا چاہتے ہوں وہ سیدھے ہاتھ کی طرف (لابی) پیش دالان میں چلے جاتے ہیں انکو Contents یعنے مطمئن کہتے ہیں اور جو لوگ تحریک کے مخالف رہتے ہیں بائیں ہاتھ کے دالان میں چلے جاتے ہیں ان کو Non contents یعنے غیر مطمئن کہتے ہیں۔ اور جو لوگ تحریک مذکورہ کی نسبت رائے دینا نہیں چاہتے وہ پارلیمنٹ یا اس کمیٹی کے اجلاس کے باہر

چلے جاتے ہیں اس کے بعد صدر نشین مجلس دو ارکان کو رایوں کے شمار کرنے کے لئے مقرر کرتا ہے جن کو ٹیلر کہتے ہیں -

ارل - Earl ایتھلریڈ کے زمانہ میں ایلڈرمین کے بجائے ڈینش زبان کا لفظ (Jarl) جارل استعمال ہونے لگا اور ایلڈرمین کے علاقہ کو ارلڈم کہنے لگے - علاوہ عدالتی اور انتظامی فرائض کے ارل کے ذمہ فوجی خدمت بھی تفویض کی گئی مثلاً ارل آف چیسٹر کے ذمہ انگلستان اور ویلس کے درمیانی سرحدی حصہ کی حفاظت و نگرانی دی گئی تھی- شیرف کا انتخاب اور تقرر بھی ارل کرتا تھا - عدالتی، مالی اور فوجی اختیارات کے لحاظ سے وہ اپنے صوبہ یا ضلع کا سب سے اعلیٰ افسر تھا -

ایسٹر - Easter انگلوسیکسن زبان مین ایسٹر روشنی اور موسم بہار کی دیبی کا نام تھا جس کی خوشی میں ماہ اپیرل میں عید منائی جاتی تھی اس لفظ کا ماخذ ایسٹ جو لاطینی اورورا Aurora اور یونانی اوسوسا Ausosa اور سنسکرت اساش بمعنی روشنی و نور ہے - عیسائیوں کا سالانہ مذہبی تہوار ہے جو حضرت مسیح کے حشر یعنے مصلوب ہوکر دفن ہونیکے بعد حسب عقیدہ عیسائیان اُن کا دوبارہ زندہ ہونا اور اسی جسم انسانی کیساتھ آسمان پر چلے جانے کی تقریب میں خوشی منائی جاتی ہے - یہ عید بروز یکشنبہ جو گڈ فرائڈے (جمعہ مبارک) کے دوسرے روز آتا ہے واقع ہوتی ہے - مارچ کی ۲۱ یا اسکے بعد کی تاریخوں

میں جب چاند بدر کامل ہوتا ہے تو اس کے بعد کے پہلے اتوار کو کونسل نایس کے حکم کے مطابق یوم حشر مسیح معین ہوتا ہے۔ اگر اتوار کے روز بدر ہو جائے تو ایسٹر کو اس کے ایک ہفتہ کے بعد منایا جاتا ہے۔

گورنر۔ صوبہ دار۔ ایلڈرمین (Ealdarman) سیکسن انگریزوں کے بادشاہوں کے سب سے زیادہ ذی مرتبت وابستۂ دولت کو ایلڈرمین کہتے تھے۔ ایلڈرمین کے معنی بڑے آدمی اور صاحب حکومت کے ہیں۔ اس کے ماتحت ایک یا متعدد اضلاع ہوتے تھے اور اس کو عدالتی اور انتظامی دونوں قسم کے اختیارات ہوتے تھے۔ اسکا علاقہ ایک ریاست کے مشابہ ہوتا تھا۔ اور وہ اپنے صوبہ میں وایسرائے (Viceroy قائم مقام یا نائب شاہ بہ معنی صوبہ دار) متصور ہوتا تھا۔ اس کو بادشاہ برائے نام منتخب کرتا تھا اس کا منصب زیادہ تر موروثی ہوتا تھا۔ رومی سینیٹر اور ایلڈرمین مترادف الفاظ ہیں۔ از روئے استحقاق اس کو چالیس ہائیڈ اراضی دی جاتی تھی۔

آشوبِ فرانس (فرنچ رین آف ٹیرر۔ French Reign of Terror) سے فرانسیسی انقلاب سلطنت کے اس دور سے مراد ہے جبکہ تمام ملک میں خونریزی اور ہل چل پھیلی ہوئی تھی لوگوں کی جائدادیں بلا وجہ ضبط کر لی جاتی تھیں اور عنان حکومت مخالفین سلطنت کے ہاتھ میں تھی گویا کہ ملک

حقیقی خوف کے زیرنگیں آگیا تھا اور لوگوں کے خوف وبیم جان کا سبب وہ تدابیر اور قوانین تھے جن کو اس سلطنت کے عارضی حکام نے جاری کئے تھے۔ "آشوبِ فرانس" کی ابتدا ۱۷۹۳ء کے موسم بہار سے ہوئی اور اس کا خاتمہ رابسپیر کے زوال قوت سے ۲۷ جولائی ۱۷۹۴ء کو عملی طور پر ہوا۔

انجیل The Gospel—New Testament

Gospels-Mathew, Mark, Luke and John

انجیل کا وہ حصہ جو یوحنا لوقا مرقس اور متی کے نام سے مشہور ہے۔

گرانڈ جُوری۔ Grand Jury گرانڈ جُوری۔ انگلستان میں فوجداری تحقیقات عموماً دو قسم کی جوریوں کی معیت سے کی جاتی ہے۔ ایک الزام لگانے والی جُوری اور دوسری تحقیقات کرنے والی جُوری ہوتی ہے پہلی قسم کی جُوری کو جُوری کلاں اور دوسری قسم کو جُوری خورد کہتے ہیں۔ گرانڈ جوری تیئیس آدمیوں پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ اس زمانہ کی یادگار ہے جبکہ ہر ایک ضلع میں چند اشخاص کو حلف دیا جاتا تھا کہ وہ اس ضلع کے مجرمین کو چالان کریں زمانہ سلف میں یہ اصول تھا کہ یہ جُوری اپنے علم کی بنا پر لوگوں کو ملزم بناتی تھی لیکن اس زمانہ میں بھی یہی شکل اختیار کی گئی ہے انڈائٹمنٹ (الزام تحریری) میں اب بھی یہی مرقوم ہوتا ہے کہ" اہل جوری حلفاً بیان کرتے ہیں کہ الف نے بر بنائے کینۂ ماقبل ب کو ہلاک اور عمداً قتل کیا" ہنری ہشتم کے عہد کے طریقہ سے موجودہ طریقہ میں کیقدر

تغیر ہو گیا ہے ۔ اصل یں کوئی ایک شخص جس کو یقین ہوتا ہے کہ الف سے کوئی جرم سرزد ہوا ہے وہ گرانڈ جوری کے ہاں بل آف انڈائٹ منٹ (عرضی استغاثہ) پیش کرتا ہے جس یں مرقوم ہوتا ہے کہ الف نے ب کو بہ نیت قتل عمد ہلاک کیا ۔ گرانڈ جوری صرف استغاثہ کی شہادت سماعت کرتی ہے اگر اس کے نزدیک الف کو مجرم خیال کرنے کے معقول وجوہ ہوں تو صفائی کی شہادت لئے بغیر وہ عرضی پر الفاظ " نالش صحیح " درج کرتی ہے اور الف کو جوری خورد کی باضابطہ تحقیقات کے لئے عدالت مجاز میں سپرد کر دیا جاتا ہے اگر الف کو مجرم باور کرنے کی کوئی وجہ نہ ہو تو گرانڈ جوری عرضی مذکورہ پر " نالش غیر صحیح " لکھتی ہے ۔ پرانی اصطلاح اسکے واسطے Ignoramus (ہم اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے) تھی اس لئے اس قسم کی عرضی ناقابل توجہ کہلاتی ہے اور الف رہا ہو جاتا ہے ۔ اس رہائی کی بنا پر الف کو ہمیشہ کے لئے نجات نہیں ملتی ۔ اگر صحیح مواد اور قوی شہادت اس کے بعد بھی فراہم ہو تو الف کے خلاف دوبارہ اسی الزام کی بنا پر استغاثہ پیش ہو سکتا ہے اس واسطے کہ الف کو عدالت کے ذریعہ سے باقاعدہ طور پر تحقیقات ہوکر بریت حاصل نہیں ہوئی ۔ صرف بریت ایسی خاصیت ہے کہ اس کی بنا پر دوبارہ اسی الزام یں کسی ملزم بری شدہ پر وہی الزام نہیں قائم ہو سکتا ۔ رہائی کے بعد ملزم پر وہی الزام قائم ہو سکتا ہے ۔ اسی مضمون کو ایک مقولہ

قانونی کے شکل میں بیان کیا جاتا ہے کہ بری شدہ ملزم ایک مخصوص الزام منسوبہ سے ہمیشہ کے لئے بری ہے۔ بریت اور رہائی کا امتیاز ہند کے ضابطہ فوجداری میں بھی رکھا گیا ہے اگرچہ فوجداری تحقیقات کے لئے ہند میں دیسیوں کے واسطے کسی قسم کی جوری کا طریقہ نہیں رکھا گیا ہے البتہ یورپین ملزمین کے لئے جوری مقرر ہوتی ہے لیکن سنگین جرائم جن کی ابتدائی تحقیقات عدالتِ سشن اور ہائی کورٹ (عدالت العالیہ) میں ہوتی ہے مقدمہ سے غیر متعلق دو اشخاص کو بطور جوری مقرر کیا جاتا ہے اور یہ اسیسر (مددگاران جج) کہلاتے ہیں۔ اس کے سوائے انگلستان اور ہند کے ضابطہ میں ایک اور فرق ہے۔ دیوانی اور فوجداری ہر دو قسم کی نالشوں کی سماعت و تحقیقات وہاں بذریعۂ جوری خورد ہوتی ہے مگر یہاں دیوانی مقدمات کی سماعت میں جوری خورد کی شرکت تو درکنار اسیسرز (Assessors) تک موجود نہیں رہتے۔

ہنڈریڈ (حصہ ضلع یعنے تعلقہ) Hundred کونٹی یا شایر (ضلع) کے حصہ کو ابتدا میں غالباً اس وجہ سے ہنڈریڈ کہتے ہوں گے کہ اُس قطعہ زمین کے دس دسویں حصے ہوتے تھے یعنے سنو سنو حصوں کا ایک قطعہ اراضی بنتا تھا۔ اور ہر ایک حصہ میں ایک ایسا خاندان آباد تھا جس میں دس نفوس ہوتے تھے۔ دوسری یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس قسم کے قطعہ زمین سے بادشاہ کو سنو سپاہی بدست ہوتے ہونگے۔

ابتدا میں اس کی حکومت ہائی کانسٹبل (بارگاہ شاہی کے فوج کا افسر اعلیٰ) یا بیلف (عامل یا نائب) کے تفویض ہوتی تھی۔ سابق میں ہر ایک ہنڈریڈ میں عدالتی اغراض کے انصرام کے لئے ایک مقامی عدالت ہوتی تھی۔ اب ہنڈریڈ کورٹ کا عمل باقی نہیں رہا۔

(مواخذہ) Impeachment اعلیٰ

عہدہ داروں کے جرائم بغاوت خلاف سرکار و خیانت مجرمانہ یا اسی قبیل کی بدعنوانیوں کی ایک خاص نہج پر انگلستان میں تحقیقات ہوتی تھی جو قانون کی روسے ابھی تک باقی رہ گئی ہے لیکن اس پر عمل نہیں ہوتا۔ اس قسم کی اخیر تحقیقات وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل ہند کی ہوئی تھی۔ سردست عمل یہ ہے کہ اس قسم کے ملزمین کی عدالت میں یا بذریعۂ کمیشن باقاعدہ تحقیقات ہوتی ہے۔ ”مواخذہ“ کے لئے بیت الامرا عدالت اور بیت العوام فریق مستغیث بنتے ہیں۔ تائیدالزام اور صفائی کی شہادت کو سماعت کرنے کے بعد بیت الامرا کے ارکان کی کثرت رائے ملزم کی مجرمیت یا بریت کا تصفیہ کرتی ہے۔

نائٹ سرویس یا ٹینیور بائی نائٹ سرویس

(عطیہ knight service or tenure by Knight Service

خدمت فوجی)۔ بادشاہ اپنے تابعین کو بحیثیت مبارز لڑائی میں کام آنے کی غرض سے زمین عطا کرتا تھا اس قسم کی عطا کے لئے بھی معطیٰ لہ کو حسب ذیل خدمت کا انجام دینا اور رسوم

گیری ادا کرنا ہوتا تھا ۔

(۱) فوجی خدمت کا بجا لانا ۔

(۲) ادائے رقوم امدادی ۔

(۳) ادائے نذرانہ و پیشکش ۔

(۴) معطی لہ کا سلسلہ نسل ختم ہونے پر عطا کا بادشاہ کو مسترد بازگشت ہونا ۔

لیویلرز ۔ (Levellers) ۔ کرامویل کی بنا کردہ جمہوری حکومت
کامن ویلتھ ۔ رفاہ عام) کے زمانے کا ایک پولیٹکل فرقہ جس کا غرض
ان ریلبرن ۔ تھا ۔ یہ لوگ اپنے زمانہ کے سوشیلسٹ (اشتراکی) تھے
منصب و امارت کی مخالفت کرتے تھے ۔ ان کی خواہش تھی کہ کل قوم
بں دولت اور جائداد کی مساوات ہو ۔ ان امور کے حاصل کرنے کے
لئے کرامویل کے خلاف ان لوگوں نے بغاوت کی اور ان کی آسانی
سے سرکوبی کر دی گئی ۔

لولارڈز (Lowllards) ۔ یہ ایک مذہبی فرقہ تھا جو جان وکلف
کی سرکردگی میں پندرھویں صدی کے شروع میں انگلستان میں قائم
ہوگیا تھا ۔ اس کا اصل مقصد اُن بے اصل اور لغو باتوں پر سے
پردہ اُٹھانا تھا جن کو مذہبی جامہ پہنایا گیا تھا لیکن مذہبی اصلاحات
کے پیرایہ میں اُس کے معتقدین نے انقلاب سلطنت کے خیالات بھی
پھیلانے شروع کردئے ۔ اس لئے خصوصاً انقلاب کے خیالات کو
روکنے کی غرض سے اسٹاچیوٹ ڈی ہیری ٹیکو کم برنڈو یعنی اہل
زندقہ اور انقلاب پسندوں کے جلانے کا قانون نفاذ پایا ۱۴۰۱ء میں

لولارڈ لوگوں نے سرجان اولڈ کاسل کی ماتحتی میں ہنری پنجم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اس پر ان کے دشمنوں نے اور بھی رنگ چڑہا کر بیان کرنا شروع کیا کہ فرقہ لولارڈ کو بادشاہ اور ہر سہ طبقات سلطنت اور دین مسیحی کا مٹانا منظور ہے اور چاہتا ہے کہ سرجان اولڈ کاسل کو جمہوری حکومت (کامن ویلتھ یعنے "رفاہ عام") کا میر مجلس بنائے ۔

مینر۔ Manor جاگیر۔ پرگنہ) لاطینی لفظ مینسیو (Mansio) سے مشتق ہے۔ مینسیو کے اصلی معنی قیام کرنے ٹھہرنے اور جاری رہنے کے ہیں لیکن مجازی معنی مقام سکونت کے ہوتے ہیں۔ ابتداً جس طرح پیرش اپنے پادری کا مقام سکونت یعنے مستقر تھا اسی طرح مینر بھی اپنے امیر کا سکونتی مقام یعنے مستقر ہو گیا تھا۔ فتح نارمن کے بعد سے مینر سے مراد جائداد زمینی لئے جانے لگی اور وہ بتدریج قانونی اصطلاح بن گیا ۔ جس کا مفہوم عدالت جاگیر ہے ۔ اگر ایڈورڈ اول کے زمانہ کے مینر کو بطور نمونہ دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ مینر میں چند قسم کی زمینیں اور اس کا خاص نظم ونسق تھا چنانچہ بعض قطعات اُس کے امیر یعنے جاگیردار کے لئے مخصوص اور اس کی ملک مطلق سمجھے جاتے تھے جو ڈیمین (Demesne) یعنے سیر کہلاتے تھے بعض اراضی کو وہ وہاں کے آزاد مزارعین کو عطا کرتا تھا جو زمیندار ہوتے تھے اور زمین کے کچھ حصے غیر آزاد کسانوں کو ملتے جو ولین (Villien - غلامان زرعی) کہلاتے تھے ان عطایا کے معاوضہ میں زمیندار تو اپنے امیر کی باعزت خدمتوں مثلاً خدمت فوجی

وغیرہ کو انجام دیتا یا زر مالگزاری یا جنس اس کو ادا کرتا تھا۔ بعضوں کا فرض ہوتا تھا کہ اپنے امیر کے ذمہ جو بادشاہ کی خدمت فوجی ہو اس کو انجام دیں۔ بعض اپنے امیر کی کاشت میں اس کی مدد کرتے اور یہ لوگ آزاد کسان free Socagers (مشتق از Soc بمعنی ہل) کہلاتے تھے غلامان زرعی سے بتذل کام لیا جاتا تھا اور سیر کی اُن سے کاشت کرائی جاتی تھی۔ اس علاقہ (جاگیر) کی کل رعایا پر امیر کو دیوانی اور فوجداری اختیاراتِ عدالت حاصل ہوتے تھے اور ہر ایک مینر میں ایک کورٹ بیرن (عدالت نواب یعنے عدالت جاگیر) ہوتی تھی۔ انگلستان کے موضعے (Townships) بتدریج گیارھویں صدی سے مینر بنتے گئے اور ان کا نظم و نسق مینر کی طرزِ حکومت کے جیسا ہوتا گیا لیکن چودھویں صدی اور ٹیوڈر بادشاہوں کے دور میں جبکہ نظام جاگیری کا خاتمہ ہوا اور حکومتِ مقامی کی بنیاد پڑی موضع نے پھر اپنی پہلی شکل اختیار کرلی اور مثل پیرش کے وہ حکومت مقامی کا پہلا زینہ بن گیا۔

قانون حربی (مارشل لا۔ Martial law) (۱) ابتدا میں اس سے مراد وہ قانون لیا جاتا تھا جس کا نفاذ ارل مارشل کی عدالت کے ذریعہ سے انگلستان کی افواج پر ہوتا تھا خواہ یہ فوجیں اندرون ملک مقیم ہوں کہ بیرون ملک ان معنوں میں تو اب بھی یہ قانون باقی رہ گیا ہے لیکن اس کو قانون فوجی (Military law) کہتے ہیں جس کا مقصد فوج کی تادیب و تربیت ہے اور اس کے قواعد کا قانونِ فوج مصدرہ ۱۸۸۱ء سے تعلق ہے۔

(۲) قانون حربی کا دوسرا مفہوم قانون غیر موضوعہ کی رو سے وہ حق شاہی ہے جس کی بنا پر حملہ، بغاوت یا شورش یا کسی اور قسم کے فساد کے زمانہ میں بادشاہ کو اختیار ہے کہ جبر کو جبر سے دفع کرے اور باغیوں کے ساتھ اس طرح مسلوک ہو کہ گویا وہ غیر ملکیوں یعنے بیرونیوں کی حیثیت سے ملک پر حملہ کر رہے ہیں۔ رفع شورش کے بعد معمولی عدالتوں میں عام قانون کے زیر اثر فریقین کی دادخواہی ہوتی ہے (اس کی نظیر وُلف ٹن کا مقدمہ ہے) اور کل افسروں پر جنھوں نے ضرورت سے زیادہ جبر استعمال کیا ہے دیوانی حیثیت سے (دیکھو رائٹ بنام فٹز جیرلڈ ۲۷ State Trials صفحہ ۷۶۵) اور فوجداری لحاظ سے (دیکھو ملکہ معظمہ بنام آیر بابت ۱۸۶۷ع) نالش ہو سکتی ہے۔ (۳) اس کا صحیح مفہوم کسی ملک کے پورے رقبہ یا اُس کے کسی حصہ میں معمولی قانون کا معطل اور فوجی عدالتوں کی عارضی حکومت کا قایم ہونا ہے۔ اس حالت کو باستثنائے برطانیہ اقلیم یورپ میں "حالت محاصرہ" (State of Seige) کہتے ہیں۔ زمانہ جنگ میں اختیار شاہی کی بنا پر اُس طرح کے قانون حربی کا نفاذ ہو سکتا ہے جیسا کہ ۱۹۰۰ع میں دریائے آرینج اور ٹرانسوال کے نوآبادیوں میں کیا گیا تھا۔ لیکن اس کو صرف زمانہ جنگ میں جاری کر سکتے ہیں۔ یہ اختیار صرف ضرورت پر منحصر ہے اور جب ضرورت باقی نہیں رہتی تو اختیار بھی معدوم ہو جاتا ہے "حالت جنگ" امر واقعاتی ہے جس کا ثابت کرنا ضرور ہے۔ کسی اعلان کے ذریعہ سے

قانون حربی کا اظہار کرنا لازم نہیں۔ ایسے وقت میں بھی اس قانون پر عمل ہو سکتا جب سیول یعنے قانونی عدالتیں اپنا اجلاس کر رہی ہوں۔ قانون حربی کے اختتام پر حکومت کیجانب سے قانون معافی جاری ہوتا ہے جیسا کہ ۱۹۰۲ء میں کیپ ٹاؤن میں ہوا اور امن قائم ہونے کے بعد اُن سزاؤں کی جو اس قانون کے زیر اثر دی جاتی ہیں شاہی کمیشن کے ذریعہ سے باصطلاح قانون نگرانی ہوتی ہے یعنے انکو دوبارہ جانچا جاتا ہے۔

مائیکل مس Michaelmas (۱) مائیکل مس۔ انجیل میں میکائیل لاطینی اور یونانی اور عبرانی میں بھی میکائیل استعمال ہوا ہے اس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ "کون خدا کے مثل ہے؟" انجیل میں ایک مَلَکِ مقرب کا ذکر ہے جس کے چند فرائض تھے (۱) بنی اسرائیل کی حفاظت (Dan X 13, 21) شیطان سے لڑ کر حضرت موسیٰ کو چھڑانا (Jude 9) (۳) شیطان اور اُس کی فوجوں سے عالم بالا میں جنگ کرنا (Rev. XII 7-9)۔ مائیکل مس = مائیکل + ماس = میکائیل + عشائے ربانی۔ ملک مقرب یعنے میکائیل کا تہوار جو ۲۹ ستمبر کو منایا جاتا ہے۔ انگلستان کی چار بڑے عیدوں میں کی ایک عید ہے۔

مورے وینز (Morovians) آسٹریا ہنگری کے ملک میں ایک مقام موریویا کے نام سے قرون وسطیٰ میں آباد تھا وہاں کے باشندے موریوین کہلاتے تھے اور یہ پروٹسٹنٹ مذہب کا ایک ذیلی فرقہ ہے۔ موجودہ زمانہ میں زیادہ تر یہ لوگ

جرمنی، انگلستان اور ممالک متحدۂ امریکہ میں پائے جاتے ہیں۔ مقررہ پروٹیسٹنٹ مذہبِ انگلستان اور اس فرقہ کے عقائد میں جزئی اختلافات ہیں۔

مارٹ مین۔ (Mortmain) کسی مذہبی محکمہ یا جماعت یا کسی شخصیہ یا مجلس کو کوئی اراضی بطور جاگیر یا دائمی پٹے کی شکل میں عطا کی جاتی تھی اُس عطا کو مارٹ مین "دست میت" کہنے کا سبب یہ تھا کہ ایسی ملک یا اراضی ناقابل انتقال ہوجاتی تھی یعنے اُس کا بیع و شریٰ اور رہن و ہبہ نہیں ہو سکتا تھا اور نہ معطی لہ کے سلسلہ کے ختم ہونے کے بعد معطی کو مسترد ہوسکتی تھی گویا کہ اراضی مذکورہ دست میت میں بند ہوجاتی تھی جس مٹھی کا کھولنا ناممکن تھا۔ اس قسم کی اراضی فوجی خدمت سے معاف تھی اور سلطنت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا اس لئے ایڈورڈ اول کے عہد سلطنت کے مشہور قانونِ "دست میت" کے اجرا سے اس قسم کی عطا کا انسداد ہوا۔

"حقوق فطرتی" (Natural rights)۔ حق فطرتی سے اخلاقی حق مراد ہے یعنے ایسا حق جو بظاہر کسی مہذب یا منتظم حکومت کے موضوعہ قانون کا نتیجہ نہ ہو بلکہ ہر ایک مہذب اور پابند قانون حکومت میں سکونت رکھنے کے سبب سے ہر ایک شخص اس کا اخلاقاً حقدار بن جاتا ہے مثلاً حق نیک نامی یا حق حفاظت ذاتی جس کے متعلق کسی گورنمنٹ نے کوئی قانون نہیں بنایا ہے اور نہ یہ اکتسابی حقوق ہیں جیسا بعض حقوق معاہدہ یا

انتقال کی بنا پر حاصل اور زایل ہوتے ہیں بلکہ مہذب سلطنتوں میں فطرتی حق گویا انسان کے ساتھ پیدا ہوتا ہے انگریزی میں اس حق کو Innate right خلقی حق بھی کہتے ہیں - اس لئے اس قسم کے حقوق وحشی اور غیر منظم قوموں میں نہیں ہوتے -

پیرش Parish ابتدا میں پیرش اس علاقہ کو کہتے تھے جو کسی پادری کے زیر نگرانی ہوتا تھا اور جس میں کم سے کم دو تین قصبے ہوتے تھے - ساکنین علاقہ اپنے مال کا دسواں حصہ مذہبی محصول کے طور پر پادری کو ادا کرتے تھے اور وہ اس روپیہ کو عوام کی روحانی اور اخلاقی حالت کی درستی میں صرف کرتا تھا - اس کے بعد جب انگلستان میں امداد مفلسین و محتاجین کی نسبت انتظام ہوا تو اسی کلیسائی پیرش کو ملکی اغراض کے لحاظ سے سیول پیرش سے منسوب کیا گیا اور ساکنین پیرش سے امداد مفلسین اور دوسرے قسم کے سیول محصولات لئے جانے لگے اور پھر جب مقامی حکومتوں اور بلدیات کے قیام کی نوبت آئی تو سیول پیرش کی دو قسمیں ہوگئیں - ایک دیہاتی پیرش اور دوسری شہری پیرش - ابتدا میں پیرش مقامی حکومت کا سب سے چھوٹا رقبہ یا زینۂ اول متصور ہوتا تھا جو اب بھی ہے - پیرش کا انتظام ایک مجلس کے سپرد ہوتا ہے جس کے ارکان ساکنین پیرش منتخب کرتے ہیں - ارکان کے انتخاب میں اناث کو بھی رائے دینے کا حق حاصل ہے -

پورٹ ریف - (Portreeve-portgerefa)

پورٹ ریف (پورٹ جیریفا) - تجارتی فرقوں اور شہروں کے

اعلیٰ حکام کا نام تھا مثلاً لنڈن اور بات کے پریسا ئیڈنگ مجسٹریٹ یعنے انتظامی مجلس کے صدر نشین کو پورٹ ریف کہتے تھے۔

پیوریٹن (Puritans)۔ مقررہ پروٹیسٹنٹ مذہب سے اختلاف کرنے والوں کا ایک فرقہ تھا جو ملکہ ایلیزبتھ اور سلاطین اسٹوورٹ کے دور میں ہنگامے برپا کرتا رہا۔ یہ لوگ کلیسا کی حکومت کا بشپ (اسقف) وغیرہ کو صدر بنانا پسند نہیں کرتے تھے اسی طرح ان کو اکثر رسوم مذہبی پر اعتراض تھا اور وہ چاہتے تھے کہ مذہب میں زیادہ تر خلوص اور سادگی ہو۔ یہ لوگ کرامویل کے طرفدار تھے اور ان کو آئی کن کلاسٹ یعنے بت شکن کا لقب ملا تھا اس لئے کہ یہ مذہبی مجسموں اور تصویروں وغیرہ کو توڑا کرتے تھے۔

"کویکرز" Quaqers کویک کے لفظی معنی لرزنا ہیں۔ ایک نصرانی فرقہ ہے جس کی جارج فاکس ساکن ضلع لیسٹر واقع انگلستان نے ۱۶۵۰ عیسوی میں بنا ڈالی۔ اس کے ارکان ایک دوسرے کو "فرینڈز" (احباب) کہتے ہیں۔ ابتدا میں ان کا مضحکہ اڑایا جاتا تھا اور یہہ کویکرز کہلاتے تھے۔ فاکس کی عادت تھی کہ اپنے وعظ میں توبہ کے مسئلہ پر بہت زور دیتا تھا۔ اور اس کے سامعین معاد کے حالات سنکر عذاب و سزا کے خوف سے لرزتے اور کانپتے تھے اس بنا پر ان لوگوں کا نام کویکرز (لرزنیوالے) پڑ گیا۔ بعض وقت

مرد اور عورت کانپتے کانپتے گرجاتے تھے اور گرنے کے بعد
بھی ان کی یہ حالت جاری رہتی تھی گویا کہ اُن کا گلا گھونٹا جا رہا
ہے اور وہ ہلاکت سے بچنے کے لئے کشمکش کر رہے ہیں۔ ان کے
خاص مذہبی عقائد یہ ہیں ظاہری رسوم اور استقف وغیرہ کی حکومت
کلیسا سے انکار۔ سادگی لباس و تقریر اور خصوصاً جنگ و جدال
سے مخالفت اور صلح کل۔

راونڈ ہیڈز (سر منڈے۔ Round heads) اس فرقہ کو کہتے
تھے جو چارلس اول اور اُس کی پارلیمنٹ کی مشہور خانہ جنگی کے
زمانہ میں پارلیمنٹ کا طرفدار تھا۔ یہ لوگ اپنے سروں پر بہت
چھوٹے بال رکھتے تھے گویا کہ سر منڈاتے تھے اور ان کے
خلاف قوالیر تھے جو بادشاہ کے طرفدار تھے اور لمبے لمبے گیسو رکھتے
تھے جو ان کے شانوں پر لٹکتے تھے۔

سپریٹسٹ (Separatist) سے مراد وہ لوگ ہیں جو مروجہ عام عقیدہ میں
تفرقہ اندازی کریں۔ یہ نام ان عیسائیوں کو دیا گیا جو مقررہ پروٹسٹنٹ
مذہب سے اختلاف کرکے جدا ہو گئے تھے یعنے ڈسنٹر اور نان کن فرسٹ
اس نام سے پکارے جاتے تھے۔ یہ بھی پروٹسٹنٹ کا ایک ذیلی فرقہ
ہے۔ ڈسنٹر اور نان کن فرسٹ میں ابتداً رومن کیتھلک کا بھی شمار ہوتا
تھا لیکن یہ تینوں الفاظ یعنے سپریٹسٹ۔ ڈسنٹر اور نان کن فرسٹ ان
پروٹسٹنٹ لوگوں کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں جن کو مقررہ پروٹسٹنٹ
مذہب انگلستان کے بعض عقائد و اصول اور رسوم سے اختلاف و انکار
ہو اور جنھوں نے اس بنا پر مقررہ مذہب سے آپ کو علحدہ کرلیا ہو۔

سرف اور ویلین (Serfs and Villains - مزارعین غیر آزاد) - سرف اس غلام کو کہتے تھے جس کا تعلق اراضی سے ہوتا تھا گویا کہ وہ اسکا جزو ملحق سمجھا جاتا تھا اور جب کبھی اراضی مذکورہ بہ شکل بیع یا ہبہ منتقل ہوتی تو سرف بھی اس کے ساتھ بطور ملحقات مشتری یا موہوب لہ کو اسی اراضی کی خدمتِ کاشت انجام دینے کے لئے منتقل کیا جاتا تھا۔ لیکن جب انگلستان میں طبقہ مملوک اور ادنیٰ درجہ کے مزارعین کی تمدنی حالت کو بتدریج ترقی ہوتی گئی تو سرف اور ویلین مترادف الفاظ ہو گئے۔ ویلین کا تعلق بھی اراضی سے تھا اور دونوں غلامان زرعی خیال کئے جاتے تھے۔

شایر (Shire) جوسیکسن لفظ سائرن (Scyran) سے نکلا ہے اور جسکے معنی تقسیم کرنا ہیں وہ حصہ ملک ہے جس کو کونٹی (ضلع) کہتے ہیں۔

سوکیج ٹینیور (Socage Tenure - عطیات زرعی) اس قسم کی جاگیر یا زمینداری کہ جس کے معاوضہ میں جاگیردار یا زمیندار کو اپنے معطی کی معینہ اور مقررہ خدمت بجا لانی ہوتی تھی مثلاً ایک مقررہ رقم بطور مالگزاری یا حق مالکانہ ادا کرنا ہوتا تھا یا اُس امیر معطی کی اراضی پر سال میں کچھ معینہ دنوں کے لئے ہل جوتنا۔ بہر حال اس قسم کی عطا کے ساتھ فوجی خدمت کی شرط نہیں لگائی جاتی تھی اس لئے فوجی عطایا فوجی زمینداری (ملیٹری ٹینیور) کے مقابل میں سول یا غیر فوجی عطایا زمینداری (سوکیج ٹینیور ازساک Soc بہ معنی ہل) کا طریقہ قائم کیا گیا۔

اسٹیشنرس کمپنی (Stationers Company) ۔اسٹیشنری بیچنے والے کو اسٹیشنر کہتے ہیں ۔ لفظ اسٹیشنری اُن سب اشیاء پر حاوی ہے جنکا تعلق لکھنے سے ہوتا ہے مثلاً دوات قلم سیاہی کاغذ پنسل وغیرہ۔ فی زمانتا اسٹیشنری سے مراد سوائے لکھنے کے سامان اور اوزار کے لکھنے کی میز اور سرکاری اور تجارتی دفاتر کے کل سامان نوشت و خواند سے مراد لی جاتی ہے۔ ابتدا میں اسٹیشنرز کتب فروشوں کو کہتے تھے جو بازاروں میں اور کلیساؤں اور عمارتوں کے نزدیک اپنے مال کے بیچنے کے لئے اسٹیشن یا اسٹانڈز رکھا کرتے تھے۔ لفظ اسٹیشن کا ماخذ لاطینی استاشیو بمعنی استادن ہے۔

قرون وسطیٰ میں جبکہ چھاپہ کی ایجاد ہوئی تو اس کے ساتھ ہی کتب فروشی کا جدید طریقہ بھی نکل آیا ۔ اُس زمانہ کے اہل مطابع ہی کتابوں کے مدیر اور فروخت کرنے والے ہوتے تھے لیکن وہ اپنی ذات سے اپنی مطبوعہ کتب کا ہر ایک نسخہ نہیں بیچ سکتے تھے اس لئے انہوں نے ہر ایک تعلیمی مقام پر اس غرض کی تکمیل کے لئے کارندے مقرر کر رکھے تھے ۔

چھاپے کی ایجاد سے پہلے مخصوص لوگ کتابوں کے قلمی نسخے تیار کرتے تھے یہی لوگ دراصل کتب فروش تھے۔ قدیم زمانہ کی خوش نویسی اور کتب فروشی کی تاریخ بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے چنانچہ انجیل سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے ۔ ارسطو کی تحریرات میں بھی ان کا ذکر ہے ۔شہنشاہ جسٹینین کے زمانہ میں ایک قانون کی روسے طے پایا تھا کہ تحریر کے لئے جو سامان استعمال ہوتا ہے

اس کا مالک اُس صاف نویس کو سمجھا جائے جو اس کو لکھتا ہے (دیکھو آئین جسٹینین - کتاب ۲ فقرہ ۱۵ سطر ۳۳) موجودہ زمانہ کے حقِ تصنیف (کاپی رائٹ) کی اصل غالباً یہی قانون ہے۔

یورپ کے مذہبی مناقشوں اور ہنری ہشتم و ایڈورڈ ششم کے زمانہ کے انگلستان کے ریفرمیشن (اصلاح مذہب یا عہد اصلاح) کے سبب سے لوگوں میں کتب بینی کا شوق اور کتابوں کی مانگ پیدا ہوئی مگر انگلستان میں ٹیوڈر اور اسٹورٹ سلاطین نہ صرف آزادی مطابع کے خلاف تھے بلکہ طباعت کو ہی مٹانا چاہتے تھے پہلے پہل ٹامس برٹ لیٹ کو ۱۵۲۹ء میں ہنری ہشتم کی سرکار سے طباعت کی سند عطا ہوئی جسکے سبب سے وہ شاہی طبع کنندہ قرار پاگیا اور صرف وہی کتابیں چھپ سکتی تھیں جن کی اجازت ہوتی تھی۔ اُن دنوں ایسی کتابوں کا خریدنا یا لکھنا جن کے لئے چھاپنے کی اجازت نہ لی جائے جرم تھا۔ ۱۵۵۶ء میں اسٹیشنرس کمپنی (جماعت کتب فروش) کو سند عطا ہوئی اور نہایت وسیع اختیارات دیے گئے تاکہ مضر کتابیں شائع نہ ہو سکیں اس کے بعد کی سلطنتوں میں عدالت اسٹار چیمبر نے مطابع کے احتساب کا کام اپنے ذمہ لے لیا۔ بر ایں ہم مناظرہ کی کتابوں کی اس قدر مانگ تھی کہ بیرون ملک میں طبع ہوکر کثرت سے ایسی کتابیں چوری سے انگلستان میں پہنچتی تھیں۔

اسٹیشنروں (کتب فروشوں) نے پہلے پہل سنہ۱۴۰۳ء میں اپنی ایک انجمن قائم کی اور اُن کی وہ کمپنی جس کو لی وری (ایک قسم کا گلڈ یعنے انجمن) کہتے تھے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے ۱۵۵۶ء کے

پہلے نہیں بننے پائی - اس کمپنی کے دفتر کا نام جو لنڈن ؛
واقع ہے اسٹیشنرس ہال ہے - تین سو برس تک اس ک
کے ذمہ انگلستان کے طبع کتب کی نگرانی اور اہتمام تھا
اس کے دفتر یعنے اسٹیشنرس ہال میں ایک رجسٹر حق تصنیف
اندراج کی غرض سے رکھا رہتا ہے - اگرچہ ۱۸۴۲ء کے قا
حق تصنیف کی رو سے ہر ایک مصنف کو اپنی تصنیف کو
رجسٹر کرانا لازم نہیں ہے لیکن اگر کسی پر نالش دائر کرنی ہ
مدعی کو نقل اندراج اس دفتر سے حاصل کرنی ہوتی ہے -

اسٹاچیوٹ آف پرووایزرس — Statute of Provisors

(قانون فراہمی وعطائے معاش مذہبی) مجریہ ۱۳۵۱ء مطابق ۲۵ سنہ جلوس ایڈورڈ
کے فقرۂ ۴ کی غرض پوپ کے اختیار فراہمی وعطائے معاش مذہبی کا روک
پوپ انگلستان کے پادریوں کو ایسے مذہبی معاش اور خدمات
جیسے ریکٹری (تولیت) اور ویکیرج تھے مقــــرر کرتا تھا جب
کے باعث انگلستان کے پادری بادشاہ وقت سے مطلق العنا
ہو جاتے تھے - یہ قانون اور اس کے ترمیمات وغیرہ اسی نام
مشہور ہوئیں - ان قوانین پر عمل نہیں ہوتا تھا لیکن
اصلاح مذہب (Reformation) کے بعد ہنری ہشتم کے عہد
میں ان قوانین کو بکار آمد بنایا گیا -

اسٹاچیوٹ کوایا ایمپٹورس ٹررارم tute Qia Emptores Terrarum

(قـــانون متعـــلق انتقـــال اراضی) - از
وسطی میں لاطینی ، نارمن فرانسیسی زبانوں میں منشورات ،

اور قوانین تحریر ہوتے تھے اور اُن الفاظ سے جن سے کسی قانون کی عبارت شروع ہوتی وہ قانون موسوم ہوجاتا تھا چنانچہ قانون مندرجہ عنوان کا نام بھی چند لاطینی الفاظ پر مشتمل ہے جنکے لفظی معنی "چونکہ مشتریان اراضی" ہیں ۔ یہ قانون ۱۸ سنہ جلوس اڈورڈ اول یعنے ۱۲۹۰ء میں ماتحت یا ادنیٰ درجہ کے جاگیرداروں کی نسبت جاری ہوا اس قانون کی رو سے ہر ایک آزاد زمیندار یا مالگزار کو اس کی مقبوضہ اراضی کی بیع کی اجازت تو دی گئی لیکن شرط یہ لگائی گئی کہ مشتری یعنے منتقل الیہ اُسی معطیٰ اول کا نہ کہ بائع کا ماتحت سمجھا جائیگا اور اسکو اُس اراضی کے معاوضہ میں وہی خدمات بجا لانی ہوں گے جو بائع بجا لاتا اور ادا کرتا تھا ۔

اِلغا ۔ اختیار تعطیل (قانون کو معطل کرنے کا اختیار سسپنڈنگ پوور (Suspending Power) - "اختیار تعطیل" یہ وہ شاہی اختیار تھا جس کی رو سے بادشاہ کسی ایک قانون کے اثر کو ایک وقت معینہ کے واسطے معطل کر دیتا تھا "قانون حقوق" کے ذریعہ سے شاہی اختیارات استثناء تعطیل کی تنسیخ عمل میں آئی

تھین ۔ Thegn تھین کے اصلی معنی خدمت گذار اور ملازم کے ہیں تھین آزاد اور زمیندار ہوتا تھا اس لحاظ سے اسکو فوجی خدمت انجام دینی ہوتی تھی ۔ یہ لوگ سلاطین اور امرا کے فوجی مصاحب اور مخصوص خانگی ملازم ہوتے تھے مثلاً تاریخ میں ان کے نام اس طرح سے بیان کئے گئے ہیں "بادشاہ کے گھوڑے کا تھین" یہ خدمت ابھی تک انگلستان میں بہ تغیر نام "ماسٹر آف دی ہارس"

(داروغہ اصطبل شاہی) باقی رہ گئی ہے ۔ اس طرح سے بادشاہ کے خاص چننے والے کو (ڈش بیرر) ڈسک تھین کہتے تھے ۔ ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کے بنائے ہوئے منصبدار اُن کے مشابہ ہو سکتے ہیں لہٰذا اس کتاب میں تھین کے لئے کہیں تو ندیمان جنگ آزما اور کہیں منصبدار استعمال کیا گیا ہے

انگلستان کے نظام جاگیری اور قانون اراضی (جائداد غیرمنقولہ) کا برطانیہ کی تاریخ دستوری سے ایک خاص تعلق ہے لہٰذا اس سے واقف ہونا ضرور ہے ۔

نظام جاگیری کے زمانہ کا مقولہ ہے کہ زمین کا مالک بجز بادشاہ کے اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا ۔ ولیم اول کے دور میں ملک کی کل زمین کا مالک بادشاہ سمجھا جاتا تھا اب بھی اصولاً اسی قاعدہ پر عمل ہوتا ہے ۔

بادشاہ بحیثیت مالک زمین اپنے وابستگان دولت اور امرائے عظام کو زمین (جاگیر) عطا کرتا تھا اور ان کے معاوضہ میں معطی لہم کا فرض تھا کہ بادشاہ کی بعض خدمتوں (مثلاً فراہمی سپاہ اور انتظام ملک وغیرہ) کو انجام دیں ۔ جن لوگوں کو بادشاہ سے راست تعلق ہوتا تھا یعنے وہ اُس کے بلا واسطہ آسامی ہوتے تھے وہ ٹینٹ ان چیف (اعلیٰ جاگیردار) کہلاتے تھے ۔

اسی طرح ہر ایک بڑا جاگیردار اور امیر اغراض فوجی اور دوسرے خدمتوں کے معاوضہ میں اپنے سے کم درجہ کے آدمیوں کو اپنی جاگیر

سے ایک معتدبہ حصہ زمین کا عطا کرتا تھا اور یہ لوگ ان امیروں کے معطی لہم یا اسامی کہلاتے تھے۔ ایسا ہی اس دوسرے طبقہ کے زمیندار اپنے ماتحتین کو زمین دیتے جو ان کے ذیلی یا ماتحت معطی لہم (اسامی) کہلاتے تھے۔ اس قسم کے اسامیوں کے قبضہ میں زمین کسی مدت معینہ کے لئے جیسا کہ موجودہ پٹہ کا طریقہ ہے نہیں رہتی تھی بلکہ پٹہ کی زمین میں اُنکی حقیت اور ملک پیدا ہو جاتی جس کے سبب سے معطی لہ (کسان) کی وفات کے بعد زمین عطا اس کے وارث پر منتقل ہوتی تھی۔

وارث وہ شخص ہے جو کسی کسان (اسامی) کے فوت ہونے پر اُس کی زمین عطا کو اگر وہ بذریعۂ وصیت کسی اور کو نہ دی گئی ہو تو پاسکے۔

جس شخص کو وصیت کے ذریعۂ سے زمین ملتی ہے وہ موصی کا وارث نہیں بلکہ وصی ہے۔ اس لئے ذیل کے مقولۂ قانونی کی بنا ہوئی۔

"صرف خدا ہی کی جانب سے وارث مقرر ہوتا ہے۔ انسان کسی کو وارث نہیں بنا سکتا" عموماً فرزند اکبر کسان کا وارث ہوتا ہے۔ اگر لڑکا نہ ہو تو کسان متوفیٰ کی لڑکیاں باپ بھائی بہنیں یا قرابت بعیدہ سے کوئی اور شخص بموجب قانون وراثت (انگلستان) زمین متوفیٰ کا وارث ہو سکتا ہے۔ کوئی شخص (زمین کا) اُس وقت تک وارث نہیں ہوسکتا جب تک زمین مذکورہ کی نسبت اس کا حق ثابت نہ ہو جائے اس لئے اس مقولہ کا دو کہ انسان عالم حیات

میں کسی کو اپنا وارث نہیں بنا سکتا" یہی مفہوم ہے -
عطایا کی چند قسمیں تھیں جو اب بھی موجود ہیں -
(الف) بلحاظ شان معطی لہ -
(۱) فری ہولڈ (Free hold) - زمین آزاد یعنے زمینداری یا جاگیر اور ملکِ مطلق)
(۲) لیس ہولڈ (Lease hold) - زمین پٹہ - پٹہ
(۳) کاپی ہولڈ (Copy hold) - زمین جس کا وثیقہ نقل روئداد عدالت ہو - نقل داری)
(ب) بلحاظ مدت عطا -
(۱) اسٹیٹ ان فی سمپل یا فی سمپل (Estate in fee simple or fee simple جاگیر دائمی - ملک مطلق)
(۲) اسٹیٹ اِن فی ٹیل یا فی ٹیل (Estate in fee tail or fee tail جاگیر یا ملک مشروط یا منقطع)
(۳) اسٹیٹ فار لائف یا لائف اسٹیٹ (Estate for life or life estate جاگیر یا ملک حین حیات)

چونکہ نظام جاگیری کے زمانہ میں اور اس سے پہلے انگریزوں کے بلحاظ حریت مختلف مدارج تھے بعض ان میں کے آزاد تھے اور بعض غیر آزاد - جس کے سبب سے معطی لہم اور کسانوں کی بھی دو قسمیں تھیں آزاد اور غیر آزاد - چنانچہ غیر آزاد مزارعین کی بھی چند قسمیں تھیں مثلاً سرف (Serfs) اور ولین (Villains) کا تاریخ میں پتہ ملتا ہے - سرف بہ نسبت وِلین کے زیادہ ادنیٰ درجہ کا غلام

زرعی تھا ۔ بتدریج ان کے مدارج مساوی ہوکر یہ دونوں لفظ مترادف ہو گئے ۔ ان غیر آزاد کسانوں کو غلام زرعی سے موسوم کیا جاتا تھا اور یہ گویا زمین کے ساتھ جکڑ دئے جاتے تھے اس لئے یہ زمین کے ساتھ ساتھ منتقل ہوتے گویا کہ یہ زمین عطا کے ملحقات سے شمار ہوتے تھے ۔

فری ہولڈر Free holder ۔ معطی لہ زمین آزاد) یعنے جاگیردار یا زمیندار کی خدمت معین تھی مثلاً ہفتہ میں مقررہ دن امیر معطی کی سیر پر کاشت کرنا یا زمین عطا کے رقبہ کے شمار سے مقررہ تعداد میں سپاہی معطی کے لشکر میں روانہ کرنا ۔ اس کے خلاف غیر آزاد معطی لہم یا کسانوں کی خدمتیں غیر معینہ ہوتی تھیں ہفتہ واری کام کے لئے دنوں کا اور نوعیت کار کا تعین نہ ہوتا تھا ۔ معطی جس قسم کا کام چاہتا اور ہفتہ میں جتنے دن اِن سے کام لینا اُس کو منظور ہوتا لے سکتا تھا ۔

انتقال زمین کے طریقہ سے بھی آزاد اور غیر آزاد کسان میں امتیاز ہوتا تھا ۔ پہلی شکل میں عطا اور سند کے ذریعہ سے اور دوسری صورت میں راضی نامہ Surrender) ۔ حوالگی زمین بہ معطی) اور قبولیت (Admittance معطی کا دوسرے معطی لہ محولۂ کسانِ سابق کا قبول کرنا) کی معرفت زمین منتقل ہوتی تھی ۔ امیر یا جاگیردار اپنی موجودگی اور گواہوں کی حضوری میں ان کو زمین پر قبضہ دیتا اور رسم و رواج مقامی کی بنا پر انکے حقوق زمین عطا میں پیدا ہو جاتے تھے ۔ اکثر یہ غیر آزاد کسان

سیر جاگیر کی بمعاوضہ عطا مفت کاشت کرتے تھے اور ان کی خدمتیں جیسا فقرۂ بالا میں بیان کی گئی ہیں غیر معین ہوتی تھیں اس لئے اُنکی عطایا یعنے زمینیں بتنذل متصور ہوتی تھیں۔

ابتدا میں زمین کے دعاوی میں غیر آزاد کسان کو اپنے اثبات حق کے واسطے شہادت تحریری کا پیش کرنا ناممکن تھا وہ صرف شہادت منقولی داخل کرسکتا تھا یعنے ایسے اشخاص کو پیش کرتا تھا جنہوں نے اس کو زمین پر قابض ہوتے اور امیر کو اسے قبول کرتے ہوئے دیکھا ہو یا جن کو یہ امور یاد ہوں۔ مگر جب سے جاگیری عدالتوں کا وجود ہوا اور اُن میں تحفظ امثلہ (دفتر) کا طریقہ نکل آیا اس وقت سے جاگیردار اور اُس کے غیر آزاد مزارعین کے معاملات زمین کو ضبط تحریر میں لانے کی شکل نکل آئی اور ان کسانوں کی حالت زیادہ محفوظ اور اطمینان بخش ہو گئی۔ اب جاگیردار کے لئے کسان کے مقابلہ میں معاہدہ کی خلاف ورزی کرنا اس قدر آسان نہیں رہا بلکہ اپنے معاہدہ تحریری اور تکمیل شدہ سے وہ انحراف ہی نہیں کرسکتا تھا اور وہ شخص جو اُس کے پہلے رسم جاگیر کی بنا پر معطی لہ یا کسان بنایا جاتا تھا اب وثیقہ عدالتی کا "نقل وار" ہو گیا یعنے اس کے انعام کا ماخذ رسم جاگیر نہیں بلکہ نقل وثیقہ عدالت (جاگیر) ہو گیا اور اُس کے انعام کا لقب زمین نقل یعنے نقل واری قرار پاگیا اور اب اُس کو ہر ایک کے خلاف حتیٰ کہ اس کا امیر معطی ہی کیوں نہ ہو عدالت جاگیر میں نالش کرنے کا حق پیدا ہو گیا۔

عطا کی مدت معین ہوتی تو معطی لہ (کسان) کی نسبت خیال کیا جاتا تھا
کہ وہ معطی کی زمین پر بطور عامل یا ملازم مقرر کیا گیا ہے اس لئے
ایسی عطا میں اس کو کسی قسم کا حق دائمی پیدا نہ ہوتا تھا۔ اس شکل کو
ہند میں پٹہ اور انگلستان حالیہ میں لیس (Lease) کہتے ہیں۔
انگلستان میں پٹہ کا شمار جائداد منقولہ میں ہوتا ہے اس لئے کہ
پٹہ دار کو حق مقابضت مدت معینہ کے لئے حاصل ہوتا ہے اس
کے بالعکس زمینداری اور نقل داری کے دعوے میں مدعی کو
زمین بطور ایک شئے (Res) جس سے Real نکلا ہے)
ملتی ہے اس واسطے اِس قسم کی زمین کو جائداد غیر منقولہ
کہتے ہیں۔

اسٹیٹ ان فی سمپل یا فی سمپل (Estate in fee simple or fee simple) وہ عطائے ارضی ہے جو اسامی کی
وفات پر اُس کے وارث پر بحال ہوتی ہے۔ اس لئے یہ
عطا دائمی ہے اور فی زمانناً یہ مِلک مطلق ہو گئی ہے کتب قانونی
اور پارلیمنٹ کے ایکٹوں میں ٹیننٹ ان فی سمپل (Tenant in fee simple) کے لئے لفظ مالک استعمال ہوتا ہے۔ لہذا مالک
اور ٹیننٹ ان فی سمپل اب مرادف لفظ ہو گئے ہیں۔ فی (Fee)
سے مراد ایسی زمین یا جاگیر ہے جو وارث کو پہنچ سکتی ہو۔
لفظ فی کا تعلق فیوڈل سے ہے فیوڈل سسٹم (نظام جاگیری) وہ
طریقہ عطایائے ارضی ہے جس کے زیر اثر ایک ٹیننٹ ان فی سمپل
(مالک زمین) دوسرے مالک سے زمین پاتا ہے اور اس دوسرے

مالک سے تیسرا حاصل کرتا ہے اسی طرح یہ سلسلہ بادشاہ تک پہنچتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس عطا کے ضمن میں اور دو اصطلاحوں کی تشریح کردی جائے۔

ٹو اِن فیاف (To infeoff) جاگیر عطا کرنا ۔ فیفمنٹ عطائے فی (جاگیر) سب اِن فیوڈیشن (Sub infuedation) = فی سمپل (مِلک مطلق ۔ جاگیر دائمی) کا کسی دوسرے کو عطا کرنا کہ وہ اپنے ماتحت رہے یعنے وابستہ بنجائے ۔

اسٹیٹ ان فی ٹیل یا بالاختصار فی ٹیل (Estate in fee tail or fee tail وہ عطیہ ارضی ہے جو صرف معطیٰ لہ (اسامی) کی اولاد پر بحال ہوتی ہے بر خلاف اس کے جاگیر دائمی یا ملک مطلق ایسی عطا ہے جو جاگیردار کے چھوٹے بھائی پر بھی بحال ہوسکتی ہے۔ اس عطایا ملک کی بنا ایسے الفاظ پر ہوتی ہے جیسا کہ ”عطیہ زمین بہ الف و ورثائے صلبی“ یا مشروط بہ الف“ فرانسیسی زبان میں tail کے معنی قطع کرنے کے ہیں۔ اس لئے معطیٰ لہ بہ سبب اُس کا اختیار عطا قطع ہو جانے کے ابتدا میں اس قسم کی عطا کو کسی دوسرے کو نہیں دے سکتا تھا۔ وہ صرف اپنی زندگی میں اس سے متمتع ہوتا اور اس کے مرنے کے بعد عطایا تو اُس کی اولاد صلبی کو ملتی یا اصل معطی کو مسترد ہوتی تھی اسلئے اس کا نام عطائے مشروط یا منقطع پڑ گیا ۔

(۳) اسٹیٹ فار لائف (Estate for life) جائداد یا ملکِ حین حیات ۔ اگر جاگیر دائمی یعنے ملک مطلق یا عطائے مشروط اُس

قسم کی ہوتی جو کسی غیر معین وقت کے لئے دیجاتی جیسا کسی معطی لہٗ کی زندگی کے واسطے زمین دی جاتی تو وہ اسامی آزاد اسامی متصور ہوتا تھا اور اُسکی عطا یا ملک فری ہولڈ (زمین آزاد یا ملک مطلق) کہلاتی تھی۔

تمثیلات

اگر الف (جاگیردار اعلیٰ) نے اپنی زمین سے کچھ حصہ ب۔ ج اور د اور دوسروں کو اور انکے ورثا کو عطا کیا ہو کہ وہ الف کے اسامی و معطی لہم بنکر اُسکی خدمات معینہ بجا لائیں مثلاً تعداد مقررہ میں فوج مہیا کریں یا معطی کی زمین کے کسی مقررہ حصہ پر ہل جوتیں۔ اس شکل عطا میں ب ج اور د فری ہولڈرز (معطی لہم یعنی مزارعین زمین آزاد یا بالفاظ دیگر زمیندار و جاگیردار) قرار پاتے تھے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ب۔ ج اور د کی خدمتوں کی ادائی روپیہ میں مبدل ہو گئی اور انہوں نے عطا کے معاوضہ میں مالگزاری یا زر لگان ادا کرنا شروع کر دیا۔ لیکن انکے ورثا اور جانشین اسی طرح سے فری ہولڈرز (زمیندار و جاگیردار) کہلاتے رہے۔

اسی بڑے جاگیردار نے ہ۔ و۔ ز اور ان کے ورثا کو اسی زمین کے دوسرے حصے عطا کئے ہونگے۔ یہ معطی لہم اہل دیہہ (ولانی۔ Villani) تھے اور اس عطا کے معاوضہ میں اُن کو معطی کی ایسی خدمتیں انجام دینی ہوتی تھیں جو غیر معین تھیں۔ اسی عدم تعین کے لحاظ سے ان کو مبتذل اور غلامانہ خیال کیا جاتا تھا مثلاً معطی لہٗ (کسان و اسامی) مجبور کیا جاتا تھا ہفتہ میں دو روز جس کسی کام کے کرنیکے لئے الف حکم دے کیا کرے۔ یہ عطائے ارضی عطا و حقیت دیہاتی کہلاتی تھی۔ ولیجر (Villager) دیہاتی کو کہتے ہیں۔ چونکہ ولین (Villain) اور سرف (Serfs) کی خدمتیں جیسا کہ ابتداء مضمون میں بیان کیا گیا ہے مبتذل و غیر وقیع سمجھی جاتی تھیں عطائے دیہاتی کا اطلاق (زمین یا حقیت) غیر آزاد کے لئے ہونے لگا اور ولین و سرف غلام زرعی متصور ہونے

لگے ۔ اس قسم کے کسان بالکل امیر معطی کے زیر اقتدار ہوتے تھے اور جاگیردار ہی کی عدالت میں ان کے نزاعات ارضی کا تصفیہ ہوتا تھا۔ ان کی زمینات کی حقیت کا عدالت جاگیر کے رجسٹر میں جیسا کہ اس کے قبل صراحت کردی گئی ہے اندراج ہوتا تھا اور ان کے دستاویزات حقیت ان اندراجات کے نقول ہوتے تھے اس لئے ان کی عطا معنے زمین کاپی ہولڈ (Copy hold زمین نقل) اور یہ کاپی ہولڈرز (Copy holder - نقل دار) کہلاتے تھے ۔

لیکن مرور زمانہ کے ساتھ یہ معطی لہم بھی بتدریج آزاد ہوگئے اور زمیندار و نقل دار دونوں کے لئے خدمت کے بجائے زر لگان ادا کرنے کا طریقہ رائج ہوگیا صرف پرانی اصطلاحات قائم رہ گئی ہیں اور زمینداری و نقل داری میں صرف جزئی اختلافات باقی رہ گئے ہیں۔ مثلاً ہر ایک علاقہ و جاگیر کی نقل داری میں وہاں کے رسم و رواج مقامی کے لحاظ سے جائداد منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اس کے برعکس زمینداری عام قانونِ ملک کے تابع ہے۔

اسی طرح سے اس امیر نے یا اس کے ورثا نے اپنی زمین کے دوسرے حصے مدت معینہ کے واسطے ح ۔ ط اور ی کو عطا کئے ہوں گے ۔ مثلاً ان کو ہفتہ دار یا کسان بنایا گیا ہوگا یا سالہا سال کے لئے یہ حصے دئے گئے ہوں گے اس شکل میں ح ۔ ط اور ی کی حیثیت جاگیردار معطی کے عمال (ملازمین) کی ہوگی اگرچہ مدت معینہ ایک ہزار سال یا اس سے زیادہ کیوں نہ ہو اس قسم کی زمین میں معطی لہ کی حقیت یا جائداد جیسا کہ ابتدائے مضمون میں دکھلایا گیا ہے صرف منقولہ ہوتی ہے اور وہ پٹہ دار کہلاتا ہے ۔

مختلف عطیات و حقیت ارضی کو بنظر سہولت ذیل کے شجرہ میں مرتب کیا گیا ہے ۔

Estates in land (عطیات ارضی (یا جائداد غیر منقولہ)

- Free hold (جاگیر۔ زمینداری ملک مطلق)
  - Military (فوجی)
    - (1) Fee simple (عطایا ملک دوام)
    - (2) Fee tail (عطایا ملک مشروط ومنقطع)
    - (3) Life or other estate of uncertain duration (عطائے (حق) حین حیات یا عطائے میعاد غیر متیقنہ)
  - Spiritual (مذہبی)
  - Socage (زرعی)
    - (1) Fee simple (زرعی عطایا ملک دوام)
    - (2) Fee tail (زرعی عطایا ملک مشروط ومنقطع)
    - (3) Life or other definite estate of uncertain duration (زرعی عطا (جائداد) حین حیات یا زرعی عطائے میعاد غیر متیقنہ)
- (Lease hold) (زمین پٹہ (پٹہ)
- (Copy hold) (زمین نقل، نقل داری)
  - (1) Customary fee simple (رسمی عطایا ملک دوام)
  - (2) Customary fee tail (رسمی عطایا ملک مشروط ومنقطع)
  - (3) Customary life or other estate of uncertain duration (رسمی عطائے (جائداد) حین حیات یا رسمی عطائے میعاد غیر متیقنہ)
  - (4) Terms of years of copy hold land (پٹہ نقل داری)

مخصوص قانون تعزیری Act (or bill) of attainder

اٹینڈر قدیم فرانسیسی زبان کا لغت ہے جو اسطرح attaindre لکھا جاتا تھا اور انگریزی مصدر to attain اسی سے مشتق ہے جسکے معنی الزام ثابت کرنے اور مارنے یعنی سزا دینے کے ہیں قانون غیر موضوعہ کے زیر اثر قدیم زمانہ میں جس کسی مجرم کے لئے انگلستان میں سزائے موت تجویز ہوتی اسکو اٹینڈر یعنی مخصوص قسم کی سزا دی جاتی تھی یعنی سزائے موت کے سوائے اور دو سزائیں جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے اور مجرم مذکور اٹینٹ attaint (مخصوص سزایاب) کہلاتا تھا۔ اس قسم کے مجرمین کے علاوہ دوسروں کو بھی جن کا باقی رہنا ملک کے حق میں مضر معلوم ہوتا یا جو لوگ پناہ قانون سے خارج سمجھے جاتے تھے مخصوص قانون تعزیری کے زیر اثر سزا دی جاتی تھی اور ایسا سزا یافتہ قانون شہادت مجریہ ۱۸۴۳ء کے پہلے مقبول الشہادۃ نہیں سمجھا جاتا تھا۔

مجرم پر قانون مذکور بننے کا اثر دو طرح سے پڑتا تھا:-

(۱) ضبطی اور (۲) حجب و حرمان۔ پہلے اثر کی بنا پر مجرم کی کل جائداد ضبط کرلی جاتی تھی اور دوسرے اثر کے لحاظ سے مجرم نہ اپنے مورث کی وراثت اور نہ مجرم کا وارث اس کی میراث پاسکتا تھا

یعنی یہ خاص سزا مجرم کے آبا و اجداد اور اُسکی اولاد کو اس کی میراث سے محروم و محجوب بنا دیتی تھی۔
مخصوص قانون تعزیری کے مشابہ ایک دوسرا مخصوص قانون سزا و جرمانہ ہے اور جو بل آف پینز اینڈ پینلٹیز (Bill of pains and penalties) کہلاتا ہے۔ لیکن یہ دوسرا قانون اسقدر سخت نہیں ہے یعنی اس کے زیر اثر مجرم کو موت کی سزا نہیں بھگتنی پڑتی۔ سب سے آخر اس قسم کا قانون ۱۷۲۳ء اور ۱۸۲۰ء میں بنا تھا جبکہ اسقف آٹربری اور ملکہ کیارولین زوجہ جارج چہارم کو اس قسم کی سزائیں دی گئی تھیں۔
مخصوص قانون تعزیری اور مخصوص قانون سزا و جرمانہ انگریزی دستور حکومت کے لئے مخصوص ہو گئے ہیں۔ امریکہ اور دوسرے دول نے اپنے یہاں اس قسم کے قانون کو جائز نہیں رکھا ہے۔ یہ طریقہ اصل میں بادشاہ کو اُس کے دشمنوں سے نجات دلانے کے لیئے انگلستان میں اختیار کیا جاتا تھا۔ ہرچند کہ اِس اختیار پارلیمنٹ پر فی زمانہ عمل نہیں ہوتا ہے لیکن اسکو منسوخ نہیں سمجھنا چاہئے انگریزی پارلیمنٹ کے نا محدود اختیارات ہیں وہ چاہے تو جائز فعل کو ناجائز قرار دیسکتی ہے اور اس طرح ایک شخص کو اس کے جائز فعل

کے لئے جو مخصوص قانون تعزیری بننے کے پہلے واقع ہوا ہو قانون مذکور بناکر ملزم ٹھہراتی اور سزا دیتی ہے۔ سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں کے زمانہ میں فرقۂ غالب اپنے دشمنوں کو ان قوانین کے ذریعہ سے سزائیں دلواتا تھا۔ فتحیاب فرقہ کی خوشامد و اطاعت میں دارالامرا نے سب سے پہلے اس طریقہ وضع قانون پر عمل کیا۔ ٹیوڈر بادشاہوں نے بھی اپنے خوفناک رقیبوں اور مدعیان سلطنت کو مخصوص قوانین تعزیری کا شکار بنایا۔

لیکن وضع قوانین کے لحاظ سے اس میں اور دوسرے مسودات قانونی میں صرف اس قدر فرق ہے کہ مخصوص قانون تعزیری کی تحریک عموماً دارالامرا میں ہوتی ہے اور جو مثل دوسرے مسودات کے دارالعوام اور بادشاہ کی منظوری کے بعد قانون متصوّر ہوتا ہے۔ اصل میں یہ ایک قسم کی عدالتی کارروائی ہے جو دارالامرا کے لئے مخصوص ہے اور جس کا مقصد بوقت ضرورت حکومت کو فائدہ پہنچانا ہے۔ قدیم زمانہ میں ملزم کو اپنی صفائی اور برات کے متعلق شہادت پیش کرنے کا بہت کم موقع ملتا تھا لیکن اب وہ کونسل وغیرہ کے ذریعہ سے باقاعدہ پیروی کراسکتا اور اپنی نسبت شہادت پیش کرسکتا

ہے۔ انگلستان میں سب سے آخر یہ قانون لارڈ ایڈورڈ فٹزجیرالڈ کی تحقیقات کے وقت بنا تھا جس نے ۱۷۹۸ء کی آیرستانی بغاوت میں حکومت کے خلاف سرغنہ کی حیثیت سے سخت ہنگامے برپا کئے تھے۔

ا

CONSTITUTIONAL HISTORY

تاریخ دستوری

A

Abdication — ترک سلطنت

Abbot — رئیس رہبان

Absolute — مطلق العنان

Act of Security — قانون طمانیت

Active coformity — مطابقت عملی

Adjournment — التوا باختیار خود

Administrative County — حکومتی ضلع

Administration — نظم و نسق

Administration of Justice — دادرسی - عدل گستری

Adoration — پرستش

Affirmation — قرار صالح

Aid — مداد رقمی۔ اعانت رقمی

Alderman — شریک میربلد

Aldermen	شرکاء میر بلد
Allegiance	وفاشعاری
Altar	قربان گاہ
Anglican Church	مقررہ مذہب انگلستان
Anglo-Saxon	سیکسن انگریز
Amendment	ترمیم
Appropriation of supplies	تخصیص رقوم
Arbitration	ثالثی
Anarchy	عدم حکومت۔ نراج
Archbishop	صدر اسقف
Archdeacon	صدر شماس
Army and discipline Act	قانون تربیت وضابطہ فوج
Assault and battery	حملہ اور زدوکوب
Assize	فرمان۔ قانون۔ نامِ تحقیقاتِ جوری
Assize of Arms	قانون اسلحہ
Act (or Bill) of attainder	مخصوص قانون تعزیری
Attorney General	صدر وکیل سرکار

B

Ballot	قرعہ اندازی مخفی طریقہ کا ووٹ
Ballot Act	قانون قرعہ اندازی

Bankrupt	دیوالیہ
Law of Bankruptcy	قانون دیوالہ
Barony by tenure	بیرنی از روے عطیہ ارضی
Barony by writ	بیرنی از روے شقہ (طلبنامہ)
Benefit of Clergy	مراعات کنیسہ
Benevolence	قرضہ جبریہ - نذر
Bill	مسودۂ قانون
Bill of attainder	مخصوص قانون تعزیری
Bishop	اسقف
Board	مجلس - محکمہ
Board of Exchequer	مجلس مالیہ
Board of works	محکمۂ التعمیرات
Book land	اراضی شخصی - زمین سندی
Borough	شہر -
Bye-law	قانون مقامی (موضع)
Bretwalda	حاکم برطانیہ
Burial	تجہیز و تکفین

C

Cabal	جماعت سازشی
Cabinet-closet	خلوت - چھوٹا کمرہ

Cabinet System	نظام کیبنٹ
Cannons	عملہ اسقف
Cannon law	قانون کلیسائی۔ قانون مذہبی
Canvassing	جستجوے رائے۔ استمداد
Carrier of goods	برندۂ مال
Cathedral	کنیسہ اسقف۔ اسقف کا گرجا
Cause of action	بنائے دعویٰ
Celibacy	تجرد
Censorship of the press	نظارت مطابع
Central Government	حکومت مرکزی۔ صدر حکومت
Chamberlain	تشریفاتی۔ بارسالار۔ منتظم بارگاہ
Character	عادات و اطوار
Charter	سند شاہی
Chartered town	شہر سند یافتہ
Civil officers	افسران قانونی
Civil registration	اندراج قانونی
Civil & Criminal causes	مقدمات دیوانی و فوجداری
Conservative	قدامت پسند
Conservator of peace	محافظ امن
Constable	سرخیل قصر شاہی۔ قلعدار
Constituency	حلقہ انتخاب

Constitution	دستور
Constitutional	دستوری
Conventicle	مجمع مصلیاں
Conviction of an offence	اثبات جرم
Convocation	صدر مجلس انتظامی اہل کنیسہ
Co-operation	اتحاد۔ اتفاق
Copy hold	نقل داری
Copyholder	نقل دار
Coroner	مفتش اسباب ہلاکت
Corporate body	جماعت سندیافتہ۔ شخصیہ والی جماعت
Corporation	شخصیہ
Corporate town	شخصیہ والا شہر
Council of state	مجلس حل و عقد۔ مجلس نظمیہ
County	ضلع
County Palatine	ضلع خود مختار
Court of Assize	عدالت اسایز
Cross Classification	تقسیم متداخل
Court of Exchequer	عدالت مال
Court of the Common Pleas	عدالت دیوانی
Curia Regis	عدالت شاہی
Chartism	خیالات فرقہ چارٹسٹ

Chartists	فرقہ چارٹسٹ۔ طالبان (سند) منشور
Church	کلیسا۔ مذہب
Church service	صلوٰۃ نصاریٰ
Churchrate	محصول کلیسائی
Church Wardens	ناظران کلیسا
Civil Government	حکومت منتظم
Civil List	جیب خرچ شاہی۔ فہرست عہدہ داران علاقہ دیوانی
Clergyman	پادری
Coalition Ministry	وزارت متفقہ
Customary law	قانون رسمی
Code of Laws	مجموعہ قوانین منضبطہ
Colonial office	محکمہ نوآبادیات
Commendation	رسم جوار
Commission	اختیار حکم۔ پروانہ تقرر۔ نیابت۔ مجلس
Commissioner	نائب۔ قائم مقام
Composite constitution	دستور مرکب
Common land	اراضی شاملاتی
Common Law	قانون غیر موضوعہ
Common Pleas	مقدمات یا نالشات دیوانی
Common prayer book	عام کتاب صلوٰۃ
Commons	چراگاہ عام۔ چراگاہ شاملاتی

Commons (The)	ارکین عوام (پارلیمنٹ انگلستان)
Common wealth = Common Weal-th	(رفاہ عام) حکومت جمہوری
Communion	عشائے ربانی
Compurgation	تائید حلف
Compurgators	موئدین حلف
Complex	مخلوط
Confideration	اجتماع
Congregation	کلیسا۔ مجمع مصلیان۔ فرقہ مذہبی
Consecration	تقدیس
County	ضلع
County Council	مجلس ضلع

D

Deacon	شماس
Dead letter	قانون منسوخ العمل
Declaration of Indulgence	اعلان مراعات
Declaration of Rights	اعلان حقوق
Delibrations	مباحث۔ مشاورات
Demesne Land	زمین سیر
Demesne Lands of the Crown	علاقہ صرف خاص۔ شاہی سیر
Democracy	حکومت جمہوری

Democrat	حامی حکومت جمہوری
Democratic	جمہوری
Degree (of a University)	سند جامعہ
Despatch	مراسلت سرکاری۔ نامہ و پیام
Diocese	ضلع اسقف یا صدر اسقف
Dictum	آئین
Direct taxation	محصول بلاواسطہ
Disability	عدم قابلیت
Disendowment	ازالۂ وقف
Disestablishment	موقوفی
Dispensing Power	اختیار استثنا
Dissolution	برخاست (پارلیمنٹ)
Distraint of Knighthood	فوجی زمینداری کی قرقی
Distribution of seats	تقسیم نائبین
Districts	اضلاع
Divine Right	نیابت الہی
Division List	فہرست موافقین ومخالفین تحریک
Doctrine of tenure	مسئلہ (حقیت) و عطائے اراضی
Doctrine of Transubstantiation	مسئلہ استحالہ
Domesday Book	کتاب بندوبست

E

Ecclisiastical order	امن مذہبی
Ealdorman	نائب شاہ ۔ صوبہ دار۔ گورنر
Elastic	ممکن التاویل
Election	انتخاب
Elective	منتخب
Elective right or title	حق انتخاب
Elective Franchise-Franchise	حق رائے نسبت انتخاب
Elector	انتخاب کنندہ۔ منتخب
Electorate	حلقۂ انتخاب کنندگاں
Elementary education	تعلیم ابتدائی
Entail	عطیہ مشروط۔ عطیہ منقطع
Episcopal Government	حکومت اسقفی
Escheat	استرداد۔ بازگشت۔ حق بازگشت۔ حق استرداد
Estate for life	حق یا جائداد حین حیات
Exclusive laws	قوانین محرومیت۔ قوانین اخراج و حرمان
Excommunication	اخراج مذہبی
Executive Government	حکومت عاملانہ
Ex-officio Oath	حلف منصب
Extreme republican	انتہائی جمہوریت پسند
Extortion	حصول بالجبر

F

Fee = Court fee	رسوم عدالت
Fair criticism	اعتراض جائز
Fanaticism	تعصب شدید
Fanaticism (religious)	جنون مذہبی
Father-land	وطن آبائی
Fealty	اطاعت
Fee	جاگیر زمینداری ۔ زمین معافی
Fee simple	ملک یا عطائے مطلق
Fee tail	ملک یا عطائے مشروط و منقطع
Feelings	جذبات ۔ خیالات
Felon	مجرم سنگین
Felony	جرم سنگین
Fellow of a college	طالب علم وظیفہ یاب امتیازی
Federation	اتفاق متفقیت
Federal State	دولت متفقہ
Fellowship	وظیفہ امتیازی
Feudal dependant	جاگیردار ماتحت
Feudal incidents	رسوم جاگیری
Feudalism	خیالات نظام جاگیری
Feudal lord	رئیس جاگیردار

Feudal Revenue	محاصل جاگیری
Feudal System	نظام جاگیری
Fine	پیشکش۔ نذرانہ۔ جرمانہ
First Lord of the Admiralty	وزیر بحریہ
First Lord of the Treasury	وزیر خزانہ
Flexible	ترمیم پذیر
Folkland	زمین جمہوری
Foreign despatches	مراسلات خارجہ
Finance	مالیہ
Foreign office	محکمۂ خارجہ
Forfeiture	ضبطی
Franchise	حق رائے دہی ۔ رائے (ووٹ) دینے کا حق
Free gift	ہبہ یا انعام بلا شرط
Free hold	زمینداری۔ زمین معافی۔ ملک مطلق
Free holder	جاگیردار۔ زمیندار۔ مالک مطلق
French Reign of Terror	آشوب فرانس
Fund	سرمایہ

G

Galley Slaves	کشتی کھینے والے غلام
General Summons	طلبنامۂ عام

Guardians of the poor	اولیائے مفلسین
Grammer school	مدرسۂ ادب قدیم یونانی ولاطینی
Good will	نیک گمانی خیرخواہی۔ مقبولیت عامہ
Great Charter of liberties	سند اعظم حریت
Great Council (The)	مجلس عظمیٰ
Great officers of the state	عمائدین۔ اعلیٰ حکام سلطنت

H

Habeas Corpus Act	قانون لزوم تحقیقات محبوس
Hamlet	قریہ۔ کھیڑا
Harbour	بندر۔ بندرگاہ
Heavy cavalry	رسالہ زرہ پوش
Heptarchy	حکومت مسبوعہ۔ حکومت ہفت سلاطین
Heresy	زندقہ۔ الحاد
Heretic	زندیق۔ ملحد
High Treason	بغاوت خلاف بادشاہ وغیرہ
Homage	وابستگی
Home office	محکمہ داخلہ
Householder's franchise	حق رائے مستکر
House of Commons	بیت العوام
House of Lords	بیت الامرا

ہوس پارلیمنٹ	Houses of Parliament
تعلقہ حصۂ ضلع	Hundred
جنگ صد سالہ	Hundred Years War

I

کتب مطلا و با تصویر	Illuminated books
بریت۔ استحقاق۔ معافی	Immunity
مواخذہ	Impeachment
مصارف سلطنت۔ مصارف ملکی	Imperial Expenditure
تزویج محرمات	Incest
عطائے شخصیہ	Incorporation
محکمۂ وزیر ہند	India office
الزام تحریری مصدقہ جوری کلاں۔ چالان	Indictment
محصول بالواسطہ	Indirect taxation
بے ضابطہ۔ غیر رسمی۔ سادہ	Informal
حقوق فطرتی	Innate rights
تفتیش	Inquest
آیرستان	Ireland
آیرستانی	Irish
ادارات۔ قوانین۔ آئین	Institutions
دستاویز حکومت۔ آلۂ حکمرانی	Instrument of Government

Interdict	حکم امتناعی پوپ
Interest	حق نسبت جائداد غیرمنقولہ
Investiture	رسم تشریف و تقرر اسقف منجانب پوپ

J

Jacobites (L.Jacobus and Fr.James)	طرفداران جیمس دوم
Jesuits	فرقہ یعقوبی
Judge	قاضی
Jurisdiction	اختیارات عدالت۔ اختیار سماعت مقدمات۔ حدود ارضی عدالت
Justice of the Peace	اعزازی ناظم فوجداری
Justiciar	صدر اعظم

K

King can do no rong	بادشاہ سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوسکتا
King is the fountain of Justice	بادشاہ منبع انصاف ہے
King in Council	بادشاہ باجلاس کونسل
King in Parliament	بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ
Knight	مبارز
Knight-errant	مبارز دوّار
Knighthood	زمین مبارز۔ فوجی زمینداری
Knight's fee	جاگیر مبارز

Knight service = Tenure by Knight service = Military tenure	فوجی عطیہ ارضی
Knight tenure	فوجی زمینداری

L

Land Lord	زمیندار۔ مالکِ زمین۔ مالک خانہ۔مستکر
Land tax	محصول زمین
Land System	نظام زمینداری
Land tenure	عطایاے ارضی
Law patent	قانون اختراعات وصنائع
Law of Bankruptcy	قانون دیوالہ
Lay man	دنیوی آدمی
Lease	پٹہ
Leasehold	پٹہ۔پٹہ داری
Lease holder	پٹہ دار
Legal Provisions	شرایط قانونی
Legate	سفیر پوپ
Legislative innovations	تغیرات قانونی
Libel	ازالہ حیثیت عرفی۔توہین تحریری
Liberal Education	تعلیم درسی واخلاقی
Liberal party	فرقہ حامی آزادی۔فرقہ جدت پسند
Liberal supply	فیاضانہ منظوری اخراجات۔منظوری

Liberty of the Press	آزادی مطابع
Liege lord	رئیس یا امیر واجب الاطاعت
Licensing Act (The)	قانون اجازت نامہ
Life interest	حق یا جائداد حین حیات
Light house	منارہ بحریہ
Liturgy	طریقۂ عبادت قومی۔اداے رسم عشاے ربانی
Local administration	حکومت مقامی
Local authority	حکومت مقامی
Local Community	حکومت مقامی
Local Government	حکومت مقامی
Local institutions	ادارات مقامی
Lords ordainers	امرائے مقنن
Lodger's franchise	حق راے منزل گزیں
Lord Chamberlain	میر تشریفاتی
Lord Chancellor	ناظم عدالت ایکویٹی (نصفت)
Lord High Admiral	صدر امیر البحر
Lord High Chancellor	میر مجلس عدالت العالیہ۔قاضی القضاۃ
Lord Lieutenant	نائب السلطنت
Lord President of the Privy Council	میر مستشار
Lord Protector	حامی سلطنت
Lord's anointed	برگزیدۂ الٰہ

Lords Spiritual	رائے دینی
Lorde Temporal	رائے دنیوی

M

Magna Charta	سند اعظم
Manor	پرگنہ۔ جاگیر
Maritime adventures	وقائع سیاحت بحری
Marriage	رسم تزویج۔ عقد نکاح
Marriage Act	قانون ازدواج
Marriage by olvil registration	تزویج بذریعہ اندراج قانونی
Marshall	سپہ سالار
Martial law	قانون حربی
Masses of the people	عامہ خلائق
Matriculation	شرکت جامعہ
Mayor	میربلدہ
Meadow	سبزہ زار۔ چراگاہ۔ مرغزار
Merchant shippings	جہازات تجار۔ تجارتی جہاز
Middle Ages	قرون وسطیٰ۔ ازمنہ وسطیٰ
Military tenure	عطیہ خدمت فوجی
Militia = National army	فوج ردیف۔ فوج قومی
Modern England	انگلستان حالیہ

Monarchy	حکومت شخصی
Money bill	مسودہ قانون مالیہ (مسودہ معاملات مالیہ)
Money Market	طرفہ بازار زر
Mortmain	بدست مردہ
Mote	مجلس
Motive	تحریک۔ غرض
Motive power	قوت محرکہ
Mouthpiece = spokesman	وکیل۔ نمائندہ
Municipal borough	بلدیہ والا شہر
Municipal Corporations	شخصیات بلدی۔ بلدیات سندیافتہ
Municipal reform	اصلاح بلدیہ
Mutiny Act	قانون غدر
Mysticism	تصوف

N

National assembly	مجلس قومی۔ مجلس ملیہ
National administration	حکومت قومی
National Covenent (The)	عہدنامہ قومی
National purse	مداخل ملکی۔ محاصل قومی
Natural rights	حقوق فطرتی
Navy	بحریہ۔ محکمہ بحری

امور باعث تکلیف	Nuisances

O

مطابقت اتفاقیہ	Occasional confirmity
قابض	Occupier
افسران بیوتات شاہی	Officers of the Royal household
افتتاح پارلیمنٹ	Opening of Parliament
ارکان مقابلہ۔ فریق مقابل	Oppostiton
امتحان۔ آزمائش	Ordeal
فرمان	Ordinance
بطلان یا ردِ فیصلہ	Overrule.
ناظران مفلسین	Overseers of the Poor

P

مجلس پیرش	Parish Counoil
دیہاتی پیرش	Parish rural
شہری پیرش	Parish Urban
پادری متولی	Parson
کاغذات پارلیمنٹ	Parliamentary papers
فرقہ	Party
سردار فرقہ	Party Chief

Party in a Minority	فرقہ قلیل
Party System	نظام فرقہ بندی
Party in a Majority	فرقہ کثیر
Party Government	فرقہ بندی کی حکومت
Party having Majority in the House of Commons	بیت العوام کا برسر حکومت فرقہ یا فرقہ کثیر
Passive obedience	اطاعت غیر مخالفانہ۔ اطاعت تامہ
Patent	سند ایجاد۔ سند حق اختراع
Law of Patents	قانون اختراعات و صنائع
Peerage Bill	مسودہ قانون امارت
Penal Statute	قانون تعزیری
Penalty	سزا۔ تاوان
Pensioner	وظیفہ یاب
Petition of Rights	قانون حقوق
Place men	ملازمان شاہی۔ صاحبان مناصب
Pleas of the Crown	مقدمات فوجداری
Pocket borough	جیب پرکن شہر
Political institutions	ادارات سیاسی
Poor Law	قانون مفلسین
Poor Relief	امداد مفلسین
Popular assembly	مجلس ملیہ۔ مجلس قومی

عدالت قومی	Popular Court
معاش مذہبی، منصب و عہدہ کلیسائی	Preferment
رئیس کنیسہ	Prelate
مقدمات صلح	Preliminaries
شاہی اختیار معافی و ترحم	Prerogative of Mercy and Pardon
میر مجلس	President
میر مجلس تجارت	President of the Board of Trade
میر مجلس تعلیمات	President of the Board of Education
میر مجلس حکومت مقامی	President of the Local Government Board
ولیعہد برطانیہ	Prince of Wales
کار شخصی، نجی کے کام	Private business
بیانات استحقاقی	Privileged Communications
مستشار شاہی	Privy council
رکن مستشار شاہی	Privy Councillor
ضابطہ	Procedure
اعلان	Proclamation
چالان	Presentment
شرائط ملکی	Property qualification
التوا الحکم شاہی	Prorogation
نائب السلطنت۔ حامی سلطنت	Protector (Lord)
حکومت زیر حمایت	Protectorate

Provisions	قواعد۔ شرائط
Provisions of Oxford	دستور (معاہدہ) جو بمقام آکسفورڈ مرتب ہوا
Proxy	نائب۔ قائم مقام
Public affairs	امور ملکی۔ مہام سلطنت
Public credit	اعتبار قومی۔ سرکاری اعتبار
Public Expenditure	مصارف ملکی
Public Health Act	قانون صحت عامہ
Public Interest	رفاہ عام
Public opinion	رائے عامہ
Public Purse	محاصل ملکی
Public Spirit	رفاہ قومی

Q

Qualifications for the franchise	شرائط اہلیت رائے زنی
Question of fact	امر واقعاتی
Question of Law	امر قانونی
Quinquennial Act (The)	قانون پنجسالہ

R

Ratification	توثیق۔ منظوری
Rector	متولی کلیسا

Redistribution of Seats Act	قانون تقسیم مکرر نشستین
Reform Act (The)	قانون اصلاح
Reformation (The)	عہد اصلاح (مذہب)
Registrar General of Birth, Marriages and deaths	صدر ناظر محکمۂ ولادت و ازدواج و اموات
Relief	پیشکش۔ نذرانہ
Religious fanaticism	جنون مذہبی
Rent	مالگزاری۔ زر لگان۔ کرایہ
Rental of the land	آمدنی مالگزاری
Reporter	خبر نویس
Representation	نیابت۔ نمایندگی
Representative	نائب۔ نمایندہ
Representative Government	حکومت نیابیہ
Republican	جمہوریت پسند
Responsibility	جوابدہی۔ ذمہ داری
Restoration (The)	عود شاہی
Revenue	محاصل
Retainer	وابستۂ دولت
Rigid	غیر ترمیم پذیر
Right to reputation	حق نیکنامی
Royal administration	نظم و نسق (یا انتظام) شاہی

Royal closet	خلوت شاہی
Royalist	طرفدار شاہی
Rotten borough	شہر ویران و خراب - شہر غیر آباد
Round Heads	سر تراشیدہ - سر منڈ ے - طرفداران کرامویل و جمہوریت
Rump (The)	تلچھٹ - فضلہ - نام اراکین بقیہ شارٹ پارلیمنٹ

S

Sacramental Test	آزمائش عشاے ربانی
Sanitary authorities	حکام صفائی یا حفظان صحت
Sanitation	حفظان صحت
Schism Act (The)	قانون افتراق (مذہبی)
Secondary Education	تعلیم ثانویہ
See	علاقہ ماتحت اسقف یا صدر اسقف
Secretary of State	وزیر سلطنت
Secretary of State for Colonies	وزیر نو آبادیات
Secretary of State for India	وزیر ہند
Secretary of State for War	وزیر جنگ
Self Government	حکومت خود اختیاری
Septinial Act (The)	قانون ہفت سالہ
Serf	غلام زرعی غیر آزاد کسان
Set Speeches	پر تکلف اور مصنوعی تقریریں

Settlement Act (The)	قانون تخت و تاج
Shire	ضلع
Shipmoney	محصول بحریہ - زرجہاز
Shorthand	اختصار نویسی
Shorthand writer	اختصار نویس
Simple esquires	اولیٰ درجہ کے معززین
Sinecurist	مفت باش
Simple	بسیط
Spiritual cause	مقدمہ مذہبی
Speakers	مقررین
Socage tenure	عطیہ زرعی -
Solemn affirmation	اقرار صالح
Sovereign	فرمانروا
Statistical Survey	بندوبست - پیمائش عددی
Statistics	اعداد
Statute Book	مجموعہ قوانین موضوعہ
Statute of Premunire	قانون انتباہ
Subscription	دستخط - دستخطی تحریر
Subsidy	مخصوص اشیائے تجارتی کا محصول کروڑگیری
Supreme Court of Justice	عدالت العالیہ
Supreme Government	صدر حکومت

حکومت اعلیٰ	Supreme Power
قانون کو معطل کرنیکا اختیار - الغا	Suspending power

T

اجرائے محصولات	Taxation
تعلیم صنعت و حرفت	Technical Education
کاشتکار یا اسامی قابض - رعیت	Tenant-Farmer
رعیت واری	Tenant-farming
اعلیٰ معطی لہ (جاگیردار)	Tenant-in-Chief
عطیہ ارضی	Tenure
قانون آزمائش	Test Act (The)
ندیمان نبرد آزما - مصاحبان جنگی	Thanes = Thegns
دستاویز حقیت	Title deed
قانون رواداری مذاہب	Toleration Act (The)
فرقہ قدامت پسند	Tory
حکومت فرقہ قدامت پسند	Tory Government
موضع - قصبہ	Township
مال تجارت - حمل و نقل انسان و مال	Traffic
تحقیقات بذریعہ جنگ و جدل	Trial by battle
تحقیقات بذریعہ امتحان (آب و آتش)	Trial by Ordeal
قانون سہ سالہ	Triennial Act (The)